شمارہ ۱ جنوری ۱۹۹۱ء جلد ۱۴

حامل مضامین تصوف وعرفان ماہنامہ افادات وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مد ظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ چار روپیہ مدیر: احمد مکین عفی عنہ

شمارہ ۱ رجب المرجب سنہ ۱۴۱۱ھ مطابق جنوری سنہ ۱۹۹۱ء جلد ۱۴

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی احمد مکین صاحب ۲۳ بخشی بازار الٰہ آباد

پیش لفظ

۳۰ اکتوبر ایک طوفان تھا کہ گزر گیا، ایک بلا تھی کہ ٹل گئی، سکون کے چند مختصر لمحے ملے اور زخم تازہ ہو گئے۔ پھر وہی کشت و خون، وہی وحشت و بربریت اور سفاکی و انارکی، گویا جنگل کا راج ہے اور لاقانونیت کا نظام، ارباب اقتدار نظم و ضبط کے ذمہ دار اور ملک کی ملکیت کے دعویدار، خاموش تماشائی ہیں یا معاون و مددگار۔ انھیں نہ تو فکر و افسوس ہے اور نہ ہی شرم و عار۔ منصف، حاکم اور قاتل صرف لبادے ہیں اور شخصیت ایک ہے۔ دار و رسن کا نظام وہی پرانا ہے، رنج و غم کا وہی فسانہ ہے ؎

سکوں میسر ہو تو کیونکر ہجوم رنج و محن وہی ہے ۔ بدل گئے ہیں اگرچہ قاتل نظام دار و رسن وہی ہے

سالہا سال کے تجربہ نے مسلمانوں کو ہر طرف سے مایوس و شکستہ کر دیا، امید کی کرن اور صبح کے آثار دور تک نظر نہیں آتے، اسباب کی کمی وسائل کی قلت اور صلاحیت کا فقدان ہمارے حوصلوں کو پست اور یقین میں اضمحلال پیدا کر رہے ہیں۔ بے یقینی کی اس فضا اور مایوسی کے اس عالم میں جب نگاہ مصلح الامۃؒ کے اس ارشاد گرامی پر پڑی تو قلب کو تقویت اور روح کو سکون ملا ارشاد فرماتے ہیں "مسلمانو پریشان کیوں ہوتے ہو خدا موجود ہے، تم مسلمان ہو خدا پر تمھارا ایمان ہے، اسکے رسولؐ پر اور اسکے عدول پر تمھارا ایمان ہے پھر پریشان کیوں ہوتے ہو؟ زیادہ سے زیادہ یہی تو کہ یہ اللہ کے دشمن تم کو خدا پر ایمان رکھنے کی وجہ سے پریشان کر رہے ہیں تو بس انھیں سے رو رو کر یہ عرض کرو ؎

بجرم عشق توام می کشند و غوغائیست   تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

اے اللہ! یہ تیرے دشمن ہم مسلمانوں کو اسلئے مٹا دینا چاہتے ہیں کہ ہم آپکے نام لیوا ہیں اور اسوجہ سے پریشان کر رہے ہیں کہ ہم تیرے رسول کے امتی ہیں، یا اللہ! ہماری مدد فرما۔ اللہ تعالیٰ کے لئے جس طرح اسباب کے ساتھ کسی چیز کو پیدا کرنے پر قدرت ہے اسی طرح بغیر اسباب کے بھی پیدا کرنے پر قادر ہیں، انکے لئے دونوں برابر ہیں۔ بس مسلمانوں کے لئے پریشانی کے وقت میں دعاؤں سے بڑھکر کوئی چیز نہیں ہے تو اللہ تعالےٰ کو راضی کیجئے اور انھیں سے مانگئے"

دعا کی تاثیر اور افادیت کے متعلق ایک واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔ بمبئی سے حضرت مصلح الامۃؒ اور قبلہ قاری صاحب کے متوسلین میں سے ایک مخلص ورکر مفرمایور قمطراز ہیں "بھیونڈی میں پار سال جب فساد ہوئے تھے اس وقت ایک خاتون کے مکان پر فسادیوں نے دھاوا بول دیا اور دروازہ توڑنے کی انتہائی کوشش کی دروازہ معمولی پلائی وڈ کا تھا ان خاتون کا کہنا ہے کہ وہ اور انکی بہو مکان میں تنہا تھیں سب دعا پڑھ کر دروازے کی جانب پھونکنے لگیں اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ انکا کہنا ہے کہ بحکم باری تعالےٰ دروازہ آہنی ہو گیا فسادی ناکام لوٹ گئے بعد میں لوگوں نے تفتیش کی تو وہ دروازہ واقعی اتنا کمزور ہے کہ ایک دولتی میں ٹوٹ جائے" ۔۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قبولیت کے دروازے اب بھی کھلے ہوئے ہیں بارگاہ الٰہی میں پکار ضرور مستجاب ہوتی ہے، امید و رجا کا دامن ہاتھ سے کبھی نہیں چھوڑنا چاہئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دُعا

صاحب رسالہ قشیریہ باب الدعا میں تحریر فرماتے ہیں کہ دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ قلب حاضر ہو اور غافل نہ ہو اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَا یَسْتَجِیْبُ دُعَاءَ عَبْدٍ مِّنْ قَلْبٍ لَاہٍ یعنی اللہ تعالیٰ کسی بندے کی دعا قلب غافل سے قبول نہیں فرماتے۔ نیز استجابت[1] دعا کی شرائط میں سے اکل حلال ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ اَطِبْ کَسْبَکَ تُسْتَجَبْ دَعْوَتُکَ یعنی اپنی کمائی کو طیب[2] کرو۔ تمہاری دعا قبول ہوگی۔ اور کہا گیا ہے کہ دعا حاجت کی کنجی ہے اور اس کے دندانے حلال لقمے ہیں (تو جس طرح بے دندانے کی کنجی سے قفل نہیں کھلا کرتے اسی طرح بدون اکل حلال اور بغیر پاک کمائی کے دعا قبول نہیں ہوتی)

بہت سے واقعات اس قسم کے منقول ہیں جس میں لوگوں نے مصائب اور پریشانیوں کے وقت میں اللہ تعالیٰ سے حضور قلب کے ساتھ دعائیں کی ہیں تو ان کی دعائیں قبول ہوئی ہیں اور ان کی مرادیں پوری ہوئی ہیں۔ چنانچہ منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گذر ایک ایسے شخص پر ہوا جو دعا و تضرع کر رہا تھا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی اگر اس شخص کی حاجت میرے اختیار میں ہوتی تو میں پوری کر دیتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے انکی جانب وحی بھیجی کہ اے موسیٰ میں تم سے کہیں زیادہ اس پر رحم کرنے والا ہوں لیکن وہ مجھ سے اس طرح دعا کر رہا ہے کہ اس کا دل اپنی بکریوں میں پڑا ہوا ہے۔ اور میں ایسے بندے کی دعا قبول نہیں کرتا ہوں جو دعا مجھ سے کرتا ہو اور اس کا قلب میرے غیر کے پاس ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اگر اس شخص سے اس کا ذکر کیا۔ تو وہ خود منقطع ہو کر اپنے قلب سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا چنانچہ اس کی حاجت اسی وقت پوری ہو گئی۔

تو دیکھئے جب تک اس نے حضور قلب سے دعا نہیں کی تھی اس وقت تک

---

[1] قبولیت [2] پاکیزہ حلال [3] کمائی

مقبول نہیں ہوئی اور جیسے ہی حضورِ قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا فوراً ہی اس کی دعا قبول ہوگئی اور حاجت پوری ہوگئی۔

ایک تاجر و چور کا قصہ

حضرت انس ابن مالکؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص تھا جو بغرض تجارت بلاد شام سے مدینہ اور مدینہ سے شام کا سفر کیا کرتا تھا اور اپنے سفر میں قافلوں کے ساتھ نہیں جاتا تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرکے تنہا سفر کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ شام سے مدینہ آرہا تھا کہ راستہ میں اس کو ایک چور ملا جو گھوڑے پر سوار تھا۔ اس نے تاجر کو آواز دی کہ ٹھہر جاؤ۔ تاجر ٹھہر گیا۔ اور چور سے کہا کہ تم میرا مال لے لو اور مجھے راستہ جانے دو۔ چور نے جواب دیا کہ یہ مال تو میرا ہے ہی میں تمہاری جان لینے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تاجر نے اس سے کہا کہ میری جان لے لینے سے تم کو کیا نفع کی امید ہے۔ میرا مال لے لو اور مجھ کو چھوڑ دو۔ چور نے پھر وہی پہلی بات کہی تو تاجر نے اس سے یہ کہا کہ اچھا مجھ کو اتنی مہلت دے دو کہ میں وضو کرکے نماز پڑھ لوں اور اپنے رب عزوجل سے دعا کر لوں۔ چور نے جواب دیا کہ ہاں تم جو چاہو کر لو۔ پس تاجر وضو کرکے کھڑا ہوا اور چار رکعت نماز پڑھی۔ پھر اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھایا اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی یَا وَدُوْدُ یَا وَدُوْدُ یَا ذَا الْعَرْشِ الْمَجِیْدِ یَا مُبْدِئُ یَا مُعِیْدُ یَا فَعَّالٌ لِمَا یُرِیْدُ اَسْئَلُكَ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِیْ مَلَأَ اَرْكَانَ عَرْشِكَ وَاَسْئَلُكَ بِقُدْرَتِكَ الَّتِیْ قَدَرْتَ بِهَا عَلٰی خَلْقِكَ وَبِرَحْمَتِكَ الَّتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ یَا مُغِیْثُ اَغِثْنِیْ۔ یہ دعا اس نے تین مرتبہ پڑھی جب دعا سے فارغ ہوا تو اچانک ایک شخص نمودار ہوا جو چمکتے ہوئے گھوڑے پر سوار تھا اور سبز کپڑے پہنے ہوئے تھا اس کے ہاتھ میں نور کا ایک حربہ تھا جب چور نے اس سوار کو دیکھا تو تاجر کو چھوڑ کر اس کی طرف بڑھا۔ جب اس کے قریب پہنچا تو اس سوار نے چور پر حملہ کیا اور نیزے سے مار کر اس کو اسکے گھوڑے سے گرا دیا پھر تاجر کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ اٹھو اور چلکر اس چور کو تم ہی قتل کرو۔ تاجر نے اس سے کہا کہ تم کون ہو؟ میں نے تو کبھی کسی کو بھی قتل نہیں کیا اور نہ میرا جی اسکو قتل کرکے خوش ہوگا۔ پس وہ سوار لوٹ کر چور کے پاس آیا اور اسکا کام تمام کر دیا۔ پھر تاجر کے پاس واپس آیا اور اس سے کہا کہ سنو میں تیسرے آسمان کا ایک فرشتہ ہوں جب تم نے پہلی مرتبہ دعا کی تو ہم لوگوں نے آسمان کے دروازوں سے حرکت کی آواز سنی اور آپس میں ہم لوگوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کوئی امر حادث ہوا ہے پھر جب تم نے دوبارہ دعا کی تو آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے اور سمت آگ کی چنگاریوں کی طرح شرارے نکلنے لگے۔ پھر جب تم نے تیسری مرتبہ دعا کی تو

لہ ترجمہ ۵ پر دیکھئے

حضرت جبرئیل علیہ السلام اور سے ہمارے پاس تشریف لائے اور یہ مذاکرہ ہے تھے کہ مَنْ ھٰذَا الْمَکْرُوْبُ دن اس مصیبت زدہ کے کام آدیگا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھکو اس چور کے قتل کا متولی بنا دیجئے۔ اور یہ کہا کہ اے عبداللہ تم یہ جان لو کہ جو شخص تمہاری اس دعا کو کسی کربت یا مصیبت در شدت کے وقت میں پڑھیگا تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت اور پریشانی کو دور فرما دینگے۔ اسکے بعد وہ اجر اپنا مال لیکر سلامتی کے ساتھ مدینہ شریف پہنچا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر س واقعہ کی نیز اس دعا کی اطلاع دی۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا لَقَدْ لَقَّنَكَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْ اَسْمَائِہٖ الْحُسْنٰی الَّتِیْ اِذَا دُعِیَ بِھَا اَجَابَ وَاِذَا سُئِلَ بِھَا اَعْطٰی یعنی البتہ تحقیق اللہ عزوجل نے تم کو اپنے اُن اسماء حسنیٰ کی تلقین فرمائی ہے کہ جب ان کے واسطے سے کوئی دعا کی جائیگی تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائینگے اور جب ان کے وسیلے سے سوال کیا جائیگا تو اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔

میں نے استاذ ابوعلیؒ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ یعقوب ابن لیث کو کوئی بیماری ایسی لاحق ہوئی کہ تمام اطباء اسکے علاج سے عاجز ہوگئے تو لوگوں نے اس سے کہا کہ آپکی ولایت میں ایک صالح شخص ہیں جن کا نام سہل ابن عبداللہؒ ہے اگر وہ آپ کیلئے دعا فرمادیں تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے چنانچہ بادشاہ نے ان کو بلا بھیجا اور درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے دعا فرمادیجئے تو حضرت سہلؒ نے فرمایا کہ تمہارے حق میں میری دعا کیسے قبول ہوسکتی ہے جبکہ تمہارے قید خانے میں بہت سے مظلومین موجود ہیں۔ بادشاہ نے اسی وقت جتنے لوگ اسکے قید خانے میں تھے سبکو رہا کردیا۔ تب حضرت سہلؒ نے اسکے لئے ان الفاظ سے دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ کَمَا اَرَیْتَہٗ ذُلَّ الْمَعْصِیَةِ فَاَرِہٖ عِزَّ الطَّاعَةِ وَفَرِّجْ عَنْہُ یعنی یا اللہ جیسا کہ آپ نے اسکو معصیت کی ذلت دکھایا ایسے ہی طاعت کی عزت دکھادیجئے اور اس کی تکلیف دور فرمادیجئے۔ پس وہ فوراً اچھا ہوگیا اور حضرت سہلؒ کی خدمت میں کچھ مال پیش کیا۔ انھوں نے اسکو قبول کرنے سے انکار فرمایا تو لوگوں نے ان سے عرض کیا کہ آپ اگر اسکو قبول فرمالیتے اور فقراء کو دیدیتے تو کیا حرج تھا۔ پس انھوں نے صحرا کی کنکریوں کی طرف ایک نظر فرمائی اور وہ اسی وقت جواہر ہوگئیں تو اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جسکو اللہ تعالیٰ نے ایسی دولت عطا فرمائی ہو کیا وہ یعقوب ابن لیث کے مال کا محتاج ہوسکتا ہے؟

(فلاح و کامیابی خدا کے قبضہ میں ہے)

فرمایا کہ بنی اسرائیل اہل کتاب تھے وہ جانتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام کا قتل کوئی

معمولی بات نہیں ہے ، مگر پھر بھی کر گذرے ۔ چنانچہ جب انھوں نے پیغمبروں کی اہانت کی اور قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر اپنے جابر بندوں کو مسلط کر دیا ۔ اللہ تعالیٰ جب ناراض ہوتے ہیں تو اسی طرح اپنے بندوں کو مسلط کر دیتے ہیں ۔ خدا سے بچ کر کوئی کہاں جا سکتا ہے ۔

بنی اسرائیل اپنی بدعنوانیوں اور انتہائی سرکشی کی بنا پر پکڑے گئے لیکن پھر بھی ان کو موقع دیا گیا اور ان سے کہہ دیا گیا کہ اگر اب سے بھی مان جاؤ توبہ کر لو تو تم کو وسعت دیدی جائے اور تمہارا رب تم پر رحم فرما دے ۔ لیکن اس کے بعد پھر انھوں نے شرارت کی اور فساد پر اتر آئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھر پکڑے گئے یہ خدائی قانون ہے کہ جب کوئی قوم سرکشی پر اتر آتی ہے اور باوجود مہلت ملنے کے نہیں سنبھلتی تو انجام کار سخت پکڑ میں مبتلا ہوتی ہے اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ (بلاشبہ آپ کے رب کی پکڑ بڑی ہی سخت ہے)

ہم سب کو یہی اب بھی سوچنا چاہیے اور ڈرنا چاہیے کہ جس طرح بنی اسرائیل کی نافرمانی کی وجہ سے ان پر جابر بادشاہوں کا تسلط ہوا تھا جنھوں نے ان کی مساجد کی بے حرمتی کی گھروں میں گھس گئے اور کیا کچھ قتل و غارت کیا ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم نے بھی انھیں کی طرح نافرمانیاں اختیار کر لی ہوں ۔ جس کے سبب ہم پر بھی وہ عذاب مسلط ہو جو ان پر ہوا تھا خدا نخواستہ اگر یہی بات ہے تو اب سے توبہ کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور خدا کی ناراضگی کے سبب کو دور کرنا چاہیے ۔ اللہ تعالیٰ اب سے رحم فرما دیں گے جیسا کہ بنی اسرائیل کی ایسی سرکشی اور پھر تباہی کے بعد بھی ارشاد فرمایا عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا یعنی عجب نہیں کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمادے اور اگر تم پھر شرارت کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے

مسلمانوں کے لئے اب یہی راہ متعین ہے کہ صدق و خلوص سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیں اور انھیں کو پکارنا شروع کر دیں ۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو ایسی تدبیر کر دیتے ہیں کہ ساری مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں ، مسلمانوں کے لئے نامساعد[1] حالات کیا چیز ہیں ؟ خدا کو اسباب پیدا کرتے کیا دیر لگتی ہے ، بس اتنی سی بات مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں آتی ۔ اے بھائی جو خدا تم کو عدم سے وجود میں لایا اور پھر روزانہ تم کو روزی دیتا ہے اس کو حالات سازگار کرنا کیا مشکل ؟ اس کی قدرت بہت بڑی ہے وہ ہر چیز پر قادر اور حاوی ہے ۔

[1] ناموافق

وَاَنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ۝ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (اللہ تعالیٰ کا علم ہر شے کو محیط اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر کامل قدرت رکھنے والے ہیں)

مسلمانو تم نے جنت کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہت دعائیں کی ہوں گی دوزخ سے بچنے کے لئے کرتے ہو گے مگر ان معاملات میں تم نے سچے دل سے دعا کی کب ہے! کرکے دیکھو ایک بڑے آدمی کہتے تھے کہ میرے والد صاحب وکیل تھے اور میں والد صاحب کے بارے میں تین دعائیں کرتا تھا۔ ایک تو یہ کہ والد صاحب وکالت چھوڑ دیں۔ دوسری یہ کہ حضرت مولانا تھانویؒ کی خدمت میں چلے جائیں یعنی ان سے تعلق قائم کرلیں اور تیسرے یہ کہ حج کر آئیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میری یہ تینوں دعائیں قبول فرمائیں یعنی یہ کہ والد صاحب نے وکالت بھی چھوڑ دی۔ حضرت مولاناؒ کی خدمت میں بھی آنے جانے لگے اور الحمد للہ حج بھی کر آئے۔

میں کہتا ہوں کہ کیا دعا کی قبولیت وکیل اور جج ہی کے ساتھ خاص ہے؟ آپ اگر دعا کریں گے تو کیا قبول نہ ہوگی؟ بھائی ضرور قبول ہوگی۔ مگر پھر بھی جو آجکل اس کی طرف توجہ نہیں کرتے ہو تو اس کا ایک سبب بھی ہے وہ یہ کہ ہم لوگوں کی نظر میں اسباب کی اہمیت اتنی زیادہ ہوگئی ہے کہ دل میں یہ خیال ہوتا ہے کہ جب اسباب ناساعد ہوں تو اس کے خلاف ہو کیسے سکتا ہے تو سمجھئے کہ یہ نفس و شیطان کا کید ہے کہ خدا کی قدرت کو ہم اپنے اوپر قیاس کر رہے ہیں۔ ارے بھائی خدا کو اسباب موافق کرتے کیا دیر لگتی ہے اسلام کی تاریخ غیبی امداد اور خدا کی قدرت کے عجیب عجیب واقعات سے بھری پڑی ہے۔

جنگ احزاب میں جب کہ تمام قبائل عرب نے اکٹھا ہو کر پندرہ ہزار سے بھی زائد جمعیت لیکر مدینہ کا محاصرہ کر لیا تھا اور مٹھی بھر مسلمان خندق کھود کر خدا کے بھروسے سر بکف میدان میں تھے اُدھر آستین کے سانپ۔ مدینہ کے یہود نے عین وقت پر عہد شکنی کرکے دشمن سے ساز باز کر لیا تھا ایسے ناساعد حالات کے وقت بھی مسلمانوں کو خدا پر پورا بھروسہ تھا کہ وہ ضرور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کی مدد فرمائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے دشمنوں ہی میں سے ایک شخص کو مسلمان کر دیا اور انھوں نے دشمنان اسلام سے کچھ ایسی گفتگو فرمائی کہ ان میں آپس ہی میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ کفار خائب و خاسر نامراد واپس ہوئے اور اس طرح بغیر جنگ ہی کے مسلمانوں کی پریشانیوں کا خاتمہ ہوگیا۔

اور ستے۔ جب قریش مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل کر دینے کا مشورہ کیا تھا نتیجہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاتھ میں تلوار لے کر کس ارادہ سے چلے تھے اور اس وقت بھی بظاہر اسباب کیسے کچھ نا مساعد تھے۔ لیکن پھر ہوا کیا؟ اور خدا کو اسباب موافق کرتے کتنی دیر لگی؟ سب جانتے ہیں کہ چلے تھے قتل کرنے کے لئے اور آکر غلاموں میں داخل ہو گئے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے دین کو کس قدر تقویت پہونچائی۔

ایسا دل تڑپتا ہے کہ کاش مسلمان اس مضمون کو سمجھتے۔ خدا کی قدرت پر نظر کرتے۔ اللہ تعالیٰ جو چیز چاہیں، جس وقت چاہیں کر سکتے ہیں خدا کا کام کسی پر موقوف نہیں ہے! بس یہی چیز توجہ کی ہے! مسلمان اس پر تو نظر کرتے نہیں اور دور دور از کار باتیں کرتے ہیں! اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی محبت اور دین کی فہم سے نوازیں۔

(ص ۲ کی دعاء کا ترجمہ) : اے بیحد محبت کرنیوالے! اے بیحد محبت فرمانے والے اے صاحب عرش عظیم! اے ابتداءً پیدا کرنے والے! اے دوبارہ پیدا فرمانے والے۔ جو چاہے کر گذرنے والے! میں تیری ذات کے اس نور کے واسطے سے سوال کرتا ہوں جس نے تیرے عرش کے ارکان (اطراف و جوانب کو بھر دیا (احاطہ کر لیا) اور میں سوال کرتا ہوں تیری اس قدرت کے طفیل جسکے ذریعہ آپ اپنی مخلوقات پر قادر ہیں اور تیری اس رحمت کے آسرے پر جو ہر چیز کو عام ہے۔ بارالہٰا! آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے فریادوں کو سننے والے میری فریاد سن لے۔

اعلان

(۱) ۱۹۹۱ء کے زرتعاون کے متعلق گذشتہ ماہ پچاس ۵۰ روپیہ سالانہ کا اعلان ہو تھا مگر احباب کے مشورہ سے فی الحال اسمیں تخفیف کر کے زرتعاون پینتالیس ۴۵ روپیہ سالانہ کر دیا گیا ہے
(۲) اس سال دفتری امور اور پتہ رجسٹر وغیرہ کی ترتیب از سر نو ہو رہی ہے لہٰذا گذارش ہے کہ اپنے لفافہ پر مرقوم پتے کی تحقیق فرمالیں غلطی یا خامی اور پن کوڈ نمبر درج نہونے کی صورت میں اپنا پتہ صاف اور بڑے حروف میں معہ پن کوڈ نمبر کے انگریزی میں تحریر فرما کر اولین فرصت میں روانہ فرما دیں۔
(۳) اپنے ذمہ سابقہ واجب الادا رقم اور ۱۹۹۱ء کا زرتعاون جلد از جلد روانہ فرما کر رسالہ کا تعاون فرمائیں
(۴) خط و کتابت اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر اور پتہ ضرور لکھا کریں۔ (۱۱-۱۱ادارہ)

فرمایا کہ ـــــــ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ بندہ جب عبادت کرتا ہے تو میں اسکو محبوب بنالیتا ہوں الخ اسکی تفسیر میں حیری فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سے کہ انسان کے اعضاء کان سماع میں، نظر منظور میں بصر شی پر مسارعت کرتا ہے اسی طرح سے میں اسکی حالت ومقام میں مسارعت کرتا ہوں ۔ بندہ جب ان امور میں موافقت کرتا ہے تو محبوب باری ہو جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ بھی بندے کی موافقت کرتے ہیں اسکی حوائج میں ۔ حدیث شریف میں ہے کہ میرا بندہ مجھ سے زیادہ قریب نہیں ہوتا اتنا جتنا کہ فرائض میں ہوتا ہے ۔ اسکو قرب فرائض کہتے ہیں اور پہلے کو قرب نوافل ۔ پس جب اللہ تعالےٰ بندے سے قرب نوافل میں اتنی محبت فرماتے ہیں کہ اسکے حوائج کے اداکرنے میں مانند جوارح کے مسارعت فرماتے ہیں تو اور کیا چاہیئے اب اسکے بعد کس چیز کی ضرورت ہے ۔ مصرعہ

اب نہ ڈھونڈھیں گے ہرگز پتہ مل گیا

فرمایا کہ ـــــــ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ مجھے کسی امر میں تردد نہیں ہوتا بجز اپنے مومن بندے کی روح قبض کرنے کے اور یہ اسلئے کہ وہ موت کو مکروہ سمجھتا ہے اور مجھے اسکی تکلیف گوارا نہیں اور بغیر موت کے لقا ہو نہیں سکتا اسلئے موت کو اس پر طاری کرتا ہوں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ موافقت ہوتی ہے جانبین سے پس اسکی کراہیت کی وجہ سے میں بھی اس کو مکروہ سمجھتا ہوں اور مجھے تردد ہوتا ہے ۔

فرمایا کہ ـــــــ حب دنیا اسکا نام نہیں ہے کہ کچھ اچھا کھا لیا یا کچھ اچھا پہن لیا کھانا اور پینا تو ضروریات زندگی میں سے ہے اور کبھی کبھی کچھ اچھا کھا پہن لینا بھی شرعاً مباح ہے ، پھر جب یہ ضروری چیزیں ہیں اور دین ہیں

تو دنیا کیسے ہوئیں ۔ اہل اللہ کسی کو جو دنیا دار کہتے ہیں اور انکے یہاں جس چیز کو دنیا داری کہا جاتا ہے وہ ایک قلبی مرض ہے جسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی جانب صدق توجہ سے وہ مانع ہوجاتی ہے اور اسکے لئے ظاہری مال وغیرہ کا ہونا بھی ضروری نہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کے پاس کھانے تک کو نہو اور وہ پکا دنیا دار ہو۔

فرمایاکہ ــــــــ علماء نے لکھا ہے کہ جس کو اشعار و ابیات کے سننے کا ذوق ہو مگر آیات کے سننے میں نشاط نہ ہو اسی طرح الحان کو شوق سے سُنے مگر قرآن میں اسکو لطف نہ آئے تو یہ اقوی ترین دلیل ہے اس بات کی کہ اسکا قلب اللہ و رسول کی محبت سے فارغ ہے۔

فرمایاکہ ــــــــ صاحب عوارف المعارف فرماتے ہیں کہ جس نے کتاب عزیز کو دل کے کانوں سے سنا تو وہی حال ہوگا جس کے بارے میں ارشاد ہے وَاِذَا سَمِعُوا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ الخ یہ سماع سماع حق ہے اس میں اہل ایمان کا اختلاف نہیں ہے۔ اس طرح سے سننے سے کبھی حزن پیدا ہوگا اور کبھی شوق اور کبھی ندم کو ابھارے گا اور یہ سب چیزیں جائز ہیں پس اسکی وجہ سے برد الیقین کھلے گا اور اس میں حرکت پیدا ہوگی۔

فرمایاکہ ــــــــ ابن جوزی کا خشک علماء میں شمار ہے، مگر تذکرۃ الحفاظ میں انکے حالات میں لکھا ہے کہ میں اپنے استاد سے حدیث سننے جاتا تھا تو جوں ہی وہ قرأت شروع فرماتے تھے پس رونا شروع کردیتے تھے۔ اس پر ابن جوزی فرماتے ہیں کہ میں نے انکی روایت سے اتنا استفادہ نہیں کیا جتنا کہ انکے بکاء سے، مطلب یہ کہ مجھکو بھی بکاء کی

کیفیت حاصل ہوگئی۔ اسکو انھوں نے محسوس کیا۔

فرمایا کہ ـــــــ حضرت مولانا (تھانویؒ) سے سنا ہے اور اسکو یاد رکھتا ہوں کہ دیوبند کے بڑے جلسہ کا زمانہ تھا مولانا محمد یعقوب رح صاحب چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے حضرت مولاناؒ تشریف لے گئے فرمایا بیٹھو، حضرتؒ نے فرمایا کہ حضرت جلسہ ہو رہا ہے اور آرام و اطمینان سے چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں! فرمایا جلسہ! جلسہ کیا چیز ہے؟ مجھکو اللہ تعالےٰ نے وہ قوت انتظامیہ عطا فرمائی ہے کہ اگر ہفت اقلیم کی سلطنت مل جائے تو اسی اطمینان و سکون کے ساتھ اسکو چلا سکتا ہوں۔ یہ واقعہ سنا کر حضرتؒ نے فرمایا کہ دیکھئے ہمارے اکابر ایسے گذرے ہیں۔ مسلمانوں سے جو حکومت چلی گئی وہ اسی انتظام نہونے کیوجہ سے ہے۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ سلف کی ایک جماعت تھی جس کی کفایت ایک جماعت اہلِ ثروت کی کرتی تھی اور مقصود اسکا یہ ہوتا تھا کہ یہ حضرات علم و عمل کے لئے فارغ رہیں تو یہ مواسی اور مواسا متحابین فی اللہ ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حضرات قبول اسلئے فرماتے تھے تاکہ یہ لوگ اگر اپنے عمل سے نہ پہونچ سکیں تو اس طریقہ ہی سے بزرگوں کے ساتھ انکا حشر ہو۔

فرمایا کہ ـــــــ مخلص کون لوگ ہیں؟ مخلص وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالےٰ سے اپنی جملہ حوائج طلب کریں مخلوق سے اسکو یاس ہو چکی ہو بلکہ اپنے نفس سے بھی وہ نا امید ہو چکا ہو اور سب سے امیدیں منقطع کر کے اللہ تعالےٰ سے امید باندھ چکا ہو (انقطع الرجاء الا منک) اور یہ کہتا ہو کہ اللّٰھم انی استلک من صالح۔ پس جو شخص اس درجہ کو پہونچ چکا ہو دوسرون

کی تعلیم کیلئے اس مضمون کو بیان کر سکتا ہے باقی جو شخص یہ سمجھے کہ لوگ میرے کہنے سے یہ سمجھیں گے کہ خود مال طلب کر رہا ہے وہ نہ کہے۔

میں یہ کہتا ہوں کہ اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ سے درست کر لو پھر اسکے بعد مال ہی کے بارے میں کچھ کہو تو مضر نہیں، ایسے شخص کے بارے میں اگر لوگ بدگمانی کریں گے تو وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔

فرمایا کہ ـــــــ ایک دفعہ خواجہ صاحب نے حضرت کی مجلس ہی میں جیب سے بٹوا نکالکر اسٹرا ئک سٹرائک نوٹ نکال کر حضرت کی خدمت میں پیش کرنا شروع کر دیا اس دن خواجہ صاحب کی یہ ادا اتنی اچھی معلوم ہوئی کہ میرے دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ کاش میں بھی اس سعادت میں حصہ لے سکتا، جس طرح سے ابھی کل حدیث شریف میں پڑھا گیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا ایک ایسے شخص کو دونگا کہ اللہ و رسول جس سے خوش ہونگے اور اسکے ہاتھ پر خیبر فتح ہوگا اس پر حضرت عمرؓ گردن اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب دیکھنے لگے تاکہ حضورؐ انکو منتخب فرمالیں اور کہتے تھے کہ مجھکو سیادت اور امارت کی تمنا کبھی نہیں پیدا ہوئی سوا اس دن کے۔

حضرت نے فرمایا کہ خواجہ صاحبؒ کا اس طرح سے دینا تعلیم کے لئے تھا ہم لوگوں کو سکھلاتے تھے کہ فدا ہوتے جاؤ۔ حاضرین میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ صاحب کی ادائیں بھی بڑی عجیب و غریب تھیں میرے ساتھی تھے مجھ سے بے تکلفی تھی ایک دن میں اور وہ سواری پر ساتھ کہیں جا رہے تھے بانات کی اچکن تھی اور اس میں جگہ جگہ پیوند لگے تھے میں نے کہا یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟ اس پر مجھ سے کہا کہ ٹھیک کہتے ہو، اسکے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ ع ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں۔

فرمایا کہ جاہ تو ایک بالکل خیالی اور وہمی چیز ہے۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ نرے جاہ سے تو ایک تنکا بھی نہیں ٹوٹ سکتا اور خیال بھی کسکا دوسروں کا! حضرتؒ فرماتے تھے کہ جاہ نہ تو انسان کی صفت انضمامی ہے جیسے علم وغیرہ جوکہ اسکے ساتھ قائم ہو اور نہ صفت انتزاعی جیسے فوق کی فوقیت کہ وہ اس سے منتزع ہے، جاہ میں یہ سب کچھ نہیں انسان اس بات کو اگر سمجھ لے تو جاہ سے بالکل نکل جائے۔ معلوم ہوا کہ جاہ دھوکا محض ہے کیونکہ اسکا تعلق دوسروں سے ہے اور جب وہ لوگ چاہیں اپنا خیال بدل دیں پھر کچھ بھی نہیں۔ حضرت اسکی ایک مثال بیان فرماتے تھے اور حضرت کی مثالیں تو غضب کی ہوتی تھیں، فرماتے تھے کہ ایک چوڑی والا چوڑی کا ایک گٹھر کاندھے پر لیئے جارہا تھا ایک دیہاتی نے اپنی لاٹھی اس پر مار کر (جیسا کہ ان لوگوں کی عادت ہوتی ہے) اس سے پوچھا کہ اس میں کیا ہے؟ اس نے کہا کہ ایک دفعہ اور اسی طرح کرو تو کچھ نہیں ہے۔ بس اسی طرح جاہ کا حال ہے کہ ادنیٰ ٹھیس سے ختم ہو جاتی ہے ایسی ہوائی چیز کا انسان کیا طالب ہو۔

فرمایا کہ مشہور تو یہ ہے کہ مدرسہ مدرسہ ہے خانقاہ نہیں۔ تو اس کا مطلب اگر یہ ہے کہ زمانۂ طالب علمی میں وظیفہ وظائف نہیں ہونا چاہئے تو یہ تو ٹھیک ہے باقی اس باب میں میرا خیال یہ ہے کہ یہ مولوی جو بگڑ جاتے ہیں تو زمانۂ طالب علمی ہی میں کیونکہ دس پندرہ برس غیر تقویٰ میں جو گذر جاتے ہیں تو اس میں خراب ہو جاتے ہیں اس زمانہ میں تکبر، ریا، نفاق وغیرہ سیکھ لیتے ہیں اس لئے میں اسی وقت سے ان تمام امور کا لحاظ رکھنے کو ضروری سمجھتا ہوں، چنانچہ برابر طلبہ سے کہتا رہتا ہوں کہ طالبعلم جس استاد سے پڑھے اسیکا مخالف ہو۔ یہ کیسا ہے۔ مرید ہو اور شیخ سے بد اعتقاد ہو یہ کیسا ہے؟ علم دین اور دنیا کے لئے پڑھا جائے یہ کیسا ہے؟ اسکا بہت اثر دیکھتا ہوں لوگ اس سوال پر روتے ہیں اور ان سے ہر طرح کا دوبارہ فائدہ دیکھتا ہوں۔

فرمایا کہ ——— ابن شاہین نے حضرت جنیدؒ سے مع کے معنی پوچھے انھوں نے فرمایا مع کے دو معنی ہیں، انبیاء کے ساتھ تو مراد نصرت کے ہیں انی معکما اسمع وارٰی اور عوام کے ساتھ معیت کے معنی علم و احاطہ کے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں حضرت صدیقؓ کے جواب میں ما ظنك باثنين الله ثالثهما اسی طرح میں کہتا ہوں کہ پیر اور مرید اگر دونوں سچے ہوں تو انکی کامیابی میں کیا شک ما ظنك باثنين الله ثالثهما

فرمایا کہ ——— ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میری طبیعت ذکر سے بہت گھبراتی تھی لیکن ایک دن میں نے وضو کیا اور کثرت سے درود شریف پڑھا اسکے بعد ہی سے جیسے ذکر سے ایک تعلق ہوگیا اسکی وجہ خود ہی لکھی کہ میری سمجھ میں یہ آیا کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے اور اسکے بندہ میں واسطہ ہیں اسلئے بغیر واسطہ کے ادھر سے تعلق جڑ نہیں رہا تھا۔ فرمایا کہ بالکل صحیح سمجھے درود شریف پڑھنا ضروری ہے انسان کو چاہیئے کہ روزانہ کا معمول مقرر کرلے اور کوئی دن درود شریف سے خالی نہ چھوڑے۔ حضرت حاجی صاحبؒ ایک لاکھ بار روزانہ درود شریف پڑھتے تھے، حضرت نے ذکر بہت کیا آخر میں درود شریف پر آگئے تھے حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص ایک بار درود شریف پڑھتا ہے اللہ تعالے اسپر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں پس چاہیئے کہ صبح اٹھتے ہی کم از کم دس بار درود شریف پڑھ لے تاکہ سارا دن اللہ کی رحمت میں گذرے

فرمایا کہ ——— ریاض الصالحین میں حضرت جنیدؒ کا مقولہ حیا کی تعریف میں نقل کیا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے انعامات کو دیکھے اور اپنی تقصیرات کو دیکھے تو اسکی وجہ سے قلب میں ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کا نام حیا ہے یہ تعریف بھی بہت عمدہ ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ جس طرح سے حیاء کا ...

مفہوم یہ ہوتا ہے کہ کسی کے سامنے کوئی کام کرنے سے یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ کیا کہے گا اور اسکی وجہ سے اس کام سے باز رہتا ہے اسکو حیا کہتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں بھی بندہ جب یہ سمجھنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام امور کو دیکھ رہے ہیں تو گویا اس کے سب افعال اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی ہونگے اس تصور سے وہ معاصی سے باز رہنے لگے یہی حیا ہے

فرمایا کہ ـــــــ پہلے کے تصوف میں اور اب کے تصوف میں فرق یہ ہے کہ سلف کا تصوف تو تزکیۂ نفس تھا یعنی انکی توجہ رذائل کے ازالہ کی جانب زیادہ ہوتی تھی اور اب کا تصوف ذکر و اشغال کا ایک نصاب ہو کر رہ گیا ہے۔ جسکی تکمیل کر لی جاتی ہے مگر رذائل دور نہیں ہوتے اسی لئے انسان عنایت ربانی کا مورد نہیں ہوتا حالانکہ منضبط طور پر اسکا تصوف طے ہو چکا ہوتا ہے۔ یہ مضمون حضرت مولانا شہیدؒ نے صراط مستقیم میں لکھا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ آجکل کا تصوف جوگ ہو کر رہ گیا ہے۔

فرمایا کہ ـــــــ لوگ اپنے دوست و احباب کو خوش کرنے کیلئے اپنے اہل وعیال پر طرح طرح کے ظلم وستم روا رکھتے ہیں یہ بہت برا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی بات یہ ہے کہ لوگوں کو جاہ وعزت مطلوب ہوتی ہے اور وہ باہر ہی کے لوگوں سے ملتی ہے گھر کے لوگوں سے کیا جاہ وغیرہ ملے اسلئے ایسا کرتے ہیں

فرمایا کہ ـــــــ اللہ تعالیٰ نے مردوں کے ساتھ (جو کہ کامل العقل ہوتے ہیں) (عورتوں کا جو کہ ناقص العقل ہوتی ہیں) ایسا جوڑ لگایا ہے کہ وہ انکو درست کئے رہتی ہیں۔ سچ کہتا ہوں ہر انسان میں کچھ نہ کچھ تکبر ضرور ہوتا ہے اور اتنا تکبر انھیں سے پامال ہوتا ہے انکی کج خلقی کی وجہ سے اور انسان انھیں کا

ہو رہتا ہے اور یا نہیں تو خدا تعالیٰ تک پہونچ جاتا ہے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ نہایت نازک مزاج تھے لیکن آپ کی اہلیہ بہت تیز مزاج تھیں ساری عمر حضرت کو ستایا مگر حضرت فرماتے تھے کہ مجھے جو کچھ بزرگی ملی ہے وہ انھیں کی بدولت ملی ہے۔ آپکو الہام ہوا تھا کہ اگر کچھ مرتبہ چاہتے ہو تو اس عورت سے نکاح کر و چنانچہ آپ نے ان سے نکاح بالہام ربانی ہی کیا تھا۔ دیکھئے لوگ بد خلق بیوی کیوجہ سے اعلیٰ درجات حاصل کر سکتے ہیں مگر اسکو سمجھتے نہیں۔ کہیں دین گر بڑ ہوتا ہے کسی کی دنیا جہنم کا نمونہ ہوتی ہے۔

فرمایا کہ ——— لوگ جو خانقاہوں کو دکان کہتے ہیں جانتے ہیں کیوں کہتے ہیں اسلئے کہتے ہیں کہ ہم لوگوں میں اخلاص نہیں رہ گیا ورنہ اگر ہم لوگوں میں اخلاص ہو تو کسی کی مجال ہے کہ اسکو دوکانداری کہہ سکے اور اگر کہے گا تو اس معنی کر ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ اس سے معلوم ہوا کہ دین میں بھی ایک تجارت ہے جس کے کرنے والے کو گھاٹے کا اندیشہ نہیں ہوا کرتا اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کا راس المال ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اس کی دوکان ہیں۔

فرمایا کہ ——— ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مال کی محبت زائل کس طرح سے ہو فرمایا کہ ایک قلب میں دو چیز نہیں رہ سکتی پس جب اللہ تعالیٰ کی طرف پوری توجہ ہو جاتی ہے تو کسی چیز کی محبت باقی نہیں رہتی۔ خواجہ صاحب ایک دفعہ دورے پر تھے خیمہ سے ان کے روپئے چوری ہو گئے خواجہ صاحب پر اس کا مطلق اثر نہیں ہوا۔ حضرت کو لکھا کہ ایسا واقعہ پیش آیا اور مجھکو ذرہ برابر بھی غم نہیں ہوا البتہ یہ خیال ہوتا ہے کہ کہیں یہ ناشکری تو نہیں ہے؟ جب یہ خط آگیا تو حضرت نے سب مجھے بلایا کہ دیکھو تو خواجہ صاحب کا یہ خط آیا ہے۔ جانتے ہو کیا بات ہے؟ (باقی آئندہ)

کلماتِ طیبات

(یعنی ذکر اللہ کے دس اسلامی کلمے)

(از افاضات قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

ذکر اللہ روح عالم ہے

اما بعد۔ کائناتِ عالم کی روح جس سے وہ زندہ اور برقرار ہے ذکر اللہ اور یاد حق ہے اگر یہ روح اس میں سے نکل جائے تو پھر یہ عالم برقرار نہیں رہ سکتا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتی جب تک زمین میں اللہ اللہ کہا جا رہا ہے یعنی ذکر اللہ کی گونج جب تک اس جہان میں قائم ہے جب ہی تک یہ جہان قائم ہے جس دن اسمیں یاد الٰہی باقی نہ رہے گی اسی دن اس عالم کی موت آجائیگی جس کا نام قیامت ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ عالم کی روح ذکر الٰہی ہے جس کے گم ہوتے ہی اسکی زندگی ختم ہو جائیگی۔

ذکر اللہ ہی تمام اجزائے کائنات کی بھی روح ہے

نہ صرف مجموعۂ عالم بلکہ اجزائے عالم کی زندگی بھی یاد الٰہی سے ہی قائم ہے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح ذکرتی ہو لیکن تم اسکی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ اور فرمایا کہ "ہر چیز نے اپنی نماز اور تسبیح کو جان لیا ہے"

حدیث میں ہے کہ ہماری اللہ کی تسبیح کرتا ہے یعنی جب اسکی روانی رک جاتی ہے تو تسبیح بند ہو جاتی ہے اور وہی اس پانی کی موت کی ساعت ہوتی ہے۔

ارشاد نبوی ہے کہ سرسبز ٹہنی اللہ کی تسبیح کرتی ہے یعنی جونہی وہ اپنی اصل سے جدا ہوتی ہے اسکی تسبیح بند ہو جاتی ہے اور یہی اسکے مرجھانے اور مرنے کی گھڑی ہوتی ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "سفید کپڑا اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے" پس جونہی وہ میلا ہوتا ہے اسکی تسبیح بند ہو جاتی ہے اور یہی اسکی معنویت کی موت کا وقت ہوتا ہے غرض ہر چیز کی زندگی ذکر اللہ سے ہے اور موت غفلت عن اللہ سے ہے۔

ذکر اللہ ہی انسان کی روحانی زندگی کی روح ہے

کائنات کا اہم جزو انسان ہے انسان کی حقیقی زندگی بھی ذکر الٰہی سے ہی ہے اور اسکی معنویت کی روح بھی یہی ذکر اللہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جو شخص اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے اور جو نہیں یاد کرتا انکی مثالیں زندہ اور مردہ کی سی ہیں۔ یعنی ذاکر زندہ ہے اور غافل مردہ اس سے واضح ہے کہ انسان کی روحانی اور قلبی زندگی کی روح بھی ذکر اللہ ہے جس سے اسکا دل زندہ ہے کہ اصل زندگی دل ہی کی زندگی ہے ؎

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مر جائے کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

ذکر اللہ ہی عمل صالح کی بھی روح ہے

پھر اسی طرح انسان کے عمل کی روح بھی ذکر اللہ ہی ہے جس سے وہ عمل قبول اور پائیدار ہوتا ہے اگر انسانی عمل کا ڈھانچہ ذکر اللہ سے خالی ہو اور اس میں یہ روح نہ ہو تو وہ عمل ہی مردہ ہے جس پر نہ آخرت میں کوئی پھل آئیگا اور نہ دنیا میں اسکی قدر و قیمت ہوگی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ذکر اللہ کرنے والے کی مثال ایک سرسبز درخت کی سی ہے درختوں کے مجموعہ میں یعنی جیسے سرسبز درخت ہی پھل پھول لا سکتا ہے نہ کہ خشک جھاڑ ایسے ہی ذکر اللہ کی تازگی رکھنے والا عمل باثمر ہو سکتا ہے نہ کہ غفلت آمیز اور ریاکارانہ عمل۔

ذکر اللہ افضل ترین عمل ہے

ظاہر ہے کہ جب ذکر اللہ روح عالم، روح کائنات

روح قلب وجان اور روح اعمال و افعال ہے تو ذکر اللہ ہی تمام اعمال میں افضل ترین عمل بھی ہو سکتا ہے اسی لئے حدیث نبوی میں ذکر اللہ کو " خیر الاعمال" بہترین عمل، پاکیزہ ترین عمل، بلند پایہ عمل، چاندی سونا خرچ کرنے سے بھی زیادہ اونچا عمل، جہاد فی سبیل اللہ سے بھی اعلیٰ ترین عمل فرمایا گیا ہے۔

ذکر اللہ کے فوائد و برکات

اسی لئے یہ ذکر اللہ کمال قرب الٰہی اور معیت حق کا ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔ حدیث قدسی میں حق تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ "میں بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جبکہ وہ میری یاد کرتا ہے، اگر وہ دل میں اور اپنے نفس میں مجھکو یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے کسی مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر مجمع (یعنی جماعت ملائکہ) میں یاد کرتا ہوں۔

عالم میں سب سے بڑے ذاکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کی شان حدیث شریف میں فرمائی گئی ہے کہ آپکی کوئی گھڑی ذکر اللہ سے خالی نہ ہوتی تھی اور مختلف اندازوں سے آپ ہر ہر آن ذکر اللہ میں مشغول رہتے تھے۔ كَانَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ (آپ اپنے تمام اوقات میں اللہ کو یاد کرتے رہتے تھے) حدیث شریف میں ذکر اللہ کی مجلسیں جنت کے باغات بتائی گئی ہیں گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں رہ کر بھی ہمہ وقت جنت ہی کے باغوں میں سیر فرماتے رہتے تھے۔

ذکر اللہ کے آثار

ذکر اللہ ہی سے قلب میں رقت اور نرمی پیدا ہوتی ہے اور سخت دلی کافور ہو جاتی ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ ذکر اللہ کے بغیر کلام بہت مت کیا کرو کیونکہ کثرت کلام بلا ذکر الٰہی کے قساوت قلب اور سخت دلی ہے اور اللہ تعالےٰ سے بعید تر آدمی وہی ہے جس کا دل سخت ہو نیز پاکیزگی نفس اور صفائی اخلاق بھی ذکر اللہ ہی سے ممکن ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ جو قوم بھی کسی مجلس سے اٹھتی ہے کہ اس میں یاد الٰہی نہ کی گئی ہو تو وہ ایسے اٹھتے ہیں جیسے کسی گدھے کی مردہ

لاش پڑے اٹھے ہوں اور ان پر حسرت و ہلاکت پڑی ہوئی ہو۔

پھر ذکر اللہ ہی سے نفس کے شیطانی اثرات زائل ہوسکتے ہیں ۔ ارشاد نبوی ہے کہ آدمی کے قلب کو شیطان چمٹا رہتا ہے جونہی اس نے یاد الٰہی کی اور ذکر اللہ میں مشغول ہوا وہیں شیطان کھسک جاتا ہے اور جونہی آدمی ذکر اللہ سے غافل ہوا وہیں وہ وسوسے ڈالنا شروع کردیتا ہے ۔

پھر عذاب الٰہی سے بچاؤ کا بھی سب سے مؤثر ذریعہ یہی ذکر اللہ ہے ۔ حدیث نبوی میں ارشاد ہے کہ ذکر اللہ سے بڑھکر کوئی عمل بھی عذاب الٰہی سے نجات دلانے والا نہیں

ساتھ ہی قلب کے زنگ دور کرنے اس پر نور کی پالش کرنے والی چیز بھی ذکر اللہ ہی ہے ۔ ارشاد نبوی ہے کہ ہر شے کے لئے ایک صیقل ہے (جس سے اس پر چمک آتی ہے جیسے تانبے کے لئے قلعی اور لوہے و لکڑی کے لئے پالش) اور قلوب کا صیقل ذکر اللہ ہے ۔ اس لئے اگر ایک مردِ مومن چاہتا ہے کہ اسکے قلب میں نور اور صیقل پیدا ہو ، دل میں نرمی اور رحمت پیدا ہو ، عذاب الٰہی سے نجات پاجائے شیطانی اثرات سے محفوظ رہے ، اور اسے قرب الٰہی نصیب ہو تو وہ ذکر اللہ کی کثرت کرے اور ہمہ وقت اپنی زبان کو یاد الٰہی سے تر رکھے ۔

ذکر اللہ کی عظمت حق تعالٰے نے جو صیغہ خود اپنی بڑائی بیان کرنے کیلئے استعمال فرمایا ہے وہی صیغہ اپنے ذکر کی عظمت و بڑائی کے لئے بھی استعمال فرمایا ہے ۔ اپنے لئے فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَرْ یعنی اللہ ہر چیز سے بڑا ہے اور ذکر اللہ کے لئے فرمایا وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرْ (اور اللہ کا ذکر ہر چیز سے بڑا ہے)

ذکر اللہ کے واجب ہونے کی دلیل اسلئے حق تعالٰے نے اپنے بندوں کو ذکر اللہ کرنیکا حکم فرمایا اور صیغہ امر سے واجب ٹھیرایا ارشاد ربانی ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا (ترجمہ اے ایمان والو تم اللہ تعالٰے کو کثرت سے یاد کیا کرو۔

آیت بالا سے مطلقاً ذکر اللہ کی ضرورت اور احادیث مذکورہ سے مطلق ذکر اللہ کی عمومی فضیلت و منقبت واضح ہوگئی۔ ارشاد ربانی اور عرض کردہ فضائل ذکر کے پیش نظر اشد ضرورت ہے کہ ہم مسلمان ذکر اللہ کی قوت و عظمت کو پہچانیں اور اپنی تمام دینی و دنیوی مصائب کا علاج اسمیں تلاش کریں۔ چونکہ مطلق ذکر کی ادائیگی بغیر کسی مخصوص صیغہ اور خاص کلام کے نہیں ہو سکتی اس لئے ہم سہولت عمل کے لئے ذکر اللہ کے اقسام اور انکی خصوصی حقیقت و نوعیت اور انکے ورد کا طریقہ و وقت ان چند سطروں میں مختصراً پیش کرتے ہیں تاکہ طالبین ذکر کے لئے ان اذکار کا اپنا دائمی ورد اور معمول بنا لینے میں آسانی ہو۔

اذکار عشرہ

شریعت اسلام کے عرف میں ذکر اللہ کے دس کلمے منتخب اور معروف ہیں جو اپنی جامعیت کے لحاظ سے ہر نوع کے ذکر پر حاوی ہیں اور اسی لئے خصوصی طور پر انکے ورد کی تاکید اور فضیلت آئی ہے اور جن میں سے ہر ایک کلمہ بجائے خود ایک مستقل ذخیرۂ دین عمدہ ترین خزانۂ اجر و ثواب اور میزان عمل میں ثقیل ترین وزن دار جنس ہے اور اسی لئے ہر دور میں اہل اللہ اور مشائخ نے ان کلمات طیبات کی تلقین بھی فرمائی ہے اور خود بھی انھیں اپنا معمول بنائے رکھا ہے وہ دس کلمے یہ ہیں :-

(۱) کلمۂ تسبیح یعنی اللہ کی پاکی بیان کرنے کا کلمہ اور وہ سُبْحَانَ اللّٰہ ہے۔

(۲) کلمۂ تحمید یعنی اللہ کی ثناء و صفت بیان کرنے کا کلمہ اور وہ الحمد للہ ہے۔

(۳) کلمۂ توحید یعنی اللہ کی ذات و صفات کی یکتائی بیان کرنے کا کلمہ اور وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔

(۴) کلمۂ توبہ یعنی اللہ سے گناہوں کی معافی مانگنے کا کلمہ اور وہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ ہے جس کا جامع صیغہ حدیث شریف میں یہ فرمایا گیا ہے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ

(۵) کلمۂ تعوذ یعنی آفات و مصائب کے وقت اللہ تعالے سے پناہ مانگنے کا

کلمہ اور وہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ ہے جس کا جامع صیغہ حدیث شریف میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۔

(۶) کلمہ بسملہ یعنی اللہ کے نام سے اوقات اور افعال کو شروع کرنے کا کلمہ اور وہ بِسْمِ اللّٰہِ ہے جس کا جامع صیغہ حدیث شریف میں یہ فرمایا گیا ہے بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

(۷) کلمہ حوقلہ یعنی اللہ تعالےٰ ہی کو تمام قوتوں کا سرچشمہ ماننے کا کلمہ اور وہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ہے ۔

(۸) کلمہ حسبنہ یعنی اللہ تعالےٰ ہی کو اپنے اور اپنے ہر کام کے لئے کافی ووافی سمجھنے کا کلمہ اور وہ حَسْبُنَا اللّٰہُ ہے جس کے لئے قرآن کریم نے یہ دو جامع صیغے ارشاد فرمائے ہیں (۱) حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ۔ (۲) وَحَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ

(۹) کلمہ تصلیہ یعنی اللہ تعالےٰ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رحمت مانگنے کا کلمہ اور وہ درود شریف ہے جس کا جامع اور مختصر صیغہ یہ ہے ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ

کلمات عشرہ کا قرآن سے ثبوت اور وجوب ان دسوں کلموں کا ماخذ قرآن حکیم ہے جس میں ان کے ورد رکھنے اور پڑھتے رہنے کا امر فرمایا گیا ہے

(۱) ذکر تسبیح کے بارے میں ارشاد ہے وَسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ۔ اور صبح و شام اسکی تسبیح کرتے رہو سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی ۔ آپ اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح کیجئے فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِ ۔ سو اپنے عظیم الشان پروردگار کی تسبیح کیجئے ۔

(۲) ذکر تحمید کے بارہ میں حکم دیا گیا قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى آپ کہئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے سزاوار ہیں اور اس کے ان بندوں پر سلام ہو جن کو اس نے منتخب فرمایا وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا اور آپ کہدیجئے کہ سب خوبیاں خالص اللہ ہی کے لئے ثابت ہیں عنقریب اپنی نشانیاں دکھلا دیگا اور تم انکو پہچانوگے
(۳) ذکر توحید کے بارہ میں ارشاد ہے فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جان رکھو کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ۔
(۴) ذکر تکبیر کے بارے میں ارشاد ہے وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا اور اسکی خوب بڑائیاں بیان کیا کیجئے دوسری جگہ ارشاد ہے وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ اور اپنے رب کی سو بڑائی کر
(۵) ذکر توبہ واستغفار کے میں ارشاد فرمایا ہے يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا اے ایمان والو تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو۔ ایک جگہ ارشاد ہے وَ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اور مسلمانوں تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ فلاح پاؤ ایک جگہ ارشاد ہے وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (اور مغفرت چاہو اے پیغمبر اپنی خطا کے لئے اور مومنین کے لئے)
(۶) ذکر و تعوذ و استعاذہ کے بارے میں حکم ربانی ہے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ الخ آپ کہئے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ الخ آپ کہئے کہ میں لوگوں کے مالک کی پناہ لیتا ہوں۔
(۷) ذکر بسملہ کے بارے میں ارشاد ربانی ہے اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ اے پیغمبر آپ قرآن اپنے رب کا نام لیکر پڑھا کیجئے جس نے پیدا کیا
(۸) ذکر حوقلہ کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا۔ وَ لَوْلَا اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ حدیث میں اس پر کلمہ لاحول کا مزید اضافہ ہے اس سے مجموعی کلمہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ہو جاتا ہے۔

(۹) ذکرِ حسبنہ کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ پھر اگر وہ روگردانی کریں تو آپ کہدیجئے کہ میرے لئے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں ہے اسی پر بھروسہ کرلیا اور وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے اور فرمایا قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ اور کہا انھوں نے کہ ہمکو حق تعالیٰ کافی ہے اور وہ ہی سب کام سونپ دینے کیلئے اچھا ہے۔

(۱۰) ذکرِ تصلیہ کے بارے میں ارشادِ حق ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اے ایمان والو تم نبی پر صلوٰۃ وسلام بھیجا کرو

بہر حال ان کلماتِ طیبات کے لئے قرآن نے مستقل باب قائم کردیئے ہیں اور انکی نہ صرف ترغیب ہی دی بلکہ حکم اور امر کیا ہے کہ انسان انھیں اپنا وردو وظیفہ بنالے پھر حدیث نبوی نے ان مخصوص اذکار کی تفصیلات پر روشنی ڈالی کہ انکے فوائد اور ثمرات کیا ہیں، انکے ورد کی مقدار کیا ہے اور انکے پڑھنے کے اوقات کیا ہونے چاہئیں۔

کلماتِ عشرہ کے فضائل

کلمہ تسبیح | یعنی کلمۂ تسبیح کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھتا ہے تو اسکے نامۂ اعمال میں ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس سے ایک ہزار برائیاں مٹا دی جاتی ہیں۔ اس ذکر کا حاصل ہر عیب ونقص سے خدا کی پاکی بیان کرنا اور اسکے ہر کمال کو عیب سے پاک بتلانا ہے کہ اسکی حیات مثلاً موت کی آمیزش سے پاک ہے۔ اسکا علم جہل کی آمیزش سے بری ہے۔ اسکی قدرت عجز کی آمیزش سے پاک ہے وغیرہ قرآن حکیم نے اپنی سات سورتوں کو کلمۂ تسبیح سے شروع فرماکر تسبیح الٰہی کیطرف توجہ دلائی ہے جیسے سَبَّحَ لِلّٰہِ اور یُسَبِّحُ لِلّٰہِ وغیرہ۔

(باقی آئندہ)

ایک یہ کہ نہ سوئے جب تک کہ اسکے لئے زمین کے کسی حصہ میں کوئی خصم موجود ہو یعنی کوئی ایسا شخص موجود ہو جسکا اس پر کوئی حق یا مطالبہ ہو، یہاں تک کہ اسکے پاس جاکر اس سے معاملہ صاف کر لے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اسکے پاس موت کا فرشتہ آجائے اور اسکو اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کرے اور وہاں اسکے پاس کوئی حجت موجود نہ ہو۔

دوسرے یہ کہ انسان کو نہیں سونا چاہئے اسوقت تک کہ اللہ کے فرائض میں سے کوئی فریضہ اسکے ذمہ باقی ہو۔ تیسرے یہ کہ اسکو نہیں سونا چاہئے جب تک کہ اپنے بستر پر لیٹ کر گناہوں سے توبہ نہ کر لے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اسی شب اسکا انتقال ہو جائے اور وہ گناہوں سے ملوث ہوکر مرے۔ چوتھے یہ کہ اسکو نہ سونا چاہئے یہاں تک کہ صحیح وصیت نامہ لکھ رکھے کیونکہ بدون اسکے ہو سکتا ہے اسی شب اسکا انتقال ہو جائے اور بلا وصیت کے مرجائے۔

اور کہا گیا ہے کہ لوگ تین حالتوں پر صبح کرتے ہیں۔ ایک طلب مال کی فکر میں، دوسرے کسی گناہ کے چکر میں، تیسرے صحیح راستہ کی طلب میں۔ جو شخص مال کی فکر میں صبح کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق سے زیادہ تو کھا سکتا نہیں اگرچہ مال کتنا ہی ہو اور جو شخص گناہ کے طلب کرنے کے لئے صبح کرتا ہے اسکو ذلت اور رسوائی گھیر لیتی ہے۔ اور جو شخص دین کا راستہ طلب کرنے کے لئے صبح کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو طریق بھی بتا دیتے ہیں اور رزق بھی دیتے ہیں۔

بعض حکماء نے کہا ہے کہ جو شخص صبح کرتا ہے دو چیزیں اسکے لازم حال ہوتی ہیں ایک امن، دوسرے خوف۔ امن تو اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکے رزق کی ذمہ داری لے لی ہے، اور خوف اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اسے حکم فرمایا اسکو پورا کرتا ہے یا نہیں جب ان دو باتوں کو کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دو چیزیں اور عطا فرماتے ہیں، ایک قناعت اس پر جو اسے دیا ہے۔ دوسرے

حلاوت اپنی اطاعت کی۔

حضرت سفیان ثوریؒ سے مروی ہے وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ سعید بن مسروقؒ نے فرمایا کہ ربیع بن خیثمؒ سے جب کہا گیا کہ آپ نے کیسے صبح کی تو فرمایا کہ ہم نے صبح کی ضعف کی حالت میں گنہگار ہو کر، اپنی مقدر کی روزی کھاتے ہوئے اپنی موت کے منتظر ہو کر

مالک ابن دینارؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کیونکر صبح کرتے ہیں فرمایا کہ بھائی کیونکر صبح کریگا وہ شخص جسکا الٹنا پلٹنا دوزخ کی جانب ہو۔

عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام سے کہا گیا اے روح اللہ آپ کیونکر صبح کرتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا اس طرح صبح کرتا ہوں کہ اپنی آرزوؤں کا مالک نہیں ہوتا اور نہ اپنی پریشانیوں کو دفع کر سکتا ہوں اور صبح کرتا ہوں اپنے عمل کا مرہون ہو کر اور ہر قسم کی بھلائی میرے غیر کے قبضہ میں ہوتی ہے اور اس وقت مجھ سے بڑھکر کوئی محتاج نہیں ہوتا۔

حضرت عامر بن قیسؒ سے پوچھا گیا آپ کس طرح صبح کرتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ میں صبح کرتا ہوں اس حال میں کہ اپنے گناہوں کا بوجھ اپنے اوپر لادے رہتا ہوں حالانکہ اللہ تعالےٰ نے نعمتوں کا بوجھ مجھ پر لاد رکھا ہے اب میں نہیں جانتا کہ میری آئندہ عبادت گناہوں کا کفارہ بنتی ہے یا نعمتوں کا شکریہ

بیان کیا گیا ہے کہ محمد ابن سیرینؒ نے ایک شخص سے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کیا حال ہو سکتا ہے اس شخص کا جس پر پانچ سو درہم قرض ہو اور وہ کثیر العیال ہو۔ یہ سنکر ابن سیرینؒ اپنے گھر تشریف لے گئے اور ایک ہزار درہم اسکو لاکر دیا اور فرمایا کہ لو یہ پانچسو تو اپنے قرض میں ادا کرو اور بقیہ پانچ سو اپنے بچوں پر خرچ کرو۔ لیکن پھر ابن سیرینؒ اسکے بعد سے کسی سے نہ پوچھتے تھے کہ تمھارا کیا حال ہے اس اندیشہ سے کہ ایسا نہو کہ وہ اپنا حال بیان کرنے اور اسکی امداد واجب ہو جائے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا کہ ہر صبح کرنے والے پر چار چیزوں کا شکر کرنا واجب ہے ایک یہ کہ یہ کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَوَّرَ قَلْبِیْ بِنُوْرِ الْھُدٰی وَ جَعَلَنِیْ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ ضَالًّا یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے میرے قلب کو ہدایت سے منور فرمایا اور مجھے مومنین میں سے بنایا اور مجھے گمراہ نہیں کیا۔ دوسرے یہ کہ یہ کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَنِیْ مِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے بنایا۔ تیسرے یہ کہ یوں کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَجْعَلْ رِزْقِیْ بِیَدِ غَیْرِہٖ یعنی شکر ہے اس اللہ کا جس نے میری روزی اپنے غیر کے ہاتھ میں نہیں رکھی۔ چوتھے یہ کہ یوں کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَتَرَ عَلٰی عُیُوْبِیْ شکر ہے اس خدا کا جس نے میرے عیوب کی پردہ پوشی فرمائی۔

حضرت شقیق بن ابراہیمؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دو سو سال تک زندہ رہے اور وہ ان چار باتوں سے ناواقف رہے جو آگے آتی ہیں تو اس سے بڑھکر کوئی جہنم کا مستحق نہیں۔ ایک یہ کہ اللہ کی معرفت اسے حاصل ہو۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالے کے عمل کی معرفت اسے حاصل ہو تیسرے یہ کہ اپنے نفس کی معرفت اسے حاصل ہو۔ چوتھے یہ کہ اللہ کے دشمن کی معرفت اور اپنے نفس کے دشمن کی معرفت حاصل ہو بہرحال اللہ کی معرفت پس سرًا وعلانیۃً جانتا ہو کہ کوئی عطا کرنے والا نہیں اور کوئی منع کرنے والا نہیں سوائے اللہ کے۔ اور اللہ تعالے کے عمل کی معرفت یہ کہ یہ جانتا ہو کہ اللہ تعالے اسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جو خالصًا لوجہ اللہ تعالیٰ ہو اور اپنے نفس کی معرفت یہ کہ یہ شخص اپنے ضعف کو پہچانتا ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ اللہ تعالے کی قضا کو رد کرنے پر قادر نہیں یعنی اللہ کی تقسیم جو ہو چکی ہے اسی پر راضی رہے اور اللہ کے عدو کی اور اپنے نفس کے عدو کی معرفت یہ ہے کہ دشمن کے شر کو پہچانے اور معرفت کی جانب اسکی رہنمائی سے یہاں تک کہ اسکو توڑ کے رکھ دے۔

اور کہا گیا ہے کہ کوئی انسان کسی دن صبح نہیں کرتا مگر یہ کہ اللہ تعالے اس پر دس چیزیں فرض فرما دیتا ہے ایک یہ کہ جب سوکر اٹھے تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرے کیونکہ فرماتے ہیں وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ اور فرماتے ہیں یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا یعنی جب اٹھے تو اپنے رب کے حمد کی تسبیح کیجئے اور اے ایمان والو اللہ تعالےٰ کا ذکر کثرت سے کیا کرو اور صبح و شام اسکی پاکی بیان کیا کرو۔ دوسرا فریضہ ستر عورت اسلئے کہ اللہ تعالے نے فرمایا یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ یعنی اے لوگو! ہر نماز کے وقت زینت اختیار کیا کرو اور ادنیٰ زینت یہ ہے کہ انسان ستر عورت کو چھپائے۔ تیسرا فریضہ اپنے وقت میں وضو کو مکمل طریقے سے کرنا اسلئے کہ نماز سے پہلے وضو کا حکم آیا ہے۔ چوتھے یہ کہ نماز کے وقت میں کامل طریقے سے نماز پڑھنا اسلئے کہ ارشاد فرمایا اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا یعنی نماز فرض کی گئی ہے اوقات معلومہ میں۔ پانچواں فریضہ یہ کہ روزی کے بارے میں اللہ کے وعدے پر اسکو اطمینان ہونا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا یعنی روئے زمین پر کوئی جاندار نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ کے ذمے ہے اسکا رزق چھٹا فریضہ یہ کہ اللہ کی تقسیم پر قناعت کرے اس لیے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ہم نے دنیا میں لوگوں کی معیشت کو باہم تقسیم کردیا۔ ساتواں فریضہ یہ کہ اللہ تعالےٰ پر توکل کریں اسلئے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ یعنی اس ذات پر توکل کرو جو زندہ ہے اسکو موت نہیں آئیگی۔ اور فرمایا کہ اللہ پر توکل کرو اگر تم لوگ مومن ہو۔ آٹھواں فریضہ یہ کہ اللہ کے اوامر اور اسکی قضاء پر صبر کریں اسلئے کہ فرمایا ہے فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ اور فرمایا یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا یعنی اپنے رب کے حکم پر صبر کرو

ور فرمایا کہ اے ایمان والو خود صبر کرو اور دوسروں کو صبر کا حکم کرو۔ نواں فریضہ
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے اس لئے کہ فرمایا ہے کہ وَاشْكُرُوا
نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ٥ یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر
ادا کیا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو اور سب سے پہلی نعمت جسم کی صحت ہے اور
سب بڑی نعمت دین اسلام یوں تو اللہ کی نعمتیں بہت زیادہ ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف
میں فرمایا ہے کہ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا یعنی اگر تم اللہ کی نعمتوں کو
شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکو گے۔ دسواں فریضہ یہ کہ حلال روزی کھائے اسلئے
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ یعنی ہم نے تمکو جو
پاک حلال نعمتیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ستائیسواں باب
تفکر کے بیان میں

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عطا
بن ابی رباح سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر اور عبید بن عمیر کے ہمراہ
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا ہم نے انھیں سلام کیا ہیں تو وہ پردہ کے
پیچھے سے بولیں یہ کون لوگ ہیں؟ ہم نے کہا کہ عبداللہ بن عمر اور عبید بن عمیر انھوں نے فرمایا
اے عبید بن عمیر مرحبا مرحبا کیا ہوا کہ تم مجھ سے کبھی ملاقات نہیں کرتے عبید نے
عرض کیا زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا یعنی ملاقات تو ناغہ ہی سے ہونا چاہیئے اس سے محبت
بڑھتی ہے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ خیر یہ سب باتیں چھوڑیئے ہم تو اسوقت آپ کی
خدمت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب ترین بات سننے کے لئے آئے ہیں

حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضورؐ کی ساری ہی باتیں تو عجیب تھیں، ہاں یہ سنو! ایک شب میری باری تھی آپؐ تشریف لائے اور میرے بستر پر بدن سے بدن ملا کر لیٹ گئے اور فرمایا اے عائشہ کیا تم مجھے اجازت دیتی ہو کہ آج کی شب کچھ اپنے رب کی عبادت کروں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے آپ کا قرب بہت محبوب ہے اور آپکی خواہش کو پورا کرنا اس سے زیادہ یہ سنکر آپ اٹھے اور مشک سے پانی لیکر وضو کیا پھر وہیں کھڑے ہوکر نماز پڑھی اور قیام کی حالت میں اتنا روئے کہ آنسوؤں سے آپ کا دامن تر ہوگیا۔ پھر اپنے بدن کے دائیں حصے کو دیوار سے ٹیک دیا اور داہنا ہاتھ داہنے رخسار کے نیچے رکھا اور پھر خوب روئے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی۔ پھر فجر کی اذان دینے کے بعد حضرت بلالؓ آپ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کیوں رو رہے ہیں اللہ تعالےٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کردیئے ہیں۔ فرمایا کہ اے بلال کیا میں شکر ادا کرنے والا بندہ نہ بنوں اور کیا ہوا مجھے کہ میں نہ روؤں جبکہ آج رات مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الیٰ قولہ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ پھر فرمایا ہلاکت ہو اس شخص کے لئے جس نے یہ آیت پڑھی اور اسمیں تفکر نہیں کیا۔

اور بعض روایتوں میں آتا ہے کہ جس نے ستاروں کو دیکھا اور اسکے عجیب وغریب ہونے میں تفکر کیا اور اللہ تعالےٰ کی قدرت میں غور کیا اور رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ یہ آیت پڑھی یعنی اے ہمارے پروردگار! آپ نے اس نظام کو یوں ہی لغو اور بیکار نہیں پیدا کیا آپ کی ذات اس سے بالا تر اور بری ہے ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا لیجئے تو اسکے لئے آسمان کے ہر تارے کے بدلے ایک نیکی لکھدیجائیگی۔

حضرت عامر بن قیس فرماتے ہیں کہ آخرت میں سب سے زیادہ خوش وہی شخص ہوگا جو دنیا میں طویل فکر اور غم میں مبتلا تھا اور آخرت میں وہی شخص سب زیادہ ہنسنے والا

جو دنیا میں سب سے زیادہ رنج والا تھا اور سب سے زیادہ مخلص قیامت کے دن ایمان میں وہ شخص ہوگا جو دنیا میں زیادہ تفکر کیا کرتا تھا۔

حضرت ابو درداؓ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً بھی مروی ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو خیر کی کنجی اور شر کے قفل ہیں اسکی وجہ سے وہ ایک اجر کے مستحق ہیں، اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو شر کی کنجی اور خیر کے قفل ہیں اسکی وجہ سے انکو کبیرہ گناہ ہوگا اور خوش خبری ہے اس شخص کے لئے جو خیر کا دروازہ کھولنے والا ہے اور شر کا دروازہ بند کرنے والا ہے۔ اور گھڑی بھر کا تفکر ایک رات کے قیام کرنے سے بڑھکر ہے۔

حضرت اعمشؒ بیان کرتے ہیں عمرو بن مرۃؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایک ایسی جماعت کے پاس سے گذرے جو تفکر میں مشغول تھی آپؐ نے ان سے فرمایا کہ خلق میں تفکر کرو خالق میں تفکر نکرنا۔

حضرت ہشام بن عروہؓ اپنے والد کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ شیطان تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ آسمانوں کو کس نے پیدا کیا؟ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے۔ پھر کہتا ہے کہ زمین کو کس نے پیدا کیا؟ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے، اسکے بعد پوچھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کو کس نے پیدا؟ پس تم میں سے جب کوئی اس قسم کے وسوسے میں مبتلا ہو تو چاہیئے کہ فوراً زبان سے کہے کہ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَبِرَسُوْلِہٖ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک گھڑی کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بڑھا ہوا ہے

فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ انسان جب تفکر کی فضیلت حاصل کرنا چاہے تو اسکو چاہیئے کہ پانچ چیزوں میں تفکر کرے۔ ایک کہ نشانیوں اور علامات میں۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور بخششوں میں۔ تیسرے

اللہ تعالیٰ کے اجر و ثواب میں۔ چوتھے اللہ تعالیٰ کی سزاؤں اور عقاب میں پانچویں اللہ تعالیٰ کے احسانات اور اپنی نافرمانیوں میں۔ بہرحال آیات و علامات میں تفکر، وہ یہ ہے کہ اللہ کی مخلوقات اور قدرت میں غور کرے مثلاً مشرق سے سورج کا نکلنا اور ہمیشہ مغرب میں اسکا ڈوبنا اسکو دیکھے رات و دن کا اختلاف دیکھے یعنی کبھی گرمی کبھی سردی کبھی دن بڑا رات چھوٹی کبھی اسکے بالعکس۔ اور اپنی پیدائش اور بناوٹ میں غور کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ کہ جب انسان ان آیات اور علامات میں تفکر کرے گا تو اسکی وجہ سے اس کے یقین و معرفت میں اضافہ ہوگا اور بہرحال تفکر اللہ تعالیٰ کے آلاء اور نعمتوں میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی نعمتوں کو دیکھے اور بعض حکماء سے آلاء اور نعماء میں فرق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ جو نعمتیں انسان پر ظاہر میں ہوں وہ آلاءُ اللہ ہیں اور جو باطنی نعمتیں ہیں وہ نعماءُ اللہ ہیں۔ اور اسکی مثال یہ دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں ہاتھ جو دیئے ہیں یہ آلاء اللہ ہیں اور ہاتھوں میں پکڑنے کی جو قوت رکھی ہے یہ نعماء اللہ ہیں، اسی طرح سے چہرہ آلاء اللہ ہے اور اسکا حسن و جمال نعماء اللہ ہیں۔ منہ آلاء اللہ ہیں اور منہ کا مزہ نعماء اللہ ہیں اسی طرح سے دونوں پیر آلاء اللہ ہیں اور ان میں چلنے کی قوت ہونا نعماء اللہ ہیں تو اگر کسی انسان کے دو پیر تو ہوں مگر ان میں چلنے کی قوت نہ ہو تو وہ آلاء اللہ تو دیا گیا اور نعماء اللہ نہیں دیا گیا۔ اور رگیں اور ہڈیاں یہ سب آلاء اللہ ہیں اور ان سب کی صحت اور اپنا اپنا کام کرنا یہ نعماء اللہ ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ فرمایا ہے کہ آلاء اللہ نعمتوں کا عطا کرتا ہے اور نعماء اللہ مصیبتوں کا دفع کرتا ہے اور بعض حضرات نے اسکے برعکس کہا ہے اور یہ بھی ایک قول ہے کہ آلاء اور نعماء دونوں مترادف ہیں۔

(بقیہ آئندہ)

اہل دنیا حقیقتہً پریشان ہیں ہاں صورت تنعم کی ہے۔ خلاصہ یہ کہ اہل اللہ کو پریشانی نہیں ہوتی۔

غرض یہ کہ اگر وہ نماز میں گھوڑے کی باگ نہ پکڑتے تو وہ بھاگ جاتا اور مضرت آخرت کا بھی احتمال تھا کیونکہ ایسا کبھی ہوتا ہے کہ جب کسی عبادت کی بدولت پریشانی ہوتی ہے تو نفس کہتا ہے کہ میں یہ عبادت نہ کرتا تو اچھا ہوتا اسی عبادت ہی کی بدولت مبتلا ہوا۔ اسی واسطے شریعت نے یہ آسانی کر دی کہ اگر چلنا متصل نہ ہو تو نماز نہ جائے گی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں کس قدر راحت کے احکام ہیں۔

نماز کا توڑنا

اگر کوئی کہے کہ ایسی صورت میں اگر گھوڑا دوڑنے لگے تو پھر کیا کریں گے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت نے ایسے وقت میں نماز توڑنے کی اجازت دے دی ہے۔ یہاں تک کہ ایک درم یعنی چار آنے نقصان پر بھی نماز کے توڑ۔ دینے کی اجازت ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص جوتا چرا تا ہو تو نیت توڑ کر اسکو پکڑ لینے کی اجازت ہے۔ یا چار آنے کی ہانڈی جاتی ہو یا خراب ہوتی ہو تو اس وقت بھی نماز توڑ دینے کی اجازت ہے۔ کون کہتا ہے شریعت میں تشدد[1] ہے۔ شریعت میں رائی برابر بھی تشدد نہیں بلکہ اور تشدد کی ممانعت ہے۔ دیکھئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

لَا یَنۡبَغِیۡ لِلۡمُؤۡمِنِ اَنۡ یُّذِلَّ نَفۡسَہٗ

یعنی مومن کو مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے

صحابہ نے عرض کیا:۔

قَالُوۡا یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ کَیۡفَ یُذِلُّ نَفۡسَہٗ

---

[1] سختی

اللہ کے رسول! کوئی شخص خود اپنے کو کیسے ذلیل کرے گا۔

تو حضور نے فرمایا:۔

یَتَحَمَّلُ مِنَ الْبَلَاءِ مَالَا یُطِیْقُہٗ

یعنی ایسی بلا میں اپنے آپ کو پھنسائے جس کی برداشت نہ کر سکے۔

دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشدد سے کس طرح منع فرماتے ہیں اور کیسی آسانی سکھاتے ہیں۔ اور شریعت کی ہر تعلیم ایسی ہی ہے۔ نماز ہی میں دیکھ لیجئے کتنی سہولت کے احکام ہیں کھڑے نہ ہو سکو تو بیٹھ کر اور بیٹھ نہ سکو تو لیٹ کر ادا کرلو۔ سفر میں ہو تو قصر کرو۔ دنیا کے واقعات میں غور کیجئے کہ ہر واقعہ میں سہولت کی کیسی تدابیر تعلیم فرمائیں۔

جذباتِ طبعیہ کی رعایت

مرنے سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں۔ اس سے زیادہ کوئی امر پریشان کن نہ تھا۔ پھر اس کے بارہ میں کیسی عمدہ تعلیم فرمائی ہے۔ قرآن شریف میں ہے۔

اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ

"جب ان پر مصیبت پڑتی ہے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔"

اس کے اندر ہم کو تسلی کا طریقہ بتلایا ہے کہ مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ کہنے سے تسلی ہو جاتی ہے اگر کوئی کہے کہ ہم نے مصیبت میں اس کو پڑھا تھا۔ مگر کچھ بھی نہ ہوا تو جواب یہ ہے کہ وظیفہ کی طرح پڑھنے کو کس نے کہا تھا بلکہ ساتھ میں اس کی حقیقت پر بھی غور کرنا چاہیئے۔ وہ یہ کہ مصیبت آنے پر دو باتوں کا لحاظ رہے۔

ایک تو یہ کہ ہم خدا کی ملک ہیں۔ ہم اپنے نہیں۔ جب خدا کے ہیں تو ان کو اختیار ہے کہ جیسے چاہیں ہم میں تصرف کریں۔ یہاں رکھیں یا اٹھالیں۔ اس میں تو عقل کی تسلی ہو گئی۔

دوسرے یہ کہ جہاں ہمارے عزیز چلے گئے ہیں ہم بھی وہیں چلے جائیں گے۔ اس میں طبع کی رعایت ہے۔ ایک عقل ہے اور ایک طبیعت۔ عقل تو اِنَّا لِلّٰہ سے راضی ہو گئی تھی کیونکہ عقل تسلیم کرتی ہے کہ جب ہم اللہ کے ہیں تو پھر ہم کو ان کے کسی تصرف پر رنج کرنے کا کیا حق ہے۔ ان کو اختیار ہے کہ جیسا چاہیں کریں مگر طبع ابھی راضی نہ ہوئی تھی کہ باپ مرگیا۔ اس کے مرنے کا کیسے رنج نہ ہو۔ تعلق ہی ایسا ہے کہ خواہ مخواہ رنج ہوتا ہے۔ اس کو ہم کیا کریں۔ اس لئے دوسرا جملہ طبع کے سنبھالنے کو بتلایا کہ جس عشرت کدہ میں وہ گئے ہیں ہم بھی وہیں چلے جائیں گے۔ گھبرانے کی بات نہیں۔ جلد ہی ملاقات ہو جائے گی۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو حیدرآباد کی وزارت کا عہدہ مل گیا۔ اور وہ وہاں چلا گیا۔ اس کے بیٹے کو اس کے چلے جانے سے سخت صدمہ ہوا تو اس سے کہا گیا کہ تم کیوں گھبراتے ہو۔ وہ تو بڑے عیش میں ہے وزارت کے عہدہ پر ہے اور تم بھی عنقریب وہیں بلا لئے جاؤ گے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس کا صدمہ اس کو سن کر باقی رہے گا۔ یہ دوسرا جملہ طبع کی تسلی کے لئے بڑھایا ہے۔

غرض اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ میں عقل وطبع دونوں کی تسلی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے جذبات طبعیہ کی کتنی بڑی رعایت کی ہے۔ ساری دنیا کے عقلاء وحکماء جمع ہو جائیں تو بھی تسلی کا ایسا ذریعہ نہیں لا سکتے۔

دیکھئے جب انا للہ کی حقیقت ملحوظ ہوگی کہ ہم سب خدا کی ملک ہیں۔ تو کسی عزیز کے مرنے سے خدا تعالیٰ کی شکایت عقلاً تو اس کے لحاظ کرنے ہی سے پیدا نہ ہوگی کیونکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کے ملک میں دو گھوڑے ہوں۔ ایک کو یہاں باندھ دے اور ایک کو دوسری جگہ باندھ دے ان کو کیا منصب ہے اعتراض کا کہ ایسا کیوں کیا یا الماری میں کسی کی دو بوتلیں ہوں۔ ایک کو نیچے کے تختہ پر رہنے دے اور ایک کو اوپر کے تختہ پر رکھ دے۔ کسی کو بھی اعتراض کا حق نہیں کہ ایک کو نیچے کیوں رکھا اور دوسری کو اوپر کس واسطے رکھ دیا۔ اس کی ملک ہے جو چاہے کرے۔

اسی طرح ہم سب اللہ کی چیزیں ہیں۔ جس کو چاہیں یہاں رکھیں اور جس کو چاہیں وہاں

نمائیں ۔ کسی کو قیل و قال کی گنجائش نہیں ۔

باقی جذبات طبیعت اپنا اثر ضرور کرتے ہیں تو دوسرے جملہ میں اس کی کتنی رعایت کی ہے ۔ نہیں کیا کہ اس امر طبعی پر مواخذہ فرماتے بلکہ اسی اثر کو جائز رکھ کر اس کا تدارک کیا ۔

عقل اور شریعت

اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اگر قانون بنانے والا خدا کے سوا اور کوئی ہوتا تو اس کے بعد کسی کے مرنے پر رونے کی بھی گنجائش نہ ہوتی ۔ کیونکہ اور جو شخص قانون مقرر کرتا وہ حکم عقل کا اتباع کرتا اور عقل یہاں کہتی ہے کہ جب ہم اللہ کے ہیں تو وہ جو چاہے سو کرے ۔ ہم کو کیا حق ہے ان کے کسی تصرف پر حزن کرنے کا چہ جائیکہ رونا ۔ مگر قربان جائیے شریعت کے کہ رونے کی بھی اجازت دے دی ۔

بلکہ ایک قسم کی اس میں فضیلت بھی رکھ دی کہ هُوَ رَحْمَةٌ یعنی آنسو بہانا خدا تعالیٰ کی رحمت ہے حالانکہ عقل اس کو جائز بھی نہیں کہتی ۔ دیکھ لیجئے کہ وہ رونا جس کو عقل حرام کہتی ہے ۔ خدا کے قانون میں فضیلت قرار دیا جا رہا ہے ۔ افسوس ہے کہ آج کل کے عقلاء دین کے اندر اپنی عقل کو متبوع بناتے ہیں ۔ بعض مسائل میں علماء سے مزاحمت کرتے ہیں کہ یہ عقل کے خلاف ہیں ۔ اس مقام پر وہ لوگ اپنی عقل سے استفتاء کریں اور بتلائیں کہ عقل زیادہ خیرخواہ ہے یا شریعت ۔ عقل تو رونے کو جرم بتلاتی ہے اور شریعت اس کو اچھا شمار کرتی ہے کس کے حکم میں آسانی ہے ۔ شریعت کے یا عقل کے ظاہر بات ہے کہ شریعت کا فتویٰ زیادہ رحم پر مبنی ہے ۔

اب جو خیرخواہ ہے اس کے عوض عقل کو امام بنانا چاہتے ہیں ۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

آزمودم عقل دور اندیش را
بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

عقل دور اندیش کو میں نے آزمایا (جب اس سے کام نہ چلا) تو میں نے اپنے کو دیوانہ

بنالیا ہے۔

شریعت اور راحت

اب سمجھ لیجئے کہ جب شریعت نے موت میں جو کہ اتنی بڑی پریشانی کا واقعہ ہے۔ اس درجہ سہولت کی رعایت کی ہے اور اس قدر راحت پہنچائی ہے تو اور واقعات میں کیوں راحت کا سامان نہ کیا ہوگا۔

اسی طرح شریعت نے ہم کو ہر امر میں ایسا طریقہ بتایا ہے کہ اس کے اختیار کرتے میں راحت ہی راحت ہے۔ اسی واسطے احکام شریعت کے بارے میں دعویٰ کیا گیا ہے۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

کہ اللہ کے ذکر ہی سے قلوب کو اطمینان ہوتا ہے۔

اور ہر عمل صالح ذکر اللہ ہے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ جن اعمال کی تعلیم شریعت نے کی صرف ان ہی سے قلوب کو راحت اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ بذکر اللہ کو جو تطمئن سے مقدم لائے ہیں۔ ان میں اشارہ ہے حصر کی طرف کہ شریعت کے احکام پر عمل کرنے کے سوا اطمینان اور راحت کا کوئی طریقہ نہیں۔ یہ ہے شریعت کی راحت رساں تعلیم جس کو ہم نے چھوڑ رکھا ہے۔

بہر حال ذکر اس پر تھا کہ شریعت نے روزہ میں بعض مباحات کی اجازت دی ہے مگر نماز میں نہیں دی۔ تو نماز میں روزہ کی شان روزہ سے بھی بڑھ کر ہوئی۔

نماز میں ادھر ادھر دیکھنا

روزہ میں ادھر ادھر دیکھنا جائز ہے۔ نماز میں وہ بھی نہیں گو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی مگر ادب صلوٰۃ کے خلاف ہے۔ ہاں ادب نہ ہو نرا ضابطہ ہی ہو تو اور بات ہے۔ میرٹھ میں ایک مولوی صاحب تھے۔ نماز کے اندر ادھر ادھر دیکھنے کا مرض تھا۔ اتفاق سے ایک شخص جماعت میں

،کے پاس کھڑے ہو گئے۔ وہ مولوی بھی کھڑے ہوئے اور حسب عادت حالت ان کی یہ تھی کہ نماز
ں ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ نماز کے بعد اس شخص نے کہا کہ آپ نماز میں ادھر ادھر دیکھ رہے
تھے۔ آپ کی نماز ہی کیا ہوئی۔ بجائے اس کے کہ وہ مولوی ان کے ممنون ہوتے کہتے ہیں کہ میرے
ادھر ادھر دیکھنے کی تمہیں جب ہی تو خبر ہوئی جب کہ تم نے مجھے دیکھا پس تمہاری نماز بھی نہیں
ہوئی۔ بس وہ یہ کہہ کر سرخرو ہو گئے مگر کس کے سامنے مخلوق کے سامنے۔ اللہ کے سامنے تو سرخرو
نہ ہوئے۔ مخلوق کے سامنے سرخرو ہونے سے کیا ہوتا ہے۔

کارہا با خلق آری جملہ راست
با خدا تزویر و حیلہ کے رواست
کارہا او راست باید داشتن
رایت اخلاص و صدق افراشتن

ہم نے مانا کہ اہل دنیا کے ساتھ سارے کام ٹھیک کر لوگے لیکن خدا کے ساتھ جھوٹے حیلے
بہانے کب چل سکیں گے۔

اس کے ساتھ معاملہ درست رکھنا چاہیئے اور خلوص و سچائی کا جھنڈا بلند کرنا چاہیئے۔

اے صاحبو! حکام کے سامنے جتنا ادب ملحوظ رکھتے ہو کم از کم حق تعالیٰ کے سامنے اتنا تو رکھو
جب حکام کی ہیبت دنیا میں مانع ہے نگاہ اٹھانے سے تو حق تعالیٰ میں تو علاوہ ہیبت کے اور
بہت سے امور بھی اس کے مقتضی موجود ہیں۔ مثلاً منجملہ ان کے ایک محبت بھی ہے۔ کیا ادھر ادھر
دیکھنے کیلئے محبوب سے نگاہ ہٹاؤ گے۔ عشاق سے پوچھیئے کہ محبوب کے سامنے موجود ہوتے ہوئے ادھر ادھر
دیکھنا کیسا ہے؟ عشاق کو تو محبوب سے ایک دم بھی غفلت گوارا نہیں ہوتی سہ

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

تم پلک جھپکنے کے برابر بھی اس بادشاہ سے غافل نہ ہونا۔ ممکن ہے وہ تم پر توجہ کرے اور
تمہیں خبر نہ ہو۔

نماز میں تو غفلت کیسی غیر نماز میں بھی غفلت نہ چاہیئے۔ حاکم کے سامنے تو ادھر ادھر دیکھتے ہی

،۔ اس خیال سے کہ شاید ہمیں نگاہ ہٹاتے ہوئے دیکھ لے۔ پس اللہ تعالیٰ تو ہر وقت ہمیں دیکھتے
۔ اور کسی وقت ہم سے توجہ نہیں ہٹاتے۔ پھر ان کے سامنے ادھر ادھر دیکھنا کیسے جائز ہو سکتا
،۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ قلب بھی دوسری طرف متوجہ نہ ہوتا۔ خیر اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا
ے کہ اس پر قدرت نہیں تو نگاہ پر تو قدرت ہے۔ نگاہ پر قدرت ہونے کا تو انکار نہیں کر سکتے
اس کو دوسری طرف کیوں متوجہ کرتے ہو۔ دوسرے اس میں کچھ فائدہ بھی تو نہیں ہے۔ کیونکہ
چیزوں کو دیکھتے ہو ان کو نماز کے اندر لے تو سکتے نہیں پس فعلِ عبث ہونے کی وجہ سے بھی
سے بجائز ہونا چاہیئے۔ دیکھنے سے جب کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی تو پھر کیوں دیکھتے ہو۔
غرض یہ کہ نماز میں نگاہ کا بھی روزہ ہے اور چونکہ نماز میں قیود بہت ہیں کہ ہنسنے، بولنے، چلنے، پھر
نے، کھانے اور اس کے علاوہ اور بہت سی باتوں سے ممانعت ہے اسی وجہ سے اس کی شان
ہا گیا ہے۔

اِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ

کہ نماز بہت گراں ہے۔

کیوں؟ جن باتوں سے منع کیا گیا ہے ہمارے اندر ان کے تقاضے موجود ہیں۔

آج کل کی آزادی

ہمارا جی چاہتا ہے کہ بولیں بھی کھائیں پئیں بھی، چلیں پھریں بھی، پس ہر طرح سے آزاد رہنے
بیعت چاہتی ہے۔ اسی لئے یہ نفس پر بہت شاق ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے اس کی تمام خواہشات
رک جانا پڑتا ہے۔ مثلاً خوشی سے بیٹھے ہوئے ہیں، باتیں کر رہے ہیں، چلتے پھرتے ہیں، مزے
ہے ہیں۔ بس نماز کا وقت آیا اور خدا کی جانب سے حکم ہوا کہ ایک گھنٹہ کے لئے ہمارے بدلہ
ؤ اور اپنی خواہشات کو چھوڑ دو۔ بس مصیبت آگئی۔
بات یہ ہے کہ انسان مقید ہونا نہیں چاہتا اور شریعت نے مقید کیا ہے۔ دونوں کی مرضی (اللہ
فی اور بندہ کی مرضی) ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اس لئے نماز لوگوں پر بھاری ہے۔ اسی لئے اس
نہیں فرمایا۔

اِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ کہ اس سے آزادی کا خون ہوتا ہے جس کا آج کل ہر وقت سبق گایا جاتا ہے
مگر یہ آج کل کی آزادی ہے عجیب کہ لوگ صرف شرعیات میں آزاد رہنا چاہتے ہیں کہ کوئی قید شرعی
ہمارے اوپر نہ رہے ہم توجب جانیں کہ تکوینیات میں بھی آزادی اختیار کرلو کہ خدا مارنا چاہے اور نہ
مریں ۔ طاعون میں مبتلا کرنا چاہے اور مبتلا نہ ہوں ۔ بس جیسے تکوینیات میں آزاد نہیں ہو سکتے ۔
اسی طرح شرعیات کو سمجھ لو کہ اس میں بھی آزاد نہیں ہونا چاہیئے ۔ حق تعالیٰ نے جو امر بھی فرمایا ہے
اس میں اپنے آپ کو مجبور خیال کرو ۔

خشوع کی حقیقت

اب جہاں حق تعالیٰ نے ہمارے مرض کا بیان کیا ہے (کہ نماز بھاری ہے) وہاں اس کا
علاج بھی بتلا دیا چنانچہ فرماتے ہیں ۔
اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ اَنَّهُمْ مُلٰقُوا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ
اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔
" یعنی نماز سب پر بھاری ہے مگر خشوع کرنے والوں پر بھاری نہیں جن
کو یقین ہے اس بات کا کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور وہ اسی کی طرف
جانے والے ہیں ۔"
مطلب یہ کہ نماز بھاری ضرور ہے بوجہ قیود کے مگر جو لوگ اپنے اندر خشوع پیدا کر لیتے ہیں اور
حق تعالیٰ سے ملنے اور ان کے پاس جانے کا خیال جما لیتے ہیں ان پر بھاری نہیں رہتی ۔ سو اس کے اندر
ہمارے مرض کا پورا علاج بتلا دیا کہ طریقہ خشوع سے نماز پڑھو کچھ گرانی نہیں رہے گی ۔
اب خشوع کو لوگ جانتے کیا سمجھتے ہیں حتیٰ کہ اس کو اختیاری بھی نہیں سمجھتے سو خشوع کی
حقیقت لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سوائے حق کے کسی قسم کا خطرہ نہ آوے یہ غلط ہے ۔ خشوع کی حقیقت یہ ہے
کہ خطرہ خود نہ لاوے گو از خود آجاوے اور یہ نہ آنا تو غیر اختیاری ہے لیکن نہ لانا اختیار میں ہے
آورد خطرات منافی خشوع ہے ۔ آمد خطرات منافی نہیں ۔ آمد و آورد میں فرق ظاہر ہے ۔ ہاں البتہ
یہ کبھی نہ کرنا چاہیئے ۔ کہ جب وسوسہ بلا قصد آوے تو اس میں بقصد مشغول ہو جاوے ۔

بقیہ آئندہ

جس شخص نے اس روز وہ اعتراض کیا تھا آج رات مر گیا۔ منادی والا شیخ کی خدمت میں واپس آیا اور اس کی اطلاع دی فرمایا جو کچھ میں نے کہا ہے اب کسی سے مت کہنا (یعنی وہ اعلان اب نہ کرنا)۔

ایک مرتبہ ایک درویش حاضر خدمت ہوا۔ اس نے آپ کا لباس وہ دیکھا جو بادشاہوں کے مناسب حال تھا۔ عرض کیا حضرت آپ کا جو طریقہ ہے آپ نے کس سے حاصل کیا ہے؟ اولیاء کی شان تو ژولیدہ حالی اور موٹا پھٹا اور سخت لباس پہننا ہے۔ فرمایا تمہارا اس سے مقصود کیا ہے؟ عرض کیا کہ یہ لباس جو بدن مبارک پر ہے اتار دیں اور یہ جبہ (جو اس کے پاس تھا)۔ پہن لیں پھر ہم دونوں قرافہ چلیں، شیخ نے قبول فرما لیا اور دونوں چل دیئے۔ راہ میں ایک امیر نے شیخ کو دیکھا پہچان لیا اور گھوڑے سے اتر پڑا اور خود جو لباس پہنے ہوئے تھا اتار کر پیش کیا اور شیخ کو خدا کی قسم دی کہ اسے قبول فرمالیں پھر وہ اور اُن کے خدام شیخ کے ساتھ ہو لئے اور خانقاہ تک پہنچا گئے۔ تب شیخ نے اس درویش سے فرمایا بیٹا دیکھا ہم ہیں کیا چیز (یعنی ہم کیا ہیں کہ اپنی رائے سے کوئی لباس اختیار کریں جب ایسا منظور ہے تو ایسا ہی پہنائیں گے۔ ہماری کیا مجال ہے کہ ہم اس سے انکار کریں۔ اور اس کو اختیار کریں وہ منظور ہوگا تو اسی پر راضی ہیں انکار اور خود رائی گستاخی ہے۔)

اگر تم بزرگوں کی اولاد میں نہ ہوتے تمہارے لئے یہ اچھا نہ ہوتا ان درویش نے توبہ کی استغفار کیا سر برہنہ ہو گئے اور پھر تا وفات شیخ کی خدمت میں رہے۔

اور جب کوئی شخص کچھ مال ان سے چھپاتا تھا وہ جاتا رہتا تھا اور صرف وہ باقی رہ جاتا تھا جس کا ان کے سامنے اعتراف کر لیتا تھا (یعنی اگر کوئی مال اس کے پاس ہوتا تھا وہ اس کو ان سے چھپا کر ان سے کچھ مانگتا تو وہ مال جاتا رہتا تھا)۔

شیخ جب قرافہ (قبرستان) کی زیارت کو تشریف لے جاتے اہل قبور کو سلام کرتے اور اہل قبور ایسی آواز سے جواب دیتے کہ ساتھ کے لوگ سن لیتے تھے۔

جب مقام صعید کے درویش لوگ آئے جن میں فرغل بن احمد بھی تھے اور یہ لوگ

مقام معید کے امیر ابن عمر کی سفارش کے لئے آئے تھے شیخ نے فرمایا تھا ان لوگوں کا کام انجام نہ پائے گا کیونکہ یہ لوگ بے ادبی کے طریقہ پر آئے ہیں اور اس شہر کے منتظم سے اجازت نہیں لی ہے پھر بات ایسے ہی ہوئی جیسے فرمائی تھی اور جب یہ لوگ فرغل صاحب کو لے کر بادشاہ کے یہاں پہنچے تو انھوں نے بادشاہ سے کہا۔ آپ ہی اس شہر کے ذمہ دار ہیں اس نے ان کو چونکہ یہ مجذوب تھے کوئی جواب نہ دیا۔ شیخ جب کسی شریر گھوڑے پر ہاتھ رکھ دیتے تھے وہ شرارت سے باز آجاتا تھا اور حضرت خضر علیہ السلام بار بار آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے۔ اور آپ کی داہنی جانب بیٹھتے تھے۔ آپ کھڑے ہوتے تو کھڑے ہو جاتے اور حجرہ میں جاتے تو حجرہ کے دروازے تک پہنچاتے تھے۔ آپ کی وفات ۸۴۲ھ میں ہوئی ہے۔ آپ کی قبر برکتوں میں مشہور ہے۔ اور لوگ زیارت کے لئے آتے ہیں۔

ص ۱۶۳ کل ۷ سطر

محمد بن حسن اخیمی

بڑے عارفین میں سے ہیں۔ آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور نے ایک روٹی عطا فرمائی جس میں سے کچھ انھوں نے حضور کے سامنے کھالی اور کچھ اپنی برابر میں رکھ لی۔ جب بیدار ہوئے تو برابر میں موجود پائی۔ آپ کا قول ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھے تمام چیزوں کے ذکر کی حقیقتیں بتا دی ہیں۔ یہاں تک کہ درختوں اور پتھروں کو مختلف الاذکار دیکھا ہے اس کو مناوی نے بیان کیا ہے۔

محمد بن عیسیٰ زیلعی

بڑے ولی اور کشف و کرامات والے ہیں۔ آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ کے لڑکا اہل دیہات کے معمول کے موافق ایک دعوت میں لوگوں کے ساتھ تلوار کھیل رہا تھا

تفاق سے تلوار ایک شخص کے آنکھ میں لگ گئی اور آنکھ نکل پڑی۔ شیخ نے اس کی آنکھ کو
جگہ پر رکھ کر لعاب لگا دیا تو ویسی ہی ہو گئی جیسی تھی۔
اور آپ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے جب مسجد بنائی تو ایک معمار
گردن کے بل گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ لوگ اس کو شیخ کے پاس لائے۔ آپ نے
لعاب مبارک لگا دیا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر زندہ رہا۔ اور آپ کی کرامتوں میں سے یہ بھی
ہے کہ جب لوگ بارش کے باب میں آپ کے سر ہو جاتے تھے تو فوراً بارش ہو جاتی تھی اسکو
مناوی نے بیان کیا ہے۔

محمد بن عمر بن احمد شیخ شمس الدین ابو عبد اللہ الواسطی

واسطی الاصل ہیں۔ پھر عمری محلی ہو گئے۔ شافعی ہیں بڑے امام مشہور صوفی اکابر اولیا میں
سے ہیں۔ صاحب تالیفات نافعہ و کرامات عالیہ ہیں آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ
قندیلوں کو گل کر کے سوئے تھے۔ پھر ان کو اشارہ کیا تو سب روشن ہو گئے۔ اور آپ کی
کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ احمد نخال آپ کے پاس آئے تو آپ کی سات آنکھیں دیکھیں
ان کو غش آگیا۔ ہوش میں آئے تو شیخ نے فرمایا جب آدمی کامل ہو جاتا ہے تو دنیا کی اقلیموں
کی تعداد کے موافق اس کی سات آنکھیں ہو جاتی ہیں۔
آپ کی وفات شعبان ۸۴۹ھ میں ہوئی ہے اور مقام محلہ میں اپنی جامع مسجد میں دفن
ہوئے ہیں۔ اس کو مناوی نے بیان کیا ہے۔
امام شعرانی کہتے ہیں کہ جب سلطان چقمق نے ابن عمر امیر مصر کی پیچھے پولیس کا دستہ
بھیجا اور وہ اس کو بیڑیاں پہنا کر لانے لگے تو ایک گدھے ہانکنے والے محلی نامی کے گدھے
نے جو مقام صعید میں ان بزرگ محمد صاحب کے متوسلین میں سے تھا ٹھوکر کھائی اس
نے کہا اے محمد اے حضرت عمری (میری دستگیری کیجئے) ابن عمر نے سنا تو پوچھا کہ یہ کون
بزرگ ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ میرے شیخ ہیں تو ابن عمر نے کہا کہ پھر دوسرا اہل ہوں کہ

ان کی دستگیری چاہتا ہوں ۔ اے حضرت محمد عمری مجھ پر توجہ فرمایئے ۔ شیخ نے محلہ میں اس کی آواز سن لی ۔ امام شعرانی کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کرنے والے شیخ شہاب الدین نخال کہتے ہیں کہ شیخ نے تین گدھے طلب فرمائے اور فرمایا سوار ہو لو ۔ ہم شیخ کے ہمراہ سوار ہو لئے اور قاہرہ چل دیئے ۔ شیخ بادشاہ کے محل کے نیچے جا کر بیٹھ گئے اور خوب غور سے دیکھنے لگے ۔ لوگ ابن عمر کو بیڑیاں پہنائے قلعہ کی طرف لے جا رہے تھے ۔ آپ نے ابن النخال سے فرمایا تم اس شخص کے پیچھے جاؤ جب تم بادشاہ کو دیکھو کہ وہ ناراض ہونے لگے اور اس کے قتل کا حکم دے دے تو تم شہادت کی انگلی کو انگوٹھے کے اوپر رکھ کر اس پر حملہ کر دو تو جس قدر لوگ اس مجمع میں ہوں گے سب کے سانس رکنے اور گلے گھٹنے لگیں گے ۔ یہاں تک کہ بادشاہ کا بھی ۔ ابن النخال اس کے پیچھے پیچھے ہوئے ۔ جب بادشاہ ناراض ہوا تو انھوں نے جو کچھ شیخ نے فرمایا تھا کیا ۔

بادشاہ چلایا چھوڑ دو چھوڑ دو اور اس کو انعام دو پھر اس کی تمام جماعت نے زعفران لگائی اور ابن النخال چلے آئے ۔ اور شیخ سے عرض کیا ، شیخ نے فرمایا اب سوار ہو کر یہاں سے چلو کہ اب حاجت پوری ہو چکی ، اور وہاں ایسا کوئی نہ تھا جو ابن عمر کو یہ واقعہ اور شیخ کی تشریف آوری بتاتا ۔ غرض شیخ محلہ میں لوٹ آئے اور فرمایا معاملہ اللہ تعالیٰ سے ہے اس لئے تم میں سے کسی کو اجازت نہیں ہے کہ میری زندگی میں اس واقعہ کو کسی سے کہہ دے ۔ امام شعرانی کہتے ہیں کہ ابن النخال نے مجھ سے کہا کہ آپ سے پہلے میں نے کسی سے اس کو بیان نہیں کیا اور یہ بزرگ شیخ احمد زاہد سے مرید تھے ۔ خود بیان فرمایا کہ شیخ احمد زاہد کسی کو اس وقت تک سجادہ پر بیٹھنے کی اجازت نہ دیتے تھے جب تک اس سے کوئی کرامت ظاہر نہ ہو جاتی اور میری کرامت یہ تھی کہ میں ایک دفعہ روشنی گل کر کے سویا تھا پھر میں نے قندیلوں کو اشارہ کیا تو سب کے سب روشن ہو گئے تھے ۔ اور ان کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ چوروں نے ان کے قتل کی متفقہ سازش کی ۔ کیونکہ یہ اکثر ان کو منع کرتے رہتے تھے ۔

ایک رات وہ سب آئے اور خانقاہ کا دروازہ توڑ ڈالا ۔ آپ نے اپنی جماعت سے فرمایا

سوائے میرے اور کوئی باہر نہ جائے۔ پھر جب آپ کی نظر ان چوروں پر پڑی تو سب نے توبہ کی اور سب نے ہتھیار ڈال دیئے۔ نجم الغزی کہتے ہیں کہ:۔

امام شعرانی فرماتے تھے کہ مجھ سے شیخ زکریا نے ذکر کیا ہے کہ وہ ایک بار حضرت محمد عمری کی خدمت میں حجرہ میں اچانک جا پہنچے تو انھوں نے ان کی سات آنکھیں دیکھیں یہ ششدر رہ گئے تو فرمایا زکریا جب آدمی کامل ہو جاتا ہے تو دنیا کی اقلیموں کی تعداد کے موافق اس کی آنکھیں ہو جاتی ہیں اور ان ہی شیخ زکریا صاحب نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ اور ایسے ہی جا پہنچے تو ان کو حجرہ کی چھت کے قریب خلا میں چوزانو بیٹھے دیکھا تھا۔ آپ کی وفات ۸۵۰ھ سے کچھ اوپر ہوئی ہے۔

محمد بن صدقہ

شیخ بزرگ مجذوب چیخنے چلانے والے ولی۔ صاحب کشف کمال الدین لقب دمیاطی شافعی ہیں۔ آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ جمعہ کے دن قاضی القضاۃ ابن حجر کے مکان پر ان کے برسر عہدہ ہونے کے زمانہ میں آئے اور یہ معزول ہونے سے کچھ پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ لوگوں کے درمیان درگاہ میں بیٹھے اور سب دروازے بند کر دیئے اور جس قدر خدم حشم تھے سب کو باہر نکال دیا۔ قاضی القضاۃ گھر سے باہر آئے اور ان کے پاس باب استار پر بیٹھ گئے انھوں نے ان سے کچھ مانگا تو انھوں نے جیب سے ایک اشرفی نکال کر دے دی۔ آپ نے فرمایا اور تو انھوں نے ایک اور دے دی فرمایا اور تو انھوں نے اور دے دی۔ یہاں تک کہ چھیاسات ہو گئیں اور پہرہ دار کے نیچے کو دے دیں پھر اس سے زور دے کر واپس لیں اور زور زور چیخیں مارتے رہے اور قاضی صاحب کو یہ کہہ کر لوٹا دیں اور ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ اور بار بار چیختے اور یہ کہتے رہے یہاں تک کہ اس سے قاضی صاحب کا رنگ فق ہو گیا اور ان کے چیخنے سے کانپنے لگے اور یہی کہتے رہے ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ وہ اٹھ گئے اور گھر میں چلے گئے پھر اس کے بعد فوراً ہی معزول کر دیئے گئے۔

اور اس واقعہ کے بعد اتنے ہی دن زندہ رہے جتنی وہ اشرفیاں تھیں جو انھوں نے لوٹا کر دی تھیں
چھ یاسات نہ کم نہ زیادہ ۔

آپ کی کراموتوں میں سے یہ بھی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے کسی حاجت کا سوال کیا آپ نے فرمایا یہ پچاس اشرفیوں پر موقوف ہے اس شخص نے وہ اشرفیاں ان کے پاس بھجوا دیں جب قاصد اشرفیاں لے کر ان کے پاس پہنچا تو یہ باب الکا علیہ پر بیٹھے ہوئے تھے اس کے پہنچتے ہی حکم دیا کہ فلاں عورت کو جو سڑک پر جا رہی ہے اور تم اس کو پہچانتے بھی نہیں ہو دے آؤ۔ اس نے دے دیں، اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس عورت کا لڑکا اسی قدر روپیہ کے عوض میں نہ کم نہ زیادہ قید میں تھا اور ایسے شخص کے پاس قید تھا جس سے رحم کی کوئی توقع نہ تھی اور اس کے ہلاک کا اندیشہ تھا۔ آپ کی وفات ۵۵۵ھ میں ہوئی ہے اور قرافہ کبری میں شیخ ابوالعباس خراز کی قبر کے برابر دفن ہوئے ۔ اس کو مناوی نے بیان کیا ہے

محمد بن احمد فرغل

صعبہ کے رہنے والے بڑے اولیاء اور بے مثال اصفیاء میں سے ہیں۔ آپ کی کراموتوں میں سے یہ ہے کہ ایک عورت کو مین پھل کا اشتیاق تھا اور وہ مصر میں نہیں ملتا تھا آپ نے اپنے چوبدار مخیمر سے فرمایا مخیمر اس حجرہ میں جاؤ۔ حجرہ کے اندر ایک درخت پاؤ گے اس پر سے اس کو پانچ مین پھل توڑ کر لا دو وہ گیا مین پھل کا درخت پایا اور اس سے پانچ توڑ لایا پھر جو اس کے بعد حجرہ میں گیا تو وہاں درخت نہ تھا۔

ایک دن شیخ الاسلام ابن حجر مصر میں ان پر کو گزرے جب کہ وہ قاضی عمر کی اولاد کی سفارش کے لئے آئے تھے۔ ان پر انکار کے طریقہ پر اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ کسی جاہل کو ولی نہیں بناتے اگر ان کو ولی بناتے تو ان کو علم دیتے۔ آپ نے فرمایا قاضی شہر جاؤ وہ ٹھہر گئے آپ نے ان کو پکڑا اور لگے مارنے ان کے منہ پر چپت مارتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے ہاں مجھے بنایا ہے اور مجھے علم بھی دیا ہے ۔

آپ کے پاس ایک پادری آیا اور زرد رنگ . . . کے خربوزہ کا اشتیاق ظاہر کیا۔ موسم اس کا نہ تھا۔ مگر آپ نے لا دیا۔ اور فرمایا اپنے پروردگار کی عزت کی قسم کوہ قاف کے پیچھے سے مل سکا ہے۔

ممیز چوبدار کی لڑکی کو ایک ناکو نگل گیا تو وہ روتا پیٹتا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا اس جگہ جہاں اس نے لڑکی کو نگل لیا ہے جاؤ اور بلند آواز سے کہو اے ناکو آ اور فرغل سے جواب دہی کر تو ناکو سمندر سے نکلا اور ایک جہاز کی طرح جا رہا تھا مخلوق اس کے آگے سے داہنے بائیں کو ہوتی جاتی تھی وہ آپ کے گھر کے دروازہ پر آکر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے لوہار کو حکم دیا کہ اس کے سب دانت اکھاڑ دے اور ناکو کو لڑکی کو اگل دینے کا حکم دیا۔ اس نے لڑکی کو اگل دیا تو وہ زندہ تھی مگر بے ہوش، پھر ناکو سے کہا کہ جب تک زندہ رہے انکے شہر کے کسی آدمی کو نہ نگلے۔ ناکو اس طرح لوٹ کر گیا کہ آنکھ سے آنسو بہہ رہے تھے اور سمندر میں جا پڑا۔

آپ بار بار بیان فرماتے تھے کہ میں حضرت حق جل و علا شانہ کے سامنے عرش کے نیچے چل رہا تھا۔ حق تعالیٰ نے مجھ سے یہ فرمایا اور میں نے یہ عرض کیا۔ قاضیوں میں سے ایک شخص نے اس کی تکذیب کی آپ نے اس کو گونگا ہونے کی بد دعا دی تو وہ وفات تک گونگا ہی رہا۔ خیر عمر میں آپ کے ہاتھ پاؤں رہ گئے تھے۔

آپ اطراف عالم میں سے تمام اقلیموں کی خبریں بیان فرمایا کرتے تھے۔ لوگ ہر روز تیسرے روز آپ کے جوتے کا نیا جوڑا تبدیل کر دیا کرتے تھے اور میں نے سید محمد بن عثمان سے سنا ہے کہتے ہیں کہ میں نے عہد شباب میں فرغل بن احمد کی زیارت کی۔ ان کی جماعت نے میرے بلاد شرق سے آنے کو بیان کیا تو فرمایا یہ محمد بن حسن الاعرج ہے جو ہماری زیارت کے لئے چلا ہے۔

ایک نصرانی عورت آپ کی معتقد تھی جو بلاد فرنگ میں ہی رہتی تھی اس نے نذر کی تھی اگر خدا تعالیٰ نے اس کے لڑکے کو صحت دے دی تو وہ شیخ فرغل صاحب کے واسطے ایک فرش بنائے گی آپ جہاں فرمایا کرتے تھے کہ لو اب ان لوگوں نے فرش کی اون کات لی۔ لو اب ان لوگوں کی کتی ہوئی اون کو کیلوں پر لپیٹ لیا۔ لو اب انھوں نے بننا شروع کر دیا۔ لو اب

اس کو روانہ کر دیا، لو اب اس کو جہاز میں رکھ دیا۔ لو اب فلاں جگہ تک پہنچ گئے پھر فلاں جگہ تک پہنچ گئے۔ پھر ایک روز فرمایا کوئی جائے اور وہ فرش لے لے۔ کیونکہ وہ اب دروازہ تک پہنچ گیا ہے اور سب باتیں ایسی ہی نکلیں۔

بچپن میں ان لوگوں نے بنی صمیت میں خرمن کا محافظ مقرر کیا تو آپ نے ایک سبز خوشہ لیا اور خرمن کے اوپر ڈال دیا۔ اور جلا دیا۔ ان لوگوں نے شور مچایا کہ اس مجنون نے خرمن کو جلا دیا ان کو پکڑا اور مارا تو انھوں نے کہا کہ میں نے آگ سے کہہ دیا تھا کہ میرے خوشہ کو ہی جلاتا اور بس اب تم لوگ دیکھ لو۔ دیکھا تو سوائے خوشہ کے اور کچھ نہ جلا تھا۔

آپ نے ایک شخص سے کہا کہ تم اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کر دو، اس نے جواب دیا اس کا مہر تمہارے لئے بہت زیادہ ہوگا۔

فرمایا کیا مہر چاہتے ہو اس نے کہا چار سو اشرفیاں، فرمایا فلاں صراف عورت کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ فرغل نے کہا ہے کہ ایک تھیلی اشرفیوں کی اور ایک دو بیویوں کی بھر دو اس نے دو تھیلیاں بھر کر دے دیں۔ اس کے بعد سے وہ شخص اور اس کی اولاد تا وفات شیخ کی برکت سے خوش حال رہے۔

ابن الزرازیری آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا تو فرمایا ہم نے تم کو فلاں مقام سے فلاں مقام تک کا والی بنا دیا تو بادشاہ نے ان کو صعید کے چار صوبوں کا والی مقرر کر دیا۔ اور آپ نے مصر میں کسی حاکم کے پاس ایک غلام کی سفارش میں اپنا قاصد بھیجا، اس نے جواب دیا کہ شیخ سے کہہ دینا کہ تم تو بیوقوف ہو۔ قاصد شیخ کے پاس لوٹ آیا اور ماجرا عرض کر دیا تو آپ نے زمین پر اس طرح انگلی ماری جیسے کوئی کھودتا ہو اس کے بعد خبر ملی کہ بادشاہ اس حاکم پر ناراض ہوا اور اس کے گھر کے منہدم کرنے کا حکم دے دیا۔ جو اس وقت سے آج تک ویران چلا آتا ہے۔ اور طولون کی جامع مسجد کے پہلو میں ہے پھر اس کے بعد اس حاکم کی گردن مار دی گئی۔ بادشاہ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر مجبور فرما دیا تھا۔

نائب مضامین تصوف وعرفان ماہنامہ افادات وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان
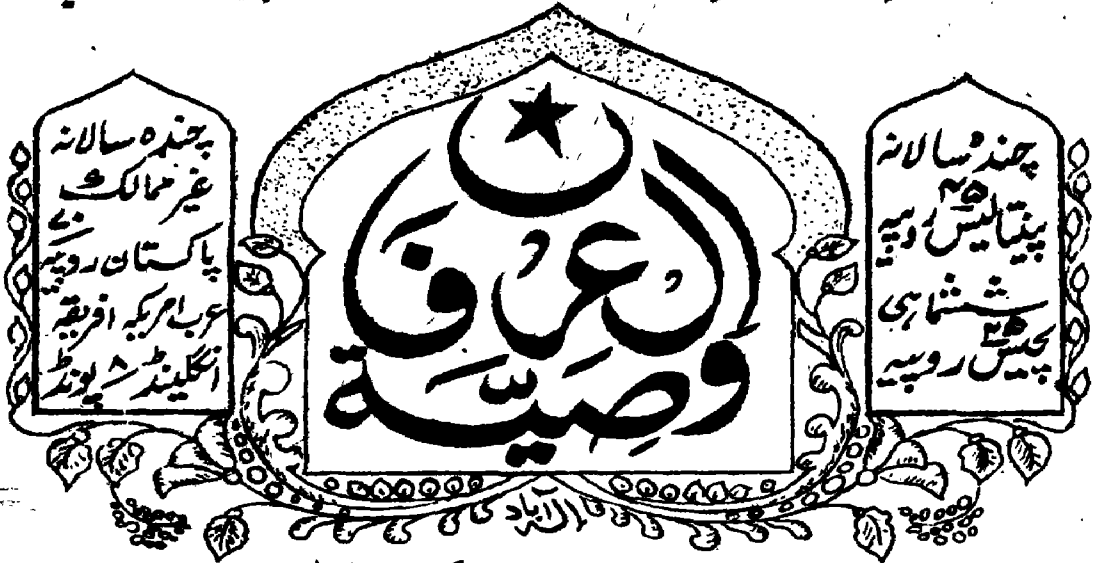
زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ ۔ مدیر: احمد مکین عفی عنہ ۔ چار روپیہ

شمارہ ۲ ۔ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق فروری ۱۹۹۱ء ۔ جلد ۱۴

فہرست مضامین

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام مولوی عبدالمجید صاحب اسرار کریمی پریس الہ آباد سے
[illegible] وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار الہ آباد سے شائع کیا

ترسیل زر کا پتہ: مولوی احمد مکین صاحب ۲۳ بخشی بازار الہ آباد ۲۱۱۰۰۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

ایں چہ شوریست کہ در دور قمر می بینم ہمہ آفاق پر از فتنہ و شر می بینم

شورش و اضطراب کے سیاہ بادل عرب و عجم سب ہی پر چھائے ہوئے ہیں حرمین شریفین اور مقامات مقدسہ کی حرمت و تقدس کو سخت خطرہ لاحق ہے۔ ارض مقدس پر صیہونی طاقتوں کا جماؤ اور اسلامی ممالک کی قوت و طاقت کو پارہ پارہ اور فنا کر دینے کی سازش کی بنا پر ہر ذی ہوش اور دل دردمند بے چین اور مضطر ہے

ہے روشنی قفس میں مگر سوجھتا نہیں ابر سیاہ جانب گلزار دیکھ کر

جن لوگوں کے سازشی ذہن اور فسادی طبیعت کیوجہ سے اللہ جل مجدہٗ نے ان سے ترکِ موالات کا حکم دیا ارشاد ربانی ہے:۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰی اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ط اے ایمان والو مت بناؤ یہود و نصاریٰ کو دوست وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

جو اپنا رشتہ دوستی اُن سے باقی رکھے ان کے حق میں ارشاد فرمایا:۔

وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اور تم میں سے جو ان سے دوستی کرے تو وہ انہی میں سے ہے۔

افسوس صد افسوس! قرآن حکیم کے اس واضح حکم کو فراموش کر کے محض نَخْشٰٓی اَنْ تُصِیْبَنَا دَآئِرَةٌ کے اندیشہ سے ارض مقدس کو ان ناپاک وجود سے آلودہ کیا گیا۔ امن کو بحال اور فساد کو فرو کرنے کی توقع امر ہے: البتہ کی گئی جنھیں سازشوں اور فتنوں کو ختم کرنے کیلئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطہ حجاز اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ارض عرب سے نکال باہر کیا تھا۔ سچ ہے

صحنِ حرم سے اسے شہا جنکو نکالا تونے تھا
ان داماں کا واسطہ دیکر لیا ہم نے بلا

آج اسلام اور رسول اللہ کے دشمن کو جب ہم اپنا دوست بنائیں گے قرآن و حدیث نے جن سے ہوشیار رہنے کا حکم دیا ان پر جب اعتماد کرلیں گے تو نتیجہ کیا نکلے گا؟ عجم نے تو دیکھ لیا خدا نخواستہ

کہ عرب کو بھی دیکھنا پڑے)

ہم نے اخوت اسلامی کو ٹھکرایا، غیروں کی دوستی اور یاری پر بڑا نازو اعتماد تھا مگر حالات نے کروٹ بدلی، وقت نے پلٹا کھایا اور تیر کمان سے نکل گیا تو وہ بھائی، بھائی رہے نہ وہ دوست، دوست۔ ہمدردی و محبت کا لب و لہجہ غصہ و نفرت میں بدل گیا۔ آج جان و مال اور عزت و آبرو سب غیر محفوظ ہیں، مساجد اور عبادت گاہوں کا تقدس پامال ہو رہا ہے، ہمارے ہم وطن بھائیوں کی دراز دستی سے نہ علماء و صلحاء محفوظ ہیں اور نہ معصوم و مجبور۔ ایسے ہی تباہی و بربادی کے موقع کے لئے جد محترم مصلح الامۃ قدس سرہٗ نے یہ دعا مانگی تھی

اے بہ سراپردۂ یثرب بخواب
خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

(اے وہ ذات جو کہ مقام یثرب میں آرام فرما ہیں للہ اٹھئے اور خبر لیجئے کہ مشرق و مغرب سب خراب ہو گیا)

قربان جائیے حضرت حکیم الامتؒ کی نگاہ دوررس اور فراست ایمانی پر جنھوں نے حکم قرآنی اور اصول اسلام کے مقابلے میں طوفان اور آندھی کا ساتھ نہیں دیا اور ملت از وطن است کے نظریہ کو یک لخت مسترد کر دیا۔ سچ ہے المومن ینظر بنور اللہ۔

ہندوستان کے حالیہ فسادات کے نتیجہ میں بے شمار سانحات اور ان گنت حادثات پیش آئے ان ہی حادثوں میں شاہ سید قادر معظم علیہ الرحمۃ کا سانحۂ شہادت ہے موصوف محترم نیک و صالح، عابد و متقی، بے نفس و بے ضرر انسان تھے ۱۳ر دسمبر ۹۰ء بروز پنجشنبہ شہر حیدرآباد دکن میں کرفیو میں نرمی کے درمیان شاہ صاحب کسی ضرورت سے باہر نکلے تھوڑی ہی دور پر نامعلوم اشرار نے سینہ پر بائیں جانب چاقو سے شدید وار کیا زخم ایسا شدید تھا کہ منٹوں میں روح کا رشتہ جسم خاکی سے جدا ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شاہ صاحب ممدوح کا اصلاحی تعلق پہلے حضرت مصلح الامۃ قدس سرہٗ سے تھا آپ کے وصال کے بعد رشتۂ اصلاح و تربیت مولانا مفتی محمود حسن نور اللہ مرقدہ (بہ نام بٹ) خلیفہ حضرت اقدس مصلح الامۃ علیہ الرحمۃ سے قائم کیا اور بہت جلد اجازت بیعت سے سرفراز کر دیئے گئے۔ خداوند کریم شہید ممدوح کو اعلیٰ علیین

میں جگہ دے اور جملہ متعلقین اور متوسلین کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)

محترم حاجی سلام الدین صاحب (جو حضرت والا کے متعلقین میں ہیں اور یہ تعلق وربط آج بھی حضرت قاری صاحب مدظلہ سے قائم و باقی ہے) کانپور کے حالیہ فساد میں اس دردناک سانحہ سے دوچار ہوگئے کہ آپ کے جواں سال صاحبزادے مصباح الدین بغرض نماز مسجد جانے کیلئے باہر نکلے، ظالم پی، اے، سی نے انھیں اپنی گولی کا نشانہ بنالیا، زخم کاری تھا جسکی بنا پر جان جاں آفریں کے سپرد کرکے حیات جاوید [illegible] کرلی۔ رب العٰلمین مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ والدین، اعزہ و اقربا کو صبر جمیل عطا [illegible]۔ (آمین)

---

۲۰ جنوری ۱۹۹۱ء بذریعہ تار یہ خبر نہایت رنج وغم کے عالم میں سنی گئی کہ لکھنؤ میں گرامی قدر محترم عاشق حسین صاحب رحمہ اللہ کا سانحہ ارتحال پیش آگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

موصوف حضرت مصلح الامۃ علیہ الرحمۃ کے مجاز تھے اور نہایت سکون و خاموشی کے ساتھ لکھنؤ کی مہذب فضا میں اصلاح و تربیت کی خدمت انجام دے رہے تھے۔ آپ کی مجالس میں عموماً حضرت مصلح الامۃؒ و حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدھما کے مواعظ سنانے کا معمول تھا، جس کے سانحہ ارتحال سے وہاں ایک خلا پیدا ہوگیا۔ انکا اس خانقاہ، ادارہ اور حضرت قاری صاحب مدظلہ کے جملہ اہل وعیال کے ساتھ خصوصی ربط اور گہرا تعلق تھا انکی محبت چھوٹوں اور بڑوں کے ساتھ یکساں تھی۔

انکے اہل خانہ کا تعلق حضرت کے خانوادے سے بہت قریبی اور مخلصانہ رہا ہے جملہ اہل خانہ و خانقاہ اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ جملہ پسماندگان و متعلقین اور متوسلین کو صبر جمیل و اجر جزیل مرحمت فرمائیں

ناظرین کرام سے گذارش ہے کہ ان مرحومین کی مغفرت و ترقیٔ درجات کے لئے دعاء فرمائیں۔

(ادارہ)

نیز کائنات کی ہر ہر شئے کے لئے تسبیح کا وظیفہ ثابت کیا ہے وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح و تحمید نہ کرتی ہو مگر تم اس کی تسبیح کو نہیں سمجھتے تو انسان تو زیادہ مستحق ہے کہ دن و رات اس کی تسبیح کرے

کلمۂ تحمید یعنی ذکر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کا حاصل ہر کمال و خوبی کو اللہ کے لئے ثابت کرتا ہے کیونکہ تعریف و ثنا کسی خوبی اور کمال ہی پر ہوتی ہے جب الحمد للہ کے معنی یہ ہیں کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں تو اسکے صاف معنی یہ ہیں کہ سارے کمالات اور خوبیاں بھی اللہ ہی کیلئے ہیں، اسکا حاصل یہ نکلا کہ عالم میں جہاں بھی کوئی حسی یا معنوی خوبی ہے وہ اسی کی ذات پاک ذات کی خوبی کی کوئی جھلک ہے اسلئے جسکی بھی کوئی تعریف اور مدح کیجائیگی وہ درحقیقت اسی مخزن خوبی کی حمد و ثنا ہوگی۔ پس الحمد للہ کے معنی یہ ہوئے کہ تمام تعریفیں (خواہ کسی کے لئے کیجا ئیں بلا واسطہ ہوں یا بالواسطہ) اسی کے لئے ہیں اور اسی کیلئے سزاوار ہیں۔

چونکہ تسبیح کے ذریعہ ہر عیب سے خدا کی پاکی بیان کیجاتی ہے اور تحمید کے ذریعہ ہر کمال خدا کے لئے ثابت کیا جاتا ہے اور یہ دونوں باتیں آپس میں لازم و ملزوم ہیں کہ جو عیب سے پاک ہوگا وہ اپنی ذات سے تمام خوبیوں کا مالک ہوگا اور جو ذاتی طور سے خوبیوں کا مالک ہوگا وہی ہر عیب سے پاک بھی ہوگا اسلئے دعاؤں میں یہ دونوں کلمے سُبْحَانَ اللّٰهِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عموماً ملے جلے آتے ہیں جیسے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اور فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اور فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ (سو تم اللہ کی تسبیح کیا کرو شام و صبح اور تمام آسمان و زمین میں اسی کی حمد ہوتی ہے اور بعد زوال اور ظہر کے وقت) کہیں یہ تسبیح تہلیل کے ساتھ بھی جمع کر کے لائی گئی ہے جیسے ارشاد ہے لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ (آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں ہوں ظالموں میں سے)۔ اسی کو عرف شریعت میں آیۃ کریمہ کہتے ہیں جس میں تسبیح و تہلیل دونوں جمع ہیں اور یہ ایک مستقل کلمۂ ذکر ہے جسے کلمۂ کریمہ کہنا چاہیئے۔ اسکے بارے میں صحیح بخاری میں حدیث آئی ہے کہ یہ دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں مگر میزانِ عمل میں بھاری ہیں اور اللہ کے یہاں محبوب تر ہیں اسلئے اگر ہم

اسے کلمہ طیب کہیں تو بجا ہے

حمد الہٰی کے بارے میں حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ روز قیامت جو لوگ سب سے پہلے جنت کیطرف بلائے جائیں گے وہ، وہ لوگ ہونگے جو عیش و مصیبت (دونوں حالتوں میں) اللہ کی حمد کیا کرتے تھے

کلمۂ توحید یعنی لا الہ الا اللہ کے ذکر کا حاصل خدا کی یکتائی ذات و صفات میں اور تن تنہا بلا شرکت غیرے صرف اسی کا اللہ و معبود ہونا ثابت کرنا ہے یعنی کوئی بھی اسکے سوا ایسا نہیں ہے حاکم مطلق اور معبود مطلق مانا جائے اور اسکے سامنے بلا پس و پیش ہمہ تن ذلت بنکر سر تسلیم خم کردیا جائے کیونکہ اللہ کے معنی اس ذات بابرکات کے ہیں جو ذاتی طور پر بلا عطائے غیرے تمام کمالات کا سرچشمہ ہے اسکا کمال کسی کا دیا ہوا اور بخشا ہوا نہیں کہ اسکے چھن جانے اور زوال کا سوال پیدا ہو بلکہ خود اسکا اپنا خانہ زاد ہے اس لئے وہ ازل سے ابد تک رہے گا نہ اول میں کمال اس سے جدا تھا نہ آخر میں جدا ہوسکتا ہے پس ذات و صفات وغیرہ میں موت و فنا یا زوال کا مزہ تو وہ چکھے جسکی نہ ذات اپنی ہو نہ زندگی اپنی بلکہ دوسرے کی دی ہوئی ہو کہ وہ جیسے دی جاسکتی تھی ویسے ہی لی بھی جاسکتی ہے۔ جب وہاں وجود اپنا، زندگی اپنی، وجودی کمالات اپنے، تو پھر دیتے لینے والا کون؟ کہ اندیشۂ فنا و زوال ہو۔ پس وجود بھی اسکا ازلی و ابدی، حیات بھی ازلی و ابدی، علم بھی ازلی و ابدی اور تمام کمالات ازلی و ابدی۔ اور جب یہ صورت حال اسکے سوا کسی اور کی نہیں سب کے پاس جو کچھ ہے عارضی اور مستعار ہے جو اسی کا دیا ہوا ہے اور رات دن آتا اور جاتا رہتا ہے تو پھر تن تنہا وہی اپنی ذات اور صفات و کمالات میں یکتا، بے مثل، بے نظیر اور لا شریک ہوگا کوئی دوسرا اس جیسا نہیں ہوسکتا اور اسی لئے انتہائی ذلت جس کے معنی عبادت کے ہیں تن تنہا اسی کے سامنے اختیار کی جاسکتی ہے۔ پس ہاتھ و پیر اپنی قوتوں سمیت، دماغ اپنے حواس سمیت اور قلب اپنے علوم و اخلاق سمیت اسی کے سامنے ہمہ وقت سربسجود اور عبادت گذار ہوگا۔ یہ ہی حاصل ہے ذکر

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا کہ کوئی بھی اللہ کے سوا معبود نہیں ہے کہ اسے یکتا اور لاشریک مانا جائے اور صرف اسکے آگے سرِ نیاز خم کیا جائے ۔

اس ذکر سے انسانی نفس میں غنا اور استغنا پیدا ہوتا ہے اور انسانیت ہر ایک اپنی جیسی مخلوق سے بے پروا اور اسکی قید و بند سے آزاد ہو جاتی ہے بلکہ پھر دنیا اسکی محتاج ہو جاتی ہے ۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ خدا وندا مجھے کوئی ایسی چیز سکھلا دیجئے کہ میں اسکے ذریعہ آپ کو یاد کیا کروں اور دعا مانگا کروں ۔ فرمایا کہ موسیٰ! لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا کرو ۔ عرض کیا کہ یا الٰہی! یہ کلمہ تو آپ کے سارے ہی بندے کہتے ہیں میں تو کوئی مخصوص ذکر چاہتا ہوں جسے آپ میرے ہی لئے خاص کردیں ۔ فرمایا کہ اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور ان کی آبادیاں اور اسکے ساتھ ساتوں زمینیں اگر ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ایک پلڑے میں تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہی کا پلڑا بھاری رہیگا نیز حضور نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ اخلاص سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں یہاں تک یہ کلمہ عرش تک پہونچتا ہے یعنی اس کے اجر و ثواب سے یہ ساری فضا عرش سے فرش تک لبریز ہو جاتی ہے

کلمۂ تکبیر اس ذکر کا حاصل ہر چیز پر اللہ کی بڑائی ثابت کرنا ہے یعنی جس طرح وہ بلحاظ حقیقت اپنی ذات پاک میں بڑا ہے اسی طرح وہ بلحاظ نسبت ہر بڑی سے بڑی چیز سے کلی بڑا ہے اور ہر چیز جو اسکے سوا ہے اس سے چھوٹی اور اسکی نسبت سے حقیر و ذلیل ہے ۔ اس ذکر کے ورد سے انسان میں عظمت و بڑائی پیدا ہوتی ہے اور ہر چیز اسے اپنے سے بڑا ماننے لگتی ہے ۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللّٰه اکبر کا ثواب زمین و آسمان کی درمیانی فضا کو بھر دیتا ہے ۔ یہ چاروں کلمے سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اپنی نوعیت کے لحاظ سے اللہ کی حمد و ثنا پر مشتمل ہیں اور اللہ کی عظمت و جلال کا مخصوص نقشہ پیش کرتے ہیں اسلئے احادیث نبویہ میں اسکے مجموعہ کی مخصوص شان و منقبت بیان فرمائی گئی ہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ "جنت ایک چٹیل میدان ہے اسکے درخت اور باغات یہی کلمات ہیں"
اور حضور نے فرمایا کہ جس شخص نے سُبْحَانَ اللہِ صبح کو سو مرتبہ اور شام کو سو مرتبہ کہا تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے سو حج کئے۔ اور جس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ صبح کو سو مرتبہ اور شام کو سو مرتبہ کہا تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے سو غازیوں کو سو گھوڑوں پر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے سوار کردیا۔ اور جس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ صبح کو سو مرتبہ اور شام کو سو مرتبہ کہا تو وہ ایسا ہے جیسا کسی نے سو غلام (جو بنی اسمٰعیل سے ہوں) آزاد کردیئے۔ اور جس نے اَللہُ اَکْبَرُ صبح کو سو مرتبہ اور شام کو سو مرتبہ کہا تو اس دن میں کوئی بھی اس سے زیادہ اجر و ثواب لیکر نہیں آئیگا سوائے اسکے جو یہی کلمہ پڑھے یا اس سے زیادہ کچھ پڑھ لے

نیز حدیث نبوی میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سوکھے ہوئے درخت پر سے گذرے اور آپ نے اسپر لاٹھی ماری جس سے اس درخت کے خشک پتے جھڑ کر بکھر گئے تو فرمایا سُبْحَانَ اللہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اللہُ اَکْبَرُ بھی اسی طرح بندے کے گناہوں کو جھاڑ دیتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑ گئے

کلمۂ استغفار و توبہ اس کلمہ کا حاصل گناہوں اور معصیتوں کا میل کچیل زائل کر کے نفس کو پاک و صاف کرنا اور اللہ سے بخشش مانگ کر شرمساری کے ساتھ اسکی جناب میں اعتراف تصور کرنا ہے اس ذکر کی خاصیت یہ ہے کہ نفس کی گھٹن اور کدورت زائل ہوتی ہے، نفس سے سرکشی اور بغاوت کا جذبہ ختم ہوجاتا ہے اور اس میں اللہ سے حیا پیدا ہوجاتی ہے جس سے آدمی بآسانی نیک اعمال کی راہ لگ جاتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ تھا یعنی توبہ سے پاک و صاف ہوجاتا ہے۔ استغفار کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے دل پر ایک گھٹن لائی جاتی ہے اور میں دن بھر میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

نیز ارشاد نبوی ہے کہ حق تعالیٰ شب میں اپنا ہاتھ پھیلاتے ہیں عطا و بخشش کے لئے تاکہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرلے اور دن میں ہاتھ پھیلاتے ہیں تاکہ رات کا گناہ کرنے والا توبہ کرلے اور یہ عمل جاری رہے گا یہاں تک کہ آفتاب مغرب سے طلوع کرے (یعنی قیامت قائم ہو جائے اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے)۔

حدیث میں ارشاد ہے کہ زندوں کا ہدیہ مُردوں کے لئے استغفار ہے کہ وہ اپنے ساتھ ان کے لئے بھی اللہ سے بخشش مانگیں ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کسی نیک بندے کا درجہ و مقام بلند کریں گے تو وہ عرض کرے گا الہٰی یہ رتبہ مجھے کیسے مل گیا ۔ باری تعالےٰ فرمائیں گے کہ تیرے بیٹے کے استغفار کی بدولت جو اس نے تیرے لئے کیا یعنی ہم سے تیرے لئے مغفرت مانگی اور حضور نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کے لئے خوشخبری ہو جن کے نامۂ اعمال میں استغفار کثرت سے ہوگا ۔

کلمۂ تعوذ و استعاذہ

اس کلمہ کا حاصل آفات دنیا و عقبیٰ سے بچاو اور تحفظ اللہ سے مانگنا ہے کیونکہ جو آفات ہمارے قبضہ قدرت سے باہر ہوں ان سے بچنے کے لئے اسکے سوا چارۂ کار کچھ نہیں کہ اس ذات کے دامن میں پناہ لی جائے جس کے قبضہ میں ہم بھی ہوں اور آفتیں بھی ہوں ۔ اسی لئے دنیا میں جس قدر بھی فتنے اور آفتیں ہوسکتی ہیں ان سب سے پناہ مانگنے کے صیغے احادیث میں اختیار فرمائے گئے ہیں ۔ جیسے جبن ، کسل ، شر اعدار ، غم والم ، بیماریاں ، قرض ، گناہ ، تکبر بخل ، فقر و فاقہ ، عذاب نار ، عذاب قبر ، فتنۂ دجال ، فتنۂ اولاد ، فتنۂ فسار ، علم غیر نافع سخت دلی ، غضب الہٰی ، ظلم ، بد اخلاقی ، بُری موت ، ناگہانی مصیبت ، شر نفس شر شیطان ، قہر و بال ، غلبۂ دشمن ، شماتت اعداد وغیرہ سے پناہ مانگی گئی ہے ۔ لیکن ان سب پر تعوذ کا جو کلمہ حاوی اور شامل ہے وہ یہ ہے اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اللہ نے پیدا فرمائی ہے) حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص دن میں تین مرتبہ تعوذ کا یہ کلمہ پڑھے گا وہ اس دن کی تمام آفتوں سے محفوظ رہے گا اور ایسے ہی رات کو تین مرتبہ

پڑھنے سے رات کی آفات سے بچا رہے گا۔

کلمہ بسملہ اس ذکر کا حاصل یہ ہے کہ کوئی کام اور کوئی وقت اللہ کا نام لئے بغیر شروع نہ کیا جائے تاکہ بندہ کا ہر کام اور ہر ساعت بابرکت اور حقیقی معنی میں آخرت تک کارآمد ہو جائے۔ کھانا پکاؤ تو بسم اللہ سے ابتدا کرو، کپڑا پہنو تو بسم اللہ کہکر پہنو، گھر سے نکلو تو بسم اللہ کہکر، گھر کا دروازہ بند کرو تو بسم اللہ کہکر، کھولو تو بسم اللہ کہکر کھولو۔

غرض کہ ہر کام کا آغاز نام حق سے کرو تاکہ وہ بابرکت ہو جائے۔ حتیٰ کہ آغاز نبوت بھی جو خود بذاتہٖ معدنِ برکت تھا بسم اللہ ہی کی وحی سے شروع کیا گیا ہے اور اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ سب سے پہلی وحی ہوئی

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے كُلُّ اَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَمْ يُبْدَءْ بِبِسْمِ اللهِ فَهُوَ اَقْطَعُ (جو کام بھی بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ خالی از برکت ہے پائیدار نہیں اس بسملہ کے ذکر میں جامع ترین ذکر یہ کلمہ ہے بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۞ (شروع اس اللہ کے نام سے کہ جس کے نام کے ہوتے ہوئے کوئی چیز زمین کی ہو یا آسمان کی نقصان نہیں پہونچا سکتی اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے)۔

ابان بن عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے یہ کلمہ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ الخ صبح و شام تین تین مرتبہ پڑھ لیا۔ تو اسے کوئی چیز نقصان نہ پہونچا سکے گی۔

کلمہ حوقلہ اس ذکر کا حاصل یہ ہے کہ عالم کی ہر چیز سے قوت و طاقت کی نفی کر کے یعنی ہر چیز کو عاجز و بے بس جان کر صرف اللہ کو طاقت و قوت والا سمجھا جائے کہ تمام قوتوں کا سرچشمہ وہی ہے کوئی مخلوق بھی اپنی ذاتی قوت سے کسی چیز پر حاوی اور غالب نہیں ہے۔ اس ذکر کے ورد سے آدمی پر اپنی بے چارگی اور بے بسی منکشف ہوتی ہے اسکا غرور ختم ہو جاتا ہے اور وہ صرف اللہ کی طاقت پر بھروسہ کر کے کام کرنے کا عادی ہو جاتا ہے

جس سے غیبی مدد اسکے شامل حال ہو جاتی ہے

حدیث شریف میں ہے کہ کثرت سے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھا کرو کہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اور فرمایا گیا کہ یہ کلمہ ننانوے امراض کا علاج ہے جس میں ہلکے درجہ کا مرض غم والم ہے۔ ظاہر کہ جب ہلکے درجہ کا مرض جو اس سے زائل ہوتا ہے غم والم ہے جسے ہم سب سے بڑا اور گہرا جانتے ہیں اور سارے امراض کو اس سے ہلکا سمجھتے ہیں تو خیال کر لیا جائے کہ یہ لاحول کتنے بڑے بڑے لاعلاج امراض کو زائل کر دیتا ہوگا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ یہ کلمہ پڑھتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَسْلَمَ عَبْدِیْ وَاسْتَسْلَمَ (میرا بندہ مطیع و فرماں بردار بن گیا اور اس نے راہِ تسلیم و رضا اختیار کر لی)

کلمہ حسبنہ اس ذکر کا حاصل اپنے حق کو حق تعالےٰ پر ڈال دینا اور ذات پر کلی توکل و اعتماد اس طرح کرنا جیسے ایک شیر خوار بچہ اپنی ماں پر کامل بھروسہ کر کے اپنا کل نفع و ضرر ماں ہی سے متعلق سمجھتا ہے حتیٰ کہ اگر وہ مارتی بھی ہے تب بھی اسی کی گود کی طرف دوڑتا ہے کہ میرے لئے اس آغوش کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں۔

اس ذکر سے قلب کی قوت بڑھتی ہے۔ غیر اللہ کا خوف و خطر دل سے نکل جاتا ہے مصیبتیں نعمتوں سے بدل جاتی ہیں اور آدمی بدحالی سے نکل کر خوشحالی کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ حضرات صحابہ نے جب کہ غزوۂ حمراء الاسد میں انھیں دشمنوں کے ساز و سامان سے ڈرایا گیا اور انھوں نے یہ کلمہ دل سے کہا تو مستجاب اللہ ان پر یہ انعام کیا گیا کہ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ (تو وہ خدا کی نعمت اور فضل سے بھرے ہوئے لوٹے اور ان کو کوئی ناگواری ذرا بھی پیش نہیں آئی) جس سے واضح ہوا کہ حسبنہ اور تمکلی کا ثمرہ انقلاب ہے شر سے خیر کی طرف اور مصیبت سے نعمت کی طرف۔

کلمہ تصلیہ اس ذکر کا حاصل جس کا نام درود شریف ہے تمام جہانوں کے مربی اعظم اور محسن اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق پہچاننا اور آپ کی ذات اقدس کے ساتھ خلامانہ تعلق کو ترقی دے کر حضور کے ساتھ خصوصی نسبت پیدا کرنا

ہے تاکہ اس نسبت کے سبب سے ایک طرف تو حضورؐ کو ہم گنہگار امتیوں کی طرف توجہ خصوصی ہو جائے اور ایک طرف حق تعالیٰ کی عنایت خاص ہم پر منعطف ہو جائے چنانچہ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود پڑھتے ہیں۔ اور اس کی دس خطائیں نظر انداز کیجاتی ہیں اور اسکے دس درجے بلند کیئے جاتے ہیں اور بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے اس ایک دفعہ درود بھیجنے والے پر ستر دفعہ درود پڑھتے ہیں۔ بعض احادیث میں ہے کہ جس دعاء کے اول میں درود شریف پڑھ لیا جائے تو وہ دعاء قبول ہو جاتی ہے۔ یہ تو اللہ کی توجہ ہے اور فرمایا جب کوئی شخص مجھ پر درود وسلام پڑھتا ہے تو میری روح مجھ پر لوٹائی جاتی ہے تاآنکہ میں جواب سلام دیتا ہوں یعنی میں بھی اپنے اس امتی پر صلوٰۃ وسلام بھیجتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ اس سے بڑھکر توجہ خاص اور کیا ہو سکتی ہے ؟

غرض درود شریف سے نسبت عبودیت بھی مضبوط ہوتی ہے اور نسبت سُنّیہ بھی مستحکم ہوتی ہے۔

کلمات عشرہ کے ذکر کے اوقات

ان اذکار کو معمول بنانے کے لئے انکیں دو وقت پر منقسم کر لینا چاہیئے صبح اور شام صبح کو بعد نماز فجر اور شام کو بعد نماز مغرب یا بعد نماز عشاء جس میں جو شخص اپنی سہولت اور نبھاؤ محسوس کرے ان میں سے بعض اذکار صبح و شام دونوں وقت کیئے جاوینگے اور بعض صرف صبح کو اور بعض صرف شام کو تفصیل یہ ہے

دونوں وقت ادا کرنے کے اذکار

(۱) اولاً صبح شام کلمہ بسملہ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ تین تین بار پڑھا جائے حدیث شریف میں اسکی یہی تعداد آئی ہے۔

(۱) اسکے بعد صبح وشام کلمہ استعاذہ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ تین تین بار پڑھا جاوے کہ اسکی بھی یہی مقدار حدیث شریف میں ارشاد فرمائی گئی ہے۔

(۳) اسکے بعد کلمہ تمجید سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ صبح وشام ایک ایک سو مرتبہ پڑھا جاوے اسکی یہی مقدار از روے حدیث نبوی ثابت ہے۔

(۴) اسکے بعد کلمہ استغفار اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ صبح وشام ایک ایک سو مرتبہ پڑھا جاوے اسکی بھی یہی مقدار حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے۔

(۵) اسکے بعد کلمہ درود شریف اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ صبح وشام ایک ایک سو مرتبہ پڑھا جاوے گو اسکی مقدار خاص احادیث سے ثابت نہیں مگر اسکی کثرت کی فضیلت بہت سی احادیث سے ثابت ہے اسلئے مشائخ نے اسکی مقدار بھی صبح وشام سو سو مرتبہ رکھی ہے

صرف صبح کے اذکار

(۶) ان پانچوں کلموں کے ذکر کے ساتھ کلمہ تحبیب سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ صرف صبح کو ۴۱ مرتبہ پڑھا جائے۔

(۷) اسکے بعد کلمہ حوقلہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۴۱ بار پڑھا جاوے

صرف شام کے اذکار

(۸) پھر انہی اوپر والے پانچ کلموں کے ساتھ شام کو کلمہ حسبنہ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۴۱ مرتبہ صرف شام کو پڑھا جائے۔

(۹) پھر کلمہ تکریم (آیت کریمہ) لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

صرف شام کو ۱۰۰ مرتبہ پڑھا جائے

جو حضرات قلت وقت یا کثرت مشاغل یا ضعف کے سبب اختصار چاہیں وہ صبح و شام اوپر والے پانچ کلمات پر قناعت کریں انھیں ترک نکریں البتہ یہ اختیار ہے کہ کہ ابتدا میں صرف پانچ کلمات صبح و شام پڑھیں اور طبیعت کے خوگر اور متحمل ہوجانے کے بعد رفتہ رفتہ آخر کے چار اذکار بھی ملالیں۔ اور اگر کوئی شخص اپنے غیر معمولی مشاغل کیوجہ سے ابتداءً ان پانچ اذکار کی مقدار بھی پوری نہ کرسکے تو اسکے لئے اول کے دو کلموں کی تعداد تین تین رکھکر بقیہ کلمات ذکر کو دس دس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو یہ علم میں سو سو ہی کے ہوجاوینگے کیونکہ شریعت اسلام نے ہر نیکی کا ثواب دس گن رکھکر ایک نیکی کو دس نیکی شمار کیا ہے تو اسطرح فضل خداوندی سے یہ دس قائم مقام سو کے ہوجاوینگے اور گویا وہ شخص ہر کلمہ کو سو سو مرتبہ ہی پڑھنے والا ہی شمار کیا جاوے گا۔ پس یہ مختصر معمول ہر فارغ اور مشغول آدمی با آسانی نبھا سکتا ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ جسے راہ سلوک طے کرنی ہو تو وہ انھیں مقداروں کو پورا کرے جو اوپر کے نمبروں میں لکھی گئی ہیں مگر ساتھ ہی جو یہ مختصر راستہ اختیار کرے اور دس ہی دس کے عدد پر اکتفا کرے اسکے لئے بھی مناسب ہے کہ ہفتہ میں کم از کم ایک دن مثلاً شب جمعہ یا روز جمعہ مقرر کرکے اسمیں یہ اذکار اسی اصلی عدد کے ساتھ پڑھ لیا کرے اس سے امید پڑجائیگی کہ وہ روزانہ بھی اسی عدد کا عادی ہوجائے اور بعد چندے اسے نبھانے کی توفیق ہوجائے

اذکار عامہ

ذکر تلاوت قرآن | ہاں پھر ان تمام اذکار پر جو چیز چھائی ہوئی اور حاوی ہے اور ان سارے اذکار کا منشا اور سرچشمہ ہے وہ تلاوت قرآن شریعت ہے جو افضل الاذکار ہے اور بنص حدیث حق تعالے سے بات چیت کرنا ہے اور انتہائی قرب کا ذریعہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو مومن قرآن پڑھتا ہے اسکی مثال ترنج کی سی ہے کہ خوشبو بھی پاکیزہ ہے اور مزہ بھی عمدہ ہے اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا ہے اسکی مثال کھجور کی سی ہے کہ مزہ تو عمدہ ہے مگر خوشبو نہیں جو پھیلے اور دوسروں کو منتفع کرے

سکے علاوہ اگر آدمی فتنوں سے بچنا چاہتا ہے تو اسکا واحد علاج تلاوت قرآن ہے سمجھکر
ے گا تو بصیرت کے ساتھ فتنوں سے محفوظ رہے گا اور بے سمجھے بھی اگر تلاوت کریگا
کم ازکم اسکی تاثیر اور برکت سے عملاً فتنوں سے بچا رہے گا خواہ اسے اس تحفظ اور برکت
خبر بھی نہو۔

نیز حدیث شریف میں ہے کہ قرآن شریف کی ہر آیت جنت کا ایک درجہ ہے
حشر میں حافظ سے کہا جاوے گا کہ تلاوت کرتا جا اور درجات میں ترقی کرتا جا حدیث میں
ہے کہ نماز میں قرأت قرآن افضل ہے نماز سے باہر کی قرأت سے اور نماز سے باہر کی قرأت
نفل ہے تسبیح و تکبیر کے ذکر سے الخ اسلئے اگر تلاوت قرآن نماز میں کیجائے تو بہتر ہے
بکہ آدمی حافظ ہو مثلاً تہجد کی آٹھ رکعتوں میں یا بعد مغرب اوابین کی چھ رکعتوں میں۔ حدیث
ں فرمایا گیا ہے کہ قلوب پر اسی طرح زنگ آتا ہے جیسے لوہے پر جبکہ لوہے کو پانی لگ
جائے۔ اور زنگ زدہ دلوں کی جلا ذکر موت کی کثرت اور تلاوت قرآن ہے۔

بہرحال مذکورہ اذکار عشرہ کے ساتھ یہ افضل الاذکار یعنی تلاوت کلام ربانی بھی لازم
لی جائے جو کم ازکم ایک پارہ یومیہ ہونی چاہیئے ورنہ جس قدر بھی روزانہ نبھ سکے اتنی ہی
اوت کرلی جائے۔ قرآن حکیم نے اس ذکر تلاوت کا بھی امر فرمایا ہے ارشاد ربانی ہے
رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا (اور قرآن کو صاف صاف پڑھو) اور ارشاد ہے فَاقْرَءُوْا
ا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (جتنا آسان ہو قرآن پڑھو)

ذکر دعاء و سوال

اسکے علاوہ ایک اہم ذکر دعاء و سوال بھی ہے جس کا قرآن نے بڑے اہتمام کے ساتھ امر فرمایا ارشاد ہے وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ
سْتَجِبْ لَکُمْ (اور تمھارے پروردگار نے امر فرمایا ہے کہ مجھکو پکارو میں تمھاری
درخواست قبول کروں گا) اسلئے دعاء کثرت سے کیجاوے اور اسکی عمدہ صورت یہ ہے
مناجات مقبول پاس رکھی جاوے اور روزانہ اسکا ایک حزب پڑھ لیا جاوے جیں
حدیث شریف کی دعائیں جمع کرکے سات دنوں پر تقسیم کردی گئی ہیں اسلئے روزانہ صبح کے
معمولات سے فارغ ہوکر یہ حزب پڑھا جائے۔

ذکر اسمار حسنیٰ | پھر اس دعار و پکار میں اعلیٰ ترین دعاء و پکار وہ ہے جو اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ سے ہو جس کے بارے میں امر الٰہی ہے وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (اور اللہ کے پاک نام ہیں انکے ذریعہ اللہ کو پکارو) پس اللہ کو اسکے اسمار حسنیٰ کے ساتھ پکارنا اور اس سے دعائیں مانگنا بھی ذکر مطلوب ہو جسکے لئے عمدہ صورت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ننانوے نام جو حدیثوں میں آئے ہیں یاد کر لئے جائیں اور بچوں کو یاد کرا دیئے جائیں اور روزانہ نہیں تو کم از کم ہفتہ میں ایکبار پڑھ لئے جاویں۔ چونکہ ذکر اسمار حسنیٰ اور ذکر دعار و سوال اور ذکر تلاوت متعین اور مخصوص کلمہ نہ تھا اسلئے ہم نے ان تین اذکار کا تذکرہ اذکار عشرہ میں نہیں کیا لیکن عملاً انکو لازم کر لینا چاہیئے۔ انتہیٰ۔

اسمائے حسنیٰ

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ

الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار المتكبر
الخالق البارئ المصور الغفار القهار الوهاب الرزاق الفتاح
العليم القابض الباسط الخافض الرافع المعز المذل السميع
البصير الحكم العدل اللطيف الخبير الحليم العظيم الغفور
الشكور العلي الكبير الحفيظ المقيت الحسيب الجليل الكريم
الرقيب المجيب الواسع الحكيم الودود المجيد الباعث الشهيد
الحق الوكيل القوي المتين الولي الحميد المحصي المبدئ
المعيد المحيي المميت الحي القيوم الواجد الماجد الواحد
الاحد الصمد القادر المقتدر المقدم المؤخر الاول الآخر
الظاهر الباطن الوالي المتعالي البر التواب المنتقم العفو
الرؤف مالك الملك ذو الجلال والاكرام المقسط الجامع الغني المغني
المانع الضار النافع النور الهادي البديع الباقي الوارث
الرشيد الصبور

پاداشِ عمل

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم - بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَ رُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ الآیۃ (اور بہت سی بستیاں تھیں جنہوں نے اپنے رب کے حکم سے اور اسکے رسولوں سے سرتابی کی سو ہم نے انکا سخت حساب کیا اور ہم نے انکو بڑی بھاری سزا دی غرض انھوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا اور انکا انجام کار خسارہ ہی ہوا - اللہ تعالےٰ نے انکے لئے ایک سخت عذاب تیار کر رکھا ہے - تو اے سمجھدارو جو کہ ایمان لائے ہو تم خدا سے ڈرو - خدا نے تمھارے پاس ایک نصیحت نامہ بھیجا ہے ، ایک ایسا رسول جو تم کو اللہ کے صاف صاف احکام پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں تاکہ ایسے لوگوں کو جو کہ ایمان لادیں اور اچھے عمل کریں تاریکیوں سے نور کیطرف لے آویں الخ) -

احکام خداوندی سے سرکشی کی سزا

سنیئے ! یہ میں قرآن پڑھ رہا ہوں، یہ کسی مخلوق کا کلام نہیں ہے - اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ سامنے تفسیر روح المعانی ہے یہ بہت ہی معتبر تفسیر ہے اسمیں سے میں ان آیات کی تفسیر بیان کرتا ہوں - اللہ تعالےٰ ارشاد فرما رہے ہیں کہ بہت سی بستیوں نے یعنی وہاں کے لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے اور انکے رسولوں کے امر سے سرتابی کی دیکھئے عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا فرما رہے ہیں کسی حاکم یا چودھری کے حکم سے سرتابی کی خبر نہیں دے رہے ہیں بلکہ ان لوگوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے کہ وہ ان کا خالق و مالک تھا سرکشی و سرتابی کی یعنی اسکے امر کا امتثال نہیں کیا تو جب ان لوگوں نے سرتابی کی تو ہم نے انکا سخت حساب کیا (اس طرح کہ انکے کسی گناہ کو خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے نہیں چھوڑا یعنی کسی کو معاف نہیں کیا

بلکہ سب پر عذاب مقرر کیا) اور جب حساب سخت ہوتا ہے تو عذاب بھی سخت ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ فَعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا (یعنی ہم نے انکو بڑی سخت سزا دی)۔

مال کا عذاب

سنو! یہ قرآن بول رہا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ (یہ ہماری کتاب ہے جو تمہارے مقابلہ میں ٹھیک ٹھیک بول رہی ہے) آگے ارشاد فرماتے ہیں فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝ (غرض انھوں نے اپنے امر کا وبال چکھا اور انکا انجام کار خسارہ ہی ہوا) اللہ تعالیٰ چونکہ وبال چکھنے کو فرما رہے ہیں اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے استعاذہ[1] فرمایا ہے کہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّلَدٍ يَّكُوْنُ عَلَیَّ وَبَالًا وَّاَعُوْذُ بِكَ مِنْ مَّالٍ يَّكُوْنُ عَلَیَّ عَذَابًا (یعنی اے اللہ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں ایسی اولاد سے کہ وہ مجھ پر وبال ہو جائے اور ایسے مال سے بھی پناہ مانگتا ہوں جو مجھ پر عذاب ہو جائے)۔ (ولد میں وبال فرمایا اور مال میں عذاب تو جس طرح مال اور آدمی میں فرق ہے اسی طرح وبال اور عذاب میں فرق ہوگا، وبال عذاب سے بڑھا ہوا ہوگا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کے وبال ہونے سے اور مال کے عذاب ہونے سے پناہ مانگی ہے تو معلوم ہوا کہ اس میں بہت ہی اہمیت ہے۔ مال کے عذاب ہونے کو اللہ تعالیٰ خود بیان فرما رہے ہیں وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ (یعنی جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور انکو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ انکو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے جو کہ اس دن واقع ہوگی کہ انکو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر ان سے انکی پیشانیوں اور کروٹوں

---

[1] - بدعملی [2] - سزا [3] پناہ طلب کرنا

اور انکی پشتوں کو داغ دیا جائے گا اور کہا جائیگا یہ وہی ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کرکر کے رکھا تھا سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔ ہائے کس قدر افسوس اور خسران[1] کی بات ہے کہ جس مال کو شقت سے کمایا تھا وہی عذاب ہوجائے گا اسلئے کہ اسی مال کیوجہ سے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کی اور انکے احکام سے سرتابی کی تو جو مال ہمارے قبضہ میں تھا ہمارے کام آتا تھا اور دنیا میں نعمت تھا وہی مال عذاب بنکر مسلط ہوجائے گا۔ ؏ کان مملوکی فاضحی مالکی (وہ پہلے تو میرا مملوک تھا پھر مالک ہوگیا)

اولاد کا وبال آپ لوگوں نے مال کے عذاب کو تو سمجھ لیا اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کے عذاب سے پناہ مانگی اور اس سے بڑھکر اولاد ہے اسلئے اسکے وبال سے بھی پناہ طلب فرمائی۔ آپ لوگ مال کے عذاب کو تو کچھ سمجھتے بھی ہونگے مگر اولاد کے وبال کی حیثیت کچھ زیادہ نہیں سمجھتے ہونگے حالانکہ میں کہتا ہوں کہ اولاد کا وبال مال کے عذاب سے کہیں بڑھکر ہے۔ آدمی دنیا ہی میں اولاد کی نالائقی اور سرکشی کی وجہ سے پریشان اور مخبوط الحواس[2] ہوجاتا ہے کچھ بنائے نہیں بنتی کثرت سے خطوط آتے ہیں کہ ہماری اولاد ہم پر وبال ہے زندگی کا مزا کرکرا ہوگیا ہے۔ بھائی مال تو بے حس وحرکت شے ہے اسکو تم پھینک سکتے ہو اپنے سے علٰحدہ کرسکتے ہو اس کو جیسے چاہے تصرف کرسکتے ہو مگر اولاد تو بے حس وحرکت نہیں با اختیار ہیں وہ آپ سے مقابلہ کے لئے آمادہ ہوسکتے ہیں۔ علاوہ اسکے آپ کی محبت وشفقت کیسے گوارا کرسکتی ہے کہ آپ اسکو علحدہ کردیں نہ علٰحدہ کرنے ہی میں اطمینان ہے نہ ساتھ رکھنے ہی میں چین وسکون ہے۔ بس گھٹ گھٹ کر آدمی رہتا ہے۔ اسکا مصداق ہوجاتا ہے ؎

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے　　گھٹ کے مرجاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے

اولاد کے وبال سے استعاذہ کی تعلیم اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری میں اس طرح استعاذہ فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡٓ اَعُوۡذُبِكَ مِنۡ وَّلَدٍ یَّکُوۡنَ عَلَیَّ وَبَالًا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت معرفت

[1] خسارہ ونقصان　[2] بدحواس۔

یا اپنی امت کو تعلیم ہے کہ اولاد کے وبال سے پناہ مانگتے رہو۔ اسی طرح مال کے عذاب سے پناہ مانگا کرو۔

بزرگوں کے پاس آمد و رفت کا مقصد سنا آپ نے اللہ تعالیٰ ارشاد فرمار ہے ہیں:۔ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا یہاں یہ لوگ آتے ہیں مگر انکے آنے جانے سے ہرگز یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے احکام کو معلوم کر کے عمل کرنے کے لئے آتے ہیں بلکہ انکا مذہب تو کچھ اور ہی ہوگیا ہے یہ سمجھتے ہیں کہ بدن پر گرنا سب کچھ ہے۔ یہ لوگ آکر بدن پر گرتے ہیں لیکن نہ اللہ تعالیٰ کا کہنا مانیں نہ رسولؐ کا، ہم ایسے لوگوں کو لیکر کریں گے کیا؟ ہم اس آنے جانے کو کچھ نہیں سمجھتے، رسم سے زیادہ نہیں سمجھتے جانتے ہیں کام کہاں سے بگڑا ہے؟ یہاں سے بگڑا ہے کہ واعظ لوگ جب اپنے وعظ میں زیادہ لوگوں کو دیکھتے ہیں تو مشک کی طرح پھولتے ہیں اگرچہ ان میں کام کا ایک آدمی بھی نہو اس کثرت و تعداد کو لیکر کرو گے کیا؟ جب کہ ایک بھی اللہ تعالیٰ کے راستہ کو نہیں اختیار کرتا ہے ــــ میں درمیان درمیان میں ایسی باتیں کہتا رہونگا اور یہ سمجھکر بولتا ہوں، شاید آپ لوگ کہتے ہوں گے کہ اپنی طبیعت کی بنا پر ایسی باتیں کہتے ہیں، نہیں بھائی تمھارے حالات کو جانتا ہوں تمھاری نبضیں پہچانتا ہوں۔ تمھارے حالات کے مطابق کلام کرتا ہوں۔

ایک عالم آئے تھے ان سے میں نے بیان کیا کہ مسلمانوں کی فلاح کی بس ایک صورت ہے وہ یہ کہ ایمان اور اتباع اختیار کریں اسکو مفصل بیان کیا تھا ان مولانا صاحب نے اس کو اخبار میں شائع کر دیا تو ایک عالم صاحب نے اس پر حاشیہ تحریر فرمایا کہ تشخیص کی صحت میں کس مسلمان کو کلام ہو سکتا ہے لیکن سوال یہی اٹھتا ہے کہ آخر اس پر عمل درآمد کیوں نہیں ہوتا؟ بہت ہی تعجب کی بات ہے کہ عمل درآمد نہونے کی وجہ ہمیں سے دریافت کیجاتی ہے تو سنیئے:۔

بے عملی کا سبب آجکل احکام شرعیہ پر عمل نہیں ہو رہا ہے تو ہو سکتا ہے اسکے سبب کے بارے میں اختلاف ہو لیکن میرے نزدیک صحیح اور صواب[1] یہ ہے کہ سبب ظاہری نہیں بلکہ باطنی ہے ہمارا باطن مریض ہوگیا ہے کثرت سے ہم میں

---

[1] درست

ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو سرے سے اسلام ہی سے منکر ہیں اور شعائر[1] اسلام پر تمسخرو استہزاء کرتے ہیں تو پھر انکا ایمان کہاں رہا؟ تعجب ہے کہ ایمان نہیں ہے پھر بھی مومن کہلاتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے وعدوں کے منتظر ہیں۔ بھائی ایمان تو ایک صفت ہے جب وہ صفت ہی نہیں رہی تو پھر انکو مومن کہا جانا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

ایمان کی حقیقت افسوس تو یہ ہے کہ آجکل ایمان کے معنی بھی لوگوں کو معلوم نہیں ہم درمختار سے ایمان کے معنی نقل کرتے ہیں۔ سنئے:۔

وھو (ای الایمان) تصدیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم فِی جَمِیعِ مَاجَآءَ بِہٖ عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی مِمَّا عُلِمَ مَجِیئُہٗ ضَرُورَۃً (درمختار ج ۳) (یعنی ایمان تصدیق کرنا ہے ان تمام امور کی جنکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کی جانب سے لائے ہیں اور وہ امور ایسے ہوں کہ عام طور پر انکا دین سے ہونا معلوم ہو)

قال علامۃ الشامی (قولہ وھو تصدیق الخ) معنی التصدیق قبول القلب واذعانہ بما علم بالضرورۃ انہ من دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم بحیث تعلم العامۃ من غیر افتقار الی نظر واستدلال کالوحدانیۃ والنبوۃ والبعث والجزاء ووجوب الصلوٰۃ والزکوٰۃ وحرمۃ الخمر ونحوھا (اھ ح) عن شرح المسایرۃ

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ تصدیق کے معنی قلب کا قبول اور اسکا یقین کرنا ہے۔ ان باتوں کا جن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے ہونا بالضرورت معلوم ہو یعنی عام لوگ بغیر نظر واستدلال[2] کے جانتے ہوں جیسے وحدانیت نبوت بعث وجزاء اور نماز و زکوٰۃ کا وجوب اور شراب وغیرہ کی حرمت (یہ سب کو معلوم ہے کہ یہ امور دین ہیں اسمیں کسی کو غور و فکر کی حاجت نہیں ہے) جب یہ قبول واذعان[3] ہوگا تب ایمان ہوگا اور یہ لوگ مومن کہلائیں گے)

دیکھئے فرما رہے ہیں کہ تمام ضروریات دین کی تصدیق لازم ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ کسی ایک امر کی بھی تصدیق نہوگی اور تردد وتذبذب[4] ہوگا تو پھر ایمان کی تعریف اس پر

---

[1] احکام [2] دلیل وحجت [3] یقین [4] شک وشبہ۔

صادق نہوگی وہ بظاہر زمرۂ مومنین میں داخل ہونے کے بھی حقیقۃً مومن نہیں ہے پس ایسے لوگ کیا عمل کریں گے اور ان سے عمل کا کب مطالبہ ہی ہو سکتا ہے۔ یہ لوگ تو فتوائے شرعی سے کافر ہیں بلکہ اسلام کے لئے کافر مجاہر[1] سے زیادہ خطرناک ہیں مجھے حالات معلوم ہیں مجھے ہر قسم کے لوگوں سے سابقہ پڑتا رہتا ہے اسلئے جانتا ہوں۔

ایمان کے آثار

ان کے علاوہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جنکا ایمان نہایت ہی ناقص ہے اور ضعیف ہے اسلئے کہ اگر ایمان قوی اور تصدیق کامل ہوتی تو ضرور اعمال شرعیہ کے پابند ہوتے اور آخرت کی فکر ہوتی اور اخلاق اسلامی کو اختیار کرتے جب ایسا نہیں ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہی شئے جو اعمال کی روح اور اصل ہے اسی میں ضعف پیدا ہوگیا ہے خود آدمی غور کرے تو اسکو محسوس ہو سکتا ہے کہ ایمان میں قوت ہے یا ضعف جیسے بدن میں جب ضعف ہوتا ہے تو آدمی کہتا ہے کہ ضعف معلوم ہوتا ہے جب کھا پی لیتا ہے تو قوت محسوس کرتا ہے۔ قوت کی حالت میں جو جذبہ اور امنگ رہتی ہے ضعف کی حالت میں نہیں رہتی اپنے اندر سستی اور طبیعت کچھ بجھی بجھی پاتا ہے اسی طرح ایمان جب قوی ہوتا ہے تو دینی حمیت، ایمانی غیرت اور اسلامی جذبہ اپنے اندر پاتا ہے۔ اعمال کیطرف رغبت ہوتی ہے اور جب قوت نہیں رہتی اور ضعف قلب میں آجاتا ہے آخرت پر ایمان ضعیف اور تصدیق کمزور ہو جاتی ہے تو اسکا حوصلہ پست اور ہمت ضعیف ہوتی ہے طبیعت اعمال سے کسل کرتی ہے۔ آج ہم مسلمانوں کو انھیں حالات سے گذرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں پھر بھی انکو کامل الایمان ہی کہتے رہیں یہ تو صریح مداہنت[2] ہوگی۔ کم از کم انکے حال سے تو مطلع کر دیں عمل کرنا نکرنا انکا کام ہے۔

ملا علی قاریؒ کا ارشاد

اور جو میں نے ایمان میں ضعف کو کہا ہے تو اس کہنے میں میں منفرد نہیں ہوں بلکہ پہلے علماء نے بھی کہا ہے چنانچہ علامہ ملا علی قاری جو زبردست عالم اور صوفی ہیں، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے مقدمہ میں مرقاۃ کی تصنیف

---

[1] جماعت [2] کھلا کافر [3] بیجا خوشامد۔

کی وجہ بیان فرماتے ہوئے یہ تحریر کرتے ہیں کہ :۔

فان ھمم اخوان الزمان قد قصرت و مجاھدتھم فی تحصیل العلوم لاسیما فی ھذا الفن الشریف ضعفت وھو مقتضی الوقت الذی تجاوز عن الالف وبقی ضعف العلم والعمل بل ضعف الایمان علی ضعف واللّٰہ ولی دینہ وناصر نبیہ

اسلئے کہ اخوان الزماں[1] کی ہمتیں قاصر ہوگئیں اور تحصیل علوم میں انکا مجاہدہ خصوصًا اس فن شریف (یعنی حدیث) میں ضعیف ہوگیا ہے اور یہ وقت کا تقاضا بھی ہے اسلئے کہ زمانہ (عہد نبوی سے) ایک ہزار سے تجاوز کرچکا ہے اور علم و عمل کا ضعف باقی رہ گیا ہے بلکہ (اس سے بڑھکر یہ ہے کہ) ایمان میں ضعف پر ضعف ہوگیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہی اپنے دین کے ولی اور اپنے نبی کے ناصر ہیں۔

کفار کے غلبہ کا سبب

اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں اللہ تعالےٰ کے ارشاد وَلَن يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا (ہرگز اللہ تعالےٰ کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں غالب نہ فرمائیں گے) کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ مراد اس سے آخرت میں غلبہ ہے۔ اور حضرت عکرمہؓ نے فرمایا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ کفار حجت[2] میں مسلمانوں پر غالب نہیں ہوسکتے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر کفار کا غلبہ نہیں ہوسکتا اسکے بعد تحریر فرماتے ہیں وَاَمَّا ظُهُوْرُ الْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ هٰذَا الزَّمَانِ فَلِضُعْفِ اِيْمَانِهِمْ وَكَثْرَةِ عِصْيَانِهِمْ (رہا اسوقت کافروں کا غلبہ مسلمانوں پر تو یہ انکے ضعف ایمان اور کثرت عصیان کیوجہ سے ہے)۔

دیکھئے ان حضرات نے ضعف ایمان کے لفظ کو اپنے زمانہ کے مسلمانوں کے لئے استعمال کیا ہے اور ظاہر ہے کہ ہمارا زمانہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے اور دور ہوگیا تو اب کیا لوگوں کے ایمان میں ترقی اور کمال آجائے گا؟ نہیں ہم کھلی آنکھوں

---

[1] اہل زمانہ [2] دلیل۔

دیکھ رہے ہیں کہ حالت بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے روز بروز ایمان میں انحطاط ہی نظر آرہا ہے پس اگر ان آثار کو دیکھکر ضعف ایمان کہدیں تو کیا حرج ہے اسکا کون انکار کرسکتا ہے۔
حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بھی ایسے لوگوں کو ضعیف الاسلام قرار دیا ہے

مرشد کامل کی ضرورت

لہٰذا اس ضلالت کے دور میں ہر شخص کے بس کا نہیں ہے کہ اصلاح کرے بہت ہی کامل شخص ہونے کی ضرورت ہے کہ اسکی خدمت میں لوگ جائیں اور ان سے دین کی باتوں کو سنیں جس سے ایمان پیدا ہو اور دل کی بداخلاقیاں دور ہوں اسکی جگہ پر اخلاص وتقویٰ اور اللہ تعالیٰ کی محبت آ سکے۔
صاحب فیض القدیر حدیث خِیَارُکُمْ اَطْوَلُکُمْ اَعْمَارًا وَّاَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا (تم میں سے بہتر وہ لوگ ہیں جنکی عمریں دراز ہوں اور اخلاق اچھے ہوں) کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ (فائدہ) قالوا طریق تحصیل الاخلاق الحمیدۃ کثرۃ الذکر وصحبۃ المرشد الکامل یعنی اخلاق حمیدہ کے حاصل کرنے کا طریقہ ذکر کی کثرت اور مرشد کامل کی صحبت ہے

حصول اخلاق کا طریقہ

دیکھئے اخلاق حمیدہ کی تحصیل کو انھیں دونوں چیزوں میں منحصر کردیا ہے اور عقلی بات ہے خُلق قلبی شئے ہے وہ قلب کی صفت ہے وہ تو کسی صاحب اخلاق حمیدہ ہی سے ملیگی۔ آپ اخلاق کی کتاب دیکھ لیں تو وہ اخلاق آپ کے اندر کیسے پیدا ہو جائیں گے مگر اسوقت کثرت سے لوگ اسکے منکر ہو گئے ہیں تمام اکابر امت اسکی ضرورت اور اہمیت کو بیان کرتے چلے آرہے ہیں اور جتنے لوگوں کو باطنی دولتیں ملی ہیں صحبت ہی سے ملی ہیں مگر آجکل کے لوگوں نے اسکی نفی کردی ہے حالانکہ کچھ ملتا ملاتا نہیں مگر انکار کرنے میں کچھ لگتا ہے! جس چیز کا چاہیں انکار کردیں نہ ذکر ہی کرتے ہیں نہ صحبت مرشد کامل ہی اختیار کرتے اسلئے کام چوپٹ ہو کر رہ گیا ہے۔

مرشدِ کامل کے اوصاف

ہم نے اوپر یہ بیان کیا ہے کہ اصلاح کے لئے مرشد کامل کی صحبت اختیار کرنی چاہیئے تو مرشد کامل کون لوگ ہیں کہ انکی صحبت اختیار کی جائے اسکے متعلق سنیئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا یعنی اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم نہیں شمار کر سکتے تو جب انسان اللہ کی آلاء اور نعماء میں تفکر کرے گا تو اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور زیادہ ہوگی

بہرحال تفکر کرنا اللہ تعالیٰ کے ثواب میں تو وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کے لئے جو کرامات تیار فرما رکھے ہیں اسمیں غور کرے جب اسکو سوچے گا تو جنت کی رغبت اور اسکے طلب کی کوشش اور اپنے رب کی اطاعت کی طاقت اور شوق اسکو زیادہ ہوگا۔ اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کے عقاب میں تفکر کرنا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم میں ذلت اور عذاب ومصیبت اپنے دشمنوں کے لئے مہیا فرما رکھی ہیں ان کو سوچے اور غور کرے کیونکہ اسمیں فکر کرنا اللہ سے خوف کی زیادتی کا سبب ہوگا اور اسکو گناہوں سے بچنے کی قوت حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے جو احسانات بندوں پر فرمائے ہیں ان میں تفکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احسان میں غور کرے کہ اسکے کتنے گناہوں کو اور لوگوں سے پوشیدہ رکھا اور ان پر اسکو سزا نہیں دی ہے اور اس سے توبہ کرنے کو کہا ہے اور قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور اپنے نفس کی نافرمانی کو دیکھے کہ کس طرح اپنے رب کے احکام کو چھوڑ رکھا ہے اور کس بے حیائی کے ساتھ گناہوں کا ارتکاب کر رہا ہے چنانچہ جب اس میں تفکر کرے گا تو اسکو شرمندگی لاحق ہوگی اور حیا کا داعیہ پیدا ہوگا۔ بقول شاعر ؎

تصدق اپنے خدا کے جاؤں یہ پیار آتا ہے مجھکو انشاؔ
ادھر سے ایسے گناہ پیہم، اُدھر سے وہ دمبدم عنایت

جب ان پانچ مذکورۂ بالا چیزوں میں تفکر کرے گا تو اسکا مصداق ہو جائے گا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک گھڑی بھر کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بڑھا ہوا ہے بس ان پانچ کے علاوہ اور کسی چیز میں تفکر نہ کرے کیونکہ وہ وسوسہ کا باعث ہوگا۔

بعض حکماء نے فرمایا ہے کہ تین چیزوں میں تفکر نہیں کرنا چاہئے ایک اپنی غربت میں کہ اسکی وجہ سے تمہارا رنج وغم اور بھی بڑھے گا اور یہ زیادتی حرص کا سبب بنے گی۔ دوسرے

(جس نے تم پر ظلم کیا ہے اسکو نہ سوچا کرو کہ تمہارا قلب سخت ہوگا اس پر غصہ زیادہ ہوگا اور تمہارا کینہ اور بڑھے گا تیسرے یہ کہ یہ نہ سوچا کرو کہ دنیا میں بہت دنوں رہنا ہے اسکی وجہ سے مال جمع کرنے کی محبت بڑھے گی تمہاری عمر ضائع ہوگی اور عمل میں ٹال مٹول پیدا ہوگی اور کہا گیا ہے کہ ورع کی اصل یہ ہے کہ انسان اپنے قلب سے یہ طے کرلے کہ وہ کسی لایعنی چیز میں تفکر نہ کرے گا اور جب اسکا دل کسی لایعنی چیز کیطرف جائے تو فوراً اسکا علاج کرائے یہاں تک کہ اسکو کسی کارآمد چیز میں لگا دے اور اس میں شک نہیں کہ یہ شدید ترین جہاد اور افضل ترین کام اور اپنے صاحب کو مشغول رکھنے والی چیز ہے پس جو شخص اسکو نماز سے باہر نہ کرسکا تو ہو سکتا ہے کہ نماز میں بھی اسپر قادر نہ ہو

بعض حکماء نے یہ فرمایا ہے کہ عبادت کا تتمہ صدق نیت میں ہے اور صلاح عمل کا تتمہ تواضع میں ہے اور یہ دونوں چیزیں دنیا سے زہد اختیار کرنے میں ہیں اور ان سبکا آخرت کے متعلق حزن وغم اختیار کرنے میں ہے اور ہم وغم کا تتمہ برابر اپنے قلب میں موت کی یاد رکھنے میں ہے اور اپنے گناہوں کو کثرت سے یاد کرنے میں ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ ابدال کے دس اخلاق ہیں۔ سینہ کی سلامتی، مال کی سخاوت زبان کی سچائی، نفس کی تواضع، مصائب میں صبر، تنہائی میں رونا، مخلوق کی خیرخواہی مومنین کے لئے رحمت ہونا، خاتمہ کی فکر، حالات سے عبرت حاصل کرنا۔

حضرت مکحول شامی فرماتے ہیں کہ جو شخص سونے کے لئے اپنے بستر پر جائے اسکو چاہئے کہ اپنے دن کے کاموں میں تفکر کرے۔ اگر اس میں کوئی اچھا عمل کیا ہو تو اللہ کا شکر ادا کرے اور اگر کوئی گناہ کا کام کیا ہو تو اللہ سے استغفار کرے اور فوراً توبہ کرے اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اسکی مثال اس تاجر کی سی ہے جو آمدنی میں سے خرچ کرتا چلا جائے اور کچھ حساب نہ کرے یہاں تک کہ مفلس ہو جائے اور اسکا اسے کچھ احساس بھی نہ ہو۔

بعض حکماء نے فرمایا کہ حکمت چار چیزوں سے پیدا ہوتی ہے۔ ایک ایسے بدن سے جو دنیوی اشغال سے خالی ہو، دوسرے ایسے پیٹ سے جو طعام سے خالی ہو، تیسرے ایسے ہاتھ سے جو دنیوی سامان سے خالی ہو، چوتھے دنیا کے انجام میں تفکر کرنے سے یعنی

اپنے انجام کو سوچنے سے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اسکا انجام کیا ہوگا اور نہیں جانتا کہ اس کے اعمال قبول بھی ہوں گے یا نہیں؟ کیونکہ اللہ تعالےٰ تو اعمال میں سے طیب ہی قبول فرماتے

فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے فرمایا کہ میں نے علمار کی ایک جماعت سے سنا جو اس حدیث کو حضرت خالد بن معدانؓ سے نقل کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے عرض کیا کہ آپ مجھ سے کوئی ایسی حدیث بیان کیجئے جس کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو اور یاد کیا ہو۔ اور جب سے کہ آپ نے اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمایا ہے اب تک برابر یاد رکھا ہو۔ یہ سنکر حضرت معاذؓ رو پڑے اور اتنا روئے کہ میں تو سمجھا کہ اب نہ ہونگے لیکن پھر چپ ہوئے پھر فرمایا یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں آپ نے مجھ سے بیان فرمایا درانحالیکہ میں سواری پر بیٹھا ہوا تھا آپ نے اپنی نظر مبارک آسمان کیطرف اٹھائی اور فرمایا کہ اس اللہ کا شکر ہے جو اپنی مخلوق میں جو چاہے فیصلہ فرمائے پھر مجھے پکارا کہ اے معاذ! میں نے عرض کیا جی میں حاضر ہوں یا رسول اللہ آپ، خیر کے امام اور نبی الرحمت ہیں ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کرونگا جسکو کسی نبی نے بھی اپنی امت سے بیان نہیں کیا اگر تم اسے یاد رکھوگے تم کو نفع دیگی اور اگر سن لوگے یاد نہ رکھوگے تو قیامت کے دن تمھارے لئے کوئی عذر باقی نہ رہیگا پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے سات فرشتوں کو پیدا فرمایا ہر آسمان کے لئے ایک فرشتہ، جن میں سے ہر ایک کو ہر آسمان کے دروازوں کا دربان بنادیا پس کراماً کاتبین صبح سے شام تک بندے کا عمل لکھتے رہتے ہیں پھر وہ عمل اوپر لیجایا جاتا ہے اور ایسا چمکتا ہوتا ہے جیسے کہ سورج کی روشنی یہانتک کہ جب پہلے آسمان پر پہونچتا ہے تو عمل لے جانے والا اسکی پاکیزگی اور کثرت کو بیان کرتا ہے اس آسمان کے پھاٹک والا فرشتہ کہتا ہے کہ رکو اور ٹھہرو اور معائنہ کے بعد اسے واپس کردیتا ہے اور کہتا ہے کہ لیجاؤ اسے اس عمل کرنے والے کے منہ پر مار دو اور اس سے کہدو کہ اللہ تعالےٰ تجھکو نہیں بخشے گا اور میں محکمۂ غیبت کا داروغہ ہوں یہ شخص مسلمانوں کی غیبت بیان کیا کرتا تھا میں اسکو اس جگہ سے آگے نہ جانے دوں گا۔ اسی طرح

دوسرے حفظہ ایک دوسرے بندے کا عمل لیکر اوپر جائیں گے جس کے لئے نور اور روشنی چمکتی ہوگی یہاں تک کہ وہ دوسرے آسمان پر پہونچیں گے وہاں کا فرشتہ کہے گا کہ ٹھہر و مجھے یہ عمل دکھاؤ اور کہیگا کہ واپس جاؤ اور اسکو صاحب عمل کے منہ پر مار دو اور اس سے کہدو کہ خدا تیری مغفرت نہ کریگا اور حفظہ سے کہتا ہے کہ اس شخص نے اس عمل سے دنیا کا ارادہ کیا تھا اور میں دنیا کے عمل کا داروغہ ہوں اسکے عمل کو اپنے سے آگے نہ جانے دونگا

اسی طرح سے تیسرے بندے کے حفظہ اسکا عمل لیکر اوپر جائیں گے جو اسکے صدقہ اور کثرتِ صلوٰۃ کی وجہ سے نہایت ہی بارونق ہوں گے ایسے کہ حفظہ کو بھی اس پر تعجب ہوگا اسے لیکر وہ تیسرے آسمان پر پہونچ جائیں گے وہاں کا فرشتہ کہیگا کہ ٹھہرو آگے مت جاؤ اور لیجاؤ اس عمل کو عامل کے منہ پر ماردو اور اس سے کہدو کہ خدا تیری مغفرت نہ کریگا۔ میں کبر کا داروغہ ہوں یہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جو عمل کر کے مجالس میں لوگوں پر کبر کیا کرتا تھا۔ مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ میں ایسے شخص کے عمل کو اپنے سے آگے نہ جانے دوں۔ اور فرمایا کہ اسی طرح سے ایک شخص کے عمل کو لکھنے والے فرشتے لیکر اوپر چڑھتے ہیں اور اسکے اعمال میں سے تسبیح اور روزہ وغیرہ مانند ستاروں کے جگمگاتے رہتے ہیں انکو لیکر وہ چوتھے آسمان تک چلا جاتا ہے، وہاں کا فرشتہ کہتا ہے ٹھہرو اور اس عمل کو لیجاؤ اور عمل کرنے والے کے منہ پر مار دو اور اس سے کہدو کہ خدا تجھکو نہ بخشے گا میں عجب کا داروغہ ہوں اسکو جانتا ہوں یہ ان لوگوں میں سے ہے جو عمل کرتا تھا اسکی وجہ سے اسکو عجب پیدا ہو جاتا تھا مجھکو میرے رب نے حکم فرمایا ہے کہ ایسے کو میں اپنے سے آگے نہ جانے دوں۔ چنانچہ وہ واپس جاکر اس عمل کو اسکے منہ پر پھینک مارتے ہیں اور اس پر تین دن تک لعنت کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح سے فرمایا کہ حفظہ ایک شخص کے عمل کو اور فرشتوں کو ساتھ لیکر اوپر کو چڑھتے ہیں جس طرح سے لوگ دلہن کو بناسنوار کر اسکے شوہر کے پاس شب زفاف میں لے جاتے ہیں پس اسکے جہاد اور صلوٰۃ بین الصلوٰتین کو لیکر وہ فرشتے پانچویں آسمان پر پہونچتے ہیں وہاں کا فرشتہ کہتا ہے کہ ٹھہر جاؤ، آگے مت جاؤ اور اس عمل کو اسکے کرنے والے کے منہ پر مار دو اور اسی کے کاندھے پر ا

پھینک دو۔ یہ شخص ان لوگوں سے حسد کرتا تھا جو اللہ تعالے کے لئے علم سیکھتے تھے اور عمل کرتے تھے اور انکی غیبت اور چغلی کیا کرتا تھا اسکے عمل کی گٹھری کو لیجاؤ اور اسی کی گردن پر لاد دو حفظہ یہ دیکھکر اس حاسد پر لعنت کرتے ہیں اور جب تک وہ زندہ رہتا ہے لعنت کرتے رہتے ہیں۔ فرمایا کہ اسی طرح سے فرشتے ایک بندے کے عمل کو جو پورے وضو، قیام لیل اور صلوٰۃ کثیرہ کا مجموعہ ہوتا ہے اسکو لیکر چھٹے آسمان تک چلے جاتے ہیں وہاں کا فرشتہ کہتا ہے کہ ٹہرو اور اس عمل کو صاحب عمل کے منہ پر ماردو میں رحمت کا فرشتہ ہوں تمہارے یہ حضرت کسی پر رحم نہیں کیا کرتے تھے جب اللہ کے بندوں میں سے کسی بندے سے کوئی گناہ سرزد ہوجاتا تھا اسکو تکلیف پہونچتی تو یہ اس سے خوش ہوتے تھے، مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ اسکے عمل کو اپنے سے آگے نہ جانے دوں۔ فرمایا کہ اسی طرح سے ایک اور بندے کے عمل کو جو صدق اجتہاد اور ورع سے پر تھا اور اسکے لئے برق جیسی روشنی تھی اسکو لیکر اوپر چڑھتے ہیں اور ساتویں آسمان کے فرشتے کے پاس سے گذرتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ ٹہرو اور اس عمل کو اسکے کرنے والے کے منہ پر پھینک دو، اسی کا اس کا قلب پھولتا تھا اور میں حجاب کا فرشتہ ہوں یعنی ہر اس عمل کو روک لیتا ہوں جو اللہ کے لئے نہ ہو اور اس شخص کی اپنے عمل سے مراد بڑائی چاہنا، محفلوں میں اسکا تذکرہ ہوتا، اور شہروں میں شہرت حاصل کرنا تھی۔ اور مجھے میرے رب نے حکم فرمایا ہے کہ میں اس جیسے عمل کو اپنے سے آگے نہ جانے دوں اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسیطرح سے حفظہ ایک اور شخص کے عمل کو لیکر ہنسی خوشی اوپر کو چڑھتے ہیں جس میں حسن خلق ہوتا ہے لغو باتوں سے سکوت اور خاموشی ہوتی ہے اور اللہ تعالے کا کثیر ذکر ہوتا ہے ان حفظہ کے ساتھ اور دوسرے آسمان کے فرشتے بھی ہولیتے ہیں یہاں تک کہ یہ سب عرش کے نیچے پہونچ جاتے ہیں اور اسکے لئے گواہی دیتے ہیں کہ بیشک یہ اسی کے اعمال ہیں۔ اللہ تعالے فرماتا ہے اے حفظہ تم تو میرے بندے کے عمل کے لکھنے والے، جمع کرنے والے ہی تھے اور میں تو اسکے نفس کا رقیب تھا اسکی نیت کو جانتا تھا اس شخص نے اس عمل سے میری رضا کا ارادہ ہی نہیں کیا بلکہ کچھ اور کیا پس اسکے اوپر میری لعنت ہو یہ سنکر سارے

فرشتے ایک زبان ہو کر کہتے ہیں کہ آپکی لعنت تو ہے ہی اسکے ساتھ ہی ہماری لعنت بھی اسکے ساتھ ہے اور آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ اس پر اللہ کی لعنت اور ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کی لعنت اور ہماری لعنت بھی یہ سنکر حضرت معاذؓ رو دیئے۔ اور کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں کونسا عمل کروں (کہ جس میں نجات ہو) آپ نے فرمایا کہ اے معاذ اپنے نبی کا اتباع کرو اور اپنے ایمان اور یقین کو لازم پکڑو اگرچہ تمہارے عمل میں کچھ تخفیف ہو۔ اپنے بھائیوں کی غیبت سے زبان کو روکو اور اپنے ہی کو گنہگار جانو گناہ کو اپنے بھائیوں پر نہ لادو اور اپنے بھائیوں کی برائی کرکے اپنے نفس کا تزکیہ کرو اور اپنے کو اچھا نہ سمجھو۔ اپنے بھائیوں کو ذلیل و پست کرکے اپنے کو بڑا نہ بناؤ۔ اور اپنے عمل کو لوگوں کو مت دکھاؤ اور نہ ان سے بڑائی جتلاؤ۔ واللہ الموفق۔

اٹھاسیؐ واں باب

(علامات قیامت کے بیان میں)

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت حذیفہؓ بن یمانؓ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور سوال کیا یا رسول اللہؐ قیامت کب آئیگی آپ نے فرمایا کہ جس سے سوال کیا گیا اسکو سوال کرنے والے سے زیادہ علم نہیں ہے لیکن اسکے لئے کچھ علامات ہیں۔ کسا بازاری عام ہو جائیگی، بارش ہوگی لیکن پیداوار کی کمی ہو جائیگی اور سود کھانا عام ہو جائیگا ولد الزنا کی زیادتی ہو جائیگی۔ مالدار کی عزت کیجائیگی، مساجد میں فساق کی آوازیں بلند ہونگی اہل حق پر اہل منکر کا غلبہ ہو جائے گا۔ اس شخص نے کہا کہ پھر آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے دین کو بچانے کے لئے کہیں ہجرت کر جاؤ یا

رکے کونے کا ٹاٹ بنکر رہو۔

عیسیٰ بن ابی عیسیٰ اصفہانی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
ال کیا گیا کہ قیامت کب آئیگی ؟ آپ نے جواب دیا کہ اس سلسلہ میں جتنا علم سائل کو ہے
نا ہی مسئول عنہ کو ہے لیکن قیامت کی دس نشانیاں ہیں۔ جھگڑالو شخص مقرب بنایا جاویگا
جر کا غلبہ ہوگا۔ منصف عاجز رہ جائے گا۔ نماز پڑھنا احسان سمجھا جاویگا اور زکواۃ
وان سمجھی جاویگی۔ امانت مال غنیمت سمجھی جائیگی۔ قرأت لمبی کیجائیگی جب یہ سب
دنے لگیگا بچے اور عورتیں حاکم اور سلطان ہونگے، باندیوں سے مشورہ لیا جاویگا۔

حضرت ابوزرعۃ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ کے تین اشخاص مروان
کے پاس بیٹھے انھوں نے سنا کہ مروان کچھ نشانیاں بیان کرتے ہیں پہلی یہ کہ دجال نکلے گا
سنکر وہ لوگ مروان کے پاس سے اٹھ گئے اور عبداللہ بن عمر کے پاس گئے مروان نے
ؤکہا تھا ان سے بیان کیا کہ سب سے پہلے دجال نکلے گا حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ
یں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ سب سے پہلی علامت آفتاب
کا مغرب سے نکلنا ہے یا دابۃ الارض کا زمین سے نکلنا ہے، ایک دوسرے سے قریب ہی
ہوگا۔ پھر یوں بیان فرمایا کہ جب سورج غروب ہوتا ہے عرش کے نیچے پہونچکر سجدہ کرتا ہے
ور واپسی کی اجازت چاہتا ہے واپسی کی اسکو اجازت دیدی جاتی ہے یہاں تک کہ
اللہ تعالے جب چاہیں گے کہ مغرب سے نکلے تو جب وہ عرش کے نیچے سجدہ کرنے
کے لئے آئیگا اور واپسی کی اجازت چاہے گا تو اسے اجازت نہ دی جائے گی پھر واپس
جا کر اجازت کیلئے آئیگا اجازت نہ دی جائیگی یہاں تک کہ جب وہ سمجھ لے گا کہ اب اگر اجازت
بھی مل گئی تو میں مشرق تک نہ پہونچ سکوں گا تو وہ عرض کریگا اے رب مجھے کس چیز نے لوگوں
سے دور کر رکھا ہے یہانتک کہ جب رات انکے گلے کا طوق بن جائیگی یعنی طویل ہو جائیگی
تو پھر وہ سورج آئے گا اور اجازت چاہے گا تو اس سے کہا جائے گا اچھا جاؤ اسی جگہ سے
نکلو جہاں سے غروب ہوتے تھے۔ پھر حضرت عبداللہ نے یہ آیت پڑھی يَوْمَ يَاْتِیْ بَعْضُ اٰيَاتِ
رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِیْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا قُلِ

اَنْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ یعنی جس دن آپ کے رب کی بعض نشانی آجائیگی کسی نفس کو جواب تک ایمان نہ لایا ہو اسکا ایمان لانا نفع نہ دیگا یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی خیر نہ حاصل کیا ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ تم لوگ انتظار کرو ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔

حضرت عبید بن عمیرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کا ساتھ ایسے لوگ بھی دیں گے جو کہیں گے کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ جھوٹا ہے لیکن ہم اسکا ساتھ دیتے ہیں تاکہ ہمیں کھانا مل جائے اور اپنے جانوروں کو چرا سکیں جب اللہ کا غضب اس پر نازل ہوگا تو ان سب پر نازل ہوگا۔

حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال نکلے گا اور خود تو داہنی آنکھ کا کانا ہوگا لیکن مادرزاد اندھے کو اور ابرص کو اچھا کر دیگا اور مردوں کو زندہ کر دے گا۔ اور لوگوں سے کہیگا کہ میں تمھارا رب ہوں۔ جس نے کہدیا کہ تو میرا رب ہے تو وہ فتنہ میں پڑ گیا۔ اور جس نے کہا کہ میرا رب اللہ ہے یہاں تک کہ اسی حال میں مرگیا تو وہ اسکے فتنہ سے بچ گیا۔ جب دجال پیدا ہوگا اور جبتک اللہ تعالےٰ چاہے گا زمین پر رہے گا پھر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مغرب کی جانب سے تشریف لائیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق فرمائیں گے اور دجال کو قتل کرینگے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ بس یہیں سے قیامت قائم ہوجائیگی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ قیامت نہیں قائم ہوگی یہانتک کہ ایک گھرانے کے لوگ ایک برتن پر جمع نہ ہوجائیں اور وہ سب جانتے ہوں گے اپنے میں سے کافر اور مومن کو۔ کہا گیا ہے کہ ایسا کیونکر ہوگا انھوں نے فرمایا کہ دابۃ الارض نکلیگا اور ہر ایک کی پیشانی پر داغ لگا دیگا پس ہر انسان اپنی پیشانی کو ٹٹولے گا۔ بہرحال مومن، اسکا نشان سفید ہوگا جو اسکے چہرے پر پھیل جائیگا یہانتک کہ چہرہ روشن ہوجائے گا اور کافر کا نشان سیاہ ہوگا جو پھیل کر اسکے منہ کو سیاہ کر دیگا یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے بازاروں میں خرید و فروخت کرتے ہوں گے تو کہیں گے کہ یہ چیز کتنے میں بیچتے ہو اے مومن اور اسے کتنے میں خریدو گے اسے کافر تو کوئی کسی کی تردید نہ

بعض ایسا کرتے ہیں کہ وسوسہ خود لاتے تو نہیں لیکن جب آتا ہے تو اس میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے نہ قصد سے لانا ہو نہ قصد سے ابقاء[1] ہو کیونکہ بقصد باقی رکھنا بھی منافی خشوع ہے۔ بس جب وسوسہ آوے تو اس کو رکھے نہیں دفع کر دے

دفع وساوس کے طریق

ایک بات دقیق ہے قابل یاد رکھنے کے وہ یہ کہ عارفین کے نزدیک دفع کا مطلوب ہونا تو سب کو معلوم ہے۔ اب اس میں گفتگو ہے کہ کس طریقہ سے دفع کرنا چاہیئے۔ سو اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو یہ صورت ہے کہ براہ راست وساوس کو ہٹا دے کہ جب کوئی وسوسہ آدے کوشش کر کے اس کو اپنے خیال سے دور کر دے۔ اس میں تو بہت دقت ہے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دفع کرتے ہیں مگر دفع نہیں ہوتا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بواسطہ ہٹا دے یہ عمدہ تدبیر ہے اس کے سمجھنے کے لئے پہلے ایک مقدمہ سن لو۔ وہ یہ کہ یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ:

اَلنَّفْسُ لَا تَتَوَجَّهُ اِلٰی شَیْئَیْنِ فِیْ اٰنٍ وَاحِدٍ۔

کہ نفس کی توجہ ایک وقت میں دو چیز کی طرف نہیں ہوتی۔

اب سنئے بواسطہ دفع یہ ہے کہ قلب میں کسی دوسری چیز کو لے آؤ۔ دوسری چیز کے لانے سے اس کی طرف توجہ ہو جائے گی۔ اور وسوسہ کی طرف توجہ نہ رہے گی۔ اب بعض مشائخ دفع بلا واسطہ بتلاتے ہیں۔ اس میں نہایت دقت واقع ہوتی ہے کیونکہ بلا واسطہ ہٹانے میں یہ تو ہوتا نہیں کہ دوسری طرف توجہ ہو اور اس توجہ کی وجہ سے خود وسوسہ کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔ گو بقصد دفع سہی مگر استحضار تو ہوا۔ اس لئے اس کا دفع ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس وسوسہ کی مثال تار بجلی کی سی ہے کہ وہ تمہیں لگے جب لپیٹے۔ اور جو تم اس کو لگو ہٹانے ہی کے لئے سہی جب لپٹے۔ بس وسوسہ ہٹانے کی تدبیر یہ ہے کہ بواسطہ ہٹاؤ۔ وہ یہ کہ دوسری چیز کی طرف متوجہ ہو جاؤ

---

[1] باقی رکھنا

اب رہی یہ بات کہ وہ کون سی چیز ہے جس کی طرف متوجہ ہو آیا پتھر کی طرف یا اور کسی چیز کی طرف تو اس کی تعیین میں ضرورت ہے دلیل شرعی کی جو حضور فرماتے ہیں۔

مُقْبِلاً عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهٖ :۔

کہ قلب کو متوجہ کرے دونوں رکعت یعنی نماز کی طرف

اب نماز کی طرف متوجہ ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ پوری نماز کی طرف ایک دم سے متوجہ ہو کیونکہ نماز مرکب ہے مختلف اجزاء سے۔ پس اس کی طرف توجہ اس طرح ہوگی کہ اس کے تمام اجزاء کی طرف توجہ ہو مگر اس میں یہ خرابی ہے کہ بہت سے اجزاء کی طرف توجہ کرنے سے قلب میں تشویش ہوگی۔ اس لئے یہ صورت تو ٹھیک نہیں۔

ایک صورت یہ ہے کہ جس جزو میں مشغول ہو اسی کی طرف توجہ رکھے اس کا طریقہ ایک بزرگ نے بتلایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ مثلاً یاد سے مت پڑھو کہ رٹا ہوا ہونے کی وجہ سے زبان سے خود نکلتا چلا جاوے۔ بلکہ ہر ہر جزو سوچ کر پڑھو کہ اب سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کہہ رہا ہوں۔ اب تَبَارَكَ اسْمُكَ پڑھتا ہوں۔ اب لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ نکالتا ہوں۔ اب بِسْمِ اللّٰهِ اب اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ علیٰ ہذا۔ ہر ہر لفظ کو ارادہ سے ادا کرو۔ جب قلب اذکار کی طرف توجہ نہ رہے گی۔ کیونکہ قاعدہ مسلمہ ہے۔

اَلنَّفْسُ لَا تَتَوَجَّهُ اِلٰى شَيْئَيْنِ فِيْ اٰنٍ وَّاحِدٍ :۔

اس طریقہ سے اوّل ہی دن خشوع ہو جاوے گا۔ مگر یہ ضرور ہے کہ اول اول نماز میں تنگی ہوگی۔ کیونکہ خیالات پریشان ہوں گے ان سے توجہ ہٹا کر ذکر کی طرف توجہ کرنی پڑے گی۔ اس وجہ سے طبیعت کو گرانی ہوگی۔ اور بعض کو آسانی بھی خشوع میسر ہو جائے گا۔

جب یہ تدبیر وساوس سے نجات کی ملی تو اب ایک اور آفت میں مبتلا ہوگا۔ وہ یہ کہ یوں خیال کرے گا کہ طریقہ تو مل ہی گیا۔ بس جب چاہیں گے کر لیں گے اس لئے اول تو کرتے نہیں۔ اور اگر کرتے ہیں تو ہمیشہ نہیں کرتے۔ مشائخ تک اس میں مبتلا ہیں۔ اور یہ حالت ہے۔ سو

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند
چوں بخلوت می رسند آں کار و یگر می کنند
مشکلے دارم زدانش مند مجلس باز پرس
توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر می کنند

" یہ واعظین جو محراب و ممبر پر جلوہ فرما ہوتے ہیں " اور پند و نصیحت کرتے ہیں ،، جب خلوت اور تنہائی میں جاتے ہیں تو (اس کے برخلاف) " دوسرے ہی کام کرتے ہیں ۔ مجھے ایک اشکال درپیش ہے ذرا کوئی دانائے انجمن سے پوچھے کہ یہ دوسروں کو توبہ و استغفار کی تلقین کرنے والے خود کیوں بہت کم توبہ کرتے ہیں ۔ "

اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی طبیب ناز کرے کہ مجھ کو خارش کا نسخہ بڑا مجرب معلوم ہے مگر ساری عمر خارش میں مبتلا رہ کر مر جاوے اور اس کا استعمال نہ کرے ۔ سو اس کو نسخہ سے کیا فائدہ ہوا ۔ کوئی انجان کسی بات سے محروم رہے تو ایسی مصیبت نہیں جیسے کوئی جان بوجھ کر محروم رہے اسی کے بارے میں کہتے ہیں سہ

فَإِنْ كُنْتَ لَا تَدْرِىْ فَتِلْكَ مُصِيْبَةٌ
وَإِنْ كُنْتَ تَدْرِىْ فَالْمُصِيْبَةُ أَعْظَمُ

" اگر تم نہیں جانتے اس لئے عمل نہیں کیا تو یہ بھی محرومی اور مصیبت ہے اور اگر جانتے ہو پھر بھی اس کے مطابق عمل نہیں کیا تو یہ بہت بڑی مصیبت اور حرماں نصیبی ہے ۔ "

اس تدبیر کے ملنے کے بعد شیطان دو طریقہ سے دھوکہ دے گا ۔ ایک تو یہ کہ ہر ہر لفظ پر توجہ کرنے سے شروع میں دل تنگ ہوگا ۔ پس شیطان بہکائے گا کہ یہ تدبیر تو بہت مشکل ہے ۔ تیرے بس کی نہیں ہے ۔ اور ایک اس طرح کہ یہ سمجھائے گا کہ طریقہ تو معلوم ہی ہوگیا ہے ۔ جب جی چاہے گا اس سے علاج کرلیں گے ۔ مگر خوب سمجھ لو کہ کچھ بھی دشواری نہیں ہے دو چار دن اس طریقہ سے نماز پڑھنے میں طبیعت زرچ پچ رہے گی مگر پھر یہی قُرَّةُ عَيْنِىْ فِى الصَّلٰوةِ

(میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے) کی لذت و راحت میسر ہوگی ۔ اس کا ترک برا معلوم ہوگا ۔

حاصل یہ کہ خشوع کے حاصل کرنے کی یہ صورت ہے ۔ پس جب خشوع حاصل ہو جائے گا تو پھر نماز میں کچھ گرانی نہ رہے گی ۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ کہ نماز بھاری ہے مگر خاشعین پر بھاری نہیں ۔ پھر اس کی نماز ایسی ہوگی جس کے بارہ میں ارشاد ہے :۔ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ نیچے کو گرو اور قریب ہو جاؤ ۔

سجدہ کی حقیقت

بلندی والوں سے تو قرب ہوتا ہے ترفع سے
اور یہاں قرب ہوتا ہے پستی سے سے

قرب نز پستی بہ بالا رفتن است
قرب حق از قید ہستی رستن است

" قرب اس کا نام نہیں ہے کہ نیچے سے اوپر چلے جاؤ (بلکہ) قرب حق یہ ہے کہ ہستی کی قید سے چھوٹ جاؤ ۔"

بس ان کے قرب کا یہی طریقہ ہے کہ پستی، فنا، حاصل کر لو اور سجدہ کی حقیقت یہی فنا اور نیاز مندی ہے ۔ اس لئے وہ سبب ہے قرب کا ۔ خلاصہ یہ کہ اول اول تو قیدیں بری معلوم ہوں گی مگر پھر یہ قیدیں ایسی ہوں گی جیسا کہ شیخ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سے

اسیرش نخواہد رہائی زبند
شکارش نجوید خلاص از کمند

" نہ ان کا قیدی قید سے چھٹکارہ چاہتا ہے اور نہ ان کا شکار جال سے رہائی ڈھونڈتا ہے ۔"

چند روز ایسا کر کے اس کا مشاہدہ کر لو ۔ اویس قرنی ہیں یا اور کوئی بزرگ ان کی یہ حالت تھی کہ ساری رات دو رکعت میں ختم کر دیتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی سر رات کو ایک ایک رکن کے لئے مقرر کر لیتے ۔ ایک دن فرماتے لَیْلَۃُ الْقِیَام (آج قیام کی

رات ہے) دوسرے دن فرماتے لَیْلَۃَ الرُّکُوْع (آج کی رات رکوع کی ہے) اور اس رات کے اکثر حصہ میں اسی رکن کے اندر مشغول رہتے اور جب تھوڑی رات رہ جاتی تو بقیہ ارکان پورا کر لیتے اور کہتے کہ افسوس کہ مجھے دل بھر کر نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملتا۔ کاش کہ ایک رات ایسی ہوتی کہ اس کا ایک سرا ازل سے ملا ہوا ہوتا اور دوسرا سرا ابد سے اور اس میں ارمان پورا کرتا آپ کو اس پر تعجب ہوگا مگر عشاق کی شان ہی جدا ہے۔ ان کا تو کبھی دل ہی نہیں بھرتا ان کی تو یہ حالت ہوتی ہے سو

نگویم کہ بر آب قادر نیند
کہ برساحل نیل مستسقی اند

"ایسا نہیں ہے کہ انھیں پانی نہیں مل سکتا۔ نہیں بلکہ دریا کے کنارے پر ہیں پھر بھی پانی مانگے جا رہے ہیں۔"

اور یہ حالت ہوتی ہے سو

دلآرام در بر دلآرام جو
لب از تشنگی خشک و بر طرف جو

"محبوب بغل میں، پھر بھی محبوب کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ نہر کے کنارے پر موجود لیکن پیاس سے ہونٹ خشک ہوئے جا رہے ہیں۔"

اس وقت یہ قیود زلف یار کی قیود ہو جاویں گی جس کی یہ حالت ہے سو

گر دو صد زنجیر آری بگسلم
غیر زلف آں نگار مقبلم

"اگر دو سو زنجیروں میں بھی مجھے جکڑ دو گے توڑ ڈالوں گا مگر اپنے محبوب کی زلف کے ایک تار میں بھی بندھا رہوں گا۔"

اب تو یہ قیدیں نظر آتی ہیں مگر پھر یہ قیود زلف یار کی قیدیں ہوں گی کہ کبھی ان سے نکلنا نہ چاہے گا۔

خلوت بالمحبوب

سچ کہتا ہوں کہ جو محب ہوگا وہ تو یہ چاہے گا کہ خلوت ہو اور محبوب کے ساتھ بے تکلف باتیں کرنا شروع کر دے گو ساری رات کیوں نہ گزر جائے۔ سو وہ خلوت بھی نماز ہے۔ واقعی اگر نماز نہ ہوتی تو جن کے تعلقات بڑھے ہوئے ہیں ان کے لئے کوئی خلوت کی صورت نہ تھی۔ کیونکہ اور تمام عبادات میں بولنا تو ضرور ہی جائز ہے اس لئے ان میں لوگ اس سے بولنے چالنے سے بند نہ ہوتے، اور نماز میں ہے اس کی ممانعت۔ اس لئے جہاں نماز شروع کی اور تمام لوگ اس سے بات چیت کرنے سے بند۔ لیجئے نماز میں حق تعالیٰ کے ساتھ خلوت میسر ہوگئی اور یہ خلوت وہ چیز ہے جس کی نسبت مولانا فرماتے ہیں سو

ہیچ کنجے بے دو و بے دام نیست
جز بخلوت گاہِ حق آرام نیست

"دنیا کا کوئی گوشہ مصائب اور پھندوں سے خالی نہیں ہے خلوت گاہ حق کے سوا کہیں راحت و آرام میسر نہیں ہو سکتا۔"

نماز کیا ہی پاکیزہ چیز ہے کہ اس کی وجہ سے خلوت میسر ہوگئی اور جو قیود گراں تھیں اسکی بدولت آسان ہوگئیں۔ اور خلوت بھی ایسی کہ اس کے اندر کوئی بھی خارج ہی نہیں ہو سکتا جب نماز شروع کر دی پھر بادشاہ بھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اگر سورۂ بقر بھی پڑھو تب بھی کوئی تقاضا نہیں کر سکتا۔ جب نیت باندھ لی اور سب کو ہرا دیا۔ ہاں کوئی ظالم ظلم ہی کرنے لگے تو جدا بات ہے۔ ایسی آسان صورت ہے خلوت کی کہ جب کسی سے جی گھبرائے بس اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ لو۔ نمازی کا کوئی کیا کرے گا۔ ہم نے دیکھا ہے کہ دوست مذاق میں گدگدی اٹھاتے ہیں مگر جب نماز شروع کر دی تو سب الگ بیٹھ جاتے ہیں یہ کاہے کی بدولت ہوا۔ قیود کی بدولت، اگر قیود نہ ہوتیں تو لوگ کہتے کہ میاں نماز بھی پڑھو اور باتیں بھی کرو۔ آپ نے دیکھا کہ یہ قیود کیسی قدر کی چیز ہیں۔ اس لئے اہل محبت اس قید کو زلف کی قید سمجھتے ہیں۔ کیونکہ یہ خلوت بالمحبوب قیود ہی سے تو میسر ہوئی ہے۔

کیرانہ میں میرے عزیزوں میں ایک درویش تھے۔ وہ خلوت کے لئے دروازہ پر پہرہ

جو کی رکھتے نہ تھے کہ یہ لوگوں کو ناگوار ہوتا ہے بلکہ تخلیہ کی یہ صورت اختیار کی تھی کہ بیٹھک میں عام منظر پر بیٹھتے مگر ہر وقت نفل پڑھتے رہتے تھے۔ اگر کوئی ملنے آیا تو سلام پھیر کر اس کا مزاج پوچھا اور پھر نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ پھر سلام پھیر کر دو چار باتیں کیں اور پھر اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ لی۔ خلوت در انجمن اسی کو کہتے ہیں۔ غرض کہ خلوت کی خلوت تھی اور کوئی برا بھی نہیں مانتا تھا۔

سو یہ نماز ایسی چیز ہے کہ جس وقت خلوت چاہو نماز شروع کر دو۔ بس خلوت ہو جاوے گی۔ تو گویا نماز خلوت گاہ حق ہے۔ سو یہ کس وجہ سے خلوت گاہ حق بنی، قیود ہی کی بدولت تو بنی۔ ان قیود سے معلوم ہو گیا کہ نماز میں بہت بڑا روزہ ہے غرض نماز میں روزہ بھی پایا گیا۔

نماز میں حج

اسی طرح نماز میں حج بھی موجود ہے۔ کیونکہ حج کی حقیقت ہے تعلق بالبیت۔ سو نماز میں وہ موجود ہے، چنانچہ حکم ہے۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔

"کہ نماز کے وقت، بیت الحرام کی جانب قصد کر کے رخ کر لیا کرو۔"

سو تعلق بالبیت نماز کے اندر قلب میں بھی ہے اور ظاہر میں بھی ظاہر میں تو یہ کہ نماز کی حالت میں اسی کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوتے ہیں اور اس کو فرض کر دیا گیا ہے اور قلب میں یہ کہ استقبال کعبہ کی نیت کی جاتی ہے۔ پس جو نماز پڑھے گا۔ اسے برکات حج بھی میسر ہوں گی۔"

اسی طرح نماز میں اعتکاف بھی ہے کیونکہ اعتکاف کی روح و حقیقت ہے گناہوں سے رکنا اَلْمُعْتَكِفُ يَعْتَكِفُ الذُّنُوبَ كُلَّهَا[1]۔ حدیث ہے اور یہ نماز کے اندر موجود ہے۔ چنانچہ نماز کے اندر تمام گناہوں سے رکتا ہے۔ نماز میں کون گناہ کر سکتا ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى۔ کی بعض نے یہی تفسیر کی ہے کہ نمازی جب تک نماز میں رہتا ہے اس وقت تک وہ اس کو گناہوں سے روکتی ہے۔ گو اس کی اور تفسیریں بھی ہیں مگر یہ بھی ایک لطیف تفسیر ہے۔ تلاوت قرآن بھی نماز میں موجود ہے جس کے حدیث میں بہت فضائل آئے ہیں چنانچہ قرأت نماز میں فرض ہے۔ بدون قرأت نماز ہی

---

[1] معتکف تمام گناہوں سے بچا رہتا ہے۔

نہیں ہوتی۔

نماز کی جامعیت

پس جو شخص نماز پڑھے گا اس کو تلاوت قرآن کے فضائل بھی حاصل ہوں گے۔ خیال تو کیجئے کہ ذرا سی مختصر چیز میں کیا کیا فضائل مل گئے۔ حج بھی مل گیا، روزہ بھی مل گیا، تلاوت قرآن بھی اعتکاف بھی۔

بعض اذکار کی فضیلت احادیث میں آئی ہے جیسے سبحان اللہ کہ اس کے بارہ میں آیا ہے کہ سبحان اللہ نصف میزان ہے۔ نماز میں وہ بھی موجود ہے۔ چنانچہ رکوع میں پڑھتے ہیں سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ، احادیث میں دعا کے بہت فضائل وارد ہیں اور قرآن میں کہیں کہیں اور خصوص فاتحہ میں تو ہر آیت میں دعا بھی موجود ہے اور وہ نماز میں پڑھا ہی جاتا ہے۔ نیز درود شریف کے بعد بھی دعا کی جاتی ہے۔ پس نماز میں دعا کے فضائل بھی آ گئے درود شریف کے کتنے فضائل ہیں وہ بھی نماز میں پڑھا جاتا ہے۔

غرض یہ کہ نماز کسی برکت سے خالی نہیں۔ دعا ہے وہ اس میں موجود، ثنا ہے وہ اس میں موجود، ذکر مبارک ہے وہ اس میں موجود، بعض لوگ اولیاء اللہ کا دم بھرتے ہیں اور ان کے تذکرے کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ سو ان کا تذکرہ بھی نماز میں موجود ہے۔ چنانچہ ہر رکعت میں پڑھتے ہیں۔ اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ (وہ لوگ جن پر تو نے فضل فرمایا) اس میں اولیاء اللہ بھی تو آ گئے۔

اب زکوٰۃ رہ گئی۔ شاید کوئی کہے کہ نماز میں زکوٰۃ کہاں ہے۔ سو سمجھ لیجئے کہ زکوٰۃ کی روح ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ[1]۔ ظاہر ہے کہ نماز ننگے تو پڑھو گے نہیں۔ کپڑا تو پہنو گے ہی اور اس میں خرچ بھی ہو ہی گا۔ (خصوصاً اس زمانہ میں کہ کپڑے کی بہت زیادہ قیمت ہو گئی ہے) لہٰذا انفاق بھی ہو گیا، اب کون سی عبادت رہ گئی جو نماز میں نہیں۔

شاید کوئی کہنے لگے کہ نماز میں قربانی نہیں تو سمجھ لیجئے کہ قربانی کی حقیقت باطنی ہے اپنے کو فنا کر دینا اور اپنی خواہشات کو مٹا دینا۔

---

[1] اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا۔

(بقیہ آئندہ)

ایک درویش آپ کے پاس بیٹھا قرآن شریف پڑھ رہا تھا اس نے کوئی غلطی کی آپ نے فرمایا میاں تم نے غلط پڑھا ہے۔ اس نے عرض کیا حضرت آپ تو حافظ نہیں۔ آپ نے یہ کیسے معلوم کر لیا، فرمایا میں ایک مسلسل نور دیکھ رہا تھا جو آسمان کی طرف چڑھ رہا تھا وہ منقطع ہو گیا اور اگلہ حصہ پچھلے حصہ سے متصل نہیں رہا تو میں نے سمجھ لیا کہ تم نے غلط پڑھا ہے۔

علامہ مناوی نے جو ان کا ذکر کیا ہے لکھا ہے کہ فرغل بن احمد کا نام محمد سمیعی صعیدی ہے۔ مشہور مجذوب ہیں۔ بڑے صوفیہ اور با تصرف لوگوں میں سے ہیں پھر ان کی بعض وہ کرامتیں نقل فرمائی ہیں جو اوپر گزر چکی ہیں پھر لکھا ہے کہ ان کی کرامتیں اس سے زیادہ مشہور ہیں کہ ان کو لکھا جاوے اور آپ کی وفات صعید مقام میں ۸۶۰ھ میں ہوئی ہے اور اپنی خانقاہ میں ابو تیج میں دفن ہوئے ہیں۔

محمد بن حمزہ

جو آق شمس الدین کے نام سے مشہور ہیں۔ سلطان محمد فاتح کے عہد حکومت میں بڑے اولیاء میں سے ہوئے ہیں۔ دمشق الشام میں ولادت ہوئی آپ اپنے بچپن کے زمانہ میں اپنے والد صاحب کے ساتھ بلاد روم میں آئے وہاں تحصیل علم میں مشغول رہے اور تکمیل کی۔ آپ کے فضائل میں یہ بھی ہے کہ آپ جس طرح روح کے طبیب تھے جسم کے بھی طبیب تھے۔ طب ظاہری میں آپ کی تصانیف بھی ہیں۔

روایت ہے کہ جڑی بوٹیاں آپ کو پکار پکار کر کہا کرتی تھیں کہ میں فلاں مرض کی دوا ہوں۔ جب سلطان محمد خاں نے فتح قسطنطنیہ کا قصد کیا شیخ کو جہاد کی دعوت دی اور شیخ آق بیق کو بھی دعوت دی اور ان دونوں حضرات کی خدمت میں احمد پاشا بن ولی الدین مرحوم کو قسطنطنیہ کی طرف توجہ کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ شیخ آق بیق ایک مجذوب بزرگ تھے ان سے تو کوئی جواب نہ ملا اور شیخ آق شمس الدین نے فرمایا کہ عنقریب فلاں روز

ضحوۃ الکبریٰ کے وقت (یہاں کے حساب سے تقریباً گیارہ بجے) مسلمان قلعہ کے فلاں حصہ میں داخل ہو جائیں گے اور تم اس وقت سلطان محمد خاں کے پاس ہو گے، شیخ کی اولاد میں سے کسی نے بیان کیا ہے کہ وہ وقت آگیا اور قلعہ فتح نہیں ہوا تو ہم کو سلطان کی طرف سے بہت اندیشہ ہوا (کہ نہ معلوم شیخ کی پیش گوئی پورا نہ ہونے کی وجہ سے شیخ پر کیا ظلم کر گزرے) تو میں اس طرف یعنی شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے چلا شیخ خیمہ میں تھے اور ایک خادم دروازہ پر تھا اس نے مجھ سے اندر جانے سے روک دیا کیونکہ شیخ نے اس کو حکم دے رکھا تھا کہ کوئی شخص ان کے پاس نہ جا سکے۔ میں نے خیمہ کی رسی ذرا اٹھائی اور دیکھا تو شیخ زمین پر سجدہ میں ہیں سر کھلا ہوا ہے گریہ وزاری جاری ہیں۔ میں نے اپنا سر نہیں اٹھایا تھا کہ شیخ اللہ اکبر کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے قلعہ کے فتح کا ہم پر احسان فرمایا۔ میں نے قلعہ کی طرف دیکھا تو سارا کے سارا لشکر قلعہ میں داخل ہو چکا تھا اور حق تعالیٰ نے آپ کی دعا کی برکت سے فتح عنایت فرما دی۔

شیخ کی دعا ساتوں آسمان چیر کر جاتی تھی، کتب تاریخ میں روایت تھی کہ حضرت ابوایوب انصاری رض کی قبر مبارک قسطنطنیہ کی چہار دیواری کے قریب کسی جگہ ہے حضرت شیخ سے درخواست کی گئی کہ آپ وہ جگہ معین فرما دیں آپ تشریف لائے اور فرمایا میں اس جگہ ایک نور دیکھ رہا ہوں۔ شاید ان کی قبر مبارک اس جگہ ہے پھر اس جگہ تشریف لائے اور دیر تک مراقب رہے پھر فرمایا ان کی روح میری روح کی طرف متوجہ ہوئی اور اس فتح کی مبارکباد دی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کی کوشش کو قبول فرما لیا ہے کہ تم نے ظالم کفار کے قبضہ سے مجھے چھڑا دیا یہ خبر سلطان محمد خان کو پہنچی تو وہ اس جگہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ (حضرت ابوایوب انصاری کی قبر مبارک کی باب میں) میں حضرت والا کی تصدیق تو کرتا ہوں لیکن ایک فرمائش ہے کہ میرے واسطے (قبر مبارک کی) کوئی ایسی علامت مقرر فرما دیں جسے میں خود اپنی آنکھ سے دیکھ لوں اور اس سے میرے دل کو اطمینان ہو جائے پھر شیخ کچھ دیر اور مراقب رہے اور فرمایا اس جگہ کو قبر کے سراہنے کی طرف سے

دو ہاتھ کھودو ایک سفید پتھر نکلے گا جس پر عبرانی زبان میں کچھ لکھا ہوگا جس کا ترجمہ یہ ہے اور پھر آپ نے کچھ مضمون فرمایا۔ جب لوگوں نے دو ہاتھ کھود لیا تو ایک سفید پتھر نمودار ہوا جس پر لکھا ہوا تھا جو شخص اس کو پڑھ سکا اس نے پڑھا اور ترجمہ کیا تو اس کا مضمون وہی تھا جو شیخ نے بیان فرمایا تھا۔ سلطان حیران رہ گیا اور اس پر ایک عجیب حال طاری ہوگیا اگر لوگ سنبھال نہ لیتے تو وہ گر پڑتا پھر سلطان نے اس جگہ ایک قبہ اور جامع مسجد اور حجرے بنانے کا حکم دے دیا اور شیخ سے درخواست کی کہ آپ مع مریدوں کے یہاں قیام فرمائیں۔ مگر شیخ نے قبول نہیں کیا اور بادشاہ سے اجازت طلب کی کہ اپنے وطن لوٹ جائیں۔ سلطان نے آپ کی دلداری کے لئے اجازت دے دی۔ جب اپنے وطن قصبہ کو نیک پہنچے وہاں ایک زمانہ تک قیام فرمایا پھر وہاں وفات ہوئی اور وہیں دفن ہوئے اس کو شقائق نعمانیہ میں بیان کیا ہے۔

ص ۱۶۵/۹ کل ۲۳ سطر ص ۱۶۵/۳۰

محمد بن علی باعلوی

عبدید والے علم و عمل و ولایت کے ائمہ میں سے ہیں۔ آپ کی کرامتیں بہت ہیں جن میں سے یہ بھی ہے کہ آپ وادی کے اوپر کے حصہ میں عبادت کیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ آپ کے متوسلین حاضر ہوتے تو نیچے بغیر بارش و بادل کے سیلاب جاری پاتے۔ حضرت شیخ ان سے فرماتے کہ پی لو غسل کر لو مگر کسی کو خبر نہ کرنا۔

ایک شخص کو یہ واقعہ پیش آیا کہ اس نے اس سیلاب میں کسی وقت غسل کیا تو اس میں زعفران کی خوشبو معلوم ہوئی اور اپنے کپڑوں پر زعفران کا رنگ پایا جو اس کے کپڑوں سے ایک مدت مدیدہ کے بعد زائل ہوا۔

ص ۱۶۵/۲۴ کل ۵ سطر ص ۱۶۵/۲۹

آپ کی وفات ۶۱۳ھ میں ہوئی اور اپنے جدا علی محمد بن عبدالرحمن باعلوی کے قریب

مقبرہ زنبل میں دفن ہوئے ہیں اس کو شلی نے بیان کیا ہے۔

محمد بن سلیمان الجزولی

سملالی سید حسنی شاذلی دلائل الخیرت والے ہیں۔ آپ عبادت کے واسطے حجرہ میں چودہ سال تک رہے پھر لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے باہر نکلے اور مریدوں کی تربیت شروع فرمائی۔ آپ کے ہاتھ پر بہت بڑی مخلوق نے توبہ کی اور آپ کا ذکر آفاق عالم میں شہرت حاصل کر گیا۔ آپ سے بڑے بڑے خرق عادات اور بڑی بڑی کرامتیں اور بڑے عظیم الشان فضائل ظاہر ہوئے ہیں۔ آپ کے پاس بارہ ہزار سے زائد مرید جمع تھے آپ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی وفات کے ۷۷ سال بعد بلادسوس میں آپ کی قبر میں سے نعش مبارک کو مراکش نقل کیا گیا تو آپ کو ایسا ہی پایا گیا جیسے دفن کئے گئے تھے آپ کے حالات میں زمین نے کوئی اثر اور طول زمانہ نے کوئی تغیر پیدا نہیں کیا تھا سر اور داڑھی کے بالوں میں خط بنوانے کا نشان ایسا ہی تازہ تھا جیسا انتقال کے وقت تھا۔ کیونکہ انتقال کے روز آپ نے خط بنوایا تھا اور کسی شخص نے ان کے چہرے پر انگلی رکھ کر چلائی تو اس کے نیچے سے خون ہٹ گیا اور جب انگلی اٹھائی تو خون لوٹ آیا جیسے زندہ آدمی میں ہوتا ہے۔ اور آپ کی قبر مراکش میں ہے قبر پر بہت عظمت برستی ہے۔ لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ بندھے رہتے ہیں اور قبر پر دلائل الخیرت بکثرت پڑھتے ہیں اور یہ پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھتے رہنے کی وجہ سے ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔

آپ کی وفات ۸۷۰ھ میں ہوئی ہے یہ دلائل الخیرت کی شرح فاسی سے لیا گیا ہے۔ اور سید احمد صاوی نے قطب دردیر صاحب کے درود شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ دلائل الخیرات کے لکھنے کا سبب یہ ہوا ہے کہ اس کے مولف سید محمد بن سلیمان جزولی پر ایک دفعہ نماز کا جو وقت آیا تو آپ کے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے

کنویں سے پانی نکالیں یہ اسی فکر میں تھے کہ ایک بچی نے ایک بالاخانہ سے دیکھا اور پوچھا آپ کون ہیں۔ آپ نے اپنا حال بیان فرمایا تو اس نے کہا کہ آپ کی نیکی کے تذکرے بیان کئے جاتے ہیں۔ اور پھر بھی آپ حیران ہیں کہ کنویں سے کس طرح پانی نکالیں اور اس نے کنوئیں میں تھوک دیا تو کنوئیں کا پانی زمین کے اوپر ابل پڑا۔ شیخ نے وضو سے فارغ ہونے کے بعد اس سے فرمایا تم کو خدا کی قسم یہ بتاؤ کہ تم نے یہ مرتبہ کیسے حاصل کیا اس نے عرض کیا اس ذات پر کثرت سے درود شریف پڑھنے سے جو چٹیل میدان میں چلتے تھے تو وحشی جانور آپ کے دامن کی پناہ لیتے تھے صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے قسم کھائی حضور کے درود شریف کے باب میں ایک کتاب تصنیف کریں گے۔

محمد بن احمد بن عبدالدائم الاشمونی

مالکی شیخ مدین صوفی کبیر دولی مشہور کے بھانجے ہیں۔ آپ نے اپنے ماموں صاحب سے علوم کی تحصیل کی اور آپ سے علی مرصفی اور ابن ابی حائل وغیرہ اکابر نے تحصیل کی ہے۔ آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں آپ کو کیمیا سکھاؤں گا فرمایا حجرہ میں جاؤ اور عمل کرو اور مجھے دکھاؤ اگر مجھے پسند آگیا تو سیکھ لوں گا۔ یہ شخص حجرہ میں داخل ہو گیا تو شیخ نے اس وقت کے حاضرین سے فرمایا کہ جب یہ نکلے گا اس کی داڑھی اور چہرہ جلا ہوا ہوگا پھر وہاں دیا سلائی بھڑک گئی اور اس کی داڑھی اور چہرہ جلا ڈالا اور یہ اسی حال میں باہر آیا تو فرمایا ہمیں ایسی چیز کی ضرورت نہیں جو داڑھی اور چہرہ کو پھونک ڈالے اور اس کو نکال دیا۔ آپ کی وفات ۸۳۰ھ میں ہوئی ہے اس کو مناوی نے بیان کیا ہے۔

ابو عبداللہ محمد بن عباس شعبی یمنی

یہ بزرگ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بکثرت دیکھا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ایک سال میں نے حج کیا تو حجر اسود کے پاس یہ دعا مانگی کہ حق تعالیٰ مجھے قاضی اور مفتی ہونے سے بچائیں۔ جب میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان پہنچا تو خواب میں لوگوں کا ایک مجمع دیکھا۔ میں قریب پہنچا کہ سبب معلوم کروں تو مجمع کے درمیان ایک شخص کو دیکھا جیسے چودہویں رات کا چاند ہوتا ہے۔ میں نے حاضرین میں سے کسی سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں اس نے جواب دیا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک مسئلہ پوچھ رہا ہے جو ایک ورق میں ہے اور اس نے وہ ورق حضور کی خدمت میں پیش کیا ہے اور حضور کے دست مبارک میں کتاب المہذب کا ایک جزء ہے اور حضور کبھی اس جز کو ملاحظہ فرماتے ہیں اور کبھی مسئلہ کو۔ مجھے اس سے تعجب ہوا اور آنکھ کھل گئی تو اس کے بعد سے حضور کی اقتداء کی بناء پر مفتی ہونا ناگوار نہیں رہا البتہ قاضی ہونا ناگوار رہا اور خدا کا شکر ہے کہ مجھے اس سے نجات ملی رہی۔

میں ایک مرتبہ اپنے دل میں سوچتا تھا کہ اگر میرے پاس مال ہو تو میں عبادات و مباحات میں سے یہ یہ کام کروں تو دفعتہً میں نے ایک قاری کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا۔

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ

(اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں پر رزق کی کشائش کرتے تو وہ اس کے ملک میں سرکشی کرنے لگتے لیکن وہ اندازہ پر جس قدر چاہتے ہیں نازل فرماتے ہیں) میں وہاں سے اٹھا اور تلاش کیا کہ کوئی تلاوت کر رہا ہے تو کوئی نہ ملا میں سمجھ گیا کہ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے نصیحت[1] تھی۔ اس کو شرجی نے بیان کیا ہے۔

---

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن شرحبیل المقری الیمنی

بڑے صاحب احوال و کرامات بزرگوں میں ہیں۔ یہ تصوف میں شیخ عیسٰی بن حجاج سے مرید تھے۔ واقعہ یہ تھا کہ یہ شروع شروع میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اور مدت تک خدمت میں رہے اور ان سے دعا کرائی کہ اللہ تعالیٰ ان پر علم کے دروازے کھول دیں پھر آپ پہاڑوں پر چلے گئے اور وہاں ایک مدت تک علم میں مشغول رہے جب وہاں سے اترے تو شیخ عیسٰی موصوف وفات پا چکے تھے اس لئے یہ شیخ احمد بن مرہ کی خدمت میں پہنچ گئے جب شیخ احمد نے ان کے کمال اور اہلیت کو محسوس فرما لیا تو ان کو شیخ بنا دینے کا ارادہ کیا خواب میں شیخ عیسٰی بن حجاج کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں اے شیخ احمد یہ مقری میرا بیٹا ہے اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہے (یعنی میرا مرید ہے) ان سے کہہ دو میرے لڑکے شیخ محمد کے پاس جائیں وہ ان کو شیخ بنا دیں گے۔ ان کا ہاتھ میرا ہی ہاتھ ہے شیخ احمد نے ان کو اس کی اطلاع کر دی کہ تو یہ شیخ محمد پسر شیخ عیسٰی کے پاس حاضر ہو گئے اور انھوں نے ان کو شیخ بنا دیا اور مقری صاحب ان سے عمر میں بڑے تھے۔ دونوں بھائی بھائی کی طرح رہتے تھے جب شیخ محمد پسر شیخ عیسٰی کا انتقال ہوا مقری صاحب نے ارادہ کیا کہ ان کے بیٹے (ابو بکر کو ان کا جانشین بنا دیں اس روز ان کے پاس ایک بزرگ عراق کے رہنے والے تھے جو اپنے آپ کو یہ کہتے تھے کہ وہ شیخ عبد القادر جیلانی کی اولاد میں ہیں۔ ان صاحب نے کہا کہ شیخ ابو بکر کو جانشین میں ہی بناؤں گا میں ہی اس کا حقدار ہوں۔ میں ان کے دادا شیخ عیسٰی کا مرید ہوں۔ اور ہم سب شیخ عبد القادر پر ملجاتے ہیں

حاشیہ اگلے صفحے کا:۔ دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر۔ اور آنکس کہ تو نگرت نمی گرداند۔ او مصلحت تو از تو بہتر داند۔ غرض جس کو جس قدر عطا فرمایا ہے وہ اسی کا اہل ہے زیادہ کا اہل نہیں اگر زیادہ دیا جاتا تو فتنہ و فساد سرکشی اور کفر و گمراہی میں پھنستا تو زیادہ نہ دینا بھی ایک انعام ہے۔ اور رحمت ہے۔ ۱۲ ج

اور یہ کہا کہ ایک زبردست آگ تیار کی جائے اور پھر کہا کہ اگر تم میرے پاس اس آگ میں داخل ہو گئے اور تم نے وہ کام کر لئے جو میں کروں گا تو تم ان کو جانشین بنا سکتے ہو ورنہ نہیں اور پھر آگ کے اندر گھس گئے اور اس میں گھومنے لگے اور آگ کو ہاتھ میں اٹھا اٹھا کر سر پر ڈالنے لگے اور آگ ان کو کچھ نقصان نہ دیتی تھی اور نہ اس سے ان کے کپڑے جلتے تھے۔

شیخ مقری نے اپنی گدڑی اتاری اور اپنے درویشوں میں سے ایک درویش کو دی۔ اور فرمایا تم بھی ان کے ساتھ آگ میں چلے جاؤ اور جو کچھ وہ کرتے ہیں کر دکھاؤ۔ یہ درویش بھی آگ میں داخل ہو گئے اور جو جو وہ کرتے تھے یہ بھی کرنے لگے بلکہ اور اس سے بھی زیادہ جب ان عراقی بزرگ نے دیکھا کہ یہ درویش بھی سب باتیں کرنے لگے تو پھر انھوں نے شیخ ابوبکر کو جانشین بنانے میں شیخ مقری کی مخالفت نہیں کی اور شیخ ابوبکر بھی بڑے بزرگوں میں ہیں اور ان شیخ مقری صاحب کے اولاد بھی نیک صالح تھی جو ایک مشہور قبیہ کی طرف منسوب ہو کر قبہ نام ایک موضع میں رہتے تھے جو لحب کے پہاڑوں کی نواح میں ہے اور وہاں ان کی بہت شہرت ہے۔ اس کو شرجی نے بیان کیا ہے۔

ابو عبداللہ محمد بن حمنا القرشی الیمنی

یہ بزرگ عبداللہ قرشی مشہور کے علاوہ ہیں۔ جو بیت المقدس میں مدفون ہیں۔ کیونکہ وہ ان سے بہت متقدم ہیں ان کا نسب قریش میں بنی عبدالدار میں ہے۔ یہ عظیم الشان مشہور بزرگ صلاح و تقوی اور ولایت کاملہ میں معروف ہیں۔

کل صفحہ ۱۹ سطر ۱۶۷/۱۲
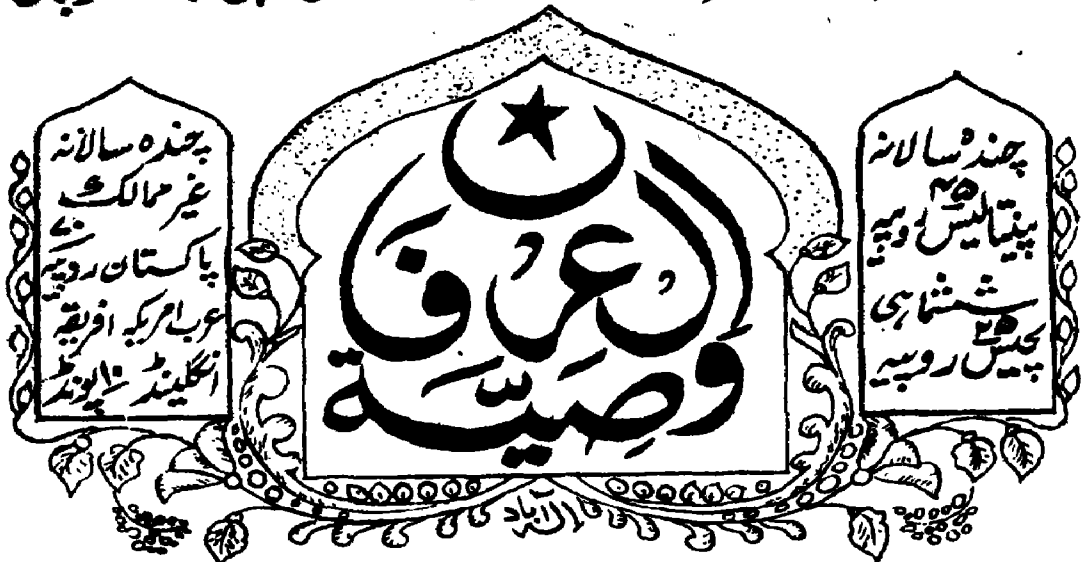
(بقیہ آئندہ)

حامل مضامین تصوف و عرفان ماہنامہ افادات وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مد ظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ | مدیر: احمد مکین عفی عنہ | چھ روپیہ

شمارہ ۳، ۴ | رمضان المبارک شوال المکرم ۱۴۱۱ھ مارچ، اپریل ۱۹۹۱ء | جلد ۱۴

فہرست مضامین

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام مولوی عبد المجید صاحب اسرار کریمی پریس الہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار، الہ آباد سے شائع کیا

ترسیل زر کا پتہ: مولوی احمد مکین صاحب ۲۳ بخشی بازار، الہ آباد ۳-۲۱۱۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ خدائے غالب وستودہ صفات پر ایمان لانے کے باعث بارہا اہل ایمان کو نشانۂ ظلم وستم بننا پڑا اور ان پر کفر کی چیرہ دستیاں محض اس امید موہوم پر طویل ہوتی رہیں کہ یہ عاجز و پریشان ہوکر جادۂ مستقیم سے منحرف ہو جائیں مگر کیا کیجئے گا ان دیوانوں کو جنکا جذبۂ جنوں ستیزہ کاریوں سے پروان چڑھتا ہے اور جوش محبت دراز دستیوں سے مزید ہوا کرتا ہے خواہ وہ اصحاب اخدود کی آتش سوزاں ہو یا نار نمرود سے بھڑکتے شعلے، فرعون کی سزائے تختہ و میخ ہو یا نخل دار پر سولی کا حکم، صحرائے عرب کی تپتی ریگ ہو یا سنگلاخ چٹانوں کا بوجھ، تاریخ شاہد ہے کہ ایمان کے اس نور اور ایقان کی اس روشنی پر ظلم وجبر کی تاریکیاں کبھی غالب نہیں ہوئیں بسا اوقات اسکا اب لاا ایسا پھیلا کہ ظالم اور تماشہ بینوں پر بھی اثر انداز ہوگیا اور انکو بھی حرارت ایمانی سے آشنا کرگیا۔

ہر تنگی کے ساتھ کشادگی ہوتی ہے اور ہر شر میں خیر کا کچھ راز نہاں ہوتا ہے موجودہ شورش واضطراب اور مسلم مخالف ماحول نے بندۂ مومن کو ہر طرف سے مایوس وشکستہ کرکے اپنے رب سے قریب تر کردیا، غفلت اور بے عملی کا جو جمود طاری تھا وہ جمود اس ضرب مسلسل اور جرس پیہم سے کچھ ٹوٹا، غافل چونکے سوتے جاگے اور بے تعلقوں کو تعلق مع اللہ پیدا ہوا۔ احوال پر نظر گئی افعال کا محاسبہ کیا اور درستگیٔ اعمال کی فکر ہوئی بندہ کا رب سے عبد کا معبود سے جبہ کا مسجود سے وہ رشتۂ رابطہ پھر قوی ہوگیا جو نادانیوں اور غفلتوں کی بنا پر کمزور پڑ گیا تھا ؎

دشمنیٔ خلق میری رہنما ہونے کو ہے
اب مرا دست طلب دست دعا ہونے کو ہے

اللہ تعالےٰ کا فضل وکرم ہے کہ دعا کی اہمیت اور افادیت پر مسلمین

رسالہ "وصیۃ العرفان" میں شائع ہوئے اسے نہایت استحسان اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا بالخصوص حضرت مصلح الامۃ قدس سرہٗ کے ارشادات بے انتہا اثرانگیزی کے باعث بنے۔ دعاء کا اہتمام اور اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کا جذبہ بیدار ہوا توکل و اعتماد علی اللہ اور یقین کامل کا داعیہ پیدا ہوا۔

قارئین کرام کے متعدد خطوط میں اس امر کا اظہار فرمایا گیا ہے کہ یہ مضامین ہمارے لئے ثابت قدمی اور تقویت قلب کا باعث ہوئے اور دعاء کا اہتمام انفرادی اور اجتماعی طور پر شروع کر دیا گیا ہے۔

راجستھان سے ایک صاحب خیر نے مضمون "راہ نجات" کو الگ سے کتابچہ کی شکل میں شایع کرکے لوجہ اللہ تقسیم کرنے کے لئے ایک رسالہ طلب کیا۔ حضرت قاری صاحب کے احباب میں سے پروفیسر ۔ ۔ ۔ ۔ صاحب، حضرت کے نام ایک مکتوب میں اپنے تاثرات یوں تحریر فرماتے ہیں:-

"حضرت والا کی دعاؤں کی برکت سے یہاں کے حالات الحمد للہ پرسکون ہیں۔ میرے کبھی سابقہ حالات میں الحمد للہ افاقہ ہے۔ دعاؤں اور تضرع و زاری کا سلسلہ تنہا و اجتماعی طور پر جاری ہے جس سے بحمد اللہ راحت و سکون میسر ہے، مقبولان الٰہی کی توجہ کے ثمرات عیاناً محسوس ہو رہے ہیں حضرت والا ہم کمزوروں کے حال پر اپنی توجہ باقی اور دعائیں جاری رکھیں۔

حضرت والا کے سابقہ خطوط اور "وصیۃ العرفان" کے مضمون سے بڑی قوت محسوس ہوئی۔ تازہ "وصیۃ العرفان" میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد گرامی "مسلمانو! پریشان کیوں ہوتے ہو؟ خدا موجود ہے تم مسلمان ہو، خدا پر تمھارا ایمان ہے، اس کے رسول اور اس کے وعدوں پر تمھارا ایمان ہے پھر پریشان کیوں ہوتے ہو؟ زیادہ سے زیادہ یہی تو کہ یہ اللہ کے دشمن تم کو خدا پر ایمان رکھنے کی وجہ سے تاراض ہیں تو

بس انھیں سے رو رو کر یہ عرض کرو

بجرم عشق توام می کشند و غوغائیست — تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیست

کہ اے اللہ یہ تیرے دشمن ہم مسلمانوں کو صرف اسلئے مٹا دینا چاہتے ہیں کہ ہم آپ کے نام لیوا ہیں، اور اس وجہ سے پریشان کر رہے ہیں کہ ہم تیرے رسول کے امتی ہیں، یا اللہ ہماری مدد فرما)

اس ارشاد گرامی کو پڑھکر ایسا محسوس ہوا کہ نسب کچھ حاصل ہو گیا پہلے جز میں تو ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ اللہ تعالے خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے فرما رہے ہیں کہ خدا موجود ہے تم مسلمان ہو، خدا پر تمہارا ایمان ہے اسکے رسول پر اسکے وعدوں پر تمھارا ایمان ہے تو تم کیوں پریشان ہوتے ہو؟ اور دوسرے جز میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ پکڑ کر اللہ تعالے کے سامنے پیش کر دیا اور یہ کہلوا رہے ہیں اے اللہ یہ تیرے دشمن ہم مسلمانوں کو صرف اس لئے مٹانا چاہتے ہیں کہ ہم آپ کے نام لیوا ہیں اور اس وجہ سے پریشان کر رہے ہیں کہ ہم آپ کے رسول کے امتی ہیں یا اللہ ہماری مدد فرما۔ ایمان وایقان کی یہ تازہ کمک جو حضرت والا کیطرف سے پہونچی تو افسردہ دل میں روح کی تازگی محسوس ہونے لگی۔ اسی موقع پر حضرت والا کے لئے یہ شعر دل میں پڑھتا ہوں ؎

ملا دے حق سے جو بندہ کو بندہ ہو تو ایسا ہو
دلوں کو زندگی بخشے مسیحا ہو تو ایسا ہو

اس سے قبل ۳۱ دسمبر ۹۰ء کے ایک خط میں پروفیسر صاحب یوں رقم فرما ہیں:
ماہ نومبر، دسمبر کے وصیۃ العرفان میں " راہ نجات " کے عنوان سے عزیزم . . . کا مضمون بہت پسند ہی نہیں بلکہ بہت کام آیا۔ میرے جیسے لوگوں کے لئے اس نے تریاق کا کام کیا پڑھتے ہی معاً قلب کو ایسا محسوس

ہوا کہ گو یہ مضمون عزیزم موصوف کی جانب منسوب ہے مگر اس میں حضرت والا کی توجہ کار فرما ہے۔ واقعی ایسے وقت میں ایسے ہی مضامین کی ضرورت ہے جس سے بندوں کے تعلقات اپنے مالک سے جڑیں۔ اللہ تعالیٰ عزیزم سلمہٗ کو خیرالجزا سے نوازیں۔ آمین۔"

اللہ رب العزت تمام اہل اسلام کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ ہی پر اعتماد و توکل کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ (آمین)

ماہ شعبان مدارس اسلامیہ کے مشاغل اور معروفیت کے اختتام کا ہوا کرتا ہے تقریباً دو ماہ بعد درس و تدریس، بحث و تکرار، تحقیق و تحمیص کی صفیں پھر آراستہ ہوتی ہیں۔ ادارہ کا معمول رہا ہے کہ اس تعلیمی اختتام سال پر ناظرین رسالہ اور حضرت مصلح الامۃ قدس سرہٗ کی خانقاہ و مدرسہ سے تعلق خاطر رکھنے والوں کو اسکے احوال و کوائف سے مطلع کرتا رہا ہے۔ جہاں تک رسالہ کا تعلق ہے "عیاں را چہ بیان" یہ ماہ بماہ کبھی تاخیر سے اور کبھی بروقت آپ تک پہونچتا رہا اس کی افادیت اور نفع رسانی پر احباب کرام کے خطوط برابر موصول ہوتے رہے جس سے کارکنانِ ادارہ کے حوصلے بلند، دلچسپی و دلجمعی افزوں ہوتی گئی۔ رسالہ کے متعلق دفتری امور کی تنظیم و ترتیب از سرنو انجام دی جارہی ہے انشاء اللہ آئندہ ناگوار تاخیر کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

الحمدللہ "دائرۃ الاشاعۃ" حضرت حکیم الامۃ و حضرت مصلح الامۃ رحمہا اللہ کی تصانیف و دیگر مفید و گراں قدر کتابوں کی اشاعت میں ایک مقام بنا چکا ہے امسال "دائرۃ الاشاعۃ" کی جانب سے تین کتابیں اشاعت پذیر ہیں (۱) محبت الٰہی اور نفس (۲) قیمتی راتیں مبارک دن (فضائل شب برات و رمضان و عید پر مشتمل رسالہ ہے) تیسرے مصلح الامۃ علیہ الرحمۃ کا خاص عطیہ "درد و درماں" کے نام سے کتابی شکل میں شایع ہو چکا ہے۔ اصحاب شوق اور ارباب ذوق اسکی جانب توجہ فرمائیں

ے۔ درد و درماں کا تیسرا ایڈیشن جدید اضافوں کے ساتھ شایع ہو چکا ہے

خانقاہ: حضرت اقدس قبلہ محترم جناب قاری صاحب مدظلہ العالی کا قیام بمبئی سے واپسی کے بعد الہ آباد ہی میں رہا۔ حالات کی ناسازگاری کی بنا پر اسفار سے احتیاط فرمایا تاہم واردین وصادرین کی آمد برابر ہوتی رہتی۔ امید ہے کہ رمضان المبارک میں قیام بمبئی میں رہیگا۔

مدرسہ: خدا کا شکر ہے امسال تعلیمی سرگرمیاں بغیر کسی رخنہ کے جاری رہیں دوران سال کے حالات نسبتاً کم مسموم رہے جس کی بنا پر تدریسی سلسلہ جاری رہا۔ اب بحمداللہ باہتمام پذیر ہے مکتب سے لیکر عربی پنجم تک کی جماعتیں مستقل تعلیم رہی ہیں۔ اس سال بھی ایک جماعت "مدرسہ وصیۃ العلوم" سے فارغ ہوکر علوم حدیث کی تحصیل کے لئے دارالعلوم دیوبند یا سہارن پور کے لئے عازم سفر ہوگی۔

تعمیرات: باوجودیکہ گذشتہ سال کی تعمیرات کی تکمیل کی اور کچھ جدید کمروں کی سخت ضرورت ہے مگر ماحول سازگار نہونے کیوجہ سے کام موقوف رہا اگر حالات سازگار رہے تو آئندہ سال مکمل کرانے کا ارادہ ہے آپ حضرات کی دعاء اور توجہ کی ضرورت ہے

ضروری اعلان: حضرت مصلح الامۃ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ چشمۂ فیض بزرگوں کی دعاء اور اصحاب خیر کی توجہ اور اعانت سے جاری وساری ہے اللہ کا شکر ہے کہ آج تک یہ ... توکل کے انھیں خطوط پر قائم ہے جن پر حضرت مرشد الامت علیہ الرحمہ نے ... تھا بلاشبہ یہ مدرسہ توکل علی اللہ کی ایک زندہ مثال ہے۔ ایک عظیم نعمت صرف خدا ہے واحد کی ذات پر اعتماد کرکے چل رہا ہے نہ تو حصول زر کیلئے چندہ ہے ... سفیر ہیں۔ اسفار صرف وہ لوگ اسکی خدمت کر رہے ہیں جو نام ونمود کی خواہش سے دور رہ کر اس خوشی سے اس کار خیر میں حصہ لے رہے ہیں کہ دوسرے ہاتھ تک کو خبر نہو اور جن لوگوں کو حضرت مصلح الامتؒ سے محبت وعقیدت ہے وہ بھی دامے، درمے اور سخنے اسکی مدد اور اعانت کے لئے کمربستہ رہتے ہیں خداوند کریم جملہ معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

۹ ھم ابتک ... اس امر کا بار ہا اعلان کیا جا چکا ہے کہ مصلح الامت حضرت

مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کے قائم کردہ مدرسہ وصیۃ العلوم (الہ آباد) کی جانب سے نہ کوئی سفیر مقرر ہے اور نہ ہی محصلِ چندہ، لہٰذا آپ سے گذارش ہے کہ اگر کوئی صاحب آپ کے پاس اس مدرسہ کے چندہ کے لئے رسید لیکر پہونچیں تو براہ کرم اسکو رقم دینے سے احتراز فرمائیں۔ آپ خود بھی ہوشیار رہیں اور اپنے احباب اور متعارفین کو بھی اس امر سے مطلع فرمادیں کہ حضرت والا علیہ الرحمۃ کے مدرسہ (الٰہ آباد) کا کوئی سفیر مقرر نہیں ہے اور مدرسہ کے لئے رقوم براہ راست حضرت قاری محمد مبین صاحب مدظلہٗ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں ۔ البتہ مختلف شہروں میں کچھ مخلصین اپنے احباب سے مدرسہ کے لئے رقمیں وصول کر کے الٰہ آباد روانہ کر دیتے ہیں جنھیں بذریعہ خط رقم کی وصولیابی سے مطلع کر دیا جاتا ہے۔

اگر رقم بذریعہ منی آرڈر روانہ کرنا ہے تو وہ حضرت قاری صاحب مدظلہٗ العالی کے نام بھیجی جائیں اور اگر بذریعہ بینک ڈرافٹ ارسال کرنا ہے تو حسب ذیل الفاظ اور نام کے ساتھ بنایا جائے "MADRASA WASIATUL ULOOM"

چند گذارشات: خریداران رسالہ سے۔ (۱) رسالہ مالی بحران سے دوچار ہے، زرمبادلہ کم سے کم اخراجات کے لئے بھی ناکافی ثابت ہو رہا ہے اس پر مزید یہ کہ بہت سے احباب نے زرمبادلہ ارسال نہیں فرمایا لہٰذا حضرت کی اس یادگار کو باقی رکھنے کے لئے تعاون سے [illegible] نہ فرمائیں اور جن صاحبان کے ذمہ [illegible] واجب الادا ہو جلد از جلد اپنے اس فرض سے سبکدوش ہونے کی زحمت فرمائیں

(۲) خط وکتابت اور منی آرڈر کوپن پر خریدار کا نام اور پتہ اور نمبر [illegible] ضرور تحریر کریں۔ تحریر [illegible] ہونے کی صورت میں [illegible] دشواری [illegible] ہوجاتی ہے [illegible] جو حضرات [illegible] نام و پتہ یا خریداری نمبر [illegible] ارسال کرتے [illegible] کوپن پر [illegible] بذریعہ خط مقدار رقم اور اسکی تفصیلات سے مطلع کریں (۳) بیرون ممالک سے پوسٹل آرڈر ارسال کرنے والے [illegible] الٰہ آباد ہیڈ پوسٹ آفس لکھا کریں (الٰہ آباد سٹی نہ لکھیں) [illegible] ہر ماہ کی [illegible] تاریخ شمسی کو حوالۂ ڈاک کیا جاتا ہے بیس تاریخ تک وصول نہ ہونے پر دفتر کو ضرور مطلع کریں تاکہ [illegible] شدہ ماہ کے رسالہ کو دوبارہ روانہ کیا جا سکے (ادارہ)

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ کے بعض فضائل

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ کے فضائل، اسکی برکات ، اسکی عظمتوں کا بیان جن احادیث اور تاریخی واقعات سے ثابت ہے وہ قارئین کے پیش نظر ہے ، امید ہے کہ یہ دعا مصائب اور حوادث کے اندھیروں میں قندیل ثابت ہوگی ، ٹوٹے ہوئے دل جڑیں گے ، بہتے ہوئے آنسو ٹھہریں گے ، ایک مومن خدائے عز وجل کے سامنے جب عجز و انکسار کا مجسمہ بنکر خود کو عاجز و بے بس جان کر ، بے بسی و بے کسی کی کیفیات میں اسے تڑپ تڑپ کر پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ جو ماؤں سے بھی زیادہ مہربان ہے آغوش رحمت اور در قبولیت کھول دیتا ہے ، اُدْعُونِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ تم مجھکو پکارو میں تمہاری دعاؤں کو ضرور قبول کرونگا ۔ یہ اعلان اسی کا ہے اور رب ہے کے اعلان میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہے

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمکو جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کا پتہ نہ بتادوں (حضرت) معاذؓ نے عرض کیا وہ کونسا دروازہ ہے ؟ آپؐ نے فرمایا لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ (ہر قسم کی طاقت و قوت اللہ کے ہاتھ میں ہے ، مسند احمد) اور طبرانی میں بھی یہ روایت الفاظ کے قدرے تفاوت کے ساتھ اس طرح ہے کہ کیا میں تمکو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ کا پتہ نہ بتادوں ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ ننانوے امراض کی دوا ہے ان میں سب سے کمتر مرض رنج و غم ہے

زید بن ثابتؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ کیا میں تمکو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ بتادوں ہم کثرت کے ساتھ لاحول

وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھتے رہا کرو۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا میں نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھا۔ یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اسکی تفسیر جانتے ہو میں نے کہا اللہ اور اسکے رسولؐ زیادہ جانتے ہیں آپنے ارشاد فرمایا کہ کسی گناہ سے بچنا ممکن نہیں ہے اگر حفاظت خداوندی شامل حال نہو اور اطاعت الٰہی پر قوت حاصل نہو اگر توفیق ایزدی ساتھ نہ دے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ بکثرت پڑھو کیونکہ وہ جنت کا خزانہ ہے۔

حضرت مکحولؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ - وَلَا مَنْجَیٰ مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْکَ پڑھے گا اللہ تعالےٰ اس سے ستر پریشانیاں اور مصیبتیں دور فرمادینگے کہ ان میں سے ادنیٰ درجہ کی مصیبت فقر ہے (مشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں ایسا کلمہ جو عرش کے نیچے خزانۂ جنت میں سے ہے نہ بتادوں یعنی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ (بندہ جب یہ کلمہ پڑھتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں اَسْلَمَ عَبْدِیْ وَاسْتَسْلَمَ میرا بندہ مطیع و فرماں بردار بندہ بن گیا اس نے راہ تسلیم و رضا اختیار کرلی (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ عوف بن مالک اشجعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میرے لڑکے سالم کو دشمن گرفتار کرلے گئے ہیں اسکی ماں سخت پریشان ہے مجھے کیا کرنا چاہئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو اور لڑکے کی والدہ کو حکم دیتا ہوں کہ تم کثرت کے ساتھ لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھا کرو۔ ان دونوں نے حکم کی تعمیل کی کثرت سے یہ کلمہ پڑھنے لگے اسکا اثر یہ ہوا کہ جن دشمنوں نے لڑکے کو قید کر رکھا تھا وہ کسی روز ذرا غافل ہوئے لڑکا کسی طرح انکی قید سے نکل گیا اور انکی کچھ بکریاں ہنکا کر ساتھ لیکر اپنے والد کے پاس پہونچ گیا (روح المعانی)

غور فرمائیے کہ یہ کلمہ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ) زبان زد خاص و عام ہے مگر جن مواقع پر جیسے تیسے اسکو جھٹک کر ادا کردیا جاتا ہے اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ قلب و روح کی گہرائیوں میں اس عظیم الشان ذکر کی افادیت، برکت و عظمت پیوست نہیں ہے یا احادیث کے صفحات میں اسکا نورانی تذکرہ و تبصرہ ہے قلب و دماغ اس سے ناآشنا ہی ہیں۔ صد حیف مخبر صادق ناطق وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کلمہ کو خزانہ جنت باب جنت، امراض کا مداوا، دافع فقر و افلاس، مصائب کا نسخہ نجات اور کسی روایت میں غرس الجنۃ تبلایا ہو اس سے ایسی بے حسی اور بے توجہی باعث صد حسرت ہے۔ آیئے ان احادیث کے مطالعہ کے بعد اکابر و اسلاف کے فرمودات کی تفصیلی روشنیوں میں اس خزانۂ جنت کا مشاہدہ کریں۔

امام نووی شارح مسلم کا ارشاد اس کلمہ کی فضیلت کا سبب یہ ہے کہ اسکے اندر تفویض و رضا کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اللہ کی ذات پر یقین کامل کا اعتراف ہوتا ہے اور یہ کہ اللہ جل شانہ کے علاوہ کوئی صانع نہیں اور اسکے حکم و فیصلہ کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے بندہ کو اپنے کام کا ذرا بھی اختیار نہیں ہوتا اور "کنز" کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ جنت میں ذخیرہ ثواب ہے یعنی ایسا نفیس ثواب ہے جیساکہ تمہارے پاس نفیس مال کا خزانہ ہو۔ اہل لغت کہتے ہیں کہ حول کے معنی حرکت و حیلہ کے ہیں مطلب یہ ہوا کہ کوئی حرکت کسی قسم کی طاقت و قوت بغیر مشیت الٰہی کے غیر موثر ہے۔ (صحیح مسلم جلد-۲-)

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد گرامی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دینی و دنیاوی ہر قسم کے مصائب اور مضرتوں سے بچنے اور منافع و مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اس کلمہ کی کثرت بہت مجرب عمل ہے اور اس کثرت کی مقدار حضرت مجددؒ نے یہ تبلائی ہے کہ روزانہ پانچسو مرتبہ یہ کلمہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھا کرے اور سو سو مرتبہ درود شریف اسکے اول و آخر میں پڑھکر اپنے مقصد کے لئے دعائیں کرے۔

(تفسیر مظہری بحوالہ معارف القرآن ج ۸ ص ۴۴۴)

ضرت حکیم الامتؒ کا فرمان حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے (ایک مرتبہ کانپور میں بعض پریشان کن حالات سے

سو قعہ پر جب حکومت کے ایک ظالمانہ قانون سے مشتعل ہو کر لوگ جلسہ جلوس
رمختلف تدابیر کر رہے تھے اور حضرت حکیم الامت کو بھی اس میں شریک کرنا
ہتے تھے) ارشاد فرمایا میری رائے یہ ہے کہ آپ لوگ اس قصہ میں نہ پڑیں
ہ اس مصیبت کی دوسری تدبیر کریں (چنانچہ ان لوگوں سے حضرتؒ نے ارشاد فرمایا)
ہ و استغفار کرو اور ہر روز کم از کم پانچسو مرتبہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ
لْعَظِيْمِ کا وظیفہ مقرر کرلو۔ انشاء اللہ ایک ہفتہ میں سب مصیبت دور ہوجائیگی۔ ان
گوں نے اس رائے کو پسند کیا اور عمل شروع کیا واقعی ایک ہفتہ گذرنے نہ پایا تھا کہ
ہ حکم منسوخ ہوگیا اور امن و چین ہوگیا (ماخوذ از مفاسد گناہ)

رمحترم حضرت مصلح الامتؒ کا ارشاد گرامی جد امجد مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ

ماحب قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں، اس زمانہ میں آفات ارضی و سماوی اور نئے نئے
اقعات و حوادث صبح و شام جو دیکھنے اور سننے میں آرہے ہیں ان سے اندازہ
وتا ہے کہ کسی کا کچھ ٹھیک نہیں کہ کون کس وقت کس آزمائش میں گرفتار ہوجائے
لن مصائب و آلام کا شکار ہوجائے لہٰذا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر
کل کیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص خاص اوقات میں شر اور
ضرر سے تحفظ کے لئے جو ادعیہ تعلیم فرمائی ہیں مسلمان انھیں کے ذریعہ تحفظ حاصل
ریں، ہر قسم کے شر سے بچنے کے لئے انھیں کو اپنا سپر بنائیں - - - - - -
- - - - - - آخر میں ایک اور دعا رہتا ہوں۔ قاضی ثناء اللہ صاحبؒ
انی پتی جو خلیفہ تھے مرزا مظہر جان جاناںؒ کے تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ حضرت
مجدد الف ثانی قدس سرہٗ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی کثرت کو ہر دینی و دنیوی نفع
کے حصول اور ضرر و نقصان کے دور ہونے کے لئے مفید و مجرب فرماتے تھے

ور کثرت سے مراد یہ ہے کہ روزانہ کم از کم پانچسو بار اسکو پڑھ لیا جائے اس طرح سے
کہ اول وآخر ایک ایک سو بار درود شریف بھی پڑھے (تالیفات جلد ۳)

حضرت حکیم الاسلامؒ کے حکیمانہ کلمات | حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی کلمہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔ اس ذکر کا حاصل یہ ہے کہ عالم کی ہر چیز سے قوت و طاقت کی نفی کر کے یعنی ہر چیز کو عاجز و بے بس جان کر صرف اللہ کو طاقت و قوت والا سمجھا جائے کہ تمام قوتوں کا سرچشمہ وہی ہے کوئی مخلوق بھی اپنی ذاتی قوت سے کسی چیز پر حاوی و غالب نہیں ہے اس ذکر کے ورد سے آدمی پر اپنی بے چارگی اور بے بسی منکشف ہوجاتی ہے اسکا غرور ختم ہوجاتا ہے اور وہ صرف اللہ کی طاقت پر بھروسہ کرکے کام کرنے کا عادی ہوجاتا ہے جس سے غیبی مدد شامل حال ہوجاتی ہے (کلمات طیبات)

گذری ہوئی احادیث اور اکابرین امت کے کچھ اقوال جو ابھی نظروں سے گذرے ہیں ان کے مطالعہ کے بعد یقیناً اس بابرکت ذکر کی اہمیت و افادیت کھلکر سامنے آگئی ہوگی تاہم ایک دو تاریخی واقعات کا ذکر بھی سنتے چلئے جس میں اسی ذکر مقدس کے برکات غیبیہ کا تذکرہ ہے۔

ابوالخیر اسحٰق عراقی فرماتے ہیں کہ جب جہاد فارس میں شہر کرخ کے قریب فارسی سپاہ کا جنرل ازدھر اسی ہاتھیوں کی فوج لیکر مسلمانوں کے مقابلہ میں آیا ان خونخوار ہاتھیوں کے پرے کو دیکھکر قریب تھا کہ مسلمانوں کے گھوڑے اور لشکر کی تمام صفیں منتشر ہوجائیں مسلمانوں کے امیر لشکر محمد بن قاسم پریشان ہوئے، مختلف تدبیریں کیں کوئی کارگر نہوئی بالآخر چند بار آواز سے پڑھا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم حق تعالیٰ نے اس کلمہ کو مسلمانوں کے لئے ایک قلعہ بنادیا کہ ہاتھی جو اسلامی فوج پر چڑھے چلے آرہے تھے یکایک رک گئے حق تعالیٰ نے ان پر سخت گرمی اور پیاس کو مسلط کردیا جس کی وجہ سے پریشان ہوکر وہ پانی کی طرف دوڑنے لگے فیل بانوں نے ہر طرح روکنا چاہا مگر وہ ان کے قابو سے باہر تھے۔

(الفرج بعد الشدۃ)

حبیب ابن مسلم رضؓ سے منقول کہ وہ جب کسی دشمن کے مقابلے پر جاتے تھے تو کلمہ لاحول و لا قوۃ الا باللہ پڑھنے کو بہت پسند کرتے تھے ایک مرتبہ انھوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کرنا چاہا اور یہ کلمہ شریف پڑھا تو رومی قلعہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ پھر مسلمانوں نے اس کا ورد کیا تو قلعہ کی دیواریں شق ہوگئیں اور مسلمانوں کی فوج اندر داخل ہوگئی۔ (الفرج بعد الشدۃ)

اس وقت جبکہ عالم اسلامی شرور وفتن کے لپیٹ میں آچکا ہے۔ عرب جل رہا ہے۔ ہندوستان میں فسادات کی چنگاریاں ابتک سلگ رہی ہیں۔ دوسرے ممالک اسلامیہ میں بھی بے اطمینانی وبے چینی کی فضا ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ ان کلمات کے وِرد کا اہتمام کریں اور لوگوں کو توجہ بھی دلائیں، خود بھی پڑھیں اور ترغیب دلائیں کیونکہ مشکل حالات، حادثات ومصائب کی سنگین گھڑیوں میں یہی دعائیں ہماری بے سروسامانیوں کا سہارا، ہم بے نواؤں کا مداوا، دل مضطر کا اطمینان، روح بے چین کے لئے سامان ڈھارس ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب (سنو! اللہ جلَّ وعلا کے ذکر سے ہی قلوب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے)

ایک بار پھر اس کلمہ خیر کو زبان پر لائیں اور اسکے معنی کا استحضار کریں اور بار بار کریں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم (حالات کو بدلنے کی اور ہرقسم کی قوت صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جو بہت ہی بلند شان اور عظمتوں کا مالک ہے)

جہ صاحب کی توجہ اس نعمت سے اوپر کیطرف ہے یعنی منعم کیجانب متوجہ ہیں اسی لئے نیچے کی چیز یعنی نعمت کی جانب توجہ نہیں رہی خواجہ صاحب منعم میں فنا ہیں پھر نعمت کیجانب کیا توجہ ہو

فرمایا کہ ـــــــ ایک صاحب مجھ سے ایک بزرگ کا واقعہ بیان کرتے تھے کہ وہ کسی صاحب کے یہاں مع اپنے دس بارہ رفقاء کے پہونچے چونکہ کچھ نا وقت تھا اسلئے صاحب خانہ پریشان ہوئے اور انکا دل تنگ ہوا ان بزرگ نے اسکو محسوس کیا اٹھکر ٹہلنے لگے اور یہ شعر پڑھا

خانقاہے بلند و ہمت پست ‏ ‏ ‏ ‏ اے خدا ہر دو را برابر کن

(مکان تو بلند ہے اور (صاحب خانہ کی) ہمت پست ہے، اے خدا! ہر دو کو یکساں اور برابر کردے)

وہ صاحب کہتے تھے کہ اسی دن سے وہ گھٹنا شروع ہوئے یہاں تک کہ نان شبینہ کے محتاج ہوگئے اور پھران کے اولاد میں بھی فقر باقی رہا

فرمایا کہ حضرتؒ جن باتوں کو سکھاتے تھے انکی طرف بہت کم لوگوں نے توجہ کی ایک دفعہ کہیں سے دس روپیہ کا منی آرڈر آیا حضرتؒ نے واپس فرما دیئے اور مجھے بلاکر فرمایا کہ دیکھو اسکو میں اصول کے خلاف ہونے کی وجہ سے واپس کر رہا ہوں اگر میری قسمت میں ہوگا تو اتنا ہی دوسرا آجائے گا یا اس سے زیادہ آجائیگا۔ چنانچہ اگلے دن دس روپیہ کا منی آرڈر پھر آگیا تو مجھکو بلاکر فرمایا دیکھو یہ آگیا' میں کہتا تھا نا۔

اسی طرح ایک دفعہ ایک صاحب نے کچھ ہدیہ پیش کیا ان صاحب کا معاملہ ٹھیک تھا حضرت نے واپس فرمادیا (اور معاملہ یہی تھا کہ انھوں نے عرصہ سے اصلاحی خطوط نہیں لکھے تھے) انھوں نے ہم لوگوں میں تقسیم کردیا۔ میں نے سوچا کہ حضرتؒ ہی کے لئے یہ آیا تھا اور حضرت نہ کھائیں اور ہم کھالیں یہ تو کچھ زیب نہیں دیتا آخر کار میں نے اپنے حصے

میں سے کچھ حضرتؒ کی خدمت پیش کیا، حضرت نے فرمایا یہ طالب علمانہ چال ہوئی میں نے کہا نہیں حضرت انھوں نے میرے ملک کر دیا ہے یہ اب میری چیز ہے۔ آپ میری ہی چیز تو لے لیا کرتے ہیں لہٰذا اب میں اس کو اپنی جانب سے پیش کرتا ہوں ان صاحب سے کوئی تعلق نہیں، آپ ان سے ناراض ہیں ناراض رہیئے مگر اس کو میری جانب سے قبول فرما لیجئے۔ بالآخر حضرتؒ نے قبول فرما لیا۔

فرمایا کہ ——— حضرت کے یہاں ایک صاحب پہلی بار آئے اور دس روپیہ ہدیہ پیش کرنا چاہا حضرتؒ نے یہ فرما کر عذر کر دیا کہ میں پہلی ملاقات میں ہدیہ نہیں قبول کرتا میرا معمول نہیں۔ ایک اور مولوی صاحب تھے انھوں نے سفارش کی کہ حضرت یہ بہت اچھے آدمی ہیں حضرت کا نام سنکر رونے لگتے ہیں اور بیہوش ہو جاتے ہیں۔ حضرت کو رحم آگیا کہ ایسا سچا ماننے والا اور میں نے اسکا ہدیہ واپس کر دیا یہ خیال کرکے قبول فرمالیا اسکے بعد ہی انھوں نے حضرتؒ سے کچھ پوچھا اور جب حضرت نے اسکا جواب دیا تو کہنے لگے کہ رسالہ القاسم میں تو اسکے خلاف لکھا ہے۔ پھر کچھ پوچھا اور حضرت کے فرمانے پر کہہ دیا کہ فلاں مولوی صاحب تو یوں کہتے تھے۔ حضرت نے یہ دیکھکر جھٹ دراز سے ان کے روپئے نکالکر انکی جانب پھینک دیئے اور فرمایا یہی آپ کو بلوا رہا ہے اس کو رکھ لیجئے اور اب پوچھئے جو کچھ پوچھنا ہو۔ بس اسکے بعد تو انکو سانپ سونگھ گیا۔

فرمایا کہ ——— ایک صاحب نے مجھ ہی کو لکھا کہ اب حضرت (تھانویؒ) کے بعد حضرتؒ کی جگہ پر کون ہے؟ میں نے لکھدیا کہ جگہ خالی ہے تم ہی چلے جاؤ۔ ایسے ایسے تو ماننے والے ہیں انکو بات تک کرنے کا سلیقہ نہیں، میرا مرید مجھکو حضرت کی جگہ پر نہیں سمجھتا اور مجھ ہی سے پوچھتا ہے کہ حضرت کی جگہ پر کون ہے؟

فرمایا کہ ——— ایک دفعہ بنگال جانا ہوا تھا وہاں ایک بستی میں گیا اسٹیشن پر ایک صاحب ملے انھیں کے خسر کے یہاں ہم مہمان ہونے والے تھے، انھوں نے کہا کہ میرے خسر نے پہلے سے نہیں بتایا ورنہ ہم اطراف میں اعلان کرا دیتے اور آپ کے لئے دو سو روپیہ جمع کر لیتے میں نے جب یہ سنا تو مجھکو بہت برا معلوم ہوا۔ میں نے پہلے تو ایک مولوی صاحب سے کہا کہ تم بنگالی میں انکو سمجھا دو مگر بعد میں خود ہی اردو میں کہنے لگا کہ پہلے پیر دنیا دیتے تھے بادشاہوں اور وزیروں کو، اور بادشاہوں کو دیا ہے اگر پیروں میں غیرت ہوتی تو ایسے مریدوں کا منہ نہ دیکھتے تم کو شرم نہیں معلوم ہوتی کہ تم سے اگر کوئی پوچھے کہ تم کو روزی کون دیتا ہے تو کہو گے کہ اللہ تعالےٰ دیتے ہیں اور پیروں کے لئے یہ چاہتے ہو کہ کہو کہ ہم دیتے ہیں۔ یہ سنکر آپس میں کہتے تھے کہ سچا ہے نا اسی لئے اسکو روپیہ دینا ناگوار ہوا۔

فرمایا کہ ——— اخلاص کا بہت اونچا مرتبہ ہے یونہی ہر ایک کو نہیں مل جایا کرتا بلکہ اس کے لئے بہت محنت اٹھانی پڑتی ہے حضرتؒ (تھانویؒ) سے امراء نے بھی فائدہ اٹھایا مگر یہ کیا ضروری کہ جیسا اخلاص حضرتؒ میں تھا ویسا ہی سب امراء میں رہا ہو۔

فرمایا کہ ——— سعدیؒ نے کہا ہے ؎

اگر دنیا نہ باشد دردمندیم ۔ و اگر باشد بمہرش پائے بندیم

آج سارا فساد مال کی وجہ سے ہے کسی کے پاس تو موجود ہونے کی وجہ سے اور کسی کے پاس نہ ہونے کی وجہ سے۔ بہرحال بطور کلیہ کے کہتا ہوں کہ تمام فتنہ مال کا ہے۔

امام غزالیؒ فاتحۃ العلوم میں یہ حدیث لائے ہیں رُوِیَ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مَوْقُوْفًا وَمَرْفُوْعًا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ لَا تَجْلِسُوْا عِنْدَ کُلِّ عَالِمٍ اِلَّا اِلٰی عَالِمٍ یَدْعُوْکُمْ مِنْ خَمْسٍ اِلٰی خَمْسٍ مِنَ الشَّکِّ اِلَی الْیَقِیْنِ وَمِنَ الرِّیَاءِ اِلَی الْاِخْلَاصِ وَمِنَ الرَّغْبَۃِ اِلَی الزُّھْدِ وَمِنَ الْکِبْرِ اِلَی التَّوَاضُعِ وَمِنَ الْعَدَاوَۃِ اِلَی النَّصِیْحَۃِ

(حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً و مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر عالم کے پاس نہ بیٹھو ہاں اس عالم کی صحبت میں رہو جو تمکو پانچ چیزوں سے پانچ چیزوں کیطرف دعوت دے (یعنی) شکؔ سے یقین کیطرف اور ریارؔ سے اخلاص کی طرف اور رغبتؔ (الی الدنیا) سے زہد کیطرف اور کبرؔ سے تواضع کیطرف اور عداوتؔ سے نصیحت زخیر خواہی کیطرف)۔

بہترین لوگ

نیز جامع صغیر میں یہ روایت مذکور ہے:-

خِیَارُکُمْ مَنْ ذَکَّرَکُمْ بِاللّٰہِ رُؤْیَتُہٗ وَزَادَ فِیْ عِلْمِکُمْ مَنْطِقُہٗ وَرَغَّبَکُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَمَلُہٗ (الحکیم عن ابن عمر)

(حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کے بہتر وہ لوگ ہیں جنکی روئیت تم کو اللہ تعالےٰ کی یاد دلائے اور انکا کلام تمھارے علم میں زیادتی کرے اور انکا عمل آخرت کیطرف تمکو راغب کرے)۔

اس حدیث کی شرح علامہ عبدالرؤف مناوی نے تیسیر میں جو فیض القدیر کی مختصر ہے بہت نفیس فرمائی ہے اسکو بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے:-

خیارکم من ذکرکم باللّٰہ رویتہ لما	(تم میں بہتر وہ لوگ ہیں کہ انکا دیکھنا تمکو اللہ تعالےٰ کی
علاہ من نور الجلال وھیبۃ الکبریاء	یاد دلائے، اسلئے کہ جلال الٰہی کا نور اور کبریائے خداوندی
وانس الوقار فاذا نظر الناظر الیہ	کی ہیبت اور اسکے وقار کا انس اس پر غالب
ذکر اللّٰہ لما یری من آثار الملکوت	ہوتا ہے پس جب کوئی دیکھنے والا اسکی طرف

ؔ دیکھنا

عليه (وزاد في علمكم منطقه) لانه عن الله ينطق
فالناطق صنفان صنف ينطق عن الصحف
تحفظا وعن افواه الرجال تلقفا وصنف
ينطق عن الله تلقيا والاول يلج الاذان
عرياناً بلاكسوة لانه [illegible]
من وراء بن دنس مظلم يحجب الريا
والظلم والعز والشح على الحطام
والثاني يلج الاذان مع الكسوة
التي تخرق كل حجاب وهو نور الله
خرج من قلب مشحون بالنور
فيخرق قلوب المخلطين من رين
الذنوب وظلمة الشهوات
وحب الدنيا فيقبل على العمل
الصالح ويبالغ فيه

(تيسير ص۵۲۴ ج۱)

نظر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اسلئے کہ وہ ملکوت کے
آثار اس پر دیکھتا ہے (اور اسکا بولنا تمھارے علم کو زیادہ
کرے) کیونکہ منجانب اللہ بولتا ہے۔ تو گویا بولنے والوں کی
دو قسم ہوئی ایک تو وہ لوگ جو کتابوں سے یاد کرکے یا لوگوں
کی زبانی سنکر بولتے ہیں دوسرے وہ لوگ جو کہ اللہ کیجانب سے
حاصل کرکے بولتے ہیں اور کلام اول کانوں میں بغیر لباس کے داخل
ہوتا ہے کیونکہ وہ نورانی قلب سے نہیں نکلا بلکہ ایسے قلب سے نکلا ہے جو کہ حب جاہ
وعزت اور حطام[1] دنیا کی حرص کیوجہ سے تاریک اور گندا ہے اور دوسرا
کانوں میں ایسے لباس میں داخل ہوتا ہے جو ہر حجاب کو پھاڑ دیتا ہے
اور وہ اللہ تعالیٰ کا نور ہے جو ایسے قلب سے نکلا ہے کہ وہ نور سے
معمور ہے پس وہ ان لوگوں کے قلب کو پھاڑ دیتا ہے جو گناہوں
کے زنگ اور شہوات و حبِ دنیا کی ظلمت سے آلودہ ہیں تب
وہ عمل صالح کیطرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اسمیں پوری کوشش
کرتا ہے۔

(اضافہ) یہ کلمہ نبویہ ہے جسکی موافقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام
فرمائی ہے (ابن عیینہ نے کہا کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام
سے دریافت کیا گیا کہ اے روح اللہ ہم کن لوگوں کے ساتھ
مجالست[2] کریں تو جواب دیا کہ ان لوگوں کی مجالست کرو جنکی گفتگو
تمھارے علم میں اضافہ کرے اور انکی رویت اللہ تعالیٰ کی یاد
دلائے انکا عمل آخرت کی ترغیب دے، اسکو عسکری
تخریج کیا ہے (از فیض القدیر)

اس حدیث سے اور اسکی شرح سے سمجھ میں آگیا ہوگا کہ کام کرنے کے لئے کیسے لوگوں

[1] دنیاوی ساز و سامان [2] نشست و برخاست

کی ضرورت ہے اور کن لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے سنئے ایک بات سمجھ میں آگئی ہے اسکو بیان کرتا ہوں :۔

میں تفریح کے لیے رکشہ سے جایا کرتا ہوں، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ رکشا چلتا نہیں تھا پوچھا کیوں نہیں چل رہا ہے تو چلانے والے نے کہا کہ اسکے پہیوں میں ہوا نہیں ہے تب سمجھ میں آیا کہ چلنے کے لیے رکشے اور رکشے والے کا ہونا کافی نہیں ہے بلکہ ہوا کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ اگر ہوا نہ رہے تو رکشا چل ہی نہیں سکتا۔ بہرحال رکشہ والا اپنے رکشہ کو ایک مخصوص جگہ لے گیا وہاں ایک آدمی ایک سامان لیکر آیا اور اس نے خوب زور زور سے پہیوں میں ہوا بھری جب بھر گئی تو رکشے والا رکشا چلانے لگا۔ پس اس سے جیسے یہ معلوم ہوا کہ بغیر ہوا کے رکشا نہیں چل سکتا ایسے ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر شخص اس ہوا کو بھر نہیں سکتا چنانچہ رکشے والا خود ہوا نہیں بھر سکا بلکہ دوسری جگہ لیجا کر بھروایا

اسی طرح ایمان اور اتباع کو سمجھو کہ اسکے لئے اہل اللہ کی جگہ ہے وہاں یہ ہوا بھری جاتی ہے مگر سنو! رکشہ ہمیشہ غیر سے ہوا بھروانے کا محتاج رہتا ہے اور ایمان و اتباع اگر کہیں سے مل جاتا ہے تو وہ ساتھ ساتھ سالک کے رہتا ہے۔ بزرگوں کی صحبت کی ضرورت اور یہ کہ ان سے کیا ملتا ہے اسکی اچھی مثال ہے۔ خوب سمجھ لیجئے ؎

شیخ نورانی ز رہ آگہ کند با سخن ہم نور را ہمرہ کند

(شیخ نورانی راستہ بتاتا ہے اور کلام کے ساتھ نور بھی عطا کرتا ہے (یعنی اسکا کلام قلب میں نور پیدا کر دیتا ہے)

نور ایمان کی ضرورت

محض باتوں سے کام نہیں چلے گا دل میں نور پیدا کرو اور ایمان پیدا کرو اس سے کام چلے گا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو محض علوم ہی نہیں سکھلائے بلکہ ہر ہر صحابی کے قلب کو نور ایمان و عرفان سے منور فرما دیا تھا اسی طرح سے صحابہ نے کام کیا ہے اب بھی کام قاعدہ سے کرو دیکھو ہوتا ہے یا نہیں۔

اب سنئے کل میں نے یہ آیت پڑھی تھی یَا اَیُّہَا النَّاسُ قَدْ جَاءَکُمْ بُرْہَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا (اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف

کیطرف سے ایک دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہارے پاس ایک صاف نور بھیجا ہے) اس آیت میں برہان سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور نور سے مراد قرآن ہے۔ چونکہ رسول کے لئے دونوں ہی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ برہان[1] سے تو فلسفی ومعقولیوں کے عقلی دلائل کو رد کرتا ہے اور انکو ساکت وصامت[2] کرتا ہے اور نور سے کفر ونفاق اور ظلمات کو دور کرتا ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کو بھی آپ کے ساتھ نازل فرمایا اور دوسرے مقام پر خود حضور ہی کو نور فرمایا گیا ہے قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَّكِتَابٌ مُّبِينٌ (تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور اور ایک واضح کتاب آئی ہے) صاحب روح المعانی فرماتے ہیں (نورٌ) نُورٌ عَظِيمٌ وَهُوَ نُورُ الْاَنْوَارِ وَالنَّبِيُّ الْمُخْتَارُ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو نور الانوار ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر بھی فرمایا گیا ہے قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُولًا روح المعانی میں ہے کہ ذکر سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ذکر سے تعبیر اسلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ قرآن پاک کی تلاوت پر (جو ذکر ہے) مواظبت[3] فرماتے تھے یا اسکی تبلیغ کرنے یا اسکے ذریعہ سے تذکیر کرنے کی وجہ سے آپ "ذکر" سے تعبیر کیے گئے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے برہان اور ذکر فرمایا گیا ہے ویسے ہی نور بھی فرمایا گیا ہے۔ آپ اپنی نورانیت کی وجہ سے لوگوں کو ظلمت کفر ونفاق سے نکالکر نور اور ایمان میں لاتے تھے۔ تو محض برہان ہی کافی نہیں ہے بلکہ نور کی بھی ضرورت پڑتی ہے

محقق اور مدعی حضرت مولانا روم فرماتے ہیں' فرق درمیان محقق و مدعی ؎

کارِ مرداں روشنی و گرمی است
کارِ دوناں حیلہ و بے شرمی است

گرمی سے مراد محبت ہے اور روشنی سے مراد معرفت ہے یہ تو محقق کی صفتیں ہیں اور

---

[1] دلیل [2] خاموش [3] پابندی

دعی اور مبطل[۱] کی صفتیں اسکے بالکل برعکس ہیں یعنی بجائے روشنی اور گرمی کے جہل اور بے شرمی ہے۔

مولانا روم کی تحقیق حضرت مولانا روم فرماتے ہیں کہ رَحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتَامُهٗ مِسْكٌ (خالص شراب سربمہر جس پر مشک کی مہر ہوگی) تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحیقِ مختوم ہیں اور ختام آپ کی خاموشی ہے جو نبوت سے پہلے تھی اور جب آپ کو نبوت ملی تو مہر خاموشی ٹوٹی اور انوار و برکات کی خوشبو پھیلی جس کو صحابہ پی کر اور سونگھ کر مست ہو گئے۔ اور کوئی محروم نہ رہا ؎

مستی کے لیے بوئے مئے تند ہے کافی
میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے

وجد و سرور لیکن مستی آسان نہیں ہے بہت سے لوگ بدن سے جھومتے ہیں اور مستی کی باتیں کرتے ہیں مگر خود مست نہیں ہوتے مستی بدن کی صفت نہیں ہے روح کی صفت ہے جب روح میں مستی آجاتی ہے تو اسکا اثر بدن پر بھی آجاتا ہے لیکن اگر محض بدن پرستی ہوا ور قلب و روح میں نہ ہو تو یہ مستی نہیں ریا ہے۔

نور اور معرفت حاصل کرنے کی جگہ بہرحال میں یہ کہہ رہا تھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر خاموشی ٹوٹی اور آپ حکمت و موعظت کے ساتھ کلام فرمانے لگے تو لوگوں کو معرفت، محبت حاصل ہونے لگی۔ اسی طرح اہل اللہ جنکا سب نور ایمان و عرفان سے منور ہوتا ہے جب کلام فرماتے ہیں تو سامعین کو انکے کلام سے نور ملتا ہے

شیخ نورانی ز رہ آگہ کند   با سخن ہم نور را ہمرہ کند

اور ایمان و عرفان کی حلاوت میسر ہوتی ہے۔ عشق و محبت نصیب ہوتی ہے بخلاف غیر اہل اللہ کے کہ انکی باتوں سے یہ باتیں حاصل نہیں ہوتیں۔ ہو سکتا ہے کہ دوسرے کی زبان پر بھی علم جاری ہو جائے مگر اصلی چیز سے کورا ہی رہے گا۔ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے محقق اور اہل اللہ کی باتوں کے ثمرات نیک ہوتے ہیں اور مدعی کی گفتگو کا اثر اچھا نہیں ہوتا اسی وجہ سے کہا کہ نور اور ایمان حاصل کرنے کی ہر جگہ نہیں ہے، اسکے لئے مخصوص جگہیں

---

[۱] بے حقیقت بات کہنے والا [۲] نتائج

جب جگہ جگہ پر چیز نہیں ملتی تو یہی کیوں اتنی ارزاں ہو جائے کہ ہر جگہ ملنے لگے۔ خیر یہ بحث
بہت طویل ہے۔ اب آیت کے متعلق سنیئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَعَدَّ اللّٰہُ لَہُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فَاتَّقُوا اللّٰہَ یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ
(اللہ تعالیٰ نے انکے لئے آخرت میں ایک سخت عذاب تیار کر رکھا ہے تو اے اولی الالباب
جو ایمان لائے ہو خدا سے ڈرو) یعنی ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے عذاب تیار کر رکھا ہے
تو تمہارے لئے اسکو داعی ہونا چاہیئے کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے کو عقاب سے بچاؤ

مقاصد بعثت

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کو نازل
فرمایا جو تم کو اللہ کے صاف صاف احکام پڑھکر سناتے ہیں تاکہ ایسے
لوگوں کو جو ایمان لاویں اور اچھے عمل کریں تاریکیوں سے نور کی طرف لے آویں ـــــ یہاں
آیات کی صفت مبینات لائے ہیں کہیں بینات لاتے ہیں اور آیات کی تلاوت کی غرض
یہ ہے کہ ظلمات سے نکالکر نور کیطرف لے آویں۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں
ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْہُمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ
وَالْحِکْمَۃَ (اللہ وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو
اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھکر سناتے ہیں اور انکو پاک کرتے ہیں اور انکو کتاب و دانشمندی سکھاتے ہیں)

اللہ تعالیٰ یہ بطور امتنان کے فرما رہے ہیں کہ اسی امی جماعت عرب سے ایک
رسول کو امیین میں سے مبعوث کیا اور یہ توحید کی آیات سے ہے۔ دوسری ذات قادر
نہیں کہ ایک امی کو ایسا رسول و معلم بنا دے کہ لوگوں پر آیات بینات کی تلاوت کرے اور
لوگوں کے نفوس کا تزکیہ کرے اور کتاب و حکمت کی تعلیم کرے

فرائض تبلیغ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کے جو فرائض ہیں سب کو بیان فرمادیا
ہے یعنی تلاوت آیات، تزکیۂ نفوس، تعلیم کتاب و سنت۔ جو
تعلیم و تبلیغ کے لئے اٹھے گا ان سب فرائض کو انجام دینا لازم ہے۔ سچ ہے جب اللہ تعالیٰ
نے کو بیان فرما دیں گے تو کسی امر کو چھوڑ دیں گے؟ حضور کو تبلیغ احکام ہی کے لئے مبعوث

[illegible] احسان جتانا [illegible]

فرمایا ہے تو کیا اسی کے فرائض و واجبات کو بیان نہ فرمائیں گے؟ یہ اس لئے لکھا ہوں کہ بہت سے لوگ تبلیغ کا نام لیتے ہیں انکو اسکا علم ہو جائے۔

قرآن پاک میں توحید، رسالت، جنت، دوزخ سب کا خوب ہی بیان ہے کوئی مخلوق کیا بیان کر سکتی ہے۔ کسی نے خوب ہی کہا ہے ؎

بہار عالم حسنش دل وجاں تازہ میدارد
برنگ اصحاب صورت را بو ارباب معنی را

(اسکے حسن کی بہار ظاہر پرستوں کے دل وجان کو رنگ سے اور باطن بینوں کے دل وجان کو اپنی خوشبو سے تازہ رکھتی ہے)

یہ شعر اپنی بلاغت اور فصاحت میں انتہا کو پہونچا ہوا ہے اللہ تعالیٰ جو آخرت یعنی جنت و دوزخ، اپنی رضا و سخط کے منظر کا نقشہ کھینچتے ہیں تو ارباب معنی کو انکی بو آتی ہے اور اس سے مست و سرشار ہو جاتے ہیں اور جو اصحاب ظواہر ہیں وہ بھی محروم نہیں رہتے بلکہ قرآن کے الفاظ کی تلاوت اور قاری کی قرأت کو سنکر خوب محظوظ اور لطف اندوز ہوتے ہیں۔ بیشک قرآن پاک کا نظم ہی ایسا ہے کہ بغیر معنی کو سمجھے ہی اسکی طرف دل کو کشش و جذب ہوتا ہے اور جو لوگ معنی سمجھتے ہیں اور دل میں ایمان رکھتے ہیں انکا تو پوچھنا ہی کیا۔

شغف بالقرآن چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے ہیں اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهُ فِيْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهُ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ وَنُوْرَ بَصَرِيْ وَجَلَاءَ حُزْنِيْ وَذَهَابَ هَمِّيْ (یعنی اے اللہ سوال کرتا ہوں میں تجھ سے بحق ہر اس نام کے جو تیرا ہے کہ تو نے جسکے ساتھ اپنی ذات کو موسوم کیا ہے یا اسکو اپنی کتاب میں اتارا ہے یا اسے اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے یا علم غیب ہی میں اسکو رہنے دیا ہے یہ کہ کردے قرآن عظیم کو بہار میرے دل کی اور نور میری آنکھوں کا اور دور کرنے والا میرے غم کا اور دفعیہ میرے فکر کا۔ دیکھئے یہاں قرآن کو ربیع و بہار قرار دیا ہے جیسے کہ علم

لہ خوشی دینا یا مٹی

ہو اکہ قرآن سے قلب میں بہار آجاتی ہے آخر کوئی شئے ہے جبھی تو یہ دعا فرما رہے ہیں۔
اسی طرح کی دوسری دعا سنیئے اَسْأَلُکَ بِاِسْمِکَ الَّذِیْ اسْتَقَرَّ بِہٖ عَرْشُکَ وَاَسْأَلُکَ
اِسْمِکَ الطَّاہِرِ الْمُطَہَّرِ... اَنْ تَرْزُقَنِیَ الْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ وَتَخْلِطَہٗ بِلَحْمِیْ وَدَمِیْ وَ
سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَتَسْتَعْمِلَ بِہٖ جَسَدِیْ بِحَوْلِکَ وَقُوَّتِکَ فَاِنَّہٗ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ
اِلَّابِکَ (سوال کرتا ہوں میں تجھ سے بطفیل تیرے اس نام کے کہ ٹھیرا ہوا ہے اس سے عرش تیرا
اور سوال کرتا ہوں تجھ سے بطفیل تیرے اس نام کے کہ پاک و صاف ہے، یہ کہ نصیب کرے
تو مجھے قرآن عظیم اور پیوست کر دے تو اسے میرے گوشت میں میرے خون میں میری شنوائی
اور بینائی میں اور اس پر عامل بنا دے میرے جسم کو اپنی قدرت و قوت سے کیونکہ معصیت
سے پھرنا اور عبادت کی قوت نہیں ہے بغیر آپ کی توفیق کے)۔ قرآن پاک ہی کے متعلق
حضور نے یہ دعا فرمائی ہے اَللّٰہُمَّ آنِسْ وَحْشَتِیْ فِیْ قَبْرِیْ اَللّٰہُمَّ ارْحَمْنِیْ بِالْقُرْآنِ
الْعَظِیْمِ وَاجْعَلْہُ لِیْ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّہُدًی وَّرَحْمَۃً اَللّٰہُمَّ ذَکِّرْنِیْ مِنْہُ مَا نَسِیْتُ
وَعَلِّمْنِیْ مِنْہُ مَا جَہِلْتُ وَارْزُقْنِیْ تِلَاوَتَہٗ آنَاءَ اللَّیْلِ وَآنَاءَ النَّہَارِ وَاجْعَلْہُ لِیْ
حُجَّۃً یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ (یا اللہ میری وحشت کو انس سے بدل دے میری قبر میں۔ یا اللہ
رحم فرما مجھ پر قرآن عظیم کے طفیل اور میرے لئے اسے راہبر اور نور اور ہدایت اور رحمت
بنا دے۔ یا اللہ یاد کرا دے اسمیں سے جو کچھ میں بھول گیا ہوں اور سکھا دے اس میں سے
جو کچھ میں نہ جانتا ہوں اور اسکی تلاوت کی مجھے توفیق عطا فرما رات و دن کے اوقات میں اور اسے
میرے لئے حجت بنا دے (اے رب العالمین)

ان دعاؤں سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو
کس قدر شغف تھا اور اس پر عمل کرنے اور دل میں رچانے کا کس قدر اہتمام تھا۔ ان دعاؤں
نے امت کو اسکی تلاوت، اس پر عمل کی اور اسکو دل کی بہار بنانے کی خوب خوب ترغیب
دی ہے۔

اس وقت میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہوں اسمیں مزہ نہیں ملتا ہوگا آپ لوگوں کو
اس سے زیادہ لڈو میں مزا ملتا ہے لیکن ہم کو تو اسی میں مزا ملتا ہے۔ (باقی آئندہ)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ دابۃ الارض بالوں والا اور پروں والا ہوگا اسکی چار ٹانگیں ہوں گی۔ وہ تہامہ کی کسی وادی سے نکلے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ فرمایا کہ مراد وہ لوگ ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ جب ہمارا یہ قول واقع ہو جائے گا تو ہم انکے لئے دابۃ الارض کو نکالیں گے جو ان سے بات چیت کرے گا۔ یہ لوگ آیتوں پر یقین نہیں رکھتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ مغرب سے آفتاب نہ طلوع ہو اور جب آفتاب مغرب سے طلوع ہو جائے گا تو سب لوگ ایمان لانا چاہیں گے لیکن ۔ ۔ ۔ جو شخص پہلے سے ایمان نہیں رکھتا [illegible] میں کچھ خیر نہ ہوئی

حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب تم پر ایک ایسی رات آئیگی جو تمہاری راتوں میں سے تین راتوں کے برابر ہوگی۔ جب یہ شب آئیگی تو اہل تہجد اسکو پہچان لیں گے چنانچہ ایک شخص کھڑا ہوگا اور اپنا وظیفہ پورا کرے گا اور پھر سو جائیگا۔ اور پھر اٹھیگا اور اپنا وظیفہ پورا کرے گا پھر سو جائے گا۔ اسی اثناء میں لوگ ایک دوسرے سے سرگوشی کریں گے اور کہیں گے کہ کیا بات ہے آج رات کٹ نہیں رہی ہے اور گھبرا کر مسجد کیطرف دوڑیں گے تو دیکھیں گے کہ سورج پچھم کیطرف سے نکل رہا ہے سورج اوپر کو چڑھے گا جب بیچ آسمان کے آجائے گا پھر مغرب کیطرف جائیگا پھر حسب معمول مشرق کیطرف سے نکلا کرے گا اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ۔ الآیہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ سارے انبیاء علاتی بھائی ہیں مائیں سب کی الگ الگ ہیں دین سب کا ایک ہے
میں ہیں سب سے زیادہ قریب ہوں عیسیٰ بن مریمؑ کے کیونکہ میرے اور انکے درمیان کوئی اور
نبی نہیں ہے اور وہ میری امت میں میرے خلیفہ بھی ہوں گے اور وہ جب آئینگے
خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور جزیہ موقوف کریں گے۔ اور
لڑائی اپنے ہتھیار رکھدیگی۔ اور زمین عدل وانصاف سے بھر جائیگی جس طرح
اس سے قبل ظلم وجور سے بھری ہوگی یہانتک کہ شیر اور اونٹ، چیتا اور گائے
بھیڑ اور بھیڑیا ایک ساتھ چریں گے اور بچے سانپ سے کھیل کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
نزول [illegible] ہیں گے جب انکو دجال دیکھے گا تو چربی کی طرح پگھلنے لگے گا۔ دجال
[illegible] کرینگے اور یہودی اگر [illegible] بھاگ جائیں گے تو قتل کئے جائیں گے یہاں تک
[illegible] پکارے گا اے اللہ کے بندے مسلمان ایک یہودی میرے پیچھے چھپا ہے اس
اسے مار۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ یاجوج اور ماجوج ہر روز سد اور باندھ کو کھودرہے ہیں اور توڑ رہے
یہانتک کہ قریب ہیں کہ سوراخ کر کے سورج کی روشنی دیکھ لیں اتنے میں انکا
سردار کہتا ہے کہ جاؤ اسکو کل کھودنا۔ اللہ تعالیٰ اس بند کو پہلے جیسا کر دیتے ہیں یہانتک
کہ جب انکا وقت پورا ہوجائے گا تو اسکو کھودیں گے اور سوراخ ہوکر سورج نظر
آنے کے قریب ہوجائے گا انکا افسر کہیگا بس کرو بقیہ کل کھودلینا انشاء اللہ
چنانچہ وہ لوگ لوٹ جائیں گے تو پھر جب لوٹ کر آئیں گے تو اسی حالت پر پائیں گے
جس پر کل چھوڑ گئے تھے اور کھودکر باہر نکل آئیں گے اور سب پانی پی جائیں گے۔
لوگ ان سے ڈر کر قلعہ بند ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ انکی گردنوں میں آبلہ پیدا
کردیں گے اسی کے ذریعہ انکو ہلاک کردیں گے۔

حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ یاجوج وماجوج کے بعد

بعد بیت اللہ کا حج شروع ہو جائے گا اور درخت اور باغات لگائے جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یاجوج وماجوج کی وجہ سے کوئی انسان نہیں مرتا مگر یہ کہ اسکی نسل میں ہزار بلکہ اس سے زیادہ افراد موجود ہوتے رہتے ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہونچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اور قیامت کے درمیان بہت سے فتنے آئیں گے اندھیری رات کی مانند۔ اس میں انسان کا قلب مرجائے گا جس طرح کہ اسکا بدن مرجاتا ہے۔ ایک شخص اس میں صبح کرے گا مومن ہوکر اور شام کرے گا کافر ہوکر۔ شام کرے گا مومن ہوکر تو صبح کرے گا کافر ہوکر۔ بہت سے لوگ ---- اپنی قلیل دنیا کے عوض اپنے دین کو بیچ دیں گے۔

حضرت علاؓ نے حضرت ابی ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا کہ اعمال صالحہ کے کرنے میں جلدی کرو چھ چیزوں کے ظاہر ہونے سے پہلے، مغرب سے آفتاب نکلنے دجال کے ظاہر ہونے، دھواں کے چھا جانے، دابۃ کے ظاہر ہونے اور خود اپنی موت اور قیامت سے پہلے۔

حضرت عبداللہ بن سابط سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا کہ میری امت میں خسف (یعنی زمین میں دھنسنے کے) واقعات پیش آئیں گے مسخ (یعنی چہرے کا بگڑ جانا) اور قذف ---- کے واقعات بھی پیش آئیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا وہ لا الہ الا اللہ کے قائل یعنی مسلمان ہوں گے؟ فرمایا ہاں لیکن یہ اسوقت ہوگا جب ان کے اندر چار معاصی کا شیوع ہو جائیگا۔ گانے والیوں کا۔ باجہ بجانے والوں کا، شراب پینے اور ریشم پہننے کا۔

حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے اللہ تعالے کے اس قول قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ کی تفسیر فرماتے ہیں وہ چار چیزیں ہیں جو لامحالہ

واقع ہو کے رہیں گی جن میں سے دو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
کے بعد پچیس سال کے اندر واقع ہوگئیں پس لوگ مختلف جماعتوں میں بٹ گئے
یعنی سب کی خواہشات الگ الگ ہوگئیں۔ اور بعض نے بعض سے جنگ کی،
اور ایذا پہونچائی اور بقیہ دو آئندہ واقع ہوکر رہیں گی۔ زمین میں دھنسنا اور زلزلہ کا آنا۔
آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ کہدیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہیں کہ تم پر کوئی عذاب
اوپر سے یا نیچے سے بھیجدے یا تم کو مختلف گروہوں میں بانٹ دے بجز یک دوسرے
کو قتل و قتال کی تکلیف پہونچائے۔ مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگ کر اس سے پناہ مانگی جو دو کے بارے میں قبول ہوئی
یعنی خسف اور مسخ لیعنی یہ کہ اس امت کو یہ چیزیں پیش نہ آئیں گی اور دوسری چیزیں
باقی رہیں یعنی امت میں فساد بھی ہوگا اور باہم جنگ و قتال بھی ہوگا

حضرت مسروق سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد میں بیان کرتا تھا کہ جب قیامت
کا دن ہوگا تو آسمان سے دھواں اٹھے گا اور منافقین کے کانوں اور آنکھوں میں
گھس جائیگا اور مومنوں کو اسکی وجہ سے محض زکام کی سی حالت ہو جائیگی

حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن مسعود کے پاس
گیا اور ان سے روایت بیان کی وہ ٹیک لگائے بیٹھے تھے ٹھکر سیدھے بیٹھ گئے
اور فرمایا اے لوگو! تم میں سے جس شخص کے پاس علم ہو اور اس سے کوئی بات پوچھی
جائے تو چاہئے کہ بتادے اور جسے علم نہ ہو اسے چاہئے کہ کہدے اللہ اعلم اور
اس کے بتانے میں شرمائے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا قل ما اسئلکم
عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ آیت کا ترجمہ یہ ہے آپ فرمادیجئے کہ میں
تم سے اس تبلیغ پر کوئی اجر تو طلب نہیں کرتا اور میں تکلف کرنے والوں میں نہیں
ہوں۔ ہوا یہ تھا کہ قریش نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی تو
تو آپ نے دعا فرمائی کہ " اے اللہ قبیلہ مضر پر اپنی گرفت سخت فرما دیجئے۔
اے اللہ میری انکے مقابلہ میں مدد فرمایئے۔ سات سالوں کے ساتھ یوسف

سکے سالوں کی طرح۔ اے رب ہمارے سالوں کو یوسف علیہ السلام کے سالوں جیسا کردیجئے چنانچہ اسکے بعد انکو قحط نے آپکڑا انھوں نے اس زمانہ میں مردار کھائے ہڈیاں کھائیں بڑی مشقت اٹھائی یہاں تک کہ ان میں سے ہر شخص اپنے اور آسمان کے درمیان بھوک کیوجہ سے دھواں سا دیکھنے لگا یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ یعنی انتظار کرو اس دن کا کہ آسمان سے کھلا ہوا دھواں ظاہر ہوگا۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ میرے والد رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس جو قادسیہ میں تھے تحریر فرمایا کہ فضلہ بن معاویہ کو عُلوان کیطرف بھیج دو۔ حضرت سعد نے فضلہ کو تین سو سواروں کے ساتھ بھیجدیا یہ لوگ وہاں پہونچے اور اسکے اطراف میں چھاپا مارنا شروع کیا بہت مال غنیمت حاصل کیا اور بہت سے لوگوں کو قید کیا۔ مال غنیمت اور قیدیوں کو لیکر آرہے تھے یہاں تک کہ پہاڑ کے دامن میں اترے۔ حضرت فضلہ نے کھڑے ہوکر نماز کے لئے اذان دی اور جب اللہ اکبر کہا تو کسی جواب دینے والے نے جواب دیا کبرت کبیرا اے فضلہ تم نے ایک بڑی ذات کی بڑائی کی پھر حضرت فضلہ نے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہا تو ادھر سے جواب ملا کہ اے فضلہ یہ تو اخلاص کا کلمہ ہے پھر حضرت فضلہ نے کہا اشہد ان محمد رسول اللہ تو اس نے کہا کہ یہ تو وہی ہیں جنکی خوشخبری حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی پھر جب حضرت فضلہ نے کہا حی علی الصلوٰۃ تو کہا گیا کہ خوش نصیب ہے وہ شخص جو اسکی طرف چلا اور اس پر پابندی کی پھر جب حضرت فضلہ نے حی علی الفلاح کہا تو اس نے کہا کہ فلاح پائی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اجابت کی اور اس میں بقا ہے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ پھر جب کہا اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ تو جواب دیا کہ اے فضلہ تم نے اپنا اخلاص پورا کر لیا پس

اللہ تعالیٰ نے اسکی وجہ سے تمھارے جسم کو جہنم پر حرام کردیا ہے۔ جب حضرت فضلہ اذان سے فارغ ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ کون ہیں؟ فرشتے ہیں کہ جن یا اللہ کے گروہ میں سے کسی اور گروہ سے تعلق ہے آپ نے اپنی آواز تو سنادی اب اپنی صورت بھی دکھا دیجئے ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہیں۔ رسول اللہ کی جماعت اور عمر بن خطاب کی جماعت ہیں۔ پس اچانک ایک ضعیف شخص کو دیکھا جنکی کھوپڑی چکی کی طرح تھی سر اور داڑھی کے بال سن سفید تھے، صوف کی ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے ظاہر ہو کر کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہم نے کہا وعلیک السلام والرحمت آپ کون ہیں اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ اپنا تعارف تو کرائیے اس نے کہا مجھکو زرنب بن [illegible] کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے صالح بندے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا وصی ہوں انھوں نے مجھے اس پہاڑ میں ٹھیرا رکھا ہے اور میرے لئے اسوقت تک طول بقا کی دعا کی ہے جب تک کہ وہ آسمان سے نہ اتریں پس اب جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا [illegible] چکا ہے اور ان سے ملاقات فوت ہو چکی ہے تو حضرت عمر سے میرا سلام کہئے اور یہ کہئے کہ [illegible] درست کیجئے اور مزید قرب حاصل کیجئے اسلئے کہ معاملہ قریب ہے اور انھیں خبر کر دیجئے ان امور کی جنکی اطلاع میں تمہیں دے رہا ہوں کہ جب امت میں وہ باتیں ظاہر ہو جائیں تو ان سے دور رہنا اور بہت دور رہنا۔ جب مرد مردوں اور عورتیں عورتوں سے آسودہ ہونے لگیں اور غیر نسب میں لوگ اپنے کو منسوب کرنے لگیں اور ان کے بڑے اپنے چھوٹوں پر رحم کرنا چھوڑ دیں اور انکے چھوٹے اپنے بڑوں کی توقیر ترک کردیں اور لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دیں نہ معروف کا امر کریں نہ نہی سے روکیں اور انکا عالم درہم و دینار حاصل کرنے کے لئے علم سیکھے اور بارش کا زمانہ گرمی کا زمانہ ہو جائے اولاد والدین پر غصہ ہونے لگ جائے اور کمینے لوگ پھیل جائیں اور شرفا گھٹ جائیں اور کم ہو جائیں لوگ اونچے اونچے مکان بنانے لگ جائیں

خواہشات کی اتباع ہونے لگے۔ لوگ دنیا کے عوض دین فروخت کریں خون بہانا معمولی چیز بن جائے۔ رشتے قطع کر دیئے جائیں۔ فیصلے بکنے لگیں، بلند بلند مینارے بننے لگیں۔ قرآن شریف کی سجاوٹ سونے اور چاندی کے پانی سے ہونے لگے۔ مساجد سجائی جانے لگیں۔ رشوت عام ہو جائے لوگ سود کھانے لگیں۔ مالدار شخص محبوب ہو جائے۔ عورتیں گھوڑے کی سواری کرنے لگیں۔ یہ فرمایا اور ہم سے غائب ہو گئے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سعدؓ چار ہزار آدمیوں کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے اور اسی وادی میں اترے۔ چالیس روز قیام فرمایا اور ہر نماز کی خود اذان دی مگر نہ اسکا جواب سنا نہ ہی کوئی کلام۔ واللہ الموفق۔

نواسیؑ واں باب

(احادیث ابوذر غفاریؓ کے بیان میں)

فقیہ ابو جعفرؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہؓ وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ میں مسجد نبوی میں داخل ہوا دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تشریف فرما ہیں میں نے دل میں سوچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاید وحی کے انتظار یا کسی اور ضرورت کی وجہ سے اس طرح بیٹھے ہوئے ہیں آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اے جندب میرے قریب آجاؤ میں قریب ہو گیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس خلوت نشینی کو غنیمت سمجھکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ آپ نے جو وضو کا حکم دیا ہے تو وضو کی کیا فضیلت ہے؟ آپ نے فرمایا اے ابوذر بغیر وضو کے نماز صحیح نہیں ہوتی اور وضو اپنے سے

قبل کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! آپ نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے، اسکی کیا فضیلت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نماز تو ایک بہترین چیز ہے جو شخص چاہے کم پڑھے اور جو چاہے خوب پڑھے۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ آپ نے زکوٰۃ کا حکم فرمایا ہے اسکا کیا درجہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابوذر جس شخص کے اندر امانت نہیں اسکے اندر ایمان نہیں اور جس نے زکوٰۃ ادا نہ کی اسکی نماز درست نہیں اور اللہ تعالےٰ نے غنی لوگوں پر انکے مالوں میں اتنی زکوٰۃ فرض کر دی ہے جو ان کے نقراء کے لئے کافی ہو سکے اور بلاشبہ اللہ تعالےٰ امیروں سے زکوٰۃ کے متعلق سوال کرینگے اور نزک پر انکو عذاب دیں گے۔ اور اے ابوذر! کوئی مال زکوٰۃ سے کم نہیں ہوا کرتا اور خشکی یا سمندر میں جہاں کہیں بھی کوئی مال تلف ہوتا ہے تو وہ زکوٰۃ نہ دینے ہی کی وجہ سے ہوتا ہے اور اے ابوذر اپنے مال کی زکوٰۃ خوش دلی کے ساتھ مومن ہی دیتا ہے۔ اور جو زکوٰۃ ادا نہ کرے وہ مشرک ہے۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ آپ نے ہمیں روزہ کا حکم فرمایا ہے، روزہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے اور اللہ تعالےٰ ہی کے پاس اسکا بدلہ ہے۔ اور روزہ دار کے لئے دو وقت خوشی کا ہوتا ہے۔ ایک جب وہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی اس وقت ہوگی جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔ اور روزہ دار کے منہ کی بھبک اللہ تعالےٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ محبوب ہے۔ قیامت میں لوگوں کیلئے دسترخوان بچھایا جائے گا تو سب سے پہلے اس میں سے وہی لوگ کھائیں گے جو دنیا میں روزہ رکھا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ آپ نے ہمیں صبر کا حکم فرمایا ہے صبر کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا صبر کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پاس مشک کی تھیلی ہو اور وہ لوگوں کے مجمع میں موجود ہو تو ہر شخص کا جی چاہے گا کہ اسکی خوشبو حاصل کرے۔

(باقی آئندہ)

ندائے رمضان

ماہ رمضان کے متعلق یہ وعظ ۹ رمضان المبارک
۱۳۳۰ھ کو جامع مسجد تھانہ بھون میں فرمایا،
جسے حکیم محمد یوسف نے قلم بند کیا۔

خطبۂ ماثورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن
بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا و
من سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہٗ
ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ
وحدہٗ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا
محمداً عبدہٗ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ
الہ واصحابہ وبارک وسلم امابعد
قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یُنَادِیْ الْمَلَکُ
یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَیَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰہِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (رمضان شریف کی پہلی رات کا ذکر فرماتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ اے خیر و بھلائی کے طلب گار! آگے بڑھ۔ اور اے برائی کے طالب رک جا۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے بہت سے لوگ (بہ برکت ماہ رمضان) دوزخ سے آزاد کئے ہوئے ہیں۔“

متاعِ مسلمان

صاحبو! کلام اللہ اس لئے سنایا گیا تاکہ لوگوں کو اس طرف رغبت پیدا ہو۔ کیونکہ لوگ فی زمانہ (ہمارے زمانہ میں) اس طرف سے بے رغبت ہو رہے ہیں۔ اور اس کو بیکار سمجھتے ہیں بعض کہہ دیتے ہیں کہ اس میں عمر ضائع ہوجاتی ہے اس کے بجائے دوسری طرف کچھ مشغول کیا جائے تو کیسا ہو۔ بعض جگہ اس کی تعلیم موقوف کرنے پر کمیٹیاں ہوتی ہیں اور اس میں مشغول ہونے کو تضیع اوقات خیال کرتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر اس کو مع مطالب پڑھایا جاوے تو وقت بہت ضائع ہوتا ہے اور طوطے کی طرح پڑھانے سے (جس میں وقت کم صرف ہوتا ہے) کیا فائدہ وقت بھی ضائع ہوا اور کوئی فائدہ مرتب نہ ہوا، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ و رسول تو اس کو بھی مفید بتاتے ہیں کہ اس پر وعدۂ ثواب فرماتے ہیں (اگرچہ مع مطالب پڑھنے کے برابر مفید نہ ہو) اور تم بے فائدہ کہتے ہو بتاؤ کس کی صحیح مانیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایسی تدبیر کرنی چاہیئے کہ جس سے روٹیاں ملیں یہ واقعی ٹھیک ہے۔ ہماری بھی غرض اس قرآن سے یہی ہے کہ آخرت کی روٹیاں ملیں، جہاں سخت محتاجی ہوگی کہ انسان ایک ایک نیکی کے لئے ٹکریں مارتا پھرے گا اور اس کا نصیب ہونا بھی دشوار ہوگا۔

صاحبو! مسلمانوں میں اس وقت صرف کلام اللہ باقی رہ گیا ہے اور کچھ نہیں رہا اس کو بھی ترک کر دوگے تو کیا رہے گا۔ اس کے الفاظ کو بھی غنیمت سمجھو۔ گو ان میں مطالب سے واقف ہونے کے برابر فائدہ نہ ہو۔

تلاوت کا ثواب | چنانچہ اس فائدہ کی نسبت ارشاد ہوا کہ ہر حرف پر دس

لہ وعظ سے قبل قاری صاحب اور چند بچوں نے کلام اللہ قرأت سے پڑھا۔ اس کے بعد جناب مولانا صاحب مدظلہ نے کلمات مذکورہ ذیل کلام اللہ کی نسبت ارشاد فرمائے۔ بعد ازاں حدیث یا باغی الخیر کے متعلق وعظ شروع کیا۔

نیکیاں ملتی ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میں الف لام میم کو ایک حرف نہیں کہتا بلکہ الف ایک حرف ہے۔ لام ایک حرف ہے۔ میم ایک حرف ہے۔ سو صرف آلمٓ کہنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں۔ اور بقول بعض کے نوے نیکیاں ملتی ہیں۔ اس طرح کہ آلمٓ میں جو الف ہے اس کو تعبیر کرنے میں جو تین حرف ہوتے ہیں (ا۔ل۔ف) ہر ایک کے عوض میں دس نیکیاں ملتی ہیں۔ دس الف پر اور دس لام پر اور دس فاء پر سب تیس ہوئیں۔ اسی طرح لام کی تعبیر میں تین حرف (ل۔ا۔م) ہوئے جس کی تیس نیکیاں ہوئیں اسی طرح سے میم کی تعبیر میں تین حروف (یعنی م۔ی۔م) پر تیس نیکیاں ملیں۔ سب کا مجموعہ ۹۰ ہو گیا ؎

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را
کہ بیک گل مے خرد گلزار را

"ایسا بازار کس کو ملے گا کہ ایک پھول کے بدلہ ہی میں سارے چمن کا مالک ہو جائے تعجب یہ کہ وہ پھول بھی اسی چمن کا ہو۔"

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
آنچہ در وہمت نیاید آں دہد

"نیم جاں یعنی حقیر و فانی لیتے ہیں اور صد جان یعنی باقی جان اور حیات ابدی عنایت کرتے ہیں۔ وہ کچھ عطا فرماتے ہیں جو وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا ہے۔"

خیر اس تفسیر غیر مشہور کو مت لو۔ پہلی ہی صورت تیس والی لے لو۔ مگر اس تیس کو خیال کرو کہ فی الحال تو تیس نیکیاں لکھی گئیں مگر آخرت میں ان میں ترقی ہو کر کہاں تک پہنچیں گی کیونکہ حدیث میں ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ صدقہ کے ایک خرما کو اس طرح پالتے ہیں جیسے کوئی اپنے بچھڑے کو دنیا میں پرورش کرتا ہے۔

پس بعض لوگوں نے دنیا میں تھوڑے اعمال کئے ہوں گے اور ثواب ان کا پہاڑ کے برابر دیکھیں گے عرض کریں گے کہ اس قدر کام تو ہم نے کیا نہیں۔ جواب مرحمت ہوگا کہ ہماری شان مربی ہونے کی ہے کہ جب سے تم نے عمل کر کے چھوڑا تو ہم اس کو پالتے رہے جس کی نوبت

یہاں تک پہنچی ہے اور یہاں تو عمل بھی ہوا ہے جس میں ترقی ہو گئی وہاں تو لبعض احوال میں صرف آرزو ہی کرنے سے اس میں بھی ترقی ہو جاوے گی جہاں عمل بھی نہیں ہوا۔

چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص آخیر تک دوزخ میں رہ جائے گا اور فریاد کریگا کہ یا اللہ مجھ کو نکال کر جہنم کے دروازے کی چوکھٹ پر بیٹھا دیجیے وہیں بس بیٹھا رہوں گا چنانچہ ایسا ہی ہو جائے گا۔ آرزو کرے گا کہ میرا منہ دوزخ سے پھیر دیجئے یہ بھی منظور ہو گا۔ پھر ادھر سے رخ پھیرنے سے جنت کے درخت نظر آنے لگیں گے جس سے صبر نہ ہو گا اور عرض کرے گا کہ مجھ کو اس درخت تک پہنچا دے وہاں سے آگے نہ بڑھوں گا۔ چنانچہ ایسا بھی کر دیا جائے گا۔

قصہ مختصر یہ کہ اس کو جنت میں داخل ہو جانے کا حکم ہو جاوے گا۔ پھر اس سے آرزو کرنے کو کہا جاوے گا اور اس کی آرزو سے دس گنا مرحمت ہو گا۔

سو اگر تیس نیکیاں مل جائیں اور وہاں ضرب کا بہت زیادہ قاعدہ ہو تو کہاں تک نوبت پہنچے گی۔ اور جب تین حروف پر اس قدر ملتا ہو تو کل کلام اللہ پر کتنا ملے گا اور ضرب در ضرب دینے سے کس قدر ہو گا۔

فضیلت رمضان

حدیث جو تلاوت کی گئی ہے ترمذی شریف کی ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف کی فضیلت ارشاد فرمائی ہے کہ ایک فرشتہ پکارتا ہے کہ یَابَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ۔ الخ یعنی اے خیر کے طلب کرنے والے چل متوجہ ہو اور اے شر کے طلب کرنے والے اب تو رک جا۔ تیسرا جملہ وَلِلّٰہِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ۔ اللہ تعالیٰ بہت سے بندوں کو اس ماہ کی برکت سے آزاد کرتے ہیں۔ محتمل ہے یعنی یا تو وہ بھی فرشتہ کی ندا ہو۔ یعنی فرشتہ کہتا ہے کہ اس وقت خدا کے یہاں عام رہائی ہو رہی ہے اے شخص تو بھی مستحق رہائی ہو جا۔

دیکھو جب کوئی شاہی خوشی ہوتی ہے تو ہر قیدی کوشش کرتا ہے چھوٹنے کی تو اس وقت رمضان المبارک کا مہینہ ہے۔ خدائے تعالیٰ کا فضل عام ہو رہا ہے قیدی چھوٹ رہے ہیں۔ تم پر بھی تعزیرات آخرت کی بہت سی دفعات لگ چکی ہیں۔ اس لئے تم بھی

انھیں قیدیوں میں ہو۔ پس تم بھی سعی کرو کہ تمہاری رہائی ہو جائے اور یا یہ جملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے فرمایا ہو۔ دونوں کا حاصل ایک ہوگا اس کے متعلق جو کچھ کہنا ہے اس کو انشاء اللہ بیان کروں گا۔

مگر اول یہ سمجھئے کہ اس وقت اس حدیث کو کیوں اختیار کیا گیا۔ وجہ یہ کہ پہلے جمعہ کو یہ حدیث بیان کی تھی۔ (الصیام جنۃ۔ یعنی روزہ ڈھال ہے گناہوں کے لئے) جس کا حاصل یہ تھا کہ روزہ گناہوں کے لئے ڈھال ہے کہ اس کو اختیار کر کے معاصی سے مجتنب ہو سکتا ہے۔

ترک معاصی کی ترکیب

اب اس امر کی ضرورت ہے کہ بعد معاصی ترک کرنے کے کیا ہونا چاہیئے تو اسکے بارہ میں یہ عرض ہے کہ تکمیل کے دو درجے ہیں۔

ایک تخلیہ اخلاق رزیلہ کو دور کرنا

ایک تحلیہ اخلاق حمیدہ پیدا کرنا

یا ایک تجلیہ اور ایک تحلیہ تجلیہ میں بھی تخلیہ ہی ہوتا ہے جیسے برتن کی جب تکمیل کرنا چاہتے ہیں تو پہلے اس کو میل کچیل سے صاف کرتے ہیں جس کا نام تجلیہ ہے پھر اس پر قلعی یا اور دوسرا کام کرتے ہیں۔ یا مریض کی مثال سمجھئے کہ جب کسی کا علاج طبیب کرتا ہے تو پہلے مادہ فاسدہ کو نکالتا ہے۔ اس کے بعد ایسی دوائیں استعمال کراتا ہے جس سے طاقت پیدا ہو جسم میں رونق و تازگی آجاوے یا کسی مکان میں فرش اور جھاڑ فانوس وغیرہ سے زیبائش کرتے ہیں تو پہلے اس کو خس و خاشاک سے پاک کرلیا جاتا ہے یا کسی کو عمدہ لباس اس وقت پہناتے بھی جب اسکے جسم سے غسل کرا کر میل کچیل دور کردیا جاوے۔

غرض یہ کہ سب چیزوں میں تکمیل دو ہی طریقہ سے ہوتی ہے تجلیہ اور تحلیہ سے اور عادۃً تجلیہ مقدم ہوتا ہے تحلیہ سے کیونکہ بدون تجلیہ کئے ہوئے تحلیہ ناقص رہتا ہے جیسے کوئی بدون برتن کا میل صاف کئے ہوئے اس پر قلعی کردے۔ ظاہر ہے کہ پوری صفائی اس میں نہ آئے گی۔ ہاں بعض اوقات بوجہ بعض مصالح کے تحلیہ مقدم ہوتا ہے تجلیہ پر۔ جیسے کسی

مکان کی آرائش مد نظر ہو اور جہارت اس قدر نہ ہو کہ پہلے پوری صفائی کرکے پھر آرائش کریں تو یہ کرتے ہیں کہ پہلے سامان آرائش کرکے تدریجاً صفائی کرتے رہتے ہیں سو یہ تو عارض کی وجہ سے ہوتا ہے اور عام قاعدہ پہلا ہی ہے۔

اسی طرح صوفیا کرام تجلیہ اور تخلیہ مریدین کا کرتے ہیں کہ پہلے ان سے اخلاق رذیلہ دور کرکے پھر اخلاق حسنہ کا رنگ ان پر چڑھاتے ہیں بالکل طبیب جیسی حالت ہے کہ پہلے مسہلات سے تخلیہ کرے اور پھر قوت وغیرہ کی دوائیں استعمال کرائے۔ متقدمین میں شیوخ کا یہی طریقہ تھا کہ پہلے تجلیہ کرکے پھر تحلیہ کرتے تھے۔

حکایت شیخ ابوسعید

اس مثال میں حکایت شیخ ابوسعید گنگوہی کی سنئے۔ کہ یہ حضرت ابوسعید حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی کے پوتے تھے۔ ابتداء شباب میں کچھ عرصہ تک لا ابالی پھرتے تھے۔ ایک روز ایک شخص نے لطور طعن کے یہ کہا کہ بڑا افسوس ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد ایسے تھے اور آپکی حالت ایسی ہے۔ یہ بات ان کے دل کو کھا گئی۔ اور لوگوں سے دریافت کرکے بلخ حضرت نظام الدین کی تلاش میں پہنچے کہ وہ ان کے دادا سے فیض پائے ہوئے تھے۔ حضرت نظام الدین کو آنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ مع بادشاہ وقت کے (جو حضرت کے معتقدین میں سے تھا) استقبال کو آئے اور اپنے ہمراہ لے گئے کچھ عرصہ عیش و عشرت میں رہ کر اپنی اصلی غرض کو ظاہر کیا حضرت نظام الدین نے فرمایا۔

اس حالت کو ترک کرو تو وہ حاصل ہو۔ انھوں نے اپنی رضا ظاہر کی تو حضرت نے بالکل سامان بدن سے اتروا کر گاڑھے کے پہنوائے اور فرمایا کہ ہمارا حمام جھونکا کرو اور ہمارے سامنے آنے کی کوئی حاجت نہیں۔ جب ہم بلائیں گے تو آنا۔ غرض کہ اس حالت میں ایک طویل مدت گزر گئی۔

شیخ نے ایک روز بھنگن سے پوشیدہ کہا کہ ان پر کل کو کوڑا ڈال دینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ان کی زبان سے نکلا کہ گنگوہ نہ ہوئی جو میں بتاتا۔ خبر پہنچنے پر شیخ نے فرمایا کہ ابھی قابلیت نہیں ہوئی۔ وہی خدمت سپرد رہی۔

ایک عرصہ کے بعد یہ ہوا کہ شیخ کی لڑکی نے کبوتر پال رکھے تھے ان کو بلی کھا جایا کرتی تھی شیخ نے ایک روز بلی سے حفاظت کرنے کی خدمت ان کے سپرد کر دی ۔ یہ رات بھر جاگ کر مکان کے آس پاس حفاظت کرتے پھر بھی شکایت ہوئی کہ بلی کبوتر کھا گئی ۔ اور رات کا وقت تھا انھوں نے اس کی جستجو کی کہ بلی کہاں کو جاتی ہے ۔ معلوم ہوا کہ پانی آنے کا جو راستہ ہے اس میں سے جاتی ہے ۔ اس وقت وہاں کوئی چیز اس میں بند کرنے کو نہ ملی ۔ انھوں نے اس میں اپنا سر دے دیا ۔ کئی روز جاگتے ہو گئے تھے وہیں نیند آ گئی ۔

اتفاق سے بارش ہوئی اور پانی رکا ۔ گھر کی ماما نے بانس ڈال کر صاف کرنا چاہا اور اس نے اس زور سے بانس مارا کہ سر میں لگ کر پانی خون آلود ہو گیا ۔ اور ان کے منہ سے یہ آواز نکلی کہ بلی تو نہیں آئی ۔ وہ ماما ڈر گئی کہ قصہ کیا ہے ؟ شیخ نے خبر ہونے پر فرمایا کہ کہیں وہ باؤلا نہ ہو ۔ چنانچہ لوگ ان کو اٹھا کر لائے ۔ شیخ نے دیکھا کہ صفائی ہو چکی ہے ۔ اس وقت ذکر شغل میں لگایا ۔

قربِ خداوندی کی صورت

میری غرض اس حکایت سے یہ تھی کہ شیوخ پہلے تجلیہ کرتے تھے اور پھر تحلیہ اور غایت سے تجلیہ در یاضت کی یہی دفع اخلاق رذیلہ ہے اور ریاضت ایسا ہی تذلل ہے نہ کہ کم کھانا کم۔ بلکہ یہ تو ریاضت کا ادنیٰ درجہ ہے اور یہی شرط ہے پسندیدگی عند اللہ کی ۔

پس جب انسان اپنے کو اچھا لگے اور اس میں تذلل نہ ہو تو خدا کو اچھا نہیں لگتا ۔ یا دیکھو کہ جب اپنے کو ذلیل جانو گے تب ہی خدا کے مقرب بن جاؤ گے یہ عجب بری بلا ہے صوفیا کرام اس کے علاج کے لئے بہت سہولت سے تربیت کرتے ہیں ۔

مثلاً کسی مرید کو دیکھا کہ بنا ٹھنا رہتا ہے ، اس کو حکم دیا کہ مسجد میں جھاڑو دیا کرو ظاہر ہے کہ اس خدمت سے انسان اچھی ہیئت میں نہیں رہ سکتا ہے ۔ کچھ عرصہ بعد اس کا عجب ٹوٹ جائے گا ۔ کسی میں کبر زیادہ ہے تو یوں تربیت کرتے ہیں کہ نمازیوں کی خدمت کیا کرو پانی بھر بھر کر رکھا کرو کہ اس سے کبر جاتا رہتا ہے ۔ یہ طریقہ پہلے خانقاہوں میں ہوتا تھا ۔ اب نہیں ہوتا ۔ اس طرح تو لوگ آج کل بھاگ جائیں ۔ غالباً ایک بھی فیضیاب نہ ہو ۔ پہلے ز

بہت تھیں اور ذی ہمت بھی ہوتے تھے عورتوں تک کی یہ حالت تھی کہ شادی کرنے میں اللہ والوں کو دیکھتی تھیں۔ ایسے قصے ہیں کہ مستورات نے اپنی لڑکیاں بزرگوں کو دے دیں۔ بادشاہوں سے باوجود ان کی خواہش کے قطع نظر کرلی۔

چنانچہ حضرت شاہ عبدالقدوس کی بی بی ان کے پیر کی لڑکی تھیں۔ ان کی ساس کو کتنا ہی لوگوں نے کہا کہ باؤلے سے نکاح کرتی ہو۔ انھوں نے یہی کہا کہ مجھ کو باؤلا ہی پسند ہے۔ سلاطین اور امرا، خواستگار تھے ان سے شادی نہیں کی۔

اب تو نہ ایسی ہمت نہ اس قدر عمر۔ بلکہ یہاں تک نوبت ہے کہ مرید ہوتے ہی خلافت کے طالب ہوجاتے ہیں۔ اور مختلف پیرایوں سے شیخ کی اجازت طلب کرتے ہیں کہ حضرت کوئی آئے تو توبہ کراؤں۔ یا کلمہ پڑھا دوں! بوجہ اس عذر کے متاخرین شیوخ نے یہ کہا کہ تجلیہ اور تخلیہ دونوں ایک ساتھ کرتے ہیں کہ اس سے بھی کام چل جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہر چیز میں تجلیہ اور تخلیہ کی ضرورت ہے۔ پہلے وعظ کا حاصل تجلیہ، اس وقت میں تخلیہ مقصود ہے

افعال کی قسمیں

تو یہ سمجھ لیجئے کہ افعال کی دو قسمیں ہیں۔ وجودی اور عدمی وجودی جیسے نماز وغیرہ، عدمی جیسے ترک ریا وغیرہ۔ عدم سے مراد عدم محض نہیں بلکہ وہ افعال جو ترک اختیاری ہوں افعال وجودیہ کا۔ سو بعض عبادات تو ایسی ہیں جس میں افعال وجودیہ کم ہیں اور افعال عدمی زیادہ جیسے روزہ۔ کیونکہ اس میں تین جزو عدمی ہیں۔ ایک ترک کھانے کا، دوسرے ترک پینے کا، تیسرے ترک جماع کا۔ اور ایک جزو ہے وجودی اور وہ ان تینوں چیزوں کا عزم اور نیت ہے۔ اور بعض عبادات میں تو باوجودیکہ وہ مرکب ہیں وجودیات اور عدمیات سے مگر غلبہ وجودیات کو ہوتا ہے۔ جیسے نماز وغیرہ۔ اور جو افعال عدمیات کی قبیل سے ہیں۔ ان کے کرنے میں زیادہ مشقت نہیں ہوتی کیونکہ اس میں کچھ کرنا نہیں پڑتا۔ بلکہ ایک شے کو عدم اصلی پر باقی رکھا جاتا ہے۔ اور افعال وجودی میں مشقت زیادہ ہے۔ کیونکہ ایک شے کو وجود کی طرف لانا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں جو فرمایا گیا ہے۔

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخٰشِعِينَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلٰقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رٰجِعُونَ ۔

"یعنی مدد لو صبر اور نماز سے اور بیشک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے قلوب میں خشوع ہے ان پر کچھ دشوار نہیں۔ وہ خشوع کرنے والے وہ لوگ ہیں جو خیال رکھتے ہیں اس کا کہ وہ بیشک اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ وہ بیشک اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں۔"

اکثر مفسرین نے صبر سے مراد صوم لیا ہے۔ اس کو آیت میں نہیں فرمایا بلکہ صرف نماز کے ساتھ اس حکم کو مخصوص کیا اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ عورتیں روزہ رکھنے میں بڑی مستعدی کرتی ہیں۔ اور نماز پڑھنا ان پر قیامت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ افعال وجودی میں مشقت زیادہ ہے۔ اور کھانے میں عورتوں کا کچھ کمال بھی نہیں۔ اس لئے کہ اول تو مزاج بارد جس میں تحلیل رطوبات کم ہوتی ہے دوسرے کھانے پکانے سے طبیعت سیر ہو جاتی ہے اور مردوں میں یہ امور متحقق نہیں ہیں۔

خشوع کی ضرورت

نماز کو جو آیت میں دشوار کہا گیا ہے اس سے خاشعین کو مستثنیٰ بھی فرمایا ہے کہ وہ خاشعین پر مشکل نہیں اس لئے خشوع کی بھی ضرورت ہے تاکہ اس سے نماز آسان ہو۔ اس واسطے خشوع پیدا کرنے کی ترکیب بھی اَلَّذِينَ يَظُنُّونَ ۔ الخ میں ارشاد فرمائی ہے۔

یعنی وہ یوں خیال کرتے ہیں کہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں۔ لہذا یہ خشوع پیدا کرنے کے لئے عجیب علاج ہے۔ آدمی ہر عبادت میں یہی خیال کرے کہ یہ میرا خدا سے ملنے کا آخری وقت ہے تو بڑا خشوع ہوگا۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

صَلِّ صَلٰوةَ مُوَدِّعٍ ۔

مودع یعنی رخصت کئے گئے شخص جیسی پڑھو۔

اور برے اعمال چھڑانے کی عمدہ ترکیب یہی ہے کہ جو کام کرو یہ خیال کر لو کہ آخری وقت

یہی ہے۔ یہ مراقبہ ہر دشواری کو آسان کردے گا اس مراقبہ کی یہ بھی خاصیت ہوگی کہ موت سے وحشت جاتی رہے گی اور اس کے معنی ظاہر ہو جاویں گے۔

اَلْمَوْتُ تُحْفَۃُ الْمُؤْمِنِ۔

یعنی موت مومن کے لئے تحفہ ہے۔

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم

راحت جاں طلبم وزپئے جاناں بروم

یعنی وہ دن بڑی خوشی کا دن ہے کہ اس عالم فانی سے کوچ کروں۔

راحت جاں طلب کروں۔ اور اپنے محبوب کے پاس جاؤں۔

پہلے یہ بات سمجھ میں نہیں آیا کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود یاد دائمی موت کے کس طرح ضروری دنیوی امور میں مشغول ہوتے تھے کیونکہ اس کے ساتھ ظاہراً یہ ممکن نہیں۔ یہ سمجھ میں آیا کہ موت سے جب تک وحشت ہوتی ہے اس وقت تک یہ قصہ ہوتا ہے اور جب موت سے انس ہوگیا پھر وہ ضروری مشاغل سے مانع نہ ہوگی۔ یہ تقریر متعلق خشوع کے تبعاً تھی۔

روزہ کی عدمیت

بیان اس کا ہو رہا تھا کہ روزہ میں عدمیت غالب ہے اور نماز میں وجودیت۔ اس پر مجھ کو اپنا ایک خواب یاد آگیا۔ میں نے بچپن میں ایک خواب دیکھا کہ ایک سائل یوں سوال کرتا ہے کہ اس کے کیا معنی کہ روزہ اللہ کا اور نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کے جواب میں میں نے کہا کہ نماز میں جو کام کرنے پڑتے ہیں ان میں چونکہ شان عبدیت ظاہر ہوتی ہے اور حضور بھی عبد ہیں اس لئے نماز کی نسبت حضور کی طرف کی گئی اور روزہ کی حقیقت اکل و شرب وغیرہ کا ترک کرنا ہے جس میں ایک صمدیت و استغناء کی شان ہے۔ اس لئے اس کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف زیادہ مناسب ہے کیونکہ وہ بھی مستغنی ہیں۔

تو اس جواب کا حاصل یہی وجودیت و عدمیت کا تفاوت ہے اور چونکہ روزہ میں صرف کھانا پینا ہی چھوڑنا اصل نہیں۔ روزہ میں وجودیت بھی مطلوب ہے اسی کو

حدیث :-

یَابَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَیَابَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ

"یعنی اے خیر کے طالب متوجہ اور اے شر کے طالب رک"

میں جمع کر دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس میں بھی تجلیہ اور تخلیہ دونوں مطلوب ہیں کیونکہ پہلے جملہ سے اعمال خیر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور دوسرے سے معاصی سے بچنے کو کہا گیا ہے اور اسی کا نام تخلیہ ہے۔

ندائے فرشتہ

گزشتہ جمعہ کو تجلیہ کے متعلق ضرورت کی قدر بیان ہو چکا ہے اب تخلیہ کی صورت بتاتا ہوں۔ مگر پہلے طلبہ کا ایک اشکال دفع کئے دیتا ہوں۔

وہ یہ کہ حدیث یا باغی الخیر ——— الخ میں ندائے فرشتہ کا ذکر ہے اور ذکر بھی اس طرح کہ روز مرہ ندا ہوتی ہے مگر کوئی اس کو سنتا نہیں۔ پھر ندا پر عمل کی کیا صورت ہے۔ جواب یہ کہ جیسے خود سننا قابل عمل ہے دوسرے کا خبر دینا بھی قابل عمل ہے۔ پس ہم رسول سے اسکی خبر معلوم کر کے عمل کر سکتے ہیں۔ اگر ہمارے حواس اس قابل نہیں کہ فرشتہ کی ندا کو سن سکیں تو یہ ہماری کمی ہے۔ ندا اور منادی پر کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اس کے متعلق شملہ کا قصہ عرض کرتا ہوں جو مجھکو بالفعل سفر میں پیش آیا۔

وہ یہ کہ اس سفر میں مولوی انور شاہ صاحب بھی ہمارے ساتھ تھے۔ وعظ کے ایک جلسہ میں مولوی انور شاہ صاحب نے اعجاز قرآن کے متعلق تقریر فرمائی۔ جو مشکل تھی سمجھ میں نہ آنے سے لوگ بددل ہوئے اور عموماً وہاں لوگوں نے اعتراض کیا کہ اس تقریر سے کیا فائدہ ہو[illegible] بعد میں میں نے اپنے وعظ میں اس کے متعلق لوگوں سے کہا کہ مولوی صاحب کی تقریر سے [illegible] تو معلوم ہو گیا کہ بعضے مضامین علماء کے ایسے ہوتے ہیں جن کو آپ لوگ نہیں سمجھ سکتے مگر اس کی وجہ یہ نہیں کہ اس تقریر میں کوئی نقص ہے بلکہ آپ صاحبوں میں ان کے سمجھنے کی قابلیت نہیں تو یہ نقص آپ صاحبوں کا ہے نہ کہ علماء کا۔ اسی طرح فرشتہ کی ندا کو خیال کیجئے کہ اس کا مسموع نہ ہونا ہمارا نقص ہے نہ کہ ندا کا یا منادی کا۔

اتباعِ سنت

دوسرے اس مسموع نہ ہونے میں ایک حکمت بھی ہے وہ یہ کہ معلوم ہو جاوے اس عالم کے علاوہ کوئی دوسرا عالم بھی ہے کہ اس کی کائنات کی دوسری شان ہے۔ البتہ اس نداء کو قلب ادراک کرتا ہے۔ چنانچہ تجربہ یہ ہے کہ رمضان المبارک آتے ہی قریب قریب ہر ایک کو یہ شوق ہوتا ہے کہ آؤ نیک کام کرلیں۔ یہ اسی آواز کا اثر ہے جو قلب نے سنی ہے۔

اب بعد دفع اشکال کے تحلیہ کی صورت عرض کرتا ہوں۔ پس رمضان کے متعلق امر کے دو طریقے وارد ہیں۔ ایک خاص، دوسرے عام۔ خاص سے مراد خاص اعمال سے تحلیہ اور عام سے مراد مطلق حسنہ سے تحلیہ۔ سو اس مجموعہ کے لئے دو حدیثیں نقل کرتا ہوں۔

ایک حدیث بیہقی میں ہے کہ قرآن اور روزہ دونوں سفارش کریں گے۔ قرآن کہے گا کہ میں نے اس کو سونے نہیں دیا۔ اس لئے میری سفارش قبول فرما کر اس کو بخش دیجئے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ تمام تمام رات بیدار رہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت نہ تھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ بہ نسبت اور دنوں کے کم سونے دیا۔ چنانچہ کلام اللہ میں ہے:۔

قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ۔

"یعنی رات کو بہت کم سوتے تھے"

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا

ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ

"زہد و تقویٰ میں کوشش کرو لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ بڑھو۔"

رسول سے آگے نہ بڑھنا چاہیئے۔ یہی کمال ہے۔ پس ساری رات جاگنا ضرور نہیں۔ مقبولیت قدم بقدم رسول چلنے سے ہی ملتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں قصہ ہے کہ تین شخص حضور کی ازواج مطہرات سے آپ کی عبادت کی تحقیق دریافت کرکے آپس میں کچھ کہنے لگے ایک نے کہا کہ میں صائم الدہر رہوں گا۔ کبھی افطار نہ کروں گا۔ دوسرا بولا کہ میں سونا

چھوڑ دوں گا تمام رات نوافل پڑھا کروں گا۔ تیسرا بولا کہ میں نکاح نہ کروں گا، حضورؐ تشریف لے آئے اور فرمایا کہ :-

اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّیْ وَاَرْقُدُ وَاَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاَتَزَوَّجُ

میں تو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ جس سے یہ غرض تھی کہ میرا اتباع کئے بدون چارہ نہیں۔

حقیقی شہرت

اس میں یہ بھی راز ہے کہ اتباع سنت کے علاوہ دوسرے امور صورۃً موجب امتیاز ہونے سے سبب عجب و شہرت کا ہو جاتے ہیں جو سم قاتل ہے سو

خویش را رنجور ساز و زار زار
تا ترا بیروں کنند از اشتہار

"یعنی اپنے کو پست اور شکستہ بنا لو تا کہ عوام الناس تم کو شہرت و جاہ سے خارج کر دیں۔"

اشتہار خلق بند محکم است
بند ایں از بند آہن کے کم است

"خلائق میں مشہور اور ذی جاہ بن جانا ایک سخت حجاب ہے۔ راہ خدا وندی میں یہ حجاب قید آہنی سے کم نہیں ہے۔"

اور یہ جدا بات ہے کہ از خود شہرت ہو جائے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ جب اللہ میاں کسی کو محبوب بناتے ہیں تو آسمان و زمین کو بواسطہ ملائکہ ندا فرما دیتے ہیں کہ اللہ نے فلاں کو محبوب کر لیا ہے تم بھی محبوب رکھو۔ جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کو سب محبوب رکھنے لگتے ہیں۔ مگر اپنی طرف سے قصد شہرت نہ چاہیئے۔ اور جو شہرت منجانب اللہ ہو جائے اس میں کچھ خرابی نہیں جیسا کہ مقبولین کی شہرت ہو جاتی ہے بلکہ بعد موت بھی باقی رہتی ہے۔

سو

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

"یعنی جس کو عشق حقیقی سے روحانی حیات حاصل ہو گئی وہ اگر مر بھی جائے تو واقعہ میں بوجہ اس کے کہ اس کو لذتِ قرب کامل طور سے حاصل ہو جاتی ہے اس لئے اس کو زندہ کہنا چاہیئے۔"

یہ تو قرآن کی سفارش کے متعلق مضمون تھا۔

روزہ کی سفارش

روزہ کہے گا کہ میں نے دن میں کھانے پینے سے روکا اس طرح دونوں شفاعت کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رمضان میں صرف روزہ کافی نہیں بلکہ قرآن بھی پڑھا کرو۔ جس کا سہل طریقہ اس ماہ میں تراویح ہے مگر دشواری یہ ہے کہ تراویح بھی باقاعدہ بہت کم پڑھتے ہیں۔ یہ کمال میں شمار ہوتا ہے کہ فلاں حافظ نے ایک گھنٹہ میں اس قدر پارے پڑھے حالانکہ کلام اللہ کے الفاظ تک درست نہیں ہوتے نہ رکوع و سجود وغیرہ ٹھیک ہوتا ہے سو

گر تو قرآں بدیں نمط خوانی
ببری رونق مسلمانی

"اگر اس طور سے قرآن پڑھتا ہے تو رونق مسلمانی کو زائل کرتا ہے۔"

ادھر تو مقتدیوں کو نہایت اضطراب ہوتا ہے کہ کوئی باقاعدہ پڑھنا چاہئے تو وہ چین نہیں لینے دیتے۔ غرض جب فارغ ہو کر واپس ہوتے ہیں تو بجائے ثواب کے مواخذہ سر پر ہوتا ہے۔

از درِ دوست چہ گویم بچہ عنواں رفتم
ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم

"محبوب کے دروازے سے کیا کہوں کس طور سے میں گیا۔ پورے شوق سے آیا تھا بالکل محروم ہو کر چلا۔"

بعض شائقین تلاوت کو یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ ہم پورے طور سے کلام اللہ پڑھنے

پر قادر نہیں ہیں بلکہ اٹک اٹک کر پڑھتے ہیں۔ پس وہ یہ سمجھ کر تلاوت سے بیٹھ رہتے ہیں کہ ایسے پڑھنے سے کیا فائدہ ہے۔ تو یہ سمجھ لیجئے کہ باوجود اٹک اٹک کر بہ دشواری تلاوت کرنے سے بھی دوہرا اجر ہوگا۔ مگر اس سے یہ نہ سمجھیں کہ صاف پڑھنے والے سے یہ بڑھ گیا۔ ممکن ہے کہ اس کا اکہرا اس کے دوہرے سے بڑھ جائے۔ جیسے اشرفی اور دو روپئے کہ کمیت میں تو دو روپے زیادہ ہیں اور کیفیت میں ایک اشرفی بڑھی ہوئی ہے اور جن کو پڑھنا نہ آوے ان کے لئے صرف سننے پر بھی ثواب مرتب ہو جاتا ہے۔ اب وہ بھی محروم نہیں ہیں۔ چنانچہ کلام اللہ میں

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا۔

یعنی جب قرآن پاک پڑھا جاوے تو خاموش ہو جاؤ اور اس کو سنو۔

موجود ہے۔ اگرچہ تالی تلاوت کرنے والا کے مثل ثواب نہ ہو لیکن سہ

مرا از زلف تو موئے بسند است

ہوس را رہ مدہ بوئے بسند است

"یعنی اگر محبوب نہ ملے تو اس کا ایک بال ہی بہت ہے۔ اگر بال نہ ملے تو خوشبو ہی سہی۔"

جیسے قرآن کو نزول سے اس ماہ کے ساتھ مناسبت تھی ویسا ہی اس ماہ میں اس کی تلاوت و سماع کا بھی سامان کر دیا کہ تراویح کا امر فرمایا تاکہ کوئی ثواب سے محروم نہ رہے۔

ہماری حالت

یہ تو بیان تھا تحلیہ کے طریق خاص کا اور اس کا طریقہ عام یہ ہے کہ اس ماہ میں فضیلت رکھی گئی ہے کہ نفل کا ادا کرنا فرض کے برابر رکھا گیا ہے اور فرض کا ادا کرنا برابر ستر فرض کے چنانچہ حدیث میں ہے:۔

مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْ غَيْرِهٖ ۔ الخ۔

یعنی جس شخص نے اس ماہ میں نزدیکی ڈھونڈی اللہ تعالیٰ کی کسی خصلت کے ساتھ انواع نفل سے تو وہ مثل اس شخص کے ہے کہ جس نے ادا کیا فریضہ اس ماہ مبارک کے غیر میں۔ اس ماہ میں نفل کا ایسا ثواب ہوتا ہے جیسا کہ دوسرے مہینوں میں

مسلمانوں کیلئے اہم انتباہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً!

حاضرین! السلام علیکم۔

کچھ عرصہ سے میری طبیعت ناساز چل رہی ہے۔ ضعف بھی زیادہ ہے مگر آپ لوگ زحمت اٹھا کر دور دور سے آتے ہیں۔ عذر کرتے ہوئے بھی شرم معلوم ہوتی ہے۔

آج آپ لوگوں سے ایک بہت ضروری بات کہنی ہے جو بلا تکلف اور بلا خوف تردید عرض کرتا ہوں۔

دیکھئے! اس وقت زندگی کے کسی شعبہ پر بھی نظر ڈالئے، ہر فرد پر کچھ ایسی بے حسی طاری ہے کہ کسی کو بھی اپنے مآل کار کا ہوش نہیں، ہر شخص کے ذمہ اپنے اپنے مشاغل ہیں۔ وہ دیندار ہوں یا دنیادار، مگر سب کے ساتھ ایک بے حسی کا عالم ہے۔ میں سب کو تو نہیں کہتا مگر اکثر و بیشتر کی یہی حالت ہے۔ تجارت گاہوں میں، دفاتر میں، مختلف اداروں میں لوگ اپنی اپنی دھن میں سرگرداں ہی رہتے ہیں۔ قرب قیامت کی علامات میں یہ بھی ہے کہ ایسا وقت آجائے گا کہ لوگ اپنی زندگی کے انداز میں ایسے مدہوش ہو جائیں گے کہ ان کو یہ ہوش ہی نہ ہوگا کہ صبح کب ہوئی اور شام کب ہوئی اور کس طرح ہوئی۔ جائز طریقہ سے ہوئی کہ ناجائز طریقہ سے۔

حلال کی کمائی ہوئی کہ حرام کی ہوئی۔ انسانوں کی طرح ہوئی کہ حیوانوں کی طرح ہوئی۔ یہ احساس ہی مٹ جائے گا۔ اس وقت اب ایسے ہی آثار دیکھ رہا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی علامات قیامت احادیث میں ارشاد فرمائی ہیں وہ کچھ تو برملا اب پائی جا رہی ہیں اور جن کا ابھی وقت نہیں آیا وہ بھی آئندہ ظاہر ہوتی رہیں گی۔

قربان جائیے اس نبی برحق علیہ الصلوۃ والسلام پر کہ جس نے دین کی یا دنیا کی کوئی بھی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی ضرورت اور بات ایسی باقی نہیں چھوڑی جس کے متعلق صاف اور کھلے الفاظ میں احکام نہ بیان فرما دیئے ہوں اور ان کے منافع اور نقصان نہ بتا دیئے ہوں۔ اگر مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا رسول سمجھتے ہیں تو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قسم کے اعمال پر جس قسم کے عذاب اور پریشانیوں کا مرتب ہونا ارشاد فرمایا ہے وہ تو یقیناً ہو کر رہیں گے۔ مگر ہم کو اپنی مدہوشی کی وجہ سے ان ارشادات نبوی کی طرف دھیان دینے کی فرصت اور ہوش کہاں؟

علامات قیامت کے سلسلہ میں ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "اس امت میں ایک جماعت رات کو کھانے پینے اور لہو و لعب میں مشغول ہوگی اور صبح کو بندر اور سور کی صورتوں میں تبدیل ہو جائے گی، اور بعض لوگوں کو زمین میں دھنس جانے کا عذاب ہوگا لوگ کہیں گے کہ آج رات فلاں خاندان دھنس گیا، اور فلاں گھر دھنس گیا۔ اور بعض لوگوں پر آسمان سے پتھر برسائے جائیں گے جیسے کہ قوم لوط پر برسائے گئے تھے۔ اور بعض لوگ آندھی سے تباہ ہوں گے۔ اور یہ سب کیوں ہوگا۔ ان حرکتوں کی وجہ سے۔ شراب پینے کی وجہ سے۔ ریشمی لباس پہننے کی وجہ سے۔ گانے والیاں رکھنے کی وجہ سے۔ سود کھانے کی وجہ سے اور قطع رحمی کی وجہ سے۔ (مشکوۃ)

علامات قیامت میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ عام کساد بازاری ہوگی، زنا کی کثرت ہوگی، قیمت پھیل جائے گی، مالداروں کی عظمت کی جائے گی، منکرات کرنے والوں کا غلبہ ہوگا اور تعمیرات کی کثرت ہوگی، نیز فحش گوئی، بدخلقی، پڑوسیوں کے ساتھ برا برتاؤ۔ نیز یہ بھی علامات قیامت میں ہے کہ مرگ ناگہانی کثرت سے ہونے لگے گی۔ جو آج کل عام طور سے ہونے لگی،

جس کو دل کی حرکت بند ہو جانا کہتے ہیں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ نیک اعمال میں جلدی کرو مبادا ایسے فتنے واقع ہوں جو اندھیری رات کی طرح ہوں کہ حق ناحق پہچاننا مشکل ہو جائے۔ ان میں آدمی صبح کو مسلمان ہوگا، شام کو کافر، شام کو مسلمان ہوگا تو صبح کو کافر ہوگا۔ معمولی سے دنیوی نفع کے عوض دین کو فروخت کر دے گا۔ (مشکوٰۃ)

ایک حدیث میں ارشاد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اسلام میں فوجوں کی فوجیں داخل ہو رہی ہیں لیکن ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ اسی طرح فوجیں کی فوجیں اسلام سے خارج ہونے لگیں گی۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت کے زمانہ میں خسف ہوگا یعنی آدمیوں اور مکانوں کا زمین میں دھنس جانا اور مسخ ہوگا کہ آدمی کتے اور بندر وغیرہ کی صورت میں ہو جائیں گے اور قذف ہوگا کہ آسمان سے پتھر برسنے لگیں گے۔

کسی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اس حالت میں بھی ہلاک ہو سکتے ہیں کہ ہم میں صلحاء موجود ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں، جب خباثت کی کثرت ہو جائے۔

اور یہ ارشاد تو متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے وارد ہوا ہے کہ نیک کاموں کا آپس میں ایک دوسرے کو حکم کرتے رہو، اور بری باتوں سے روکتے رہو ورنہ حق تعالیٰ شانہٗ تم پر اپنا عذاب مسلط کر دیں گے۔ پھر تم اس سے دعائیں کرو گے تو تمہاری دعائیں بھی قبول نہ ہوں گی۔ (مشکوٰۃ)

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو قوم بدعہدی کرتی ہے اس میں آپس میں خون ریزی ہوتی ہے اور جس قوم میں فحش کی کثرت ہوتی ہے اس میں اموات کی کثرت ہوتی ہے۔ اور جو جماعت زکوٰۃ کو روک لیتی ہے۔ اس سے بارش روک لی جاتی ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ چند آدمیوں کے کسی ناجائز کام کے

کرنے سے عام عذاب نازل نہیں فرماتے جب تک کہ ان لوگوں کے سامنے وہ کام کیا جائے اور وہ اس کے روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں، اور جب یہ نوبت آجائے تو پھر عام و خاص سب ہی کو عذاب ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جن لوگوں میں رشوت کی کثرت ہوتی ہے ان کے دلوں پر رعب کا غلبہ ہوجاتا ہے اور وہ ہر شخص سے مرعوب رہتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

اور یہی اسباب ہیں جن کی وجہ سے آج کل نئی نئی آفات اور حوادث روز مرہ کے واقعات ہیں۔ نئے نئے امراض، نئے نئے مصائب ایسے روز افزوں ہیں جو پہلے کبھی برسوں میں بھی سننے میں نہ آتے تھے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب میری امت اپنے علماء سے بغض رکھنے لگے۔ اور بازاروں کی تعمیر کو نمایاں کرنے لگے اور دراہم (روپیہ) جمع کرنے پر نکاح کرنے لگے (یعنی نکاح کرنے کے لئے بجائے دیانت، تقویٰ، دینداری کے مال دار ہونے کی رعایت ملحوظ ہو) تو حق تعالیٰ شانہٗ ان پر چار چیزیں مسلط فرما دیں گے۔

(۱) زمانۂ قحط

(۲) اور بادشاہ کا ظلم

(۳) اور حکام کی خیانت

(۴) اور دشمنوں کا حملہ

(مشکوٰۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ہر ذی رائے اپنی رائے کو سب سے اچھا سمجھے گا جس کا آج کل ظہور پوری طرح ہو رہا ہے ہر شخص یہی سمجھتا ہے بزعم خود "ہمچو من دیگرے نیست"، کہ جو میری سمجھ میں آیا ہے وہی درست اور ٹھیک ہے چاہے کوئی بڑا کچھ کہے یا چھوٹا۔

الغرض سینکڑوں روایات ہیں جن میں صاف طور سے نیک اعمال پر دارین کی فلاح اور بدعملی پر دارین کے نقصان تفصیل سے بتا دیئے گئے ہیں۔

مقصود ان چند احادیث کے ذکر کرنے سے یہی ہے کہ اگر ہمارے نزدیک حضور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سچے ہیں تو پھر ہم لوگوں کا اپنے اوپر کتنا مرا ظلم ہے کہ دیدہ و دانستہ ہم خود اپنے افعال سے ہلاکت میں پڑتے ہیں۔ نقصان اور خسارہ والے امور اختیار کرتے ہیں اور اپنے کام کے انجام پر نظر نہیں کرتے۔

الغرض میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہم پر غفلت کی مدہوشی طاری ہے۔ اس کا تدارک کیا جائے۔ اس کے لئے اپنے بزرگوں سے سنی ہوئی باتیں آپ کی ہدایت کے لئے عرض کر رہا ہوں۔ اس کے بعد واللہ اعلم یہ باتیں سننے میں بھی آئیں یا نہ آئیں۔

سب سے پہلے آپ اسی بات پر توجہ کرلیں کہ اس وقت دنیا جن آلام و آزار میں مبتلا ہے، اور جس کا ہم کو کسی نہ کسی درجہ میں علم ہوتا رہتا ہے، اس کے متعلق ہمارے کیا تاثرات ہیں؟

دیکھئے! ہم میں سے اکثر و بیشتر روزانہ اخبار پڑھتے ہیں۔ پہلے صفحہ سے لے کر آخری صفحہ تک کیا رہتا ہے؟

فلسطین میں یہ قتل عام ہو رہا ہے۔ عراق اور ایران میں کیسی خونریزی ہو رہی ہے افغانستان میں مسلمانوں کی کیسی تباہی و بربادی جان و مال کی ہو رہی ہے۔ ہندوستان میں کیسے مسلم کش فسادات ہو رہے ہیں جہاں بغیر کسی داد فریاد کے مسلمانوں کا خون بہایا جا رہا ہے۔ روز مرہ کی یہ خبریں آپ اخباروں میں خود پڑھتے ہیں یا نہیں؟"

اس کے علاوہ اور سانحات و حادثات کی خبریں برابر شائع ہوتی رہتی ہیں۔ آج یہاں بس گر گئی۔ اتنے افراد ہلاک ہو گئے۔ فلاں جگہ ریل کا حادثہ ہو گیا، اتنے آدمی مر گئے۔ کہیں ہوائی جہاز گر گیا یا جہاز کا اغوا ہو گیا۔ آج فلاں جگہ آگ لگ گئی۔ اتنا نقصان ہو گیا۔ آج فلاں جگہ زلزلہ آگیا، اتنے آدمی مر گئے۔ آج فلاں محلہ میں قتل ہو گیا۔ کل فلاں جگہ دوسرا قتل ہو گیا۔ فلاں جگہ آج ڈاکہ پڑ گیا۔ فلاں گھر لوٹ لیا گیا۔ فلاں بینک لوٹ لیا گیا، یہ خبریں بلاناغہ روز اخباروں میں آپ پڑھتے

یا نہیں؟

قتل، غارت گری، چوری، ڈاکہ، لوٹ مار، اغوا ——— کراچی میں، پاکستان میں اور بیرونی مقامات میں فلسطین و لبنان تک پہنچ جائیے ——— یہ سب ہو رہا ہے یا نہیں؟

بس آپ نے اخبار پڑھا اور ڈال دیا۔ آپ سچ سچ اپنے تاثرات بتائیے کہ کسی کے دل میں ایک لمحہ کے لئے جنبش پیدا ہوئی؟ دن دہاڑے لوٹ مار، غارت گری، تباہ کاری، جانی اور مالی حادثات اور نقصانات کے واقعات و حالات پڑھے اور اخبار رکھ دیا۔ کسی نے کوئی تاثر لیا؟

میں کہتا ہوں کہ کسی نے کوئی تاثر نہیں لیا۔ تو یہ کتنی بڑی بے حسی ہے گویا یہ واقعات صرف اخبار میں پڑھ لینے کے لئے ہیں یا سن لینے کے لئے ہیں۔ آپ سے اور آپ کے امور زندگی سے ان کا کوئی واسطہ نہیں۔

آپ کی جان و مال کو گویا کوئی خدشہ نہیں۔ یہ کس قدر بے حسی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی پکارنے والا پکار اٹھے سو

اے موج حوادث ان کو بھی دو چار تھپیڑے ہلکے سے
کچھ لوگ ابھی تک ساحل پر طوفاں کا نظارہ کرتے ہیں

پھر انسانی ہمدردی کا بھی کوئی تقاضا ہونا چاہیئے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ بھائی اخبار پڑھنے کے بعد کم از کم دو کلمہ تو کہہ لیتے کہ یا اللہ آپ رحم فرمایئے۔

آپ کی مخلوق تباہ ہو رہی ہے ہم بھی محفوظ و مامون نہیں۔ یا اللہ ہماری اور ہمارے اہل و عیال کی حفاظت فرمایئے۔ کیا اخبار پڑھنے کے بعد یہ دو کلمے بھی آپ کی زبان سے نکلتے ہیں؟ یہ بے حسی ہے یا نہیں۔ یہ آپ نے اخباروں میں کس کا ذکر پڑھا۔ یہ سب اپنے مسلمان بھائیوں ہی کا تو ذکر تھا۔ کیا دین اور انسانیت کا تقاضا یہی ہے کہ اتنی دل سوزی اور ہمدردی بھی نہ ہو۔ ایمان و اسلام تو ہمیں انسانیت کی تعلیم دیتا ہے۔ جذبات انسانیت کو بیدار کرنے کے لئے آیا ہے۔ اشرف المخلوقات بنانے کے لئے آیا ہے۔

ہم نے ساری انسانیت اور ساری اسلامیت بے حسی کی نذر کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔
کبھی غور بھی کیا کہ یہ نتیجہ کس بات کا ہے؟
اس کا سبب یہی ہے کہ عام طور پر مسلمان فی زمانہ غیر اسلامی تعلیم و تہذیب اور معاشرہ کے ماحول میں اسلامی شعائر و شعور سے بیگانہ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور جو عبرت ناک حالات ابھی مذکور ہوئے ہیں وہ سب ہماری شامت اعمال اور بے حیا گناہوں کا خمیازہ ہیں کاش ہم اس کا احساس کریں۔

اب دوسری بے حسی سنئے۔ جو اس سے بھی زیادہ سنگین ہے۔ میں ہمہ گیر بات نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ اکثر و بیشتر کا حال ہے کہ کسی شعبے میں بھی بتایئے کہ شرافت دیانت اور امانت کا کام ہو رہا ہے؟ دفاتر میں جایئے۔ تجارت گاہوں میں جایئے، کہاں خدا کا قانون نہیں توڑا جا رہا ہے۔ کھلے بندوں جوا کھیلا جا رہا ہے۔ شرابیں پی جا رہی ہیں، بدکاریاں ہو رہی ہیں۔ بے شرمی اور بے حیائی اور بے غیرتی کے اڈے قائم ہیں، سینما جاری ہیں، ٹیلی ویژن چل رہے ہیں۔ عورتوں کے ناچ رنگ ہو رہے ہیں۔ ویڈیو چل رہا ہے، فلمی گانے بجانے ہو رہے ہیں۔

اب ایک اور نامراد چیز چل رہی ہے جس کا نام وی۔سی۔آر کہا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے دنیا اور آخرت دونوں جہنم بن رہی ہیں۔ بڑے ذوق و شوق سے دیکھا جاتا ہے۔ جو لوگ اسے ذوق و شوق سے دیکھ رہے ہیں ان کو احساس تک نہیں ہے کہ یہ باتیں سب ایمان و اسلام کے خلاف ہیں اور کبیرہ گناہ ہیں۔ یہ بے حسی نہیں تو اور کیا ہے کتنی حیا سوز کتنی مخرب اخلاق اور کتنی برباد کرنے والی حرکات سنیما اور ٹیلی ویژن پر ہو رہی ہیں کہ الامان الحفیظ۔

ہم لوگ انھیں دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اگر خدا کا قہر نازل ہو جائے تو پھر کیا ہوگا؟ یہ سب کبیرہ گناہوں میں شامل ہیں کہ نہیں؟ اللہ اور اس کے رسول نے انھیں کبائر میں شمار کیا ہے کہ نہیں؟

ہماری اور آپ کی دوسری بے حسی یہ ہے کہ نہیں کہ ہم چاروں طرف کھلم کھلا علانیہ

طور پر کبیرہ گناہوں کا ارتکاب ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ نہ اپنے لئے حفاظت کی دعا مانگتے ہیں اور نہ ان کے لئے ہدایت کی دعا مانگتے ہیں۔ بھائی آخر کب تک بے حس رہوگے؟ ذرا اپنے اسلام اور ایمان کی خبر لو۔

میں پھر عرض کروں گا کہ اس وقت میرے مخاطب وہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان و اسلام کی قدر نہیں ہے۔ صرف اسلام کے نام سے موسوم ہیں تو کیا نام رکھ لینے سے، صورت شکل بنا لینے سے، مردم شماری میں مسلمان لکھے جانے سے آپ صحیح معنیٰ میں مسلمان ہو گئے؟ کس نے آپ سے ایسا کہہ دیا۔

شیطان نے آپ کو دھوکہ دیا ہے ــــــــــ یاد رکھئے! جب تک اللہ تعالیٰ کے تمام اوامر و نواہی پر نظر نہ جائے گی اور اس کے احکام کی عظمت دل میں نہ ہوگی اور اس کے مطابق عمل نہ ہوگا ہرگز آپ کا ایمان کامل نہیں۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ جس کو چاہیں بخش دیں۔ وہ اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل کردیں تو کوئی کہنے والا نہیں۔ ان کی قدرت اور ان کی رحمت ایسی ہی ہے۔ لیکن یہ بتاؤ کہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض معروض کرنے کی کیا صورت ہے؟

غرض کہ بے حسی کا یہ عالم ہے کہ رات دن کے ان سانحات سے نہ عبرت لیتے ہو اور نہ رائج الوقت کبیرہ گناہوں کو دیکھ کر اپنے لئے اللہ سے پناہ مانگتے ہو۔ نہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہدایت کے لئے دعائیں مانگتے ہو۔ حالانکہ نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بہت سی دعائیں ہم کو تعلیم فرمائی ہیں جن میں تمام مسلمانوں کے لئے مغفرت اور عذاب الٰہی سے نجات مضمر ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللہَ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ۔

ذرا غور تو کرو کہ اس زمانہ میں کون سے وہ گناہ ہیں اور کون سے وہ کبائر ہیں جن میں قوم کی اکثریت مبتلا نہیں ہے۔ ذرا کلام الٰہی کو پڑھو اور تاریخ کو دیکھو۔ گزشتہ زمانوں میں کتنی قومیں تباہ و برباد ہوئی ہیں انھیں حرکتوں اور بدعملیوں سے جو آج کل

رائج الوقت ہیں۔ ایک ایک حرکت اور کارنامہ اپنی قوم کا دیکھ لو کہ علانیہ کتنے گناہ کبیرہ کا رواج ہو رہا ہے بازاروں میں، دفتروں میں، تجارت گاہوں میں، تعلیم گاہوں میں، تفریح گاہوں میں۔ حتیٰ کہ گھر گھر میں یہ لغویات رائج ہو گئی ہیں جن کا نتیجہ یہ ہے کہ خاندانوں میں بدمزگی، آپس میں نااتفاقی، زن و شوہر میں نہیں بنتی۔ نہ ماں باپ کا احترام، نہ بڑوں کا ادب۔ معلوم ہوتا ہے کہ چین و سکون سلب ہو گیا ہے۔ بڑے عبرت کا مقام ہے بڑے مطمئن ہیں کہ ہم سفید پوش ہیں۔ دفاتر میں ہمارا یہ منصب اور رتبہ ہے۔ تجارت گاہوں میں ہمارا اتنا سرمایہ ہے بینک بیلنس بھرپور ہے۔ کوٹھیاں ہیں، بنگلے ہیں، کاریں ہیں یہ ہے، وہ ہے۔

یہ سب کچھ سہی ہے پر یہ تو بتاؤ کہ تم انسان بھی ہو کہ نہیں؟ تمہارے اندر انسانیت کے جوہر بھی ہیں کہ نہیں؟ خاک بھی نہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ انسانوں کی سی بس صورت ہے لیکن اعمال حیوانوں سے بدتر ہیں۔ بھائی معاف کرنا میرا لہجہ تلخ ہو گیا ہے۔ مگر غور کرو اور اپنے گریبان میں سر ڈال کر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کے کھلے ہوئے احکام کی کس بے باکی اور جرأت سے نافرمانی ہو رہی ہے۔ اور معاشرہ میں کیسے اشد گناہ کبیرہ ہو رہے ہیں۔

نہ عورتوں میں شرم و حیا ہے نہ مردوں میں غیرت۔ عورتیں برہنہ سر عریاں لباس پہنے بازاروں میں گھوم رہی ہیں۔ نوجوان لڑکیاں آزاد، نوجوان لڑکے آزاد۔ کیا یہ سب علامات قیامت نہیں ہیں؟ اور کیا ان پر قہر خداوندی اور عذاب الٰہی کو دعوت دینا احادیث میں اللہ کے سچے رسول نے نہیں بتلایا ہے؟ عبرت حاصل کرو اور توبہ و استغفار کرو اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب کرو۔

ابتداء میں جو چند احادیث علامات قیامت کے سلسلہ میں بیان کی گئی ہیں ان پر ایک بار پھر نظر ڈال لیجئے۔ اور ان پر جو قہر خداوندی اور عذاب الٰہی ہونا ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ان سوچئے کہ جن معاصی اور گناہوں میں ہم ہر وقت مبتلا رہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی جتنی کھلی ہوئی نافرمانیاں ہوتے دیکھتے ہیں اور ان سے مانوس ہوئے جاتے ہیں اور جس شامت

اعمال میں مبتلا ہو رہے ہیں اس کا بھی احساس نہیں ہے۔

ایسی حالت میں کیا تو ہماری دعائیں قبول ہوں اور کیا ہماری پریشانیاں دور ہوں یہ تو اللہ کی رحمت خاصہ اور نبی الرحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں ہی کی برکت ہے کہ پھر بھی ہم سب محفوظ اور مامون ہیں۔

غور کیجئے کہ میری باتوں میں کچھ حقیقت ہے یا محض باتیں ہی باتیں ہیں۔ اب میں ایک اعلان کرتا ہوں جس کو عبرت اور غور و خوض کے ساتھ سنئے۔ اور وہی اس وقت کی تقریر سے میرا مقصود ہے۔ خدا کرے کہ آپ لوگوں کے قلب میں کچھ جنبش ہو۔ کچھ خلش اور فکر پیدا ہو۔ پہلے آپ اپنے ذہن میں ان باتوں کا استحضار کر لیجئے جو میں نے موجودہ معاشرہ کی بے حسی کے متعلق کہی ہیں کہ کس درجہ ہم نافرمانیوں اور گناہوں سے مانوس ہو گئے ہیں۔ اور شب و روز کے حادثات و سانحات سے کیسے بے حس اور بے فکر ہو گئے ہیں۔

آج چوتھا روز ہے منگل کا قصہ ہے کہ شام کو پانچ بجے مجھ سے کہا گیا کہ کچھ لوگ مجھ سے ملنے آئے ہیں۔ میں باہر آکر ان میں بیٹھ گیا۔ وہ اجنبی لوگ تھے معلوم ہوا کہ یہ پشاور کی طرف کے ہیں۔ اور اس وقت لانڈھی سے آئے ہیں۔ ایک صاحب جو مجھ سے بات کر رہے تھے وہ بھی شاید صوبہ سرحد ہی کے تھے۔ مگر وہ اردو جانتے تھے۔ اور باقی لوگ پشتو جانتے تھے۔ کچھ اردو بھی سمجھ لیتے تھے۔ میں نے اس وقت ان سے اس نیت سے باتیں نہیں سنیں کہ ان کو بعینہ یاد رکھوں گا۔ وقت کم تھا مغرب قریب تھی۔

میں نے دریافت کیا کہ کیسے تشریف لائے؟ تو متکلم نے اشارہ کر کے کہا کہ یہ جو بڑے میاں بیٹھے ہیں۔ انھوں نے کچھ خواب دیکھے ہیں۔ ان کی تعبیر لینے آئے ہیں۔

وہ کہنے لگے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کہیں جا رہا ہوں کسی بزرگ کے

پاس تفسیر پڑھنے کے لئے تو میاں نے ان بزرگ سے کہا کہ مجھے تفسیر پڑھا دیجئے انہوں نے کہا کہ بھائی ہم پشتو میں تو پڑھائیں گے نہیں۔ تفسیر پڑھا دیں گے اور تمہاری سمجھ میں آجائے گی۔ اتنے میں پیچھے سے ایک آواز آئی کہ :۔

"دیکھو! مسلمانوں سے کہہ دو کہ بیدار ہو جاؤ۔ خدا کا قہر نازل ہونے والا ہے۔ اور اس سے کوئی نہیں بچے گا۔ خدا کا قہر نازل ہونے والا ہے۔ مسلمانوں سے کہہ دو کہ سنبھل جائیں۔ کہہ دو مسلمانوں سے۔ اعلان کر دو کہ گناہوں کو ترک کریں اور توبہ واستغفار کریں۔"

جنہوں نے یہ خواب دیکھا وہ سیدھے سادے آدمی تھے۔ وہ ایک لوگوں سے اس خواب کا ذکر کر دیا۔ دوسری رات حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی در آپ نے فرمایا۔

"تم نے ہمارا اعلان کیوں نہیں لوگوں سے کہا۔"

حضور اقدس رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے لہجہ بدل کر فرمایا۔

"تم نے ہمارا پیغام کیوں نہیں لوگوں تک پہنچایا۔ کہ لوگوں میں طغیان اور عصیان بڑھ گیا ہے۔ خدا کا قہر متوجہ ہونے والا ہے۔ بیدار ہو جاؤ۔ جلد توبہ کرو۔ استغفار کرو۔ گناہوں کو ترک کرو سب مسلمان توبہ واستغفار کریں۔ گناہوں کو ترک کریں۔"

اب یہ بیدار ہوئے اور کچھ لوگوں سے ذکر کیا اپنے اس خواب کا۔ ظہر کی نماز جب بعد میں پڑھنے گئے اور جماعت کھڑی ہونے لگی تو زلزلہ آیا۔ اور اتنے شدید کا زلزلہ آیا کہ لوگ لڑکھڑا گئے اور گر گئے۔ اس کے بعد متعدد جھٹکے آتے رہے۔

یہ ابھی حال ہی کا واقعہ ہے اور اخبار میں لندن میں زلزلہ محسوس ہونے کی خبر بھی شائع ہوئی ہے۔

اس کے بعد تیسری رات میں پھر حضور سرور کائنات رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی پھر زیارت ہوئی۔ آپ رحمۃ للعالمین بیٹھے تھے۔ بعد بیٹھے رہیں گے آپ کا

یہ امت چاہے جو کچھ ہو جائے لیکن آپ کو اپنی امت کے ساتھ بڑی محبت اور تعلق ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم) تو جن صاحب کو پھر خواب میں زیارت ہوئی۔ انھوں نے بتایا کہ :۔

"مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ"۔
"تم نے لوگوں سے کیوں نہیں کہا ؟ لوگوں سے علی الاعلان کہو کہ خدا کا قہر متوجہ ہونے والا ہے" (اور فرمایا کہ)
لوگ تائب ہو جائیں۔ اپنے اپنے گناہوں کو چھوڑ دیں توبہ و استغفار کریں۔ ورنہ خدا کا قہر متوجہ ہو جائے گا۔"

صاحب خواب نے تین دن مسلسل یہ خواب دیکھے تھے۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ اس کی تعبیر بتایئے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں کیا تعبیر بتاؤں۔ تعبیر تو صاف صاف ظاہر ہی ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا رحم اور شان کرم ہے کہ اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے یہ اعلان کروا دیا۔ اسی طرح کے خواب اور چند حضرات نے بھی دیکھے۔ جن سے ان کے خواب کی تائید ہوتی ہے۔ میں سوچتا رہا کہ یہ خواب کسی بزرگ سے کہوں کس سے مشورہ کروں۔ کیا کرنا چاہیئے۔ کس طرح اعلان عام کرنا چاہیئے تاکہ مسلمانوں کو اطلاع ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہر زمانہ میں، ہر ملک اور ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے نیک مقبول بندے، گو تعداد میں کم ہی سہی، موجود ہوتے ہیں جو تبلیغ دین اور اشاعت اسلام اور مسلمانوں کی مغفرت و فلاح دارین کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

میں نے اپنے بزرگان دین سے یہی سنا ہے کہ ایسے حوادثات کے وقت مساجد کے امام ہر پنجگانہ نماز کے بعد مسنونہ دعائیں استعاذہ کی پڑھیں اور مقتدی آمین کہیں۔ اس کے علاوہ ہر شخص نماز کے بعد چند دعائیں پڑھا کرے۔ عورتیں بھی پڑھیں تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت کچھ رحمت الٰہی کو متوجہ کرنے کی صورت ہو جائے گی اور ہم پر

اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہوگا۔

میں نے اسی دن سے ارادہ کیا کہ تمام مساجد کے ائمہ جن سے میری ملاقات ہوتی ہے ان سے کہتا ہوں کہ آپ اپنی اپنی مساجد میں ایسی اجتماعی دعاء بعد نماز جاری کر دیجئے۔

آج مجھے آپ لوگوں سے بھی یہی کہنا تھا کہ ہوشیاری کے ساتھ سن لیجئے مرد بھی اور عورتیں بھی اپنے مصائب اور پریشانیوں کا اندازہ کرو اور عبرت حاصل کرو اللہ سے معافی مانگو اور گناہوں کو چھوڑو۔ ٹیلی ویژن، ریڈیو، سینما کی لغویات اور فضولیات اور فسق و فجور کی باتیں جو رائج الوقت ہو رہی ہیں، ان سے بچو۔ اخباروں میں حادثات و سانحات کی خبریں پڑھو تو بارگاہ الٰہی میں رقت قلب کے ساتھ فریاد کرو کہ یا اللہ! یا ارحم الراحمین امت مسلمہ پر رحم فرمایئے، یہ آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ہم سب پر رحم فرمایئے۔ جہاں لوگوں کو طرح طرح کی پریشانیوں میں، بیماریوں میں، گرفتار دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے پناہ چاہو اور بیماروں کی شفا کے لئے دعا کرو۔ لوگوں کو اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے ان کی ہدایت کے لئے دعا کرو اور اپنے لئے ہر گناہ سے بچنے کی توفیق کی دعا کرو اور توبہ و استغفار کو اپنا شعار بنا لو۔

یہ اعلان معمولی بات نہیں ہے۔ بڑا ضروری اور اہم اعلان ہے۔ صرف خواب ہی کی بات نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری کی مستند احادیث میں صاف صاف اعلان کیا گیا ہے کہ گناہوں کی کثرت پر قہر خداوندی متوجہ ہوتا ہے اس سے پناہ مانگو۔

میں نے آپ سب لوگوں کے کان میں ڈال دیا ہے۔ اپنی اپنی مسجد میں اپنے اپنے گھروں میں، اور اپنے اہل و عیال و متعلقین سے کہو کہ ہر نماز کے بعد قہر کے قہر سے پناہ مانگیں اور خوب گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کریں اور گناہوں کو بالکل ترک کردیں

خدا نخواستہ اگر ایسی بے حسی، غفلت اور مدہوشی چھائی رہی اور علانیہ طور پر یوں ہی اللہ جل شانہٗ کی نافرمانیاں ہوتی رہیں تو اندیشہ ہے کہ خدا کا قہر متوجہ نہ ہو جائے تو قبل اس کے کہ خدا نخواستہ ایسا وقت آ جائے، توبہ و استغفار کر لو۔ اپنے لئے بھی کرو اور تمام مسلمانوں کے لئے کرو۔ . . . .

بس اب وقت بھی تھوڑا ہے۔ مگر دعا سے پہلے میں ایک بات اور یہ کہنا چاہتا ہوں کہ معاشرے کے حالات کیسے ہی ابتر ہوں اور ہم کیسے ہی شامتِ اعمال میں مبتلا ہوں مگر مایوسی اور ناامیدی کسی حال میں مسلمان کا شیوہ نہیں۔ ایمان اور اسلام اللہ تعالیٰ کی ایسی عظیم نعمت ہے کہ مسلمان کے لئے ہمیشہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور حق تعالیٰ کا وعدہ ہے اور کیسے پیار اور شفقت کے الفاظ میں خطاب فرمایا گیا ہے۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا
عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا
مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ
اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا
اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی
جانوں پر زیادتیاں کی ہیں تم اللہ تعالیٰ
کی رحمت سے ناامید مت ہو۔
بالیقین اللہ تعالیٰ تمام گناہوں
کو معاف فرما دے گا۔ واقعی وہ
بڑا بخشنے والا بڑی رحمت
کرنے والا ہے۔

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے ساری دنیا اور اس کی ہر چیز کے ملنے سے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اس آیت کے نازل ہونے سے ہوئی ہے۔

تو یہ آیت ارحم الراحمین کی رحمتِ بے پایاں اور عفو و درگزر کی شانِ عظیم کا اعلان کرتی ہے اور سخت سے سخت گنہگار اور مایوس العلاج مریض کے حق میں اکسیر شفاء کا حکم رکھتی ہے تو اس آیت میں تمام نافرمانوں کو گو وہ مشرک اور کافر ہی ہوں توبہ کی دعوت دی گئی ہے کہ اگر کوئی گزشتہ غلطیوں پر نادم ہو کر اللہ

تعالیٰ کے بے پایاں جود و کرم سے شرما کر عصیان و نافرمانی کی راہ چھوڑ دے اور بجز و اخلاص کے ساتھ رب کریم کے احکام کے سامنے گردن ڈال دے تو ایسی سچی توبہ سے گزشتہ سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

اس لئے کسی کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ بھی اعلان فرما دیا ہے کہ جب تک بندے توبہ و استغفار کرتے رہیں گے ہم ان پر عذاب نازل نہیں فرمائیں گے ـــــــ مگر توبہ کی شرط ترک گناہ ہے۔

اور پھر یہی نہیں کہ سچی توبہ سے گزشتہ سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور ان کے ساتھ رحمت کا معاملہ فرماتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے گناہ کے بعد توبہ کر لی وہ گویا بے گناہ ہو گیا۔ یعنی گناہ کے وبال سے بچ گیا۔

تو بھائی اللہ کی کریمی و رحیمی کا دریا اچھل رہا ہے لگاؤ اس میں غوطہ اور پاک و صاف ہو جاؤ۔ اور اگر کوئی اپنی بد نصیبی سے اس کے لئے تیار نہیں ہے تو پھر اللہ کے عذاب کی گرداب میں پڑ کر تباہ ہونے اور خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَة کا مصداق ہونے کے لئے تیار رہے، کیونکہ عصیان و نافرمانی کا نتیجہ ہمیشہ ہلاکت ہی کی صورت میں نکلتا ہے اللہ تعالیٰ کی سنت بدلا نہیں کرتی۔ عمل اور رد عمل قانون فطرت ہے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا
وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ
أَنتَ الْوَهَّابُ ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ
أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ بِسَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ
وَرَحْمَةٍ لِّلْعَالَمِينَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
آمِينَ ثُمَّ آمِينَ

(بقیہ ۴۸ سے آگے)

فرض کا۔"

جس میں ہر نیک کام داخل ہوگیا۔ پس یہ مطلق خیر سے تحلیہ ہوا اور یہ تو اس تحلیہ کے باب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال تھے۔ اب اس ماہ میں حضور کا تعامل دیکھئے کہ کیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

اِذَا جَاءَ رَمَضَانُ شَدَّ مِئْزَرَہٗ کَانَ اَجْوَدَ بِالْخَیْرِ مِنَ الرِّیْحِ الْمُرْسَلَۃِ۔

آپ اس ماہ میں نہایت سخی اور عبادت کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ حضور نے اپنے قول سے بھی اور فعل سے بھی دونوں طریقہ سے کام کرکے دکھادیا۔ حضور نے خود بھی کیا اور دوسروں کو امر بھی فرمایا کہ اس قسم کا عملدرآمد کرو۔

اب اس باب میں لوگوں کی چار حالتیں ہیں۔ بعض کی تو یہ حالت ہے کہ نہ نیک کام کریں نہ بُرا چھوڑیں۔ بعض کی یہ ہے کہ بُرے کام تو ترک کردیں مگر نیکی نہ کریں، بعضے نیک کام تو کریں مگر اپنے اوقات کو بیہودہ معاصی میں گزاریں۔ بعضے فعل نیک اور ترک بدی دونوں کو جمع کرلیں۔ اگر کسی میں کامل ہمت نہ ہو تو وہ کم از کم حسنات واجبہ و مؤکدہ پر اکتفا کرکے برائیاں تو چھوڑ دے یہ ہے تجلیہ اور تحلیہ، اے اللہ ہم سب کو توفیق عطا فرما۔ آمین ●●

رمضان المبارک کے مختصر معمولات

(۱) صدق دل سے تمام گناہوں سے توبہ و استغفار کرنا (۲) پورے اہتمام کے ساتھ روزہ رکھنا اور بلا عذر شرعی ترک نہ کرنا (۳) آنکھ، کان، ناک، دل و دماغ اور تمام اعضاء کو گناہ سے بچانا (۴) نماز باجماعت کا اہتمام کرنا (۵) اشراق، چاشت، اوابین اور تہجد کے نوافل کا معمول بنانا۔ (۶) تلاوت قرآن کریم کا اہتمام کرنا (۷) کثرت سے لا الٰہ الا اللہ کا ورد رکھنا۔

(۸) جنت کا سوال اور دوزخ سے پناہ طلب کرنا اور اپنے اعزاء و اقارب، دوست و احباب اور جملہ مسلمانان عالم کے لئے صلاح و فلاح، دین و دیانت، امن و عافیت کی دعا کرنا، ممالک اسلامیہ، حرمین شریفین کی حفاظت و صیانت کے لئے بارگاہ الٰہی میں تضرع و زاری کرنا۔

سو وہ نماز میں ایسی ہے کہ اپنے نفس سے پوچھو کہ قیود کے اندر مقید ہو کر اپنی تمام خواہشات کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں سہ

معنی تکبیر ایں است اے امیم
کاے خدا پیش تو ما قرباں شویم
وقت ذبح اللہ اکبر مے کنی
ہم چنیں در ذبح نفس کشتنی
گوئی اللہ اکبر وایں شوم را
سر ببر تا دار ہد جاں از عنا
تن چوں اسمٰعیل جاں ہمچو خلیل
کرد جاں تکبیر بر جسم نبیل

"اے عزیز اللہ اکبر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اے باری تعالیٰ ہم تیرے سامنے قربان ہو رہے ہیں۔ دیکھو جب کسی جانور کو ذبح کرتے ہو تو اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرتے ہو اسی طرح اس نفس کو جو ذبح کر دینے ہی کے لائق ہے۔ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر ڈالو۔

اللہ اکبر کہو اور اس منحوس نفس کا سر اڑا دو تاکہ روح ہر قسم کے مشقت سے رہائی پا جائے۔

جسم کی مثال اسمٰعیل جیسی ہے اور روح ابراہیم کے مثل ہے۔

روح نے اک جسم محترم کو تکبیر کہہ کر ذبح کر دیا۔"

غرض کونسی عبادت ہے جو نماز میں نہیں۔

نماز کا وقف پھر یہ کہ چار منٹ میں سب باتیں ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ تخمیناً چار منٹ میں نماز ہو جاتی ہے۔ اول تو نماز ویسے ہی تھوڑی دیر میں ہو جاتی ہے۔ اور اس پر لوگ اور زیادتی کرتے ہیں کہ جلدی سے جلدی پڑھتے ہیں۔

اس پر ایک حکایت یاد آئی کچہری میں دو ملازم تھے ایک انگریز کی ماتحتی میں۔ ایک تو سررشتہ دار تھے اور دوسرا نائب سررشتہ دار۔ دونوں مسجد میں نماز پڑھنے جاتے۔ نائب سررشتہ دار کو نماز میں بہت دیر لگتی وظیفہ وظائف سے فارغ ہو کر آتے اور سررشتہ دار صاحب الٹی سیدھی ٹکریں مار کر اور کبھی بے پڑھے ہی فوراً چلے آتے۔ ایک روز انگریز نے کہا کہ سررشتہ دار صاحب تم بہت ہی جلد واپس آجاتے ہو نائب دیر میں آتا ہے۔ یہ کیا بات ہے۔ اس نے جواب دیا، حضور بات یہ ہے کہ نائب سررشتہ دار صاحب نے تو نماز خود اپنی ذات سے سیکھی ہے اس لئے ان کو اچھی طرح یاد نہیں، سوچ سوچ کر پڑھتے ہیں اور میرے بڑوں سے نماز چلی آئی ہے مجھ کو خوب مشق ہے اور خوب یاد ہے۔ اس لئے میں جلد پڑھ کر آجاتا ہوں اور وہ اٹک اٹک کر پڑھتے ہیں اس لئے دیر لگتی ہے۔

غرض بعض کو نماز کی مشق ہوتی ہے کہ انھیں نماز کے شروع کرنے کی تو ضرورت ہوتی ہے پھر انھیں کسی بات کے قصد کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ زبان خود بخود چلتی رہتی ہے جیسے کہ گھڑی کہ اسے کوک دینے کی تو ضرورت ہوتی ہے پھر وہ خود بخود چلتی رہتی ہے۔ اسی طرح اللہ اکبر پر تو کوک شروع ہوئی اور سلام پر ختم۔ اگر نماز اس طرح پڑھی جائے تو چار منٹ سے بھی کم لگتے ہیں۔

ایک آقا اور نوکر تھے۔ وہ نماز پڑھنے آتے تو آپس میں بحث ہوتی کہ پہلے کون فارغ ہو۔ نماز شروع کرتے اور ہر ایک کی یہی کوشش ہوتی کہ پہلے میں فارغ ہوں بس ادھر اللہ اکبر کہتے اور ادھر نماز ختم ہو جاتی۔

ایک شخص نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اذکار تو گھر کر آتے ہو اور اٹھک بیٹھک کرنا باقی رہ جاتا ہے وہ یہاں آکر کر لیتے ہو۔

اس پہلے فارغ ہونے پر ایک قصہ ہوشیاروں کے قصبہ کا یاد آیا۔ عید کی امامت میں دو شخصوں میں تنازعہ ہوا۔ اس نے کہا کہ نماز میں پڑھاؤں گا۔ اس نے کہا میں پڑھاؤں گا۔ آخر عین وقت پر دونوں نے ایک دم سے امامت شروع کر دی۔ کچھ ان کے مقتدی ہو گئے کچھ ان کے۔ ایک پہلے الحمد پڑھ چکے اور ابھی دوسرے نے ختم نہیں کی تھی۔ جس نے پہلے ختم کی

تھی وہ ٹھہر گئے۔ اس خیال سے کہ جونسی سورۃ یہ پڑھے گا میں اس سے چھوٹی سورۃ پڑھ کر پہلے ختم کردوں گا اور میری بن گا۔ لہٰذا اس نے جو سورۃ پڑھی اس نے اس سے چھوٹی سورۃ پڑھکر اللہ اکبر کہہ کر رکوع کر دیا۔ بعض مقتدی دوسرے امام کے بھی رکوع میں گئے۔ بس اس جماعت کے ایک مقتدی نے اپنے پاس والے کے کہنی ماری اور کہا او نہہ۔ مطلب یہ تھا کہ یہ ہمارا امام نہیں تو رکوع میں کیوں جاتا ہے۔

اس قسم کی حکایات پر ہمیں ہنسی آتی ہے مگر ہم خود اس کے عامل ہیں۔ یہی چاہتے ہیں کہ نماز جلد ختم ہو۔ سوائے اِنَّآ اَعْطَیْنٰا اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ کے ہمیں اور کوئی سورۃ ہی یاد نہیں۔ ہاں اگر سلطنت مل جاوے یعنی امامت تو پھر دیکھو کیسی کیسی لمبی سورتیں پڑھتے ہیں کہ مقتدی بھی کھڑے کھڑے وبال میں آجائیں۔

کانپور کا واقعہ ہے ایک صاحب امام ہوئے۔ خوب گرمی کا زمانہ تھا، جمعہ کا روز۔ نھوں نے سورۂ ق پڑھی، کھڑے کھڑے ایک کو قے ہو گئی۔ ایک بیچارہ نے اسی روز نماز شروع کی تھی۔ لوگ اسے کہہ سن کر نماز کے لئے لائے تھے۔ جب انھوں نے لمبی لمبی سورتیں پڑھنی شروع کیں تو وہ نیت توڑ کر چلتا بنا اور کہا کہ ہم اسی واسطے تو نماز نہیں پڑھتے۔ اس قسم کے لوگ مناع خیر ہیں۔

حدیث میں مقتدیوں کی بڑی رعایت آئی ہے۔ غرض کہ جب امام ہوتے ہیں اس وقت ایسی نماز پڑھتے ہیں اور جب تنہا نماز پڑھتے ہیں تو ایسی کہ قفال مروزی نے پڑھی تھی۔ قصہ اس کا یہ ہے کہ اس نے بادشاہ کو حنفیہ سے بدگمان کرنے کے لئے کہا کہ میں آپکو ان کی نماز پڑھ کر دکھلاؤں گا۔ پس اس نے چھوٹی سی تہمد باندھی کہ ناف تو کھلی رہی اور گھٹنے کھل گئے۔ اور اللہ بزرگ است کہہ کر نماز شروع کی اور وہ برگ سبز کہہ کر رکوع کر دیا۔ رکوع میں جاتے ہی بلا تسبیح کیے سیدھے سجدہ میں چلے گئے۔ اسی طرح تمام نماز پڑھی اور قعدہ میں جب تشہد پڑھ چکے تو بجائے سلام کے زور سے ایک گوز رسید کیا۔

نیکیوں سے روکنے والا۔

اس نے تو تمسخر سے نقل کی تھی باقی ہماری اصل نماز بھی ایسی ہی ہے نہ تعدیل ارکان کرتے ہیں نہ اس کا اور کوئی حق ادا کرتے ہیں۔ بس جلدی اتنی ہوتی ہے کہ کچھ ٹھیک نہیں۔ ادھر اللہ اکبر کہا ادھر ختم۔ میں کہتا ہوں کہ اگر سنبھال کر پڑھیں تو بھی چار منٹ صرف ہوتے ہیں۔ پھر اور جلدی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ چار منٹ کی تو بات ہے اتنی دیر میں ثواب کے ڈھیر کے ڈھیر لیکر چلے آؤگے سو

خود کہ یابی ایں چنیں بازار را
کہ بیک گل مے خری گلزار را
نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
آنچہ درو ہمت نیاید آں دہد

"ایسا بازار تم کو کہاں ملے گا کہ صرف ایک پھول کے بدلے سارے چمن کے مالک ہو جاؤ۔

فانی جان لیتے ہیں اور باقی و ابدی زندگانی عنایت کرتے ہیں وہ کچھ عطا فرماتے ہیں جو وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔"

چار منٹ میں اتنی دولت! افسوس کہ اس پر بھی ہمارے بھائی نماز پڑھنے میں پس و پیش کرتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ چوپالوں میں باتیں گڑھتے رہتے ہیں میں کہتا کہ ہوں کہ مسجد میں باتوں ہی کے واسطے چلے آیا کرو۔ پھر اس کی اصلاح بھی ہو جاوے گی۔
آؤ تو سہی۔

بہر حال نماز کی ہیئت بتلا رہی ہے کہ نماز تمام عبادات میں ممتاز ہے۔ اپنے باطن سے بھی کہ اس کے اندر تمام عبادات موجود ہیں۔ اور اپنے ظاہر سے بھی کہ جیسے نماز کی ہیئت خشوع خضوع کی ہے اور کسی عبادت کی نہیں۔

نماز کی صورت

اسی طرح ذکر میں جتنے منافع ہیں وہ بھی نماز میں ہیں۔ کیونکہ ہر عمل کی ایک ہیئت ہوتی ہے اور ایک روح اور ضروری دونوں ہی ہوتی ہیں سو نماز کی روح ذکر ہے چنانچہ ارشاد فرمایا۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ۔

کہ میری یاد کرنے کے لئے نماز پڑھا کیجئے

پس جو منافع ذکر کے ہوں گے ۔ نماز میں وہ بھی ہوں گے ۔ پس نماز تمام فضائل کی جامع ہوئی ۔ اپنے ان اسرار کے بیان کرنے پر اس وقت کے مناسب ایک کام کی بات یاد آئی ۔ وہ یہ کہ اس زمانہ میں بعض لوگوں نے ہر چیز کے اسرار ایسے طور پر بیان کرنے شروع کئے ہیں کہ گویا اس عمل سے مقصود وہی سر اور راز ہے ۔ سمجھ لیجئے کہ اگر یہی طرز رہا تو شاید چند روز میں الحاد تک نوبت آجاوے ۔ کیونکہ جب ہر عمل کے اسرار اور ارواح بطور مقصود کے بیان کئے جائیں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ صرف ارواح کو ضروری سمجھیں گے اور صورت کی طرف سے بے اعتنائی ہو جاوے گی اور اس سے اندیشہ ہے کہ عبادت کی صورت نہ چھوٹ جائے ۔ کیونکہ جب ان کے نزدیک عبادت کی روح تو ضروری ہوگی اور اس کی صورت ضروری نہ ہوگی تو اس صورت کی قید کو حذف کر دیں گے اور مطلق روح پر اکتفا کریں گے مثلاً نماز کہ اس کی ہیئت کو چھوڑ دیں گے اور مطلق ذکر پر اکتفا کریں گے ۔

چنانچہ آج کل ایک راز اور برکت نماز کی یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ جماعت کی نماز سے اتفاق ہوتا ہے اور اس کی یہ ترتیب بتلائی جاتی ہے کہ پانچوں نمازوں میں تو محلہ کے لوگ جمع ہوتے ہیں ۔ پھر جمعہ میں شہر کے لوگ ۔ پھر اس کی ضرورت ہے کہ دیہات کے لوگ جمع ہوں اس کے لئے عید ہے ۔ پھر ضرورت ہے کہ مختلف ولایتوں کے لوگ جمع ہوں اس کے لئے حج تجویز کیا ۔ پس یہ عبادات ایسی چیز ہیں کہ ان میں اتفاق کی رعایت رکھی گئی ہے ۔

یہ عنوان تو بہت اچھا ہے اور بہت خوب صورت ہے مگر اس کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ عبادات بنفسہا مقصود نہیں بلکہ بمصالحہا مقصود ہیں ۔ اس کا مآل کسی وقت میں یہ ہوگا کہ اگر اغراض بدون ان ذرائع کے حاصل ہو جاویں گی تو نفس کہے گا کہ مقصود تو حاصل ہو ہی گیا ۔ اب ان اعمال کی کیا ضرورت ہے ۔ اس سے الحاد کا باب کھلتا ہے ۔ یہ باتیں عوام الناس کے سامنے ہرگز نہ بیان کی جائیں اور اگر بیان بھی کریں تو کہہ دیں کہ عبادات تو بنفسہا ہی مقصود ہیں ۔ ہاں ان سے یہ مصالح بھی حاصل ہوتے ہیں جیسے کوئی حج کی ترغیب دے اور

کعبہ کا حج کرنے سے ایسے ایسے منافع حاصل ہوتے ہیں کہ مکہ کی سیر ہوتی ہے۔ دریا، پہاڑ، شہر دیکھنے میں آتے ہیں۔ مگر یہ چیزیں مقصود نہیں ہیں۔ مقصود اصلی رضاء حق ہے۔ ہاں اس سے یہ منافع بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح اعمال پر جو مصالح مرتب ہوتے ہیں وہ مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود بنفسہا یہی اعمال ہیں خواہ یہ مصالح نہ بھی مرتب ہوں۔

نماز کی روح

بیان یہ ہو رہا تھا کہ ذکر نماز کی روح ہے۔ درمیان میں ایک کام کی بات بھی بیان کر دی اور چونکہ ذکر نماز کی روح ہے۔ اسی واسطے نماز کی فضیلت کے مؤکد کرنے کے لئے فرماتے ہیں

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔

کہ اللہ کا ذکر بڑی چیز ہے۔

اس لئے نماز میں اگر یہ خاصیت ہو کہ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ تو تعجب کی بات نہیں ہے۔ بعض لوگ یہ کہنے لگے کہ ذکر بڑھ کر ہے یعنی نماز سے بھی۔ پس ذکر ہی کر لیا کریں نماز نہ پڑھیں۔

اس کا ایک لطیف جواب میرے عرض سابق سے نکل آیا یعنی وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ کا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ذکر اللہ نماز سے بڑھ کر ہے بلکہ یہ علت ہے ماقبل کی۔ پہلے نماز کی ایک خوبی بیان کی ہے اب آگے اس کی علت بتلاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ نماز کی یہ خاصیت ہے کہ وہ برائیوں سے روکتی ہے۔ مگر یہ خاصیت اس کی کیوں ہوئی اس لئے ہوئی کہ:۔ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ کہ (اس کی روح ہے ذکر اللہ) اور اللہ کا ذکر بڑی چیز ہے اور ہر پہلو سے مفید ہے طبع سے، عقل سے، عشق سے۔ عشاق کی نظر تو بس اس خاصیت پر ہے۔

اِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْهُمْ۔

یعنی جو دل میں یاد کرتا ہے تو خدا اس کو دل میں یاد کرتے ہیں۔

(خدا دل سے پاک ہے مگر صرف مشاکلۃً ایسا فرما دیا۔) جو مجمع میں یاد کرے تو حق تعالیٰ اس کو مجمع میں یاد کرتے ہیں۔"

گویا ذکر کرنے سے حق تعالیٰ کے مذکور بنے۔ عاشق کے لئے کون سی دولت اس سے زیادہ ہوگی کہ اس کا محبوب اس کو یاد کرے۔ اول تو عاشق کو محبوب کا نام لینا ہی نہایت پیارا معلوم ہوتا ہے اور پھر اس کا تو کچھ پوچھنا ہی نہیں کہ محبوب اس کا نام لے۔

یہاں سے ایک بڑی بشارت معلوم ہوئی کہ جیسے ہم خدا تعالیٰ کو چاہتے ہیں۔ ایسے ہی وہ بھی ہم کو چاہتے ہیں۔ مگر ان کے چاہنے کا بظاہر اعلان نہیں ہوتا۔ اخبار و آثار سے معلوم ہوتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں سو

عشق معشوقاں نہاں است و ستیر
عشق عاشق بادو صد طبل و نفیر
لیک عشق عاشقاں تن زہ کند
عشق معشوقاں خوش و فربہ کند

"معشوق کا عشق پوشیدہ ہے اور چھپا ہوتا ہے اور عاشق کا عشق شور و غل کیساتھ ہوتا ہے لیکن عاشقوں کا عشق جسم کو لاغر و ضعیف کر دیتا ہے اور معشوقوں کا عشق خوش اندام اور موٹا تازہ کر دیتا ہے"

سو جیسے عاشق معشوق کا طالب ہوتا ہے۔ اسی طرح معشوق عاشق کا طالب ہوتا ہے سو

تشنگاں گر آب جویند از جہاں
آب ہم جوید بعالم تشنگاں

"جس طرح پیاسا پانی کو ڈھونڈتا ہے اسی طرح پانی بھی پیاسے کو تلاش کرتا ہے۔"

قربِ خداوندی

بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ کو بندہ سے جتنی محبت ہے اتنی بندہ کو حق تعالیٰ سے نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ محبت موقوف ہے معرفت پر اور ظاہر ہے کہ جیسی معرفت بندہ کی خدا کو ہے بندہ کو خدا کی نہیں اور یہی معنی ہیں۔ آیت وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ کے کہ علماً و معرفۃً ہم بندے سے قریب ہیں وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ اسی وجہ سے نحن اقرب فرمایا کہ ہم قریب ہیں اَنْتُمْ اَقْرَبُ اِلَيْنَا نہیں فرمایا کہ تم بھی ہم سے قریب ہو۔ سو اس سے قرب حقیقی مراد ہوتا تو دونوں طرف سے قرب ہوتا کیونکہ یہ قرب نسبِ متکررہ سے ہے۔ اگر ایک طرف سے قرب ہوگا تو دوسری طرف سے بھی ضرور ہوگا۔

رہا قربِ علمی سو اس میں یہ ضروری نہیں کہ اگر ایک طرف سے قرب ہو تو دوسری طرف سے بھی ہو۔ تو قرب علمی خدا کی طرف سے تو ہے۔ اس لئے کہ ان کا علم کامل ہے اور بندہ کی طرف سے نہیں کیونکہ بندہ ہے غافل۔ پس بندہ تو خدا سے دور ہوا اور اللہ تعالیٰ بندہ سے قریب۔ غرض حق تعالیٰ کو پوری معرفت ہے اور معرفت ہی پر مدار ہے محبت کا۔ اس لئے ان کو پوری محبت ہوگی ہم سے۔

اگر کوئی کہے کہ حق تعالیٰ کو بندہ کی معرفت تو ہے مگر عیوب کے ساتھ کیونکہ بندہ میں ہزاروں عیب ہیں۔ پس جب اس کی معرفت ہوئی تو اس کے ساتھ اس کے تمام عیوب کی بھی معرفت ہوئی۔ سو جس معرفت کے ساتھ عیوب کی بھی معرفت ہو تو وہ محبت کا سبب نہیں ہو سکتی۔ تو میں کہوں گا کہ یہ اس سے کہو جو صورت پر مرتا ہو۔ جو صورت کا عاشق ہوتا ہے جب یہ مطلع ہونے سے اس کو محبت نہیں رہتی۔

اللہ کی محبت

حق تعالیٰ کو جو ہم سے محبت ہے تو وہ اس لئے نہیں کہ ہمارے اندر کوئی خوبی ہے بلکہ اس لئے ہے کہ ہم ان کے بنائے ہوئے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ آپ نے اپنی قوم پر بد دعا کی۔ قوم ہلاک ہو گئی۔ جب کچھ واقعہ ہو جانے کے بعد حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ فلاں جگہ جا کر چالیس برتن مٹی کے بنا کر توڑ ڈالو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔

س کے بعد حکم ہوا کہ ان سب کو ایک طرف سے توڑ ڈالو۔ چنانچہ انھوں نے توڑنا شروع کیا مگر دل پر بہت صدمہ تھا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ توڑنے سے کچھ دل بھی دکھا۔ عرض کیا کہ دل تو بہت دکھا۔ ارشاد ہوا کہ بس ایسے ہی اپنی مخلوق کو ہلاک کرنا ہم کو ناگوار ہوا ہوگا۔ جیسے برتن تمہارے بنائے ہوئے تھے اسی طرح بندے ہمارے بنائے ہوئے تھے۔

قارون کے قصہ میں دیکھئے کہ وہ تو کہہ رہا تھا کہ اے موسیٰ مجھ کو بچاؤ اور آپ فرماتے تھے۔ خُذِیْ یَا اَرْضُ ،، کہ اے زمین اس کو پکڑ۔ یہاں تک کہ بالکل زمین میں دھنس گیا۔ حق تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوا کہ اگر ہمیں ایک دفعہ بھی پکارتا تو ہم فوراً بچا لیتے۔

عتاب میں عنایت

سیر میں ہے کہ جب بندے گناہ کرتے ہیں تو زمین و آسمان کہتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں حکم دے کہ ہم ان پر ٹوٹ پڑیں۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندوں کو تم نے تھوڑا ہی بنایا ہے سو حق تعالیٰ کو بندوں سے اس قدر محبت ہے۔ حتیٰ کہ حق تعالیٰ کے عتاب تک میں بھی عنایت ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر ارشاد فرماتے ہیں:۔

،، وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوْا مَا تَرَکَ عَلٰی ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ۔،،

،، اگر اللہ میاں لوگوں کے اعمال پر مواخذہ کرتے تو کسی جاندار کو زمین پر نہ چھوڑتے۔،،

بظاہر یہ کلام بے جوڑ سا معلوم ہوتا ہے۔ مقدم اور تالی میں بظاہر علاقہ نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ ظاہر تو یہ ہے کہ یوں فرماتے:۔

وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوْا مَا تَرَکَ عَلَیْهَا مِنْ بَشَرٍ۔،،

،، کہ اگر آدمیوں سے مواخذہ فرماتے تو زمین پر کسی آدمی کو نہ چھوڑتے۔،،

نہ یہ کہ مواخذہ تو صرف آدمیوں سے فرماتے اور ہلاک جانوروں کو بھی کر دیتے۔ بظاہر یہ تو بالکل بے جوڑ معلوم ہوتا ہے۔

سو یہ بات ہے کہ عین عتاب میں بھی ان کا شرف تبلایا ہے کہ مقصود بالخلق انسان ہی ہے اور دوسری چیزیں اسی کے واسطے بنائی گئی ہیں تو اگر ان سے مواخذہ کرتے تو ان میں سے کسی کو نہ چھوڑتے اور جب ان کو نہ رکھتے تو جانور نرے کیا کرتے۔

کیا رحمت ہے کہ عتاب میں بھی ہمارا شرف بیان کیا جا رہا ہے کہ انسان ہی اشرف المخلوقات ہے۔ حق تعالیٰ کا انعام دیکھئے کہ جوتیاں لگائیں مگر قدر و منزلت نہیں گھٹائی بھلا ایسا آقا مل سکتا ہے۔ ایسے آقا کا یہی ادب اور یہی معاملہ ہے۔ جیسا کہ ہم کر رہے ہیں۔

حق تعالیٰ کی رحمت

حق تعالیٰ کو ہم سے محبت اس حیثیت سے ہے کہ ہم اس کے بنائے ہوئے ہیں گو مطیع نہ ہوں اور جو اطاعت کرے اس کا پوچھنا ہی نہیں۔ ان پر تو لحہ بہ لحہ فخر کرتے ہیں۔

اگر کوئی ذکر کا جلسہ ہوتا ہے مثل وعظ وغیرہ کے تو جب فرشتے یہاں سے لوٹ کر جاتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ میرے بندے کیا کر رہے ہیں۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ آپ کی تسبیح اور تحمید کر رہے ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں جنت کو طلب کرتے ہیں اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ گواہ رہو میں نے سب کو بخش دیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ان میں ایک شخص آپ کے ذکر کے لئے نہیں آیا تھا۔ بلکہ کسی کام کے لئے آیا تھا۔ اس کا مقصود اس جلسہ میں شرکت نہ تھی۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو بخش دیا۔ اس لئے کہ ھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ " وہ ایسی جماعت ہے جس کا ہم نشین نامراد نہیں ہوتا ہے)۔

اب رہی یہ بات کہ بندوں کی حالت فرشتوں سے کیوں پوچھتے ہیں۔ انھیں تو ویسے بھی بندوں فرشتوں کے تمام باتوں کا علم ہے۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ فرشتوں نے ایک

دفعہ ہمارے متعلق ایک بات کہہ دی تھی جس سے اب تک ان کا پیچھا نہیں چھوٹا۔ سوال سے پوچھ کر یہ جتلاتے ہیں کہ دیکھو یہ وہی تو ہیں جن کے بارہ میں تم نے ایسا کہا دیا تھا۔ فرشتوں کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا، فرشتوں نے کہا تھا۔

اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا

کہ آپ زمین میں ایسے کو خلیفہ بناتے ہیں جو اس میں فساد کرے۔

مَن سے مراد عام تھا کہ وہ سب ایسے ہی ہوں گے۔ سو وہ موجبہ کلیہ کے مدعی تھے۔ پس سالبہ جزئیہ ان کے مقابلہ میں کافی ہوگیا۔ یعنی ایک ایسے شخص کا پیش کر دینا جو مطیع کامل ہو ان کی موجبہ کلیہ توڑنے کے لئے کافی ہے۔ یہ نہیں کہ سارے مطیع ہوں تب ہی ان کا جواب ہو سکے۔ سو فرشتے ایک دفعہ ہم پر اعتراض کرنے سے پکڑے گئے۔ آج تک ان کا پیچھا نہیں چھوٹتا۔ جب کوئی موقعہ ہوتا ہے تو حق تعالیٰ جتلا دیتے ہیں۔

اسی طرح فرشتوں کی بدلی ہوتی ہے۔ عصر اور صبح میں جو فرشتے عصر کے وقت آئے تھے وہ صبح کے وقت رخصت ہوتے ہیں۔ اور ان کی بجائے دوسرے فرشتے آتے ہیں۔ پھر وہ عصر کے وقت چلے جاتے ہیں اور دوسرے آجاتے ہیں۔ جب واپس ہو کر جاتے ہیں تو ان سے پوچھا جاتا ہے کہ ہمارے بندے کیا کر رہے تھے۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ یا الٰہی جب ہم گئے تھے جب بھی نماز پڑھ رہے تھے اور واپسی کے وقت بھی نماز پڑھتے چھوڑا۔ اللہ میاں دونوں وقت فرشتوں کو جتلاتے ہیں اور بدلی بھی خاص اس وقت میں کرتے ہیں جو ہنر کا وقت ہے اور اسی وقت کی حالت پوچھتے ہیں کہ میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑ کر آئے۔ حالانکہ فرشتے دیکھتے سب ہیں جو کچھ بھی بندے کرتے ہیں کیونکہ ان کی شان ہے۔

یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۔ جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب جانتے ہیں۔

مگر ان سے صرف اسی وقت کی حالت پوچھتے ہیں۔ بلا پوچھے وہ خود کہہ نہیں سکتے۔

سو مطلب یہ ہوا کہ دیکھو تو سب کچھ مگر خوبی کے سوا اور کچھ مت کہو۔ صرف خوبی کی بات کہو برائی کی بات مت کہو۔

صاحبو! حق تعالیٰ کو اتنی محبت ہے بندوں سے اور بندے بیچارے کیا محبت کریں گے۔ اگر تم کو حق تعالیٰ سے محبت ہے تو یوں سمجھو کہ ادھر اس سے زیادہ محبت ہے۔ غرض کہ عشاق کے نزدیک تو ذکر کا یہی نفع سب کچھ ہے کہ خدا تعالیٰ ہم کو یاد کریں۔ اور اگر سچ پوچھو ہم تو یاد کرنے کے قابل نہیں کیونکہ ان کا ذکر جتنے ادب سے ہونا چاہیئے۔ یہاں اس کا عشر عشیر بھی نہیں۔ بھلا حاکم دنیا کا نرا نام تو لو۔ کیا کچھ عتاب ہو کہ ہمارا نام لیتا ہے۔ اور وہاں سے حکم ہے نام لینے کا۔ یہ کتنی بڑی رحمت ہے ہماری تو زبان بھی نام لینے کے قابل نہیں۔ ہماری زبان کیسی ہے سو

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

"ہزاروں بار بھی اگر ہم اپنا منہ مشک و گلاب سے دھوئیں پھر بھی اس منہ سے آپ کے نام پاک کا لینا نہایت بے ادبی کی بات ہے۔"

یعنی ہم تو مشک و گلاب سے منہ کو صاف کریں تب بھی نام لینے کے قابل نہ ہوں مگر رحمت دیکھئے کہ پھر بھی ہمارے یاد کرنے پر وہ ہم کو یاد کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے "فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ۔"

" اے صاحبو! محبوب کا محب کو یاد کرنا تھوڑی بات ہے! ہمیں اس کی قدر نہیں۔"

صحابہ کی حالت دیکھئے۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی ابن کعبؓ سے فرمایا کہ مجھ کو اللہ نے حکم کیا ہے تمہارے سامنے قرآن پڑھنے کا۔ اس پر ابی ابن کعب نے کہا۔ اَللّٰہُ سَمَّانِیْ! کیا اللہ نے میرا نام لیا ہے۔ آپ نے فرمایا نعم ہاں! انھوں نے تمہارا نام لیا ہے۔ اس پر ابی ابن کعب رونے لگے۔ محبوب کے نام لینے کی قدر ان حضرات کو تھی۔

کوئی کہے کہ یہ تو خوشی کا موقع تھا اس وقت رونا کیسا تو سمجھ لو کہ رونا ہمیشہ غم ہی کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ایک رونا خوشی کا ہے اور ایک غم کا اور ایک رونا ہے گرم بازاری عشق کا تو یہ رونا عشق کا تھا۔ بہرحال نماز کی روح ہے ذکر اور ذکر کی خاصیت یہ ہے، تو نماز کی بھی یہ خاصیت ہوئی۔

ذکر کی خاصیت

اس کے علاوہ ذکر کی ایک خاصیت یہ ہے کہ ذاکر کو کوئی خطرہ اور پریشان نہیں رہتی اور یہ بات عقل، طبع دونوں اعتبار سے ہے۔ عقلاً تو اس لئے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ ۔

کہ تم اللہ کو یاد کرو وہ تمہیں یاد کریں گے۔

پس جب کوئی شخص خدا کی یاد کرے گا اس کے ساتھ یہ بھی سمجھے گا کہ خدا تعالیٰ مجھ کو یاد کرتے ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ جب کسی کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حاکم ہمارا خیال رکھتا ہے تو پھر اس کو کچھ خطرہ نہیں رہتا۔ پس حق تعالیٰ کو یاد کرنے سے اس کو کسی قسم کا خطرہ نہ رہے گا۔

اور طبعاً اس لئے کہ یہ امر طبعی ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو یاد کرتا ہے تو اس کو اور ہر طرف سے یکسوئی ہو جاتی ہے یعنی جس کو یاد کرتا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی چیز قلب میں جمع نہیں ہوتی۔ پس جب خدا تعالیٰ کو یاد کریں گے تو ان کے ساتھ یکسوئی ہوگی [illegible] ہو جانے سے پھر کسی طرف التفات نہیں ہوتا۔ اور پریشانی مختلف پہلوؤں پر التفات کرنے سے ہوتی ہے۔ اس لئے ذکر سے کسی قسم کی پریشانی نہیں رہ سکتی۔ [illegible] میں اس پر قسم کھاتا ہوں اور گو یہ بات اپنے بزرگوں کی تقلید سے کہہ رہا ہوں کہ خدا کے یاد کرنے والے کے [illegible] نہ دنیا کی پریشانی ہے۔ نہ برزخ کی نہ آخرت کی، نہ پلصراط کی مگر میں اس کو سائنس [illegible] سے سمجھانے [illegible] ہوں

وہ یہ کہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب کوئی چیز پائی جاتی ہے تو اس کا مقابل نہیں رہتا [illegible] مقابل ہے یکسوئی کی۔ پس جب یکسوئی آئی تو اس کا مقابل کہاں۔ پس جو شخص

حق تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہوگا وہ ہرگز پریشان نہیں ہو سکتا۔

مولانا فرماتے ہیں سو

ہیچ کنجے بے دو دو بے دام نیست
جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

"دنیا کا کوئی گوشہ مصائب اور پھندوں سے خالی نہیں ہے خلوت گاہ حق کے سوا کہیں راحت و آرام نہیں نصیب ہو سکتا۔"

یعنی باقی اللہ کے سوائے جہاں بھی پناہ لوگے آفت سے چھٹکارہ نہ ہوگا سو

گر گریزی بر امید راحتے
ہم از آنجا پیشت آید آفتے

"اگر راحت کی امید پر کہیں بھاگ کر جاؤگے تو وہاں تم کو آفت و مصیبت ہی پیش آئے گی۔"

پس جب سارے ٹھکانے ایسے اور ایک ٹھکانہ ایسا تو اسی کو اختیار کرنا چاہیئے۔ اور ذکر کی اس خاصیت کا رات دن مشاہدہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اہل اللہ کی حالت دیکھ لیجئے۔ وہ فقر و فاقہ میں اور طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہوتے ہیں واللہ تکلیف ان کے جسم تک محدود رہتی ہے۔ پریشانی جس کا نام ہے وہ کبھی نہیں ہوتی، اور وہ بہ زبان حال یہ کہتے ہیں سو

کوئے نو میدی مرو کا میدہاست
سوئے تاریکی مرو خورشید ہاست

"ناامیدی کی راہ پر مت جاؤ (کیونکہ خدا کے فضل سے) بہت امیدیں ہیں تاریکی کی طرف مت چلو اس لئے کہ بہت سے آفتاب موجود ہیں۔"

ایک راز اس کا کہ اہل اللہ کو پریشانی نہیں ہوتی یہ بھی ہے کہ یہ ہر واقعہ کو اللہ کی طرف سے سمجھتے ہیں اور اللہ سے ہے ان کو محبت۔ اس لئے جو بات بھی ان کو پیش آئے گی وہ اس کو محبوب کی طرف سے سمجھیں گے جب یہ ہے تو پھر پریشانی

کہاں۔ محبوب کی تو مار بھی ناگوار نہیں ہوتی۔

دیکھئے اگر کوئی عاشق چلا جا رہا ہو اور محبوب پیچھے سے آکر اس کے زور سے دھول لگائے اور یہ پیچھے پھر کر دیکھے کہ میرا محبوب ہے تو خوشی میں آکر کہے گا او ہو آپ ہیں۔ اب تمنا ہوگی کہ ایک اور مارے۔ اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اس تکلیف کو راحت سے کس چیز نے مبدل کردیا۔ بس انتساب الی المحبوب نے کہ وہ دھول چونکہ محبوب کا مارا ہوا ہے۔ اس لئے وہ راحت ہوگئی۔

اسی طرح مصائب میں اہل اللہ کی حالت ہوتی ہے چونکہ وہ محبوب کے ساتھ مشغول ہوتے ہیں اور مصائب کو محبوب کی طرف سے سمجھتے ہیں اس لئے ان کو اس سے عین راحت ہوتی ہے وہ تو بہ زبانِ حال یہ کہتے ہیں ؎

ناخوش تو خوش بود بر جانِ من
دل فدائے یار دل رنجانِ من

"آپ کی جانب سے پیش آنے والی تکلیف دہ باتیں بھی مجھے مرغوب و پسند ہیں اس لئے کہ میرا دل اپنے اس دل کو ستانے والے محبوب پر فدا ہے"

صبر کا طریقہ

یہی راز ہے اس کا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود کے اس قول سے بہت صدمہ ہوا کہ خدا آسمان پیدا کرکے تھک گیا تو اس نے یوم السبت میں آرام کیا تو اس پر حق تعالیٰ نے پہلے ان کے قول کی تردید میں یہ آیت نازل کی۔

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ۔"

اس کے بعد ارشاد ہوا ہے۔ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ۔ مگر صبر کیسے کریں اتنے بڑے صدمہ پر تو آگے اس کی ترکیب بتلائی۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ

طریقہ صبر کا کیا ہے۔ وہ یہ کہ آؤ ہم سے باتیں کرتے کھڑے ہو جاؤ بس سب رنج و

صدمہ جاتا رہے گا۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے رنج پہنچایا اور محبوب کہے کس جھگڑے میں پڑے ہو آؤ ہم سے باتیں کر لو۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس شخص کو صدمہ رہے گا۔

ایک اور جگہ حضور کو ارشاد ہے۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا۔

کہ آپ صبر کیجئے۔ آپ تو ہماری نگاہ کے سامنے ہیں۔ یہ عاشقانہ لم اور تدبیر ہے رنج کے دور کرنے کی۔

میں ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ اس سے اس کی تفسیر سمجھ میں آجاوے گی وہ یہ کہ کسی پر ایک شخص عاشق تھا۔ اس کے درے مارے گئے۔ ننانوے درے تک آہ بھی منہ سے نہ نکلی اخیر میں ایک درہ لگا تو منہ سے آہ نکلی کسی نے پوچھا کہ ننانوے تک تو تیرے منہ سے کچھ بھی نہ نکلا اور ایک درہ میں یہ حال ہوا۔ عاشق نے کہا کہ ننانوے درہ تک تو میرا محبوب کھڑا ہوا مجھ کو دیکھ رہا تھا۔ اس وجہ سے کچھ تکلیف نہیں معلوم ہوئی اور اخیر درہ میں وہ چلا گیا۔ دیکھتا نہ تھا اس لئے آہ نکلی اسی واسطے ایک عاشق کہتا ہے ؎

ہمینم بس کہ داند ماہ رویم
کہ من نیز از خریداراں اویم

"مجھے تو بس اتنا کافی ہے کہ میرے محبوب کو یہ معلوم ہو جاوے کہ میں بھی اسکے طلبگاروں اور چاہنے والوں میں سے ہوں۔"

اس کا بڑا خطاب ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے۔ پس بڑی تسلی اہل اللہ کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر تسلی کا اور کوئی درجہ ہی نہیں۔ اور دنیا میں بھی اس قسم کے سینکڑوں واقعات موجود ہیں کہ محبوب مجازی کے دیکھنے سے تمام تکالیف راحت ہو گئی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اہل اللہ چونکہ حق تعالیٰ میں مشغول ہوتے ہیں اور ہر مصیبت ان ہی کی طرف سے سمجھتے ہیں۔ اس وجہ سے انھیں کسی بات سے پریشانی نہیں ہوتی۔

صاحب کشف و کرامات ہیں ان کی مشہور کرامتوں میں سے یہ ہے کہ یہ صاحب خطوہ تھے (یعنی یک قدم میں صدہا میلوں کی مسافت قطع کر لیتے تھے) آپ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ وادی مور کی نواح میں قانہ مقام کی مسجد کا ارادہ کیا اور تقریباً ایک سو درویش آپ کے سلسلہ کے ہمراہ تھے وہاں انھوں نے اور ان کے رفقاء نے چالیس روز کا ایک اعتکاف کیا روزے رکھے شب بیداریاں کیں اور اوراد و وظائف ادا کئے پھر وہاں سے ساحل کی طرف چلے اور ساتھیوں میں سے صرف دو درویش شیخ علی شنینی اور ایک اور صاحب ہمراہ ہوئے آپ نے دریا میں ایک گروہ دیکھا۔ آپ نے درویشوں سے فرمایا وہاں جاؤ اور جو لوگ اس میں ہیں ان سے کہو کہ جو چیز تمہارے پاس ہے لاؤ یہ دونوں ان لوگوں کے پاس پہنچے۔ اور ان سے یہ پیام کہہ دیا تو انھوں نے کہا۔ ہمارے پاس جو لوگ اس مسجد میں ہیں ان کے واسطے کچھ نذر ہے اور ان کو پانچ سو عشاری اشرفیاں دیں۔ یہ دونوں وہ اشرفیاں لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر شیخ زبید تشریف لے گئے اور ان اشرفیوں کے دراہم بنا کر سب کے سب اپنے رفقاء اور دوسرے فقراء پر تقسیم کر دیئے پھر فرشیہ تشریف لے گئے اور وہاں شیخ علی الشنینی کو خلیفہ بنا کر وہاں کے قیام کا حکم دیا۔ اس لئے شیخ علی نے تا وفات وہاں قیام کیا اور اب تک ان کی اولاد وہیں رہتی ہے۔

غرض اس واقعہ میں ان بزرگ کی کئی کرامتیں ہیں ایک تو وہاں اس گروہ کے ہونے کا کشف دوسرے یہ کہ ان کے پاس کچھ نذر کیا ہوا مال ہے تیسری شیخ شنینی کو فرشیہ میں قیام کا حکم اور یہ بھی اس لئے تاکہ ان کو اور ان کی اولاد کو وہاں عزت حاصل ہوگی وغیرہ وغیرہ اور آپ کے بیٹے عمر المقرض بھی ہوئے ہیں اور ان کی اولاد بہت نیک ہے اور . . . . . آپ کی وفات وادی مور کے علاقہ میں ایک آبادی میں ہوئی ہے جو ناشریہ سے قریب ہے اور وہاں آپ کی قبر مشہور ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے اور اس سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔ اور بعض ثقہ لوگوں نے بیان کیا ہے کہ جب بھی انھوں نے ان کی قبر کی زیارت کی ہے تو اس پر ایک نور تین مشعلوں کی طرح دیکھا ہے۔ اس کو شرجی نے بیان کیا ہے۔

ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن یحییٰ ہمدانی

قرومنہ کے رہنے والے ہیں جو سحول کی نواح کا ایک گاؤں ہے۔ فقیہ عالم عارف تھے۔ عبادات و مجاہدات ان پر غالب تھی ان کی بہت سی کرامتیں مشہور ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انھوں نے اپنے اس گاؤں میں ایک خانقاہ بنوائی جب معماروں نے بیٹریں باندھیں تو ایک بیٹر اس کی اونچائی تک نہ پہنچی یہ لوگ چھوڑ کر بیٹھ گئے۔ شیخ نے فرمایا کیوں چھوڑ بیٹھے۔ عرض کیا وہاں تک نہیں پہنچتی، فرمایا پھر باندھو انشاء اللہ پہنچ جائے گی پھر باندھی تو پہنچ گئی اور شیخ اور آپ کی جماعت اسی خانقاہ میں اعتکافات اور ذکر و تلاوت کیا کرتے تھے۔ کسی شخص نے حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا اے امیرالمومنین حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کیسے تھے فرمایا جیسے یہ قرومنہ والے اور ان کے ساتھی ہیں۔

جندی کہتے ہیں کہ میں نے یہ ایک نیک اور ثقہ شخص سے سنا ہے اور آپ کی کرامتیں ایسی ایسی بہت ہیں۔ جندی نے ان کی وفات کی کوئی تاریخ نہیں بیان کی اور ان کی قبر اسی خانقاہ میں ہے۔ اس کی زیارت کے قصد سے لوگ آتے رہتے ہیں۔

ص ۱۶۷/۳۲ کل ۳۲ سطر ص ۱۶۷/۳۴

ابو عبداللہ محمد بن عثمان نزیلی

فقیہ عالم علم و تقویٰ میں مشہور ایک پہاڑ معروف بہ نظار میں بود و باش رکھتے تھے ایک دفعہ کوئی بڑا حاکم زبردست لشکر لے کر آپ کے شہر کو لوٹنے کے لئے پہنچا اور یہ شخص زیدی فرقہ کا تھا لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل ہونے پر مجبور کرتا تھا۔ تمام شہر میں فساد برپا کر رکھا تھا۔ بہت سے مواضع کو لوٹ لیا تھا۔ جب شیخ کے موضع کے

قریب پہنچا تو شیخ نے لوگوں پر رحم کرنے اور ان کو رعایا بنا لینے کو کہا مگر اس نے شیخ کے خط کی طرف التفات بھی نہ کیا اور قاصد سے کہہ دیا میں نہ ان کی شفارش مانتا ہوں نہ ان کی میرے دل میں کوئی وقعت ہے۔ شیخ کو بہت شاق گزرا اور آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک قصیدہ کہا اور آپ کے وسیلہ سے نجات چاہی پھر جب وہ شخص شیخ کی خدمت سے آگیا سب اہل موضع نکلے اور اس سے جنگ کی تو شیخ اور ان کے ساتھیوں نے اس کو شکست فاش دے دی۔ حالانکہ اس کے ساتھ بہت بڑا لشکر تھا اور یہ اہل موضع چند نفر تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ان کے کئی قصیدے ہیں۔ ایک نیک آدمی نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان بزرگ کے منہ کو بوسہ دے رہے ہیں۔ اس کو شرجی نے بیان کیا ہے اور اسی کرامت کی وجہ سے میں نے یہاں ان کا بیان کیا ہے اور یہ حضرت خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ مجھ میں سے کہا نے عورت اور نیند کی خواہش زائل فرما دیں۔ آپ کے متوسلین نے تحقیق کی تو یہ پایا کہ یہ خواہش آپ میں سے زائل ہو چکی تھیں۔

ابو عبد اللہ محمد بن سعید بن معن القریظی

فقہ عالم صالح بزرگ صاحب خیر و برکت تھے۔ علم حدیث کا آپ پر غلبہ تھا اور آپ اسی سے مشہور تھے۔ علم حدیث میں آپ کی متعدد تصانیف ہیں جن میں سے زیادہ مشہور کتاب المستصفی ہے جس کو آپ نے کتب سنن سے جمع کیا تھا اور اس میں بہت محنت کی تھی یہ کتاب بہت بابرکت اور یمنی علماء میں بہت رائج ہے روایت ہے کہ ان فقیہ محمد سعید نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور نے ان کے واسطے استغفار کی دعا فرمائی۔

شریف ابو الحدید کہا کرتے تھے کہ شیخ بیع صاحب مکہ مکرمہ کی بساط والے سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ انھوں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ حضور نے ان

ان سے فرمایا جس نے کتاب المستصفی مصنفہ محمد بن سعید پوری پڑھ لی وہ جنت میں داخل ہوگا اسکو شرجی نے بیان کیا ہے۔

ابوعبداللہ محمد بن عمر بن محمد بن عبدالرحمٰن باعباد حضرمی

بڑے شیخ عارف کامل کثیر العبادۃ شدید المجاہدات تھے۔ صاحب کرامات و اخبار شائعہ تھے روایت کیا جاتا ہے کہ آپ ہر روز پینتیس ہزار ۳۵۰۰۰ تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ ایک بار آپ نے سجدہ میں یہ دعا کی کہ :۔

رب لا تذرنی فردا و انت خیر الوارثین۔

(الٰہی مجھ کو اکیلا نہ چھوڑیئے اور آپ سب سے اچھے وارث ہیں۔) اس پر آپ نے ایک غیبی آواز سنی :۔

لا اذرک فردا و انا خیر الوارثین۔

(میں تم کو اکیلا نہ چھوڑوں گا اور میں سب وارثوں سے بڑھ کر وارث ہوں) اس کو شرجی نے بیان کیا ہے۔

ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ المنسکی

بڑے بزرگوں اور عظیم الشان زاہدوں میں تھے۔ قرآن شریف کی تلاوت بہت زیادہ کیا کرتے تھے۔ ایک دن رات میں دس قرآن ختم کر لیتے تھے جیسے کہ فقیہ حسین الاہدل نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے اور ولایت کاملہ کے ساتھ ساتھ آپ فقیہ عالم اور قاری بھی تھے آپ کی بہت سی کھلی کھلی کرامتیں ہیں جن میں سے یہ بھی ہے کہ شیخ عمر بن عثمان ضمی حج بیت اللہ کے لئے جاتے ہوئے آپ کے یہاں کو گزرے تو آپ نے فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ میں اور تم قوم معاسجہ میں نکاح کرلیں شاید ان کو اللہ تعالیٰ کے راستہ کی ہدایت نصیب ہو جائے۔

شیخ علمی صاحب نے کہا جب میں حج سے واپس آؤں پھر جب شیخ علمی صاحب حج سے واپس آئے اور شیخ محمد کے موضع کے قریب پہنچے تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ شیخ محمد ہم سے ایک ایسی بات چاہتے ہیں جس میں ہمیں مشغولی ہو جائے گی اور ارادہ کر لیا کہ ان کے پاس ہو کر نہ جائیں اس لئے رات میں سفر کیا کہ ان کو علم نہ ہو مگر راستہ بھول گئے اور رات بھر صبح تک ایک ہی مقام میں چکر کھاتے رہے اس سے نکل نہ سکے تو شیخ عمر علمی سمجھ گئے کہ یہ شیخ محمد کا تصرف ہے۔ اپنے ساتھیوں سے فرمایا آؤ سب مل کر توبہ کریں اور پھر سب شیخ محمد صاحب کے یہاں حاضر ہوئے اور دونوں بزرگوں نے قبیلہ معاسیحہ میں نکاح کر لئے اور ان کو برزہ نامی موضع میں لے گئے شیخ علمی صاحب کی اولاد کے وہاں سکونت رکھنے کا یہی سبب ہوا اور یہ شیخ محمد صاحب نفعنا اللہ تعالیٰ بہ کے کشف کی بدولت ہوا۔

امام شرجی کہتے ہیں کہ اس واقعہ میں شیخ محمد صاحب کی دو کرامتیں ہوئیں ایک تو شیخ عمر پر تصرف اور ان کو سفر سے روک دینا اور دوسرا یہ کشف کہ قبیلہ معاسیحہ کی اصلاح و ہدایت اس طرح ہوگی اور یہ قبیلہ معاسیحہ عرب لوگوں کی ایک جماعت تھی جن پر جہالت اور بداوت غالب تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں بزرگوں کے ذریعہ ان کو ہدایت دی۔

ابو عبداللہ محمد بن مبارک برکانی

بڑے بزرگ مشائخ اور صاحب منصب لوگوں میں تھے۔ آپ فقیہ کبیر احمد بن موسیٰ عجیل کی طرح یمن سے مکہ مکرمہ تک قافلہ کو لے کر جایا کرتے تھے اور عرب وغیرہ میں کوئی شخص قافلہ سے برائی کے ساتھ پیش نہیں آسکتا تھا اور جو برائی سے پیش آتا تھا بہت جلد اس پر کوئی نہ کوئی آفت آجاتی تھی۔ اور اس باب میں آپ کی بہت کرامتیں ہیں۔ ایک کرامت نقل کی جاتی ہے کہ ایک دفعہ متوسلین کی ایک جماعت اور بہت سے لوگوں کے گروہ کے ساتھ حدود یمن میں آپ ایک شہر سے دوسرے شہر کو سفر فرما رہے تھے اتفاقاً ڈاکوؤں کی ٹولی آپڑی اور سب لوگوں کو جن میں آپ کے متوسلین بھی تھے لوٹ

لیا۔ سب لوگوں نے آپ کی طرف رجوع کیا اور ماجرا عرض کیا۔ فرمایا شاید ان لوگوں نے تم کو پہچانا نہیں۔ عرض کیا جی نہیں ہم کو پہچان بھی لیا تھا اور مذاق اڑانے کے طریقہ پر یہ بھی کہا تھا کہ تم لوگ درویش ہو ہم تمہارا تبرک لیتے ہیں فرمایا میں مبارک کا بیٹا ہوں بہت لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہم کو لوٹتے ہیں۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ ہم ہی ان کو لوٹ لیتے ہیں پھر آپ کچھ دیر تک گردن جھکا کر بیٹھے رہے تو وہ سب ڈاکو جنہوں نے ان کو لوٹا تھا حاضر ہو گئے اور جو کچھ لے گئے تھے سب لوٹا دیا اور شیخ سے معذرت کی۔ آپ کی وفات موضع حنفر میں ہوئی ہے وہیں آپ کی قبر ہے جس کی زیارت کے لئے لوگ آتے ہیں۔

ص ۱۶۹/۴ کل صفحہ ۵ سطر ص ۱۶۹/۴

اور اس موضع والوں کو آپ سے بہت حسن عقیدت ہے۔ اس کو شرجی نے بیان کیا ہے۔

محمد بن عبداللہ الطواسی الیمنی

بڑے اولیا میں سے تھے آپ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ خود فرماتے تھے کہ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ایک معمول ہے اور علامت ہے جس سے میں اپنی حالت معلوم کر لیتا ہوں وہ یہ ہے کہ جب میں کسی حاجت پر متوجہ ہوتا ہوں اگر اس میں خیر و صلاح ہوتی ہے تو میں ایک سبز رنگ کے ایک چھوٹے سے پرندہ کو اپنے اوپر اور چاروں طرف دیکھتا ہوں اور جب تک وہ ضرورت پوری نہیں ہو لیتی وہ ایسے ہی رہتا ہے اور جب وہ حاجت خیر و صلاح والی نہیں ہوتی تو میں اس پرندہ کو نہیں دیکھتا اس لئے چھوڑ دیتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ نے مجھے وہ پرندہ بھی دکھلا دیا جب کہ وہ ایک نیک ضرورت میں کوشش فرما رہے تھے۔ اس کو شرجی نے بیان کیا ہے۔

ابو عبداللہ محمد بن عمر النہاری الیمنی

سید حسینی ہیں۔ اپنے زمانہ میں علم و عمل میں یکتا تھے۔ عجیب و غریب کشف و کرامات والے تھے

اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جب کوئی اجنبی شخص حاضر ہوتا تو آپ اس کے اور اس کے باپ اور شہر وغیرہ کے نام سے پکارتے تھے اور آپ کی یہ کرامت بہت مشہور ہے حتی کہ تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہے۔ اسی قبیل سے یہ ہے کہ بشر بن عمران معلم[1] و مقری[2] نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی حضور نے ان کو بشارت دی کہ یہ مع سات متعدد لوگوں کے ان مقری صاحب نے قرآن شریف سبعہ قرأت سے حاصل کیا تھا اور بڑی محنت کی تھی اور بہت نیک تھے۔ اتفاقاً ایک بار شیخ محمد نہاری کی زیارت کے لئے آئے جب شیخ نے ان کو دیکھا تو فرمایا مرحبا اے وہ شخص جو سات متعدد لوگوں کے ساتھ جنت میں جائے گا۔ حالانکہ مقری صاحب نے کسی کو بھی اپنے خواب کی خبر نہ کی تھی۔

آپ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ ایک جماعت نے آپ کی زیارت کا قصد کیا جب آپ کے موضع کے قریب پہنچے تو ایک شخص نے وہاں ایک پتھر کے نیچے اپنے کپڑے رکھ دیئے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جب میں شیخ کے سامنے پہنچوں گا تو عرض کروں گا کہ میرے پاس کپڑا نہیں امید ہے کہ آپ مجھے کپڑا دے دیں گے جب یہ لوگ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس شخص نے شیخ سے اس کی درخواست کی شیخ نے فرمایا میاں کیوں جھوٹ بولتے ہو تمہارے کپڑے سابلہ مقام میں پتھر کے نیچے ان علامتوں سے ہیں جو میں بتاتا ہوں۔ پھر ایک درویش سے فرمایا تم سابلہ جاؤ اور راستہ سے ذرا داہنی جانب چلو تو وہاں ایک پتھر ہو گا اس کے نیچے سے اس شخص کے کپڑے لے آؤ۔ وہ درویش گیا اور جس پتہ پر شیخ نے بتایا تھا اس پتہ سے وہ کپڑے لے آیا اور اس قبیل کے ان کے مکاشفات اس قدر کثرت سے ہیں کہ ان کا ذکر تطویل سے خالی نہیں۔

آپ کی مشہور کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ شیخ سہیل بزنی کے الملک المجاہد بادشاہ سے وادی سہام کے خراج کا کچھ مقررہ مقدار پر ٹھیکہ لے لیا تھا اس میں اس پر چالیس ہزار کے بقدر زر ٹھیکہ لوٹتا رہ گیا وہ بادشاہ کے ڈر سے بھاگ کھڑے ہوئے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور

---

[1] بچے پڑھانے والے۔

[2] قرأت سکھلانے والے

آپ کی پناہ چاہی اور شیخ کے پرانے ملنے والوں میں تھے۔ بادشاہ نے شیخ کو ایک خط لکھا کہ اے ہماری ہمارے ملازموں کو چھوڑ دو ان کے واسطے ہمارے ہی در پر شفقت و رحمت ہے۔ شیخ نے جواب لکھا اگر تم ہمارا پیالہ چھوڑ دو گے ہم تمہارا طشت چھوڑ دیں گے اور جو دوسروں کا جو لوٹا دے گا لوگ اس کے گیہوں لوٹا دیں گے اور ذلیل وہ ہے جس پر مقابل غالب آجائے۔ ہمیں چوگاں ہمیں گوئے جو سچ مانے تجربہ کرلے بادشاہ نے درباریوں سے پوچھا تمہاری کیا رائے ہے عرض کیا کہ حضور ہی جانیں۔ اس کو شرجی نے بیان کیا ہے۔

ابوعبداللہ محمد بن ظفر شمیری

بڑے شیخ عارف مربی صاحب کرامات و علامات تھے شروع زمانہ میں بہت ریاضت کرتے تھے اور خلوت میں رہا کرتے تھے۔ آپ کی ایک عجیب کرامت یہ نقل کی جاتی ہے کہ آپ کی بیوی بہت نیک تھیں اور آپ نے ان کے علاوہ اور کوئی نکاح نہیں کیا تھا۔ دونوں میں آپس میں بہت محبت تھی۔ دونوں نے ساتھ حج کیا اور مکہ مکرمہ میں سات سال تک رہے اور آپس میں یہ عہد کیا کہ دونوں میں سے جو پہلے مرجائے گا۔ دوسرا اس کے بعد اور نکاح نہ کرے گا شیخ کی وفات پہلے ہو گئی تو آپ کے انتقال کے بعد معزز لوگوں میں سے متعدد نے پیامات بھیجے مگر انھوں نے وفاءعہد کے لئے نکاح کرنا پسند نہ کیا۔ اتفاق سے شیخ مبارز بن غانم نے جو شیخ کے مرید تھے ان کے گھر والوں کو پیام دیا ان لوگوں نے اس وجہ سے کہ شیخ کے بعد یہی بزرگ مشہور تھے قبول کر لیا شیخ کی بیوی اس وقت شیخ کی قبر پر ہی رہا کرتی تھیں۔ یہ لوگ اور شیخ مبارز وہیں قبر پر آئے اور ان سے کہا کہ دو باتوں سے ایک بات کو اختیار کرلو یا تو ہم تمہارا نکاح کردیں اور تم یہیں رہو اور یا تم کو اپنے شہر لے چلیں اور ان کے گھر کے لوگ بڑے گھرانہ کے اور صاحب قوت لوگ تھے آل سعید نام سے معروف تھے مگر انھوں نے شیخ کے مزار پر رہ سکنے کی طمع میں نکاح کرنا اختیار کرلیا تو ان لوگوں نے وہیں ان کا نکاح کردیا جب زفاف کا دن آیا اور یہ اس کی تیاری کرنے لگیں تو یہ تیاری میں مصروف تھیں کہ دفعتہ ان کو نیند کا جھونکا آیا آنکھ کھلی تو بہت پریشان اور دہشت زدہ

اور ان کے پاس شیخ مرحوم کا ایک کپڑا تھا جس کو وہ پہنا کرتے تھے اور دفن کے وقت ان کی وصیت کے موافق وہ ان کی ہمراہ دفن کیا گیا تھا یہ روتی جاتی تھیں اور اس کپڑے کو بوسے دیتی جاتی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ اول اللہ تعالیٰ سے معذرت کرتی ہوں اور پھر اے ابن ظفر تم سے کہ مجھ پر زبردستی کی جا رہی ہے جب ان کی گریہ و زاری بہت بڑھ گئی تو ان کے گھر والوں نے اس کا سبب پوچھا انھوں نے کہا کیا تم پہچانتے نہیں کہ یہ کپڑا محمد بن ظفر کا ہے جو ان کے ساتھ دفن کیا گیا تھا انھوں نے کہا ہاں ہاں ہم پہچانتے ہیں انھوں نے کہا کہ ان میں اور مجھ میں معاہدہ تھا کہ ہم میں سے جو پہلے مر جائے گا۔ دوسرا اس کے بعد نکاح نہ کرے گا جب تم لوگوں نے مجھے مجبور کیا تو مجھے شرم آئی کہ میں تم سے یہ واقعہ ذکر کروں اس وقت جو ذرا میری آنکھ لگ گئی تھی میں نے ان کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں اے فلاں کیا معاہدہ والے کے ساتھ ایسا ہی کیا جاتا ہے میں نے ان سے معذرت کی کہ تم لوگوں نے مجھے مجبور کیا اس پر فرمایا کہ اچھا تمہارا قصور نہیں ہے۔

بس تم اس کے متعلق ان سے کہہ دینا۔ انھوں نے اپنا یہ کپڑا بطور علامت کے تمہارے لئے بھیجا ہے تاکہ تم مجھ کو اس پر مجبور نہ کرو۔ ان لوگوں نے وہ کپڑا شیخ مبارز بن غانم کو دیکھایا اور سب حال سنایا۔ شیخ مبارز نے اسے دیکھا تو ان پر ایک حال طاری ہوا اور ان کو طلاق دے دی۔ اور فوراً وہاں سے اپنی رباط کو چلے گئے اور پھر اس کے بعد ان کی زندگی کچھ دن بھی نہ ہو سکی اس کو امام شرجی نے بیان کیا ہے۔ اور اس میں شیخ محمد کی کئی کرامتیں ہیں ایک تو سب سے بڑی یہ کہ باوجود ساتھ دفن کئے جانے کے کپڑا نکال کر دے دیا۔ دوسرے یہ کہ پہلے سے اپنے ساتھ دفن کرنے کی وصیت کرنا تاکہ بعد میں لوگوں کے لئے علامت بنا کر نکال دیں وغیرہ وغیرہ۔

ان فقیہ محمد کا مزار موضع مردع میں ہے جو مدینۃ الجند کی شرقی جانب ایک مرحلہ کے قریب ہے۔ اور جندی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ میں زیارت کے ارادے سے ان کی قبر مبارک پر پہنچا کئی روز قیام بھی کیا ہے۔

ان کی برابر میں ان کی بیوی کی بھی قبر ہے اور ان ہی بزرگ کی برکت سے ان کا یہ موضع دشمنوں سے محفوظ ہے کہ جب کوئی شخص اس کے لئے برائی کا قصد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو

رسوا کر دیتے ہیں۔

ص ۱۷۰ کل صفحہ ۹ سطر ص ۱۷۰/۱۴
اور آپ کی قبر مبارک کی مٹی سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔

محمد ابوالمواہب شاذلی

بڑے عارفین اور ائمۂ علمائے عاملین میں سے ہیں۔ آپ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بہت ہی کثرت سے کیا کرتے تھے گویا حضور سے جدا ہی نہ ہوتے اور گویا ایسے تھے کہ بیداری میں دیکھ رہے ہیں اور انھوں نے اپنے یہ خواب ایک کتاب میں جمع کئے ہیں۔ میں نے اول سے آخر تک اس کا مطالعہ کیا۔ تو میں نے اس کو ان بزرگ کی زبردست کرامت سمجھا ہے۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتے اور کسی معاملہ میں عرض معروض کرتے پھر دوبارہ خواب میں زیارت کرتے تو حضور اقدس اسی حدیث کو جو پہلے خواب میں فرمائی تھی مکمل فرما دیتے تھے بلکہ بعض حضرات نے نقل کیا ہے کہ یہ بزرگ بیداری میں بھی زیارت اقدس سے مشرف ہوتے تھے اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ آپ نے خود ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے الحزب الفردانیہ بیداری میں ہی پڑھی ہے۔

امام شعرانی نے طبقات میں بیان کیا ہے کہ یہ حضرت خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بکثرت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ لوگ میرے خواب میں آپ کی زیارت کرنے کو جھوٹ کہتے ہیں حضور نے ارشاد فرمایا اللہ کی عزت وعظمت کی قسم جو ان کو قبول نہ کرے گا یا ان کے باب تم کو جھوٹا کہے گا وہ یہودی یا نصرانی یا مجوسی آتش پرست ہو کر مرے گا یہ خود شیخ ابوالمواہب کے قلم سے منقول ہے اس کے بعد امام شعرانی نے ان کے بہت سے خواب اور بڑے فوائد لکھے ہیں۔ ان کو طبقات میں دیکھ لینا اور ان میں سے بہت کچھ کو میں نے بھی کتاب افضل الصلوات میں

ذکر کر دیا ہے۔

صفحہ ۱۷۱/۲۲ کل ۱۱ سطر ص ۱۷۲/۶

محمد الحضرمی مجذوب

چلانے والے عجیب و غریب حالات و کرامات و مناقب والے تھے۔ کبھی کبھی چلاتے ہوئے عجیب و غریب علوم و معارف پر کلام کر جاتے اور کبھی کبھی استغراق کی حالت میں زمین و آسمان کے اکابر کی شان پر ایسی گفتگو فرماتے کہ اس کے سننے کی تاب نہ ہوتی تھی۔ آپ ابدال میں سے تھے۔ آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھا ہے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے۔ ایک بار ڈاکوؤں نے ان کے کپڑے چھین لینے کا ارادہ کیا تو آپ نے ان کے ہاتھوں کو ان کے پہلوؤں میں گاڑ دیا۔

ایک شخص نے آپ کی دعوت کی اور شہد پیش کیا، آپ نے تناول فرما کر یہ فرمایا شہد کو محفوظ رکھو کہ میں لوٹ کر آؤں اور کوئی پندرہ منٹ غائب رہ کر لوٹ آئے اور فرمایا ہم نے اسرود میں متوفی پر نماز پڑھی اور ان کو دفن کر دیا ہے۔ پھر باقی شہد تناول فرمایا۔ آپ کی وفات ۹۰۰ھ میں ہوئی ہے اور بھنسا کے ٹیلے پر دفن کئے گئے ہیں آپ کا مزار وہیں ہے لوگوں کو معلوم ہے اور اس کی زیارت کی جاتی ہے۔

محمد بن داؤد منزلاوی

آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ جب عشاء کے بعد آپ کے یہاں کوئی مہمان آتا اور آپ کے یہاں کوئی چیز اس کے سامنے رکھنے کو نہ ہوتی تو آپ آگ پر ہانڈی چڑھاتے تھے اور اس میں پانی ڈال کر آگ جلا دیتے تھے پھر کبھی تو اس میں لوگ دودھ چاول دیکھتے کبھی میٹھے چاول کبھی گوشت اور شہد یا اور کبھی کبھی مرغ کا گوشت آپ کی وفات دسویں قرن کے شروع میں ہوئی رحمہ

میں ہوئی ہے اور اپنی خانقاہ کے پاس دفن ہوئے۔ آپ کا مزار وہیں ہے لوگوں کو معلوم ہے اور اس کی زیارت ہوتی ہے۔ اسکو غزی نے بیان کیا ہے۔

محمد الجلجولی ابو العون الغزی

بڑے امام کبیر اور قطب مشہور ہیں اصل میں غزہ کے رہنے والے تھے پھر فلسطین کے علاقہ میں مقام جلجولیا میں سکونت پذیر ہو گئے پھر اخیر عمر میں رملہ منتقل ہو گئے اور تا وفات وہیں قیام فرمارہے۔ شیخ امام علامہ ولی اللہ شیخ شہاب الدین رملی مشہور با بن ارسلان شافعی کتاب الزندا کے آپ سے ہی مستفید ہوئے ہیں۔ آپ کی کرامتوں میں ابن الحنبلی نے اپنی تاریخ الانس الجلیل میں اپنے شیخ علامہ شمس الدین ضیروطی مصری کی روایت سے یہ ذکر کیا ہے کہ شیخ شمس الدین اور شیخ نور الدین دونوں شیخ محمد جلجولی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو شیخ نور الدین نے شیخ ابو العون پر اپنا اہل علم ہونا ظاہر نہ کیا شیخ ابو العون نے ان سے ایسا کلام کیا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کوئی فضیلت عطا فرمائیں اس کے لئے نامناسب ہے کہ وہ اسے چھپائے پھر آپ نے ان کے واسطے ایک فرش جو سامنے رکھا تھا بچھایا اور اس پر ان کو بٹھایا۔ شیخ شمس الدین کہتے ہیں کہ شیخ نور الدین نے آپ سے شیخ کمال بن ابی شریف کے متعلق جو ابن ارسلان کی شاگردی کی وجہ سے ان کے ہم استاد تھے۔ سوال کیا فرمایا میں نے ساق عرش پر لکھا دیکھا ہے کہ محمد بن ابی شریف اولیا اللہ کے محبین میں سے ہیں۔

ابن الحنبلی کہتے ہیں کہ مجھ سے شیخ عفیف الدین غزی حلبی نے بیان کیا ہے کہ وہ شیخ ابو العون کے مکان پر گئے تو وہاں کچھ بزرگ درویشوں کی ایک جماعت کو بھی دیکھا اور کچھ فسادی لوگوں کو بھی دیکھا جو بعض ضرورتوں میں شیخ کی حمایت حاصل کرنے کے لئے حاضر تھے ان کو شیخ کے ان لوگوں کو گھر میں رہنے دینے پر ذرا گرانی ہوئی، اتنے میں شیخ آگئے اور فرمانے لگے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کے مریدوں میں کسی نے عمدہ اور ردی ہونے کو کہا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ عمدہ ہمارے واسطے ہیں اور ہم ردی کے واسطے تو یہ ان کا ایک کشف تھا۔

ابن الحنبلی جو کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت بھی پہنچی ہے کہ دمشق کے ایک ولی نے شیخ ابوالعون کا حال اور شروع شروع کی کیفیت معلوم کرنی چاہی تو اس نے ایک مرید کو بھیجا اور اس کو یہ نہیں بتایا کہ کس وجہ سے اس کو بھیجا جا رہا ہے بس یہ فرمایا کہ سید ابوالعون کی زیارت کر آؤ۔ اور کہہ دینا کہ آپ کے بھائی فلاں شخص نے سلام کہا ہے اور دیکھنا کہ سب سے پہلے کھانے کی کیا چیز تمہارے سامنے رکھتے ہیں پھر جب لوٹ آؤ تو مجھے بتانا۔

مرید شیخ ابوالعون کے یہاں حاضر ہوئے تو شیخ نے سب سے پہلے جو کھانے کی چیز ان کے آگے رکھی قلقاس[1] کی کھیر تھی جب وہ زیارت سے فارغ ہو کر اپنے شیخ کے یہاں واپس جانے لگے تو شیخ ابوالعون نے فرمایا جب تمہارے سب سے پہلی کھانے کی چیز کو پوچھیں جو تم نے ہمارے یہاں کھائی ہے تو کہہ دینا قلقاس تو یہ شیخ کا عجیب کشف تھا اور شیخ ابوالعون کے عالم وجود میں کے تصرفات میں سے یہ ہے کہ جس کو شیخ موسے کاوی نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ حلب والوں کی ایک عورت، عورتوں کے مجمع میں حمام سے نکلی تو وزیر حلب کے گروہ کے ایک فوجی نے اسے اٹھا لیا اور کسی رنڈی کے یہاں لے جانے لگا۔ لوگ اس عورت کو اس سے نہ چھڑا سکے اچانک ایک شخص قاسم بن زبرل آگیا یہ بہت بہادر اور رعب داب کا آدمی تھا۔ اس نے اس فوجی کو مارا۔ تاکہ اس سے عورت کو چھڑالے اتفاق سے وہ مرگیا تو وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا پھر اگلے روز صبح کو شہر میں آیا اور حمام میں داخل ہوا، وزیر حلب کو اطلاع ملی تو ایک جماعت اس کے گرفتار کرنے کے واسطے بھیجی وہ لوگ حمام پر آکر پہنچے تو اس نے حمام والے سے کہا کہ مجھ کو میرا پاجامہ اور خنجر دے دو اور نکل پڑا وہ لوگ الگ الگ ہو گئے اور یہ بھاگ گیا اور وہاں سے ایک باغ میں پہنچا اور شیخ ابوالعون کے وسیلہ سے دعا کی۔ اس نے شیخ کو پہلے دیکھا تھا اور ان کا معتقد تھا اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت سے بچا لیا۔ یہ ساحل کی راہ سے چلتا رہا حتیٰ کہ جلجولیا پہنچ گیا تو شیخ ابوالعون کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے دامن کی پناہ لی۔ شیخ نے دعا دی اور کشف

---

[1] قلقاس ایک بوٹی ہے اس کو پکا کر اس نواح میں کھایا جاتا ہے جسم کو فربہ کرتی باہ کو بڑھاتی، کھانسی اور سینہ کے امراض کو رفع کرتی ہے۔

سے وہ تمام ماجرا بتا دیا اور فرمایا تم نے شاہی ملازم کو کیوں قتل کیا ہے۔ اس نے اس فوجی کے ساتھ جو معاملہ ہوا تھا اس کو معذرت پیش کی تو فرمایا اب تم کو امن دے دیا ہے پھر آپ نے ایک خط وزیر دمشق قاسم یحیاوی کو اور ایک خط وزیر حلب کو لکھا اور اس سے فرمایا جاؤ لوگوں کو پانی پلایا کرو اور یہ رعب داب کی حرکتیں چھوڑ دو، عرض کیا بہت اچھا پھر جب شیخ نے وزیر کو خط لکھ دیا تو اس نے عرض کیا کہ حضرت مجھے ڈر ہے کہ وہ حضرت کی سفارش قبول نہ کرے اور مجھے قتل کر دے۔ اس وقت مجلس میں شیخ نعمت صفدی بھی تھے انھوں نے ہاتھ بڑھایا اور فرمایا اگر اس نے تجھے کچھ کہا تو میں اپنے ہاتھ سے ان کی آنکھ نکال لوں گا۔

شیخ ابوالعون نے شیخ نعمت کے ہاتھ کو اس سے پہلے کہ وہ اسے پورا اٹھائیں پکڑ لیا اور فرمایا اگر میں پورا ہاتھ اٹھانے دیتا تو یہ اس کی آنکھ نکال ڈالتے پھر قاسم شیخ ابوالعون کا خط لے کر دمشق وزیر یحیاوی صاحب کے پاس پہنچا۔ انھوں نے اس کی خاطر کی اور شیخ کے اعزاز کی وجہ سے اس کو ایک سو درہم عطا کئے اور وزیر حلب کو ایک خط لکھ دیا کہ شیخ کی وجہ سے وہ بھی خاطر کرے اور معاف کر دے تو وزیر حلب نے بھی اس کی خاطر کی اور معاف کر دیا اور قاسم پانی پلانے کے کام میں لگ گیا اور خاص کر درویش پیاسوں کا اہتمام کرتا تھا حتیٰ کہ صاحب ذکر خیر ہو گیا۔

شیخ موسے کناوی کہتے ہیں کہ شیخ ابوالعون کی وفات ۹۱۰ھ میں ہوئی ہے اور شہر رملہ کے اندرونی جانب دفن ہوئے ہیں اور وہاں آپ کی قبر پر عمارت بنی ہوئی ہے۔ اس کی زیارت اور اس سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔ اور یہ شیخ ابوالعون ان بزرگوں میں سے تھے جن کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے بے انتہا کرامتیں ظاہر فرمائی ہیں حتیٰ کہ اگر کوئی شمار کرنے والا ہر روز کی مجلس میں کرامتیں شمار کرتا تو پچاس سے زیادہ شمار کر لیتا۔ اور آپ کا شہرہ صحیح صحیح اور بہت زیادہ کشف اور درویشوں کی تربیت اور خلق خدا کے فائدہ سے ہوا ہے اور آپ مصر و شام کے بادشاہوں میں تصرف کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ کوئی بادشاہ آپ کی سفارش رد نہ کر سکتا تھا۔ اس کو غزی نے بیان کیا ہے۔

محمد مغربی

شیخ و امام اور اکابر عارفین میں سے ہیں۔ آپ مصر میں کے ترکوں کی اولاد ہیں اور مغربی اس وجہ سے مشہور ہوئے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک مغربی شخص سے نکاح کر لیا تھا آپ نے طریقت حضرت ابو العباس سری خلیفہ حضرت شمس الدین حنفی مصری سے حاصل کی ہے۔ امام شعرانی نے طبقات الوسطیٰ میں بیان کیا ہے کہ میں ان سے ایک دفعہ ملا ہوں۔ لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ صاحب مقام قطبیت میں تین سال رہے ہیں اور عالم غیب سے بہت زیادہ خرچ کیا کرتے تھے ایسا بہت ہوتا تھا کہ کوئی مقروض حاضر ہوتا اور درخواست کرتا کہ حضرت قرض کی ادائیگی میں میری اعانت فرمائیے تو آپ فرماتے اس بوریئے کا کنارہ اٹھاؤ اور جو کچھ اس کے نیچے ہے لے لو تو اکثر بوریئے کے نیچے اپنے قرض سے زیادہ پاتا۔ آپ فرماتے قرض ادا کر دو اور باقی کو اپنے خرچ میں لاؤ اور مصر کے تمام علماء علوم عقلیہ اور وہبیہ میں آپ کے معتقد تھے اور آپ سے ان علوم کا استفادہ کرتے تھے جو کبھی ان کے سننے میں بھی نہیں آئے۔ علامہ حمصی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ آپ قاہرہ کے پل سنقر پر قیام رکھتے تھے اور آپ کے کشف و کرامات بالکل کھلی کھلی تھیں۔ آپ کی وفات ۹۱۱ھ میں ہوئی ہے اور باب القرافہ کے قریب مدفون ہیں آپ کی قبر معروف ہے اس کی زیارت کی جاتی ہے۔

محمد بن زرعہ مصری

شیخ بزرگ صاحب احوال و مکاشفات ہیں۔ اپنے گھر کی جالیوں میں قدیدار پل کے قریب نشست رکھتے تھے اور جو کچھ انسان کے دل میں ہوتا تھا اس کو بیان فرما دیتے تھے۔ تین روز بولا کرتے تھے اور تین روز خاموش رہتے تھے۔ ۹۱۲ھ میں وفات ہوئی اور اپنے گھر کے اسی جالیوں والے حجرہ میں جس میں بیٹھا کرتے تھے۔ مدفون ہوئے۔ اس کو نفری نے بیان کیا ہے۔

محمد بن عبدالرحمٰن الاسقع باعلوی

علم اور ولایت میں اپنے زمانہ کے امام تھے۔ آپ کے شاگرد محمد بن علی خورد نے کتاب الغرر میں نقل کیا ہے کہ آپ کے خدام میں سے ایک شخص کے گھر سے اس کا کل مال اپنا بھی جو دوسروں کا امانت تھا وہ بھی سب چوری ہوگیا وہ خادم اس واقعہ سے بہت زیادہ دلگیر ہوا اور اپنے شیخ سے آکر عرض کیا فرمایا خیلہ نامی گھاٹی میں جاؤ تم وہاں بریمات کے نیچے تمام چوری کا مال پاجاؤ گے اور بریمات چند پتھر تھے جو اس گھاٹی میں مشہور تھے یہ خادم وہاں گیا اور تمام مال پا لیا۔

ص ۱۷۴ کل اصفحہ ۱۳۱ سطر ص ۱۷۴

آپ کی وفات ۹۱۷ھ میں ہوئی اور مقبرہ زنبل میں مدفون ہوئے ہیں قبر مبارک معروف ہے اس کی زیارت کی جاتی ہے۔ آپ کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کیا حال ہے فرمایا:

فِی مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ۔

(ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس)

محمد صدرالدین البکری

امام بزرگ عالم عامل متقی زاہد ہیں۔ حضرت ابراہیم متبولی سے طریق حاصل کیا ہے بہت خاموش بزرگ تھے سوائے جواب کے خود کوئی بات نہ کرتے تھے۔ غلبہ خشوع کی وجہ سے دن رات میں کبھی آسمان کی طرف نظر نہ اٹھاتے تھے۔ ان کی والدہ کا بیان ہے کہ جب یہ پیٹ میں تھے انھوں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور حضور نے ان کو ایک کتاب عنایت فرمائی کہتی ہیں میں نے اسکی تعبیر یہ لی کہ نیک لڑکا ہوگا۔ آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ جب حج کیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو لوگوں نے سنا ہے حضور نے ان کو سلام کا جواب عطا فرمایا۔ آپ کی وفاۃ مدینہ منورہ میں ۹۱۸ھ میں ہوئی ہے اس کو غزی نے بیان کیا ہے اور امام شعرانی نے بھی جواب سلام کی کرامت اور وفات کو ذکر فرمایا ہے۔

(باقیہ آئندہ)

حامل مضامین تصوف وعرفان ماہنامہ افادات وصی اللہی کا واحد ترجمان

وصیۃ العرفان

الہ آباد کی

چندہ سالانہ
پینتالیس روپیہ ۴۵
ششماہی
پچیس روپیہ ۲۵

چندہ سالانہ
غیر ممالک
پاکستان روپیہ ۷۰
عرب امریکہ افریقہ
انگلینڈ ۱۰ پونڈ

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مد ظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ چار روپیہ
مدیر: احمد مکین عفی عنہ

شمارہ ۵ ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ مطابق مئی ۱۹۹۱ء جلد ۱۴

فہرست مضامین

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام مولوی عبد المجید صاحب اسرار کریمی پریس الہ آباد سے
چھپواکر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد سے شائع کیا

ترسیل زر کا پتہ: مولوی احمد مکین صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد ۲۱۱۰۰۳

پیش لفظ

ویران ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہیں

مصلح الامت عارف باللہ مولانا شاہ وصی اللہ علیہ الرحمۃ کے متوسلین
معتقدین، قریب و دور کے متعلقین ہر کسی کے زبان پر آنے والے
اور ہر دل میں بسنے والے **جامی صاحب** (یعنی مولانا عبدالرحمن جامی
نور اللہ مرقدہٗ) ہائے اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ سچ ہے بزم ہستی
میں کوئی بھی نہیں رہا۔ یہ کائنات اور اسکی ہر شے فنا ہونے والی ہے
سب کا حال " فقیرانہ آئے صدا کر چلے " کا رہا ہے اسی ابدی واٹل
نظام کے تحت انسان اپنے جگر پر پتھر رکھکر کیسی کیسی محبوب ترین ہستیوں
کو ویرانہ میں سپرد خاک کرکے چلا آتا ہے۔ کل تک جو آنکھوں کا تارا
تھا آج سناٹے میں کچی تربتوں کے حوالے۔ جگر پر آرا چلے، دل ٹکڑے
ٹکڑے ہو جائے مگر نعمت و امانت دینے کا اعلان یہی ہے اِنَّ اَجَلَ
اللّٰہِ اِذَا جَاءَ لَا یُؤَخَّرُ لَوْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ خدا کا مقرر کردہ وقت موعود جب آجاتا
تو ٹلتا نہیں، کاش کہ تم سب جانتے ہوتے۔ اللہ کی اس مرضی کے آگے
ہم ناتواں بندوں کا سر تسلیم خم ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہاں بیساختہ سیدۃ النساء فاطمہؓ کا درد سے بھرا جملہ دل کو تڑپا دیتا
ہے جب حضرت انسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو سپرد
خاک کرکے سیدۃ النساء کے حجرے سے گذرے صاحبزادی محترمہ رضی اللہ
عنہا نے انھیں لوٹتے دیکھا تو فرمایا یَا اَنَسُ کَیْفَ طَابَتْ اَنْفُسُکُمْ اَنْ
تَحْثُوا التُّرَابَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اے انس تم لوگوں
نے کس دل سے رسول اکرم کے جسد اطہر پر مٹی ڈالنا گوارا کیا۔ ہمہ دشا

کیا ؛ کردہ کی اس منزل ، انسانی رشتے کے اس صبرآزما مرحلے سے سبھی انبیاء واولیاء کو گذرنا پڑا۔ اور یہی ہے بےبس انسان کی بےبسی وبیکسی اور یہیں آکر قادر مطلق کی چوکھٹ پر تسلیم ورضاء کا سر جھک جاتا ہے رَضِینَا بِاللہِ رَبًّا وَ بِالاِسلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم نَبِیًا

اس حقیقت سے تو کسی کو انکار نہیں کہ اس سرائے فانی سے سبھی کو جانا ہے ، آج انکی تو کل ہماری باری ہے۔ تسلیم ورضاء مومن کا شعار ہونا چاہیئے مگر با ایں ہمہ مفارقت کا داغ ، جدائی کا صدمہ بڑا ہی جانگسل ، روح فرسا ، صبر شکن ہوتا ہے۔ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ، پہاڑوں جیسا صبرو ضبط ، سمندر جیسا حوصلہ مگر غم والم کے موقع پر لسان نبوت سے نکلے ہوئے یہ جملے سنائی دیتے ہیں اِنَّا بِفِرَاقِكَ لَمَحزُونُونَ یَا اِبرَاھِیمُ ... اَلقَلبُ یَحزَنُ وَالعَینُ تَدمَعُ

(۲) مولانا مرحوم (اور کیا بتایا جائے کہ مرحوم لکھنے میں کیسی کیسی ضرب کاری لگی ہے) ایک طویل عرصہ سے گٹھیا کے قدیم مرض میں مبتلا تھے مرض نے ادہر چند سالوں سے بڑھکر انھیں صاحب فراش بنا دیا تھا اور وہ دونوں پیروں گھٹنوں سے معذور ہو چکے تھے انکی زندگی کا میدان صرف چارپائی تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ درد ، ٹیس ، ٹپکن ، مواد ، پیپ کا تسلسل جو پہلے کبھی کبھی ہو جاتا تھا اب جزو لاینفک بن کر رہ گیا تھا۔ مختلف ڈاکٹروں ، حکیموں سے رجوع کیا گیا ، آخر میں بمبئی کے ہسپتال میں زیر علاج رہے مگر انکی کمزوری ، معذوری ، ضعف میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی بالآخر ۹۱ء مطابق ۱۴۱۱ھ رمضان المبارک کا مہینہ آگیا عالی ہمت اور بلند حوصلہ تو تھے ہی روزہ رکھ لیا چوتھے روزے کو افطار کے بعد دست وقے کی شکایت شروع ہو گئی یہ سلسلہ چلتا رہا اور چند دنوں کے بعد گردہ نے اپنا عمل بند کر دیا اور پیشاب بھی رک گیا مقامی معالج نے

میڈیکل کالج چلنے کیلئے زور دیا مگر مولانا (مرحوم) اسپتال جانے کے لئے راضی نہیں ہوئے ڈاکٹر سے کہا کہ آپ سے جو کچھ ہو سکے یہاں علاج کر دیجئے اسپتال نہ جائیں گے چنانچہ گھر ہی پر گلوکوز چڑھانا شروع کر دیا گیا۔ اور بھی دوائیں جاری ہوگئیں، انجکشن دیا جانے لگا اور وہ مختلف مراحل سے گذرتے رہے تاآنکہ ۲۶ مارچ تیسرے پہر سے کچھ غنودگی رہنے لگی اور بولنا بھی بند ہوگیا حالات دیکھکر ڈاکٹر نے تشویش کا اظہار کیا۔ انھوں نے بتایا کہ گردوں کے کام نہ کرنے کی وجہ سے پیشاب کا زہر خون میں شامل ہو چکا ہے جسکی وجہ سے غنودگی بڑھ رہی ہے اور بھی مزید تدابیر اختیار کی گئیں مگر وہ اس منزل پر پہونچ چکے تھے جہاں ہر تدبیر الٹی ہو جاتی ہے اور دوا اپنا اثر چھوڑ دیتی ہے بالآخر ۲۶ مارچ کی درمیانی شب پیٹ کافی حد تک پھول گیا تھا، سینہ میں بلغم کی زیادتی کیوجہ سے سانس مشکل سے لے رہے تھے اسی اثنار میں کلمۂ شہادت زور سے پڑھا اور ۲۷ مارچ ۱۰ رمضان مبارک کی نماز فجر اشاروں سے ادا کی بعد نماز فجر تقریباً ۶ ½ بجے جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آہ فضا سوگوار ہے اور مدرسہ و ادارہ کی ہوا نمناک۔

ویراں ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہیں

(۳) ادارۂ وصی اللٰہی نے تعلیمات مصلح الامت کے اس ترجمان کے جانے سے زہر غم کا جیسا پیالہ نوش کیا ہے اور جو درد و کسک محسوس کی ہے وہ ناقابلِ بیان ہے وہ اہل خانہ و ادارہ ہوں یا متوسلین و متعلقین سبھی کی نظریں مدت تک انھیں ڈھونڈیں گی اور سبھوں کا دل انکو پکارے گا مگر افسوس جس منزل پر اب وہ گئے ہزار تڑپ و اضطراب کے بعد بھی ملنے والے نہیں۔ ع

اب انھیں ڈھونڈھ چراغ رخ زیبا لیکر

نظریں، انھیں انگلیوں کو ڈھونڈھیں گی جو مرض گٹھیا سے شل ہوگئی تھیں مگر قلم تعلیمات شیخ کی نشر و اشاعت میں چلتا رہا۔ دل اسی سراپا کو پکارے گا جو کسی کی صہبائے محبت میں سرشار تھا ۔

اے تیر غمت را دلِ عشاق نشانہ
خلقے بتو مشغول و تو غائب ز میانہ

(۴) مصلح الامت نانا جان مرحوم کے وصال کے بعد تلخ کرڈالنے کیلئے حالات و انقلابات سے یہ ادارہ اور مدرسہ گذرتا رہا شرور وفتن کی آندھیاں چلیں، نوع بنوع تلخ، وہ آزمائشی مراحل آتے جاتے رہے کتنوں کے قدم، قلم بہکے، پھسلے، بھٹکے مگر مولانا مرحوم کی استقامت بدستور اپنے حال پر رہی قدم قدم پر ثبات و یک درگیر و محکم گیر کا مظاہرہ وہی جذبہ وہی رنگِ جنوں اور نہ اترنے والا نشہ ۔

موج خوں سر سے گذر ہی کیوں نہ جائے
آستانِ یار سے اُٹھ جائیں کیا

وہ اپنے شیخ و مربی کی تعلیمات و فرمودات اور مکتوبات کے نشر و اشاعت کے دھن میں لگے رہے بیماری نے انھیں صاحب فراش بنا دیا، تکلیف و بےچینی کروٹ کروٹ تھی مگر بیٹھکر، کبھی لیٹ کر، بعد ازاں املا کرا کے لکھتے رہے محبت، زہر مشقت کا ہر تلخ گھونٹ گوارا کرتی رہی۔ بالآخر قلم کا یہ مسافر تھک کر ہمیشہ کے لئے سوگیا اور سرمایہ عمر اسی در پر نثار کرگیا ۔

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

انکا خامہ تو نہیں انگلیاں ضرور بے کار و فگار تھیں اور انھیں شکستہ انگلیوں سے وہ قلم چلاتے رہے انکے اعصاب جواب دے چکے تھے، جسم کا جوڑ جوڑ ہل چکا تھا مگر مصلح الامۃ رحمۃ اللہ علیہ سے عشق و محبت کی کارفرمائیاں

تا جلوہ بکھیرتی رہیں۔ اور مقصد کی خلش جب سینہ میں چبھ گئی ہو اور
ل و دماغ گلشنِ محبت کے پھولوں سے معطر ہو تو آبلہ پائی و شکستگی کا
حساس کیا معنی؟

گل در دماغ می دمد آسیبِ خارچیست؟

تھیں حالات و کوائف میں سیدنا مصلح الامۃ قدس سرہٗ کے ارشادات و
رموودات کا دفتر تیار ہوتا رہا کبھی "معرفت حق" کی صورت میں اور اب
"صیۃ العرفان" کی شکل میں۔ حضرت والا قدس سرہٗ کی سوانح حیات بھی مرتب
ہوتی رہی اور پایۂ تکمیل کو پہونچی۔ ادھران کے جسمانی صحت کا زوال بھی
تیزی پر تھا اور معذوری بھی روزافزوں، مگر ہمت جواں تھی اور جذبہ
سرشار و مست، کوئی عذر بھی انکے کاروان شوق کو روک نہ سکا ؎

جلوۂ کاروان ما نیست بناقہ و جرس
شوق تو راہ می برد دردِ تو زادمی دہد

(۵) ایسی شخصیتیں لیل و نہار کی گردشوں کے بعد ہی پیدا ہوتی ہیں
وہ اپنا خون جگر دیتے ہیں تو بہار پھیلتی ہے کسی کی چوکھٹ پر تن من قربان
کرنا، عمر عزیز گذار دینا اسکی زندگی میں تو سہل ہے مگر حیات کے بعد
جگر کو مار کر نفس کو کچل کر تعلقات نبھانا، حق نمک ادا کرنا، بے لوث
خدمت بجالانا ہر کسی کے بس کا نہیں۔ باتیں کرلینا بنا لینا، دعوی و نسبت
کا اظہار آسان ہے مگر اس عشق کی تواضع قطرۂ خون جگر سے کرنی ہوتی
ہے، تواضع و اخلاص کے وزن سے انانیت و خودسری کے بت کو توڑنا
ہوتا ہے تب جاکر کبر و نخوت کا دفتر بے معنی غرق ہوتا ہے اور اس خاکی
پتلے کے اندر وہ صلاحیت پیدا ہوتی ہے کہ اپنے ناتواں دوش پر بارامانت
سنبھال لیتا ہے۔

آج حضرت مصلح الامتؒ کی تعلیمات و فرمودات کے مجموعہ ف ر

آپ کے سامنے ہیں، جو پڑھ چکے ہیں اور پڑھ رہے ہیں (اور آئندہ بھی پڑھتے رہیں گے) یہ اسی اللہ کے مخلص بندے کی کرامت ہے اور اسی کی کوششوں کا ثمرہ ونتیجہ ہے۔ انھوں نے اپنے ساقی (میری مراد جدامجد مولانا شاہ وصی اللہ نور اللہ مرقدہٗ سے ہے) سے جو جام ارغواں کشید کیا تھا مدت العمر اسکے خمار میں مست و سرشار رہے، جمال یار آنکھوں میں رچ بس گیا اور دل میں ایسا کھپ گیا کہ نظر ما سوا پر پڑی ہی نہیں۔ صحبت شیخ میں رہکر انکو شیخ سے قیامت کا ربط ہوگیا تھا اس ربط وتعلق نے تحریر میں بھی مصلح الامتؒ کی جھلک پیدا کردی تھی اور انہی کا عکس نور ہویدا تھا اسی بنا پر متعلقین وقارئین انکی تحریر کو پسند کرتے تھے اور لذت اٹھاتے تھے کہ انکے سواد خط میں جمالِ شیخ نظر آتا تھا۔ ع

اے گل بتو خرسندم، تو بوئے کسے داری

(۶) مولانا مرحوم اپنی ذات میں ایک انجمن تھے انکا ذہن بیدار طبیعت ہشیار اور دماغ سدا بہار تھا۔ کبھی انکی تکالیف انکی دماغی بشاشت پر اثر انداز نہیں ہوئی، بیدار مغزی اور علمی استحضار کا یہ عالم کہ دورانِ مرضِ وفات، رحلت سے صرف چند روز قبل جب وہ سفرِ آخرت کے لئے پر تول رہے تھے مولانا عرفان احمد صاحب (داماد حضرت مولانا قاری محمد مبین صاحب دامت برکاتہم) سے کسی مسئلہ شرعی پر دیر تک گفتگو فرماتے رہے سوال وجواب کا سلسلہ چلتا رہا، جسمانی اعذار و امراض لاکھ سہی مگر جب دل ہی زندہ اور روح بیدار ہو جائے اور باطن میں اللہ کے کسی ولی کا جلوہ کارفرما ہو تو فیض وہدایت کے چشمے یونہی پھوٹتے رہتے ہیں ؎

مجھے یہ ڈر ہے دلِ زندہ تو نہ مرجائے

کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

(۷) ادھر عمر عزیز کے چند سالوں میں مرض و مریض کو سنگر

جب کوئی برائے عیادت جاتا تو امراض وآلام کے اس مسلسل اور پے در پے ہجوم کے بعد بھی انکی دلنواز مسکراہٹ میں کوئی بخل نہ ہوتا بلکہ گنج فطرت، ظرافت میں ڈھلی طبیعت بذلہ سنجی شگفتگی سے باز نہ آتی، وہی مسکراہٹ وہی ظرافت اور صبر وسکون کا فطری مظاہرہ، چھوٹے چھوٹے، برجستہ شائستہ دلچسپ، خوش کن چٹکلے اور جملے، نہ امراض کی شکایتوں کی طویل فہرست اور نہ رنج والم کا شکوہ وافسانہ۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وہ اپنی تکلیف ظرافت کے انداز میں بیان کرتے جاتے اور ہنستے ہنساتے جاتے ایسا محسوس ہوتا گویا انکی خواہش ہے کہ عیادت کرنیوالا انکی الناکیوں سے آزردہ دل اور شکستہ خاطر نہو — اللہ اللہ تیرے محبوب بندوں کے غلاموں کی شان؛ یہی وہ شان ہے جس پر شاہان دنیا قربان۔

(۸) اس حادثہ جانکاہ سے اہل خانہ کا متاثر ہونا فطری امر ہے اور فطرت کو کون بدل سکتا ہے۔ اللہ رب العزت پسماندگان کو صبر وسکینت ودیعت فرمائے — ادہر والد ماجد مولانا شاہ قاری محمد مبین صاحب مدظلہ کے دلِ محترم کو جو صدمہ پہونچا اور ٹھیس لگی ... یقیناً .... اہل خانہ تعزیت کے مستحق ہیں مگر والد محترم کا استحقاق بھی ان سے کم نہیں، حق تعالے غیب سے نعم البدل عطا فرماکر انکی دلجوئی فرمائے۔ آمین۔

(۹) مصلح الامت نانا جان مرحوم کی وفات کے بعد مولانا مرحوم کیلئے سب کچھ والد محترم ہی تھے نیز والد ماجد کے لئے بھی مولانا مرحوم ایک بہت بڑا سہارا اور ڈھارس کا ذریعہ تھے۔ دونوں ہی شخصیت ایک دوسرے کیلئے باعث تقویت اور یک جان دو قالب تھی۔ ایک طرف وہ تعلیمات مصلح الامۃ کی نشر واشاعت میں لگے رہے دوسری جانب والد ماجد حسب طاقت وحیثیت انکی ہر طرح خدمت ودلجوئی کرتے رہے اس طرح اس میخانۂ تصوف کا نظام چلتا رہا۔ غرض ربط وتعلق، خدمت کی آگ دونوں ہی طرف سے لگی رہی

نقل مکتوب گرامی

(حضرت اقدس مولانا شاہ قاری محمد مبین صاحب دامت برکاتہم)

عزیزم محی الدین سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مولانا جامی صاحبؒ کے وصال پر ملال پر تم سبھی لوگوں نے صبر وتحمل سے کام لیا ہوگا اور اس پر قائم بھی ہوگے ایسی جگہ تسلی کے کلمات لکھنا پھر ہفتہ عشرہ تک پہونچے گا غم کو مزید تازہ کرنا ہی ہوگا اسی شش و پنج میں ہوں مگر دل نہیں مانتا اپنا درد وغم کہاں نکالوں اور دل ہلکا کروں اسلئے چند سطر لکھ رہا ہوں ؎

بشنو از نے چوں شکایت می کند — وز جدائیہا شکایت می کند

بتاریخ ۱۰ ر رمضان المبارک بوقت صبح بذریعہ فون مشفق شفیق رفیق سفر و حضر حضرت مولانا جامی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال کی وحشت ناک اطلاع ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کل نفس ذائقۃ الموت کے تحت مقام رضا ربالقضا والقدر صبر و تفویض ہے جس کے ہم سبھی مکلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور درجات علیا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

عزیزم! وصال پر ملال کی خبر پاتے ہی سارا گھر دم بخود ہوگیا جملہ افراد گھر کے اپنی اپنی جگہ خاموش بیٹھ گئے ایک گونہ سکتہ کا عالم چھا گیا یہ حالت رہی ماتم و تحیر و خموشی۔

محی الدین! یہ لکھ رہا ہوں مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ آنسو بہاؤں یا یہ چند کلمات تسلی آمیز لکھوں۔ قلم رک رہا ہے اور آنسو رواں دواں ہونا چاہتا ہے مگر ضبط سے کام لینا ہر حال میں مفید ہے اس لئے آنسوؤں کو روک رہا ہوں

آہ مولانا جامی صاحب آپ گروہ وصی اللہی کے ایک زندہ دل انسان تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف کے شارح و ترجمان تھے اور اس حقیر کے لئے باعثِ تسلی و تقویتِ قلب و سکونِ دل تھے۔ حضرت والاؒ کے وصال کے بعد جامی صاحب کا وجود میرے لئے ایک انمول سرمایہ تھا۔ مسجد و مدرسہ و خانقاہ کی جان اور روح تھے۔ ان کے وصال پر ملال پر جتنا بھی آنسو بہایا جائے کم ہے اور بہت ہی کم ہے ؎

دل کے جانیکا شہید حادثہ ایسا نہیں　　کچھ نہ روئے آہ گر ہم عمر بھر رویا کئے

اور اگر روئیں بھی تو اس سے کیا ہوتا ہے یہ کوئی دنیاوی منزل نہیں کہ روگاکر اپنے روٹھے رفیق و صدیق کو منا کر بلالیں گے جو آخرت کی منزل طے کرلیتا ہے وہ پھر لوٹ کر کہاں آتا ہے۔ کتنے کتنے اور کیسے کیسے انبیاء و اولیاء آئے اور اپنا اپنا کام کرکے چلدیئے پھر لوٹ کر کہاں آئے رونے والے روتے اور اظہارِ غم کرتے رہے مگر ناکام رہے ؎

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال　　صد سال میتواں بہ تمنا گریستن

آخر میں ضبط و تحمل ہی کرنا پڑا اسی میں راحت ملی مگر یہ سب سمجھتے ہوئے بھی دل پریشان ہے، بیحد رنج و غم ہے۔ رہ رہ کر خیال آتا ہے کہ اس مرتبہ جب الہ آباد واپسی ہوگی تو جامی صاحب سے ملاقات نہیں ہوگی بس دل ٹوٹ جاتا ہے ہائے افسوس کیا معلوم تھا کہ پندرہ سولہ روز کے بعد ہمیشہ کے لئے ساتھ چھوڑ دیںگے میں نے یہ سوچکر سفر کیا تھا کہ پھر ملاقات ہوگی انھوں نے ایسا سفر کیا کہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگئے

وَكُنَّا كَنَدْمَانَيْ جَذِيمَةَ حِقْبَةً　　مِنَ الدَّهْرِ حَتَّى قِيلَ لَنْ يَتَصَدَّعَا

(اور ہم دونوں ایک مدت تک جذیمہ (بادشاہ) کے دونوں ہمنشینوں کیطرح ساتھ رہے یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ ان میں کبھی جدائی نہ ہوگی)

فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَأَنِّي وَمَالِكًا　　لِطُولِ اجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَعَا

[illegible]

اور چونکہ یہ رنگ انکا مرنے کے وقت بھی موجود رہتا ہے زائل نہیں ہوتا اسلئے جیسے زندگی کے واقعات میں انھیں پریشانی نہیں ہوتی اسی طرح مرنے کیوقت بھی پریشانی پیش نہیں آتی۔

موت کی پریشانی پھر اوپر سے اہل اللہ کو موت کے وقت یہ بشارت بھی دیجاتی ہے وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِيَاۤؤُكُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِی الْاٰخِرَةِ۔ موت کے وقت کہا جاتا ہے کہ گھبراتا مت۔ بعضے لوگوں نے بیان کیا کہ بعض لوگوں کو طاعون کے زمانے میں مرتے دیکھا کہ اپنے باپ اور استاد کا نام لے رہے تھے کہ وہ کھڑے ہیں اور ہم کو بلا رہے ہیں وہ مانوس شکل میں فرشتے تھے تاکہ یہ گھبرا دیں نہیں۔ سو اہل اللہ مرنے کے وقت بھی خوش ہوتے ہیں۔

چنانچہ ایک بزرگ کے مرنے کا وقت قریب تھا اور وہ خوشی میں آکر کہہ رہے تھے ؎

وقت آں آمد کہ من عریاں شوم
جسم بگذارم سراسر جاں شوم

(اب وقت آگیا ہے کہ میں جسم کا لفافہ اتار کر ننگا ہو جاؤں اور سرتا پا روح بن جاؤں)
کیا یہ لوگ بیہودہ تھے جو ایسا کہتے تھے واقع یہ ہے کہ انکو اس وقت نہایت خوشی کا عالم ہوتا ہے۔ پھر قبر میں دیکھئے انکے لئے کیا خطاب ہوتا ہے جس وقت منکر نکیر آتے ہیں اور سوال کرتے ہیں اور یہ جواب دیتے ہیں تو حق تعالےٰ کیطرف سے ارشاد ہوتا ہے اَنْ صَدَقَ عَبْدِیْ کہ میرے بندے نے سچ کہا اسکے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔ غرض سب راحت کا سامان کردیا جاتا ہے

پھر قیامت میں دیکھئے جو کہ بڑی گھبراہٹ کا وقت ہے کہ انھیں اس وقت بھی کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ چنانچہ ارشاد ہے لَا يَحْزُنُهُمُ

الۡفَزَعُ الۡاَكۡبَرُ کہ انکو فزع اکبر بھی گھبراہٹ میں نہ ڈالے گی ۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ کو میں نے یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا گویا وہ اس کا ترجمہ ہے۔ فرماتے تھے ؎

عاشقاں را روز محشر با قیامت کار نیست
عاشقاں را جز تماشائے جمال یار نیست

(عشاق کو روز محشر قیامت اور اسکے احوال سے کوئی مطلب اور غرض نہ ہوگی انکو تو صرف جمال یار کے دیدار سے سروکار ہوگا)

رہا دوزخ سو اس میں اول تو جاویں گے کیوں؟ وہ تو خود ان سے الگ رہنا چاہیگی چنانچہ حدیث میں ہے کہ دوزخ کہیگی جُزۡ يَا مُؤۡمِنُ فَاِنَّ نُوۡرَكَ قَدۡ اَطۡفَاءَ نَارِیۡ کہ اے مومن جلدی سے گذر جا کیونکہ تیرا نور تو میری آگ کو بجھا دیتا ہے۔ جب دوزخ خود ان سے پریشان ہوگی تو وہ انھیں کیا جلائے گی یہی اسے ٹھنڈی کر دیں گے۔ پھر ایسے لوگوں کو کیا پریشانی ہوسکتی ہے۔

میں اہل اللہ کی راحت کا ایک فوری درجۂ ادراک بتلاتا ہوں وہ یہ کہ اللہ والوں کے پاس دس منٹ کے لئے بیٹھ جائیے ان کے پاس بیٹھنے سے آپ کے قلب میں بھی اطمینان ہوجاوے گا۔ پس جب پاس بیٹھنے والے کو اطمینان ہوجاتا ہے تو ان کے اطمینان کو کیا پوچھتے ہو۔ بس اللہ کے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہیئے جس سے ہر موقع پر اطمینان ہو کہیں بھی پریشانی نہ ہو۔ نہ دنیا میں نہ آخرت میں ــــ دیکھی ذکر کی برکت۔

نماز کی برکت سو یہ تمام برکت نماز کی بھی ہے کیونکہ وہ بھی ذکر ہے اسی واسطے فرماتے ہیں قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسۡمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى مگر یہ بات اسی وقت حاصل ہوگی جب کہ نماز کی تکمیل کرے وقت پر پڑھے۔ جماعت کے ساتھ ادا کرے۔ قرآن کی تصحیح کرے۔ قلب کے متوجہ کرنے کی کوشش کرے۔ اگر متوجہ نہ ہو تو کسی شیخ سے پوچھے۔ الوجود

(مکتوب نمبر ۶۷۶)

حال : اعلیٰ حضرت کی طرف احقر کا قلبی میلان ایک غیر اختیاری اور اضطراری امر ہو رہا ہے۔ تحقیق : مبارک ہو

حال : بلکہ فرقت کا اضطرابی سوز ہے جو بحمد اللہ دل ہی دل میں سلگ رہا ہے

تحقیق : محبت کا حصول مبارک ہو

حال : سکون و سکوت ہے اور حیرانی۔ معاملہ دل کا ہے اور دل کے منقلب ہونے کا عجب طور ہے چین و بےچینی گویا کہ ساتھ ساتھ ہیں۔ تحقیق : ماشاء اللہ تعالیٰ۔

حال : احقر کے مرض کبر اور " اپنے کو بڑا سمجھنے " کی تحریر پر بالجواب اعلیٰحضرت کے ارشاد کے یہ الفاظ " اور اسکو (اسکی برائی کو) دل میں اتارنے کی کوشش کیجئے " سبحان اللہ! قال سے حال اب محسوس ہو رہا ہے۔ اسکے دواماً کلیتہً ازالہ کے لئے درخواست دعاء ہے اپنے تصور و فکر سے فزوں تر آنجناب کی اس گرامی تحریر " اس بڑے سمجھنے کو برا سمجھئے اور حالاً سمجھئے " اور حال بعد قال کے پیدا ہوتا ہے یعنی زبان سے کہئے کہ یہ نہایت برا ہے اور اسکو دل میں اتارنے کی کوشش کیجئے " سے حلاوت قلبی نصیب پائی۔ تحقیق : الحمد للہ۔

حال : اور یہ شعر رہ رہ کر زبان حال پر آ رہا ہے ؎

پیتے ہی جس کے زندگی جاوداں ملی
اس جانفزا زلال کے مینا تم ہی تو ہو

تحقیق : اچھا شعر ہے اور حسب حال ہے۔

حال : چونکہ یہ مرض کبر ام الامراض محسوس ہوتا ہے لہٰذا میری حالت پر رحم فرمایا جاوے مجھے اپنی کوشش پر کم بھروسہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر کلیتہً یقین ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی رحمت اور قدرت دونوں بیکراں ہیں۔

تحقیق : دعا کرتا ہوں۔

ل : جناب مخدومی . . . . . صاحب کے ضمیمۂ مبارک میں آنجناب کے ارشادات
لیہ کا آئینہ میرے زنگ آلود قلب کے لئے باعث صدر منہائی اور انبساط ہوا ذٰلِکَ مِنْ
فَضْلِ اللّٰہِ عَلَیْنَا وَعَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔
ت : مبارک ہو۔
ل : اس ضمیمہ مبارک کے فوائد حسب ذیل محسوس پائے۔
"حضرت اقدس الرافعی رحمۃ اللہ علیہ کی گرامی تحریر کہ شہوت اور غضب کی
قوتوں کو شرع وعقل کے مطابق ضبط کرلینا حسن خلق محمود ہے اور اسکے خلاف
یعنی عقل و شرع کے مطابق ضبط نکرنا سوء خلق مذموم ہے ۔ یہ اسلئے کہ ضبط قوتِ
شہوت ہی سے عفت ۔ قناعت ۔ زہد ۔ ورع ۔ حیار جیسے اوصاف محمودہ
پیدا ہوجائیں گے اور عدم ضبط سے شرہ ۔ تبذیر ۔ حرص ۔ حسد ۔ حقد ۔ اسی طرح
قوتِ غضب کے ضبط سے شجاعت ۔ کرم ۔ حلم ۔ صبر ۔ عفو جیسے صفاتِ حسنہ پیدا ہوجائینگے
اور عدم ضبط سے تکبر ۔ استہزار ۔ لوگوں کی تحقیر اور استخفاف اور ظلم کی شہوت
وغیرہ صفات ردیئہ پیدا ہوجائیں گے" سے شہوت اور غضب کی قوتوں کے شجرۂ طیبہ وخبیثہ کا ذوق
خاص الخاص میں آیا تحقیق : الحمدللہ۔
حال : حضرت اقدس (الرافعی) کی اس جامع تعریف پر سر دھننے کو جی چاہتا ہے ۔ واللہ
اعلم بالصواب ۔ تحقیق : واقعی یہ ایسی ہی تعریف ہے
حال : چنانچہ اعلیٰ حضرت (مراد آنجناب) کا یہ شعر ؎

آ سکے غیر مرے خانۂ دل میں کیسے ؟
کہ خیال رخ دلدار ہے درباں اپنا

کبھی اس سلسلہ میں عجیب منفعت بخش پاتا ہوں ۔ تحقیق : الحمدللہ۔
حال : میرا ایک دیرینہ عقدہ حل ہوگیا ہے کہ " عمر انسانی کوتاہ ہے اور انسانی
کوشش کبھی مشکل سعی و ہمت کبھی کوتاہ مگر رذائل اپنے انواع میں بے حد وبےشمار
چہ جائیکہ ان سے رستگاری ہو ۔ انسان فضائل کے اکتساب پر فطرتاً مامور ہے لہٰذا

عمر کوتاہ و غم فراواں است (مولانا روم) والا معاملہ ہو رہا ہے۔ اب شہوت و غضب (کی قوتوں) کو میزان شرع و عقل پر ضبط (پرکھ) سے معاملہ عقلاً تو آسان ہو گیا ہے حق تعالیٰ علماً اور حالاً بھی کامران فرما دے۔ تحقیق: آمین

حال: اب بجز توفیق باری تعالیٰ کے کہ اسی میں قلب ماہیت کی تاثیر ہے کوئی چارہ نہیں اور آنجناب ہی اس عاجز کے چارہ ساز اور کار رواں سالار ہیں ؎

مارا قبول اہل نظر کیمیا بس است

تحقیق: دعا کرتا ہوں۔

حال: (واقعہ ایک آدمی اور حضرت ابو یزید بسطامیؒ) کی خدمت میں حاضری سے یہ (حضرت اقدس کا) ارشاد گرامی کہ اپنے قلب کو پاک کرو (طہر قلبك وصل حیث شئت) کا مفہوم روشن تر ہو گیا ہے اور اب اپنے مرض کبر کو مزید مہلک تر پاتا ہوں۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: اعلیٰ حضرت کی کتاب مستطاب "وصیۃ الاخلاق ص ۱۴۲" حدیث شریف بابت کینہ اور اس پر آنجناب کا یہ شعر ؎

دلم خانۂ مہر یار است و بس
ازاں می نگنجد درو کینہ کس

احقر کا کینہ کی نسبت تفکر کہ یہ کیوں اس قدر نقصان دہ ہے جملہ رذائل کی طبیعت کا عود کرتا نتیجہ یہ کہ جملہ رذائل حق تعالیٰ کے قرب میں بوجہ تعلق الی الغیر کے غیریت اور ماسوائیت بن جانے سے قرب حق تعالیٰ میں حجاب بن جانا۔ اور اسی طرح فضائل کا حصول کیوں؟ اور اس پر تفکر، اور پتہ چل جانا کہ فضائل فی الحقیقت قرب حق تعالیٰ میں ممد و معاون ہیں اور ذریعۂ رضاء باری تعالیٰ۔ لہٰذا فضائل محمود و مطلوب ٹھیرے اور رذائل مغضوب و مطرود۔ تحقیق: بیشک

حال: اب میری صحت حضور اقدس کی دعاء عالیہ سے بہت اچھی ہو رہی ہے یہ محض آنجناب کی برکات کا مشاہدہ ظاہراً ہے اور الحمد للہ کہ باطناً بھی ہر دم اور ہر آن ہے۔ کس کس نعمت کا

شکر ادا کیا جائے (آیۃ کریمہ) اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ
سال : عبدیت کی خصوصی تعریف کا انکشاف اور حقیقت عبدیت کا مفہوم خاص برصفحہ وصیۃ الاخلاق بعبارت ذیل یعنی جس عبدیت کا اللہ تعالےٰ نے امر فرمایا ہے وہ یہی ہے کہ وقت موجودہ کو نگاہ رکھا جائے اور اسکو وظائف عبودیت میں لگایا جائے۔ حقیقت عبودیت اللہ تعالےٰ کیطرف افتقار و احتیاج ہے (جو قلب کی صفت لازمہ بن جاتی ہے) یہی اصلِ عبودیت ہے۔ دوسری چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی حسن اقتدا ہے جس میں محض امتثال اور فرمانبرداری مد نظر ہو ذرا بھی نفس کو دخل نہو۔
مذکورۃ الصدر عبارات عجب کیمیا اثر پائیں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ یہ سب اعلیٰ حضرت کی برکات کا ہی دریائے بیکراں ہے۔ حق تعالیٰ مجھے اس سے سرتاپا سیراب فرمادے۔ تحقیق: آمین ثم آمین۔
برصفحہ ۱۵۵ از کتاب مستطاب آنجناب کی تحریر ہذا کہ "ہماری غرض اس سے یہ ہے کہ آجکل جن اخلاق کی مدح کیجاتی ہے انکا تعلق قلب سے نہیں ہوتا وہ اخلاق نہیں اخلاق کی نقل بلکہ ریا راور تصنع ہے" سے خصوصی فائدہ اپنی اصلاح کبر میں پہونچ رہا ہے (انشاء اللہ تعالےٰ)
تحقیق: الحمد للہ۔

(مکتوب نمبر ۶۷۷)

حال: صبح کی نماز باجماعت پڑھنے میں ابھی پوری کوتاہی ہے (گو آج الحمد للہ باجماعت پڑھی ہے) کیونکہ صحت پہلے خراب تھی اب الحمد للہ اچھی ہے۔ اس نسبت سے دعا کی درخواست ہے کہ یہ گھاٹی بھی آسان ہوجائے نفس کا مانع ہونا بھی اسمیں شامل ہے۔
تحقیق: دعا کرتا ہوں۔
حال: ہرچند پہلے صحت ٹھیک نہ تھی بہرصورت ہمت سے اس نسبت خیال

ہے اور محاسبہ بھی ۔ معمولات کا عدم پابندی سے پابندی کیطرف بوجہ صحت کے
بحال ہونے کے فکر و اہتمام غالب پاتا ہوں ۔ تحقیق : الحمدللہ ۔
ال : مگر عمل میں کوتاہی ہے تحقیق : اللہ تعالےٰ اس کوتاہی کی بھی اصلاح فرمادیں
ال : اس نسبت دعاء کی درخواست ہے ۔ تحقیق : دعاء کرتا ہوں
ال : قرآن حکیم کی طرف خصوصی کشش پا رہا ہوں ۔ تحقیق ، الحمدللہ
ال : اور پڑھ بھی رہا ہوں مگر زیادہ پڑھنا چاہتا ہوں لیکن ضعف دماغ
ور حافظہ پورے کام سے عاری سا ہے ۔ دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ ہر قوت و
انائی بحال فرما کر اسکو اپنے قرب و رضا کی تحصیل میں صرف ہونے کی توفیق
بخشے ۔ تحقیق : اللہ تعالےٰ قوت دے دعاء کرتا ہوں
ال : مسائل طہارت و نماز کی نسبت ابھی ابتداء کے درجہ میں ہوں ۔ حافظہ
سائل یاد کرنے میں کام نہیں دیتا ہرچند ہمت تو جاری ہے ۔
یق : ہمت ہی سے کام چلے گا سب یاد رہنے لگے گا ۔
ال : ذکر عمداً بوجہ ضعف کے چھوڑا ہوا ہے اور میری نفا ہت تقاضا کرتی ہے
ہ ذکر خفی خیال کی لسان سے کروں ۔ تحقیق : کریئے اجازت ہے ۔
ال : دوازدہ تسبیح کی نسبت بھی خفی طریقہ کرنے کی اجازت چاہتا ہوں ۔
قیق : ہاں ہاں اجازت ہے
ال : کیونکہ دماغ پر ذکر جہر سے اثر خصوصی ہوتا ہے اور تھکاوٹ شدید ہو کر
دیگر معمولات اور مطب کے امور پر اثر ہوتا ہے ۔ تحقیق : یہ نہ کیجئے ۔
ال : خط کی طوالت سے معافی طلب کرتا ہوں ۔ تحقیق : کچھ ناگوار نہیں ہوا ۔
ال : حق تعالےٰ آنجناب کو تا دیر ہمارے سروں پر سلامت رکھے ۔ تحقیق : آمین

(مکتوب نمبر ۶۷۸)

ال : الحمدللہ دنیاوی عیش و عشرت کا تمام سامان موجود ہونے کے باوجود

آسودگی میسر نہ تھی اور جس زندگی کی تلاش تھی خدا کا شکر ہے اب مل رہی ہے
تحقیق : الحمدللہ بارک اللہ
حال : جب سے حضرت والا کا مبارک ہاتھ عاصی کے ہاتھ سے ملا راہ میں
آسانی ہوگئی اور منزل تک پہونچنے میں ہوا کے رخ بدل رہے ہیں
تحقیق : الحمدللہ
حال : یقین ہے حضرت والا کے زیر سایہ روح کو فائدہ ہوگا۔ تحقیق : انشاء اللہ
حال : اور ہو رہا ہے ۔ تحقیق : مبارک ہو ۔
حال : جناب والا سے گذارش ہے کہ اس عاصی پر معاصی کو مریدین کی فہرست
میں شامل فرما کر دشوار گذار گھاٹیوں کے پار لگا دیں ۔
تحقیق : شامل تو آپ تھے ہی اب ظاہراً بھی شامل ہو گئے
حال : کیونکہ میں اپنی فلاح اسی میں سمجھتا ہوں ۔ دعاء اور فلاح کے لئے آیا ہوں
دعاء کے لئے ہاتھ اٹھائیے کہ آپ کے ساتھ نیکی ہو اور خدا ہمارا مددگار رہو
دعاء ہے اللہ تعالیٰ حضرت والا کا سایہ ہم لوگوں پر تا قیامت رکھے ۔
تحقیق : آمین
(نوٹ) یہ عریضہ کل تحریر کیا تھا آج حضرت والا نے خوشخبری سنا کر مسرور فرمایا
لہٰذا درخواست ہے کہ حضرت والا دعاء فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں استقامت
عطا فرمائے اور آنیوالے عہدہ کا اہل فرمائے ۔ تحقیق : آمین ۔

(مکتوب نمبر ۶۷۹)

(ایک مولوی صاحب کو یہ تحریر بھیجی گئی)

تحقیق : مکرمی جناب مولوی صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ دام عنایتکم ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ
آج حضرت والا مدظلہ نے آیۃ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَاءَ کُمْ فَاسِقٌ
بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا الآیۃ کی تفسیر سنائی اور آیۃ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ

الظن الا ثم تکر ظن۔ تجسس اور غیبت کا ام الفساد ہونے کو واضح فرمایا۔ اور فرمایا کہ سوئے ظن حرام ہے اور اسکی وجہ سے آدمی تجسس بھی کرتا ہے وہ بھی حرام ہے۔ اور تجسس کے بعد پھر غیبت کی نوبت آتی ہے وہ بھی حرام ہے۔ ایک غیبت کرنے میں انسان تین معاصی کا مرتکب ہوتا ہے۔ غیبت کا اس سے پہلے تجسس کا اور اس سے قبل سوئے ظن کا

اور سوء ظن کی حرمت کیوجہ احیاء العلوم میں یہ بیان فرمائی کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ و سبب تحریمہ ان اسرار القلوب لا یعلمہ الا علام الغیوب یعنی سوء ظن کی حرمت کی یہ وجہ ہے کہ دلوں کا حال سوا خدا تعالےٰ کے جو کہ علام الغیوب ہیں کوئی دوسرا نہیں جانتا اور تجسس کے معنی امام غزالیؒ نے ایک جگہ یہ لکھے ہیں کہ طلب الامارۃ المعرفتہ ۔ فالامارۃ المعرفۃ ان حصلت واوثت المعرفۃ جاز العمل بمقتضاھا ۔ فا ما طلب الامارۃ المعرفۃ فلا رخصتہ فیہ اصلا (یعنی تجسس نام ہے (کسی کے عیوب کے) ظاہری علامات کی جستجو اور تلاش کا اگر وہ علامات حاصل ہو جائیں تو اسکے مقتضیٰ پر عمل تو جائز ہوگا لیکن ان علامات کی جستجو اور تلاش کی اجازت ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ یہ نا جائز ہے۔)

اور ایک دوسری جگہ فرمایا ہے یعنی التجسس ان لا یترک عباد اللہ تحت ستر اللہ (تجسس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے بندوں کو اسکی پردہ پوشی نہ رہنے دے (یعنی بندگان خدا کی پردہ دری کرے) خوب تعریف کی ہے

حضرت والاؒ نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ سوئے ظن اسلئے حرام ہے کہ حسن ظن واجب ہے اور اسکے لئے ضروری ہے کہ آدمی بدگمانی نہ کرے اسی طرح سے تجسس عیوب اسلئے حرام ہے کہ مسلمان کے لئے خیر و نیکی کو تلاش کرنا چاہیئے تاکہ اس کے ساتھ حسن ظن قائم رہے۔ جب خیر کے ساتھ اسکو یاد کرنا ضروری ہے تو تجسس عیوب کس طرح جائز ہوگا؟ اور غیبت اسلئے حرام ہے کہ مسلم کا ذکر حسن کرنا چاہیئے پس اسکے معائب کا ذکر اسکے پس پشت کس طرح جائز

تا ہے۔

نیز پہلی آیت کا شان نزول بیان القرآن میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ
وسلم نے ولید بن عقبہ کو بنی مصطلق سے زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے بھیجا' ولید
اور ان میں زمانہ جاہلیت میں کچھ عداوت تھی ولید کو وہاں جاتے ہوئے
اندیشہ ہوا' ان لوگوں نے سنکر استقبال کیا ولید کو گمان ہوا کہ یہ لوگ بہ ارادۂ
آئے ہیں واپس جاکر اپنے خیال کے مطابق کہدیا کہ وہ تو مخالفت اسلام
گئے' آپ نے حضرت خالد کو تحقیق حال کے لئے بھیجا اور فرمایا کہ خوب تحقیق
جلدی مت کرنا چنانچہ انھوں نے وہاں بجز طاعت وخیر کے کچھ نہ دیکھا آکر آپکو
بیان کر دیا۔

اس سلسلہ میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فَتَبَيَّنُوْا سے یہ
مقصود نہیں کہ ضرور اس خبر کی تحقیق کیجائے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ اگر ہم کسی
شخص کی برائی سنکر بالکل التفات نہ کریں جائز ہے بلکہ بعض جگہ تو تجسس حرام
ہے۔ بلکہ مقصود اس سے نہی ہے عمل بلا تحقیق سے اور یہ مسئلہ مستقل ہے کہ
تحقیق کہاں واجب ہے' کہاں جائز ہے اور کہاں ممنوع ہے۔

یہاں تک تو حضرت والا کے ارشادات کے اقتباسات تھے اب اصل مدعا
عرض ہے:۔

آپ کے نام جلدی ہی ایک خط گیا ہے جس کو پڑھکر آپ نے اندازہ کیا ہوگا
کسی نے حضرت والا کے متعلق کوئی نازیبا بات کی یا کہی ہوگی جس کی وجہ سے
ہم سب کو اور حضرت کو بڑی ایذا پہونچی ہے چنانچہ دو تین مجلسوں میں باوجود
ضرورت کے اور جی چاہنے کے کچھ کلام نہیں فرمایا اور اس مسئلہ پر بعض کلام اور
اسکی تحقیق فرمائی جس پر عمل سے تو خواص تک کے مجامع خالی ہی ہیں الا ماشاء اللہ
علم بھی لوگوں کو نہیں ہے۔

(باقی آئندہ)

فرمایا کہ ــــــــــ مواہب لدنیہ میں طب نبوی کے بیان میں لکھا ہے کہ ارواح خبیثہ بعض دفعہ انسان کے درپئے آزار ہوجاتی ہیں جس کو لوگ آسیبی اثر وغیرہ کہتے ہیں تو اسکا علاج یہ ہے کہ خالق ارواح کیجانب دل و زبان سے متوجہ ہوجائے اور انھیں سے استغاثہ کرے کہ یا اللہ یہ سب ہم کو پریشان کرتے ہیں اب ہم کہاں جائیں ؟ اسکی وجہ سے ان پر خالق ارواح کا خوف طاری ہوجائے گا اور وہ باز آجائیں گے

فرمایا کہ ــــــــــ ایک بار میں دیوبند میں بیمار ہوا بہت دوا وغیرہ کی مگر بخار نہ گیا تو میں نے حضرتؒ کو تھانہ بھون خط لکھا کہ میں یہاں اچھا نہیں ہورہا ہوں وہاں آتا ہوں ۔ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ چلے آؤ میں اپنے طبیب سے علاج کرادوں گا - میں نے ایک صاحب کو وہ جواب دکھایا تو بہت محظوظ ہوئے اور کہا کہ اسکا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرونگا ۔ پھر میں گیا مگر نہ حضرت نے مجھ سے پوچھا کہ بیمار ہو؟ اور نہ میں نے کچھ کہا چند روز رہا ویسے ہی اچھا ہوگیا ۔

یہ واقعہ اس پر سنایا تھا کہ ایک صاحب نے پانچ سات ڈبے دواؤں کے اکٹھے رکھدیئے کہ ان پر دم فرمادیجئے اسکے بعد حضرت نے فرمایا کہ اعتقاد شرط ہے اور اعتقاد ہو تو بغیر ان سب کے اچھے ہوجاؤ جس سے باطن اچھا ہوجائے اس سے ظاہر نہ اچھا ہوگا ۔

فرمایا کہ ــــــــــ ایک بزرگ تھے جو کسی خاص حالت میں کچھ کلام زبان سے نکالدیتے تھے جب ہوش میں آتے تو مریدین کہتے کہ حضرت آپ آپ ایسا ایسا فرمارہے تھے ۔ فرمایا ایسا ہوا ہے ؟ اچھا اب اگر ایسی صورت پیش آئے اور کوئی کلمہ خلاف میری زبان سے نکلے تو تم لوگ مجھکو چھری سے

مارتا ایک دن پھر وہی کیفیت طاری ہوئی لوگوں نے بموجب حکم شیخ کے ہر طرف سے مارنا شروع کیا لیکن جو شخص جہاں پر چھری مارتا خود اسکے بدن کا وہی حصہ زخمی ہو جاتا۔ کسی نے سر پر مارا تو خود اسکا سر زخمی۔ کسی نے ہاتھ پر مارا تو خود اسکا ہاتھ زخمی ہوا۔ آخر کار جب انکو افاقہ ہوا تو دیکھا چاروں طرف زخمی پڑے ہوئے ہیں۔ پوچھا کہ یہ کیا ہوا؟ لوگوں نے سارا واقعہ بتایا، کہنے لگے دیکھو اس سے معلوم ہوا کہ میں قصوروار نہیں ہوں ورنہ تو سزا اسی جسم پر واقع ہوتی ہے جو جانی ہوتا ہے

فرمایا کہ ـــــ ـــــ شاہجہاں پور میں علاوہ مناظرہ کے مولانا محمد قاسم صاحب نے ایک کوئی اور تقریر کی تھی بعض انگریزی داں بعد میں پہونچے جنکو تقریر نہ سننے کا افسوس رہا۔ انھوں نے حضرت مولانا سے کہا کہ حضرت ہم پچھڑ گئے ہیں آپ کی تقریر سننے کا بیحد شوق ہے۔ حضرت مولانا نے مولوی احمد حسن صاحب امروہی سے فرمایا کہ احمد حسن میری تقریر دہرا دو مولانا امروہی نے پوری تقریر بھی نہیں سنی تھی لیکن انکار نہیں کیا کھڑے ہو گئے اور سننے والوں کا بیان ہے کہ پوری تقریر بعینہ دہرادی اور مولانا کہتے ہیں کہ مجھے کچھ پتہ نہیں تھا کہ میں کیا بول رہا ہوں بس ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مولانا قاسم صاحب فرماتے جارہے ہیں اور میں کہتا جارہا ہوں تو دیکھئے شاگرد ایسا ہوا کرتا ہے اس طرح سے استاد کی ترجمانی کرتا ہے اسی سے سمجھ لیجئے کہ خلیفہ کو کیسا ہونا چاہیئے اس کو اپنے شیخ کا کامل نمونہ ہونا چاہیئے۔ اسی لئے اللہ نے فرشتوں کو خلیفہ نہیں بنایا حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا کیونکہ فرشتوں میں خلافت کی صلاحیت پوری طرح نہ تھی۔

فرمایا کہ ـــــ ـــــ یہ جو لوگ آجکل ریفارمر بنتے ہیں انکو یہی خبر نہیں کہ آج دنیا کہاں سے کہاں پہونچ گئی ہے لوگ بزرگوں کو بھی دنیا کیلئے

اسنتے ہیں اگران لوگوں کے تعلق سے دنیا ملتی رہے تو انکے بہت معتقد اور ان سے بہت اظہار اعتقاد لیکن وہی بزرگ اگران سے دین کا مطالبہ کرے تو خود اسکے اعتقاد کے منکر ہو جائیں گے دین بھی انکو وہ مطلوب ہے جو حصول دنیا کے لئے ہو باقی دین کو دین کے لئے حاصل کرنا آجکل لوگوں کو موت ہے

فرمایا کہ ـــــــ حدیث شریف میں ہے کہ فتنوں سے پہلے اعمال کرلو ورنہ اس زمانہ میں کچھ نہ کر پاؤ گے کیونکہ یہ حال ہوگا کہ آدمی مسلمان ہوکر صبح کریگا اور شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو مسلمان ہوگا تو صبح کو کافر نظر آئے گا۔ فرمایا کہ اس زمانہ میں کوئی آدمی اگر کسی بزرگ کو پائے تو اسکو مضبوطی کے ساتھ پکڑے جب ہی بچ سکتا ہے ورنہ بہت مشکل ہے۔

فرمایا کہ ـــــــ حضرت نے تجدید یہی کی ہے کہ صوفیہ کو اخلاق کیطرف متوجہ کیا اور لوگوں کو بتایا کہ حقیقی تصوف یہی ہے۔ لیکن یہ بات لوگوں کی سمجھ میں بہت مشکل سے آئیگی اور عوام تو درکنار میں کہتا ہوں کہ بہت سے خواص بھی حضرتؒ کے کارنامے کو نہیں سمجھے۔ آجکل صوفیوں نے چند رسوم و مراقبہ کا نام تصوف رکھ چھوڑا ہے بلکہ اخلاق بالکل ہی خراب ہیں۔

فرمایا کہ ـــــــ مواہب لدنیہ میں ہے کہ جو اعمال قلوب کے ہیں مثلاً خشیت، اللہ تعالےٰ کا خوف، محبت وغیرہ اس میں نیت کی ضرورت نہیں کیونکہ نیت کی ضرورت ان اعمال میں ہوتی ہے جہاں احتمال دوسرے کے لئے کرنیکا ہوسکے۔ پس یہ نماز روزہ چونکہ دوسروں کی خاطر بھی کیا جا سکتا ہے اس لئے یہی ریا کا محل واقع ہوسکتا ہے باقی جہاں غیر اللہ کا احتمال ہی نہ ہو وہاں ریا ہونے کے کیا معنی۔

فرمایا کہ ______ میں دیکھتا ہوں کہ میرے پاس چیدہ چیدہ لوگوں کے جو خطوط آتے ہیں تو سب لکھ لکھکر دیتے ہیں کہ مجھ میں ریا ہے۔ ایک لکھتا ہے کہ مجھکو ریا کا شبہ ہوتا ہے، دوسرا لکھتا ہے کہ مجھکو ریا کا وسوسہ ہوتا ہے اور بڑے لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ اس قسم کے امراض نہیں لکھتے۔ میں کہتا تھا کہ یا اللہ یہ کیا بات ہے انکی ریاکاری سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا مگر یہ لوگ کرتے ہیں۔ آج حال یہ ہے کہ کوئی شخص دن بھر نفلیں پڑھتا رہے کوئی پوچھنے والا نہیں تو بات یہ سمجھ میں آئی کہ یہ لوگ دنی الہمۃ ہوتے ہیں اسلئے دین کے کام میں بھی جبتک دنیا کی آمیزش نہو انکی طبیعت نہیں لگتی اور جب دنیا کا فائدہ ہو تب ادھر طبیعت چلتی ہے

فرمایا کہ ______ لوگ حضرت گنگوہیؒ پر اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحبؒ کو نہیں مانتے تھے بالکل غلط ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کو مولانا گنگوہی بھی مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے کم نہیں مانتے تھے ہاں شانیں دونوں بزرگوں کی مختلف تھیں۔ حضرت مولانا قاسم صاحبؒ کی فدائیت ظاہر تھی حضرت گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ جیسے تو بہت ہیں لیکن حضرت حاجی صاحب جیسا اسوقت دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ ان حضرات کے ادب کا یہ حال تھا کہ حضرت حاجی صاحب کے خلیفہ تھے مگر ایک عورت نے بیعت کی درخواست کی تو انکار کر دیا۔ پھر حضرت حاجی صاحب گنگوہ تشریف لے گئے تو اس عورت نے شکایت کی کہ حضرت میں نے ان سے بیعت کی درخواست کی تھی قبول نہیں کی حضرت نے فرمایا بھائی اسکو کیوں نہیں بیعت کر لیتے۔ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ میں تو آپ ہی کی جانب سے اجازت یافتہ ہوں اتو حضرت خود موجود ہیں بیعت فرمالیں آخر مولانا گنگوہی تھے کیسا جواب دیا۔ لیکن حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ کیا؟ ممکن ہے کہ آپ سے اسکو عقیدت ہو اور مجھ سے نہو بیعت کر د

اور ابھی میرے سامنے بیعت کرو۔

فرمایا کہ ———— مولوی عبدالباری صاحب اور مولوی عبدالماجد صاحب ایک دفعہ مولانا حسین احمد صاحبؒ کے ساتھ تھانہ بھون گئے اور حضرتؒ سے بیعت کی خواہش کی (اور مولانا حسین احمد صاحب نے سفارش کی) حضرت نے فرمایا کہ طریق میں پیر و مرید کے لئے ایک سب سے بڑی شرط مناسبت کا ہونا ہے اور ان حضرات کو آپ سے زیادہ مناسبت ہے مجھ سے نہیں جس کا ایک ثبوت تو یہی ہے کہ آپ بھی کھدر پوش اور یہ بھی آپ بھی خادم قوم اور یہ حضرات بھی خادم قوم اور میں تو نادم قوم ہوں اور خدمت خلق کے ساتھ یہ کام جمع نہیں ہوسکتا اسکے لئے ایک حجرہ ہو اور ایک چٹائی ہو اور بس۔ مولوی عبدالماجد صاحب تو یہ سنکر خاموش ہوگئے لیکن مولوی عبدالباری صاحب تیز آدمی تھے انھوں نے عرض کیا کہ حضرت اس وقت تک کے لئے اس خدمت خلق کو ترک کردیں گے۔ حضرت نے اس پر فرمایا کہ جس طرح علائق سے بالفعل خالی ہونا شرط طریق ہے اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ عزم تعلقات سے بھی قلب فارغ ہو اور آپ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ عملاً ترک کردینگے مگر دل میں یہ بھی موجود رہے گا کہ پھر اسکو کرنا ہے۔ اس پر وہ بھی خاموش ہوگئے

فرمایا کہ دل جو ذکر وغیرہ میں نہیں لگتا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ تم دل کو اسکے وظیفہ سے ہٹا کر ذکر کی طرف کرنا چاہتے ہو یہ اسکو بہت شاق گذرتا ہے اسی کو دل کا نہ لگنا کہا جاتا ہے۔ باقی اگر آپ صرف زبان سے ذکر کیجئے اور قلب کو ادھر بالکل متوجہ نہ کیجئے بلکہ وہ جس کام میں لگا ہوا ہے اسکو لگا رہنے دیجئے تو کبھی آپ کی مخالفت نہ کرے، وہ بڑا ہوشیار ہے جب یہ دیکھتا ہے کہ یہ میرا بھی وظیفہ زبان کی طرح کردیں گے تب بدکتا ہے اور اگر اسکو غافل رہنے

دیکھئے اور زبان سے خالی ذکر کئے جائیے تو قلب کو اس میں کچھ حرج نہیں۔

فرمایا کہ ——— ایک صاحب تمبا کو لینے بازار گئے اور اس سے کہا کہ بھائی ذرا کڑوا دینا۔ دوکاندار نے سب میں کڑوا تمبا کو جو تھا وہ دیدیا انھوں نے کہا یہ تو کڑوا نہیں ہے۔ کہا اجی لیجاؤ بہت کڑوا ہے، اب اس سے کڑوا اللہ کا نام ہے (معاذ اللہ)۔ حضرتؒ اس جملہ کی توجیہ فرماتے تھے اسپر تکفیر نہیں فرماتے تھے۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ کڑوا ہونا اس مقام پر تمبا کو کا کمال تھا تو اسکا مطلب یہ تھا کہ اعلیٰ درجہ کی کامل ہے اور اس سے بڑھکر اکمل تو بس اللہ کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام بھلا کڑوا کہاں وہ تو انتہائی شیریں ہے۔

اللہ اللہ ایں چہ شیریں است نام
شیر و شکر می شود جانم تمام

فرمایا کہ ——— یہ اہل اللہ کے صدق کی دلیل ہے کہ لوگوں کو تو مدح و قبول پسند ہوتی ہی ہے یہ حضرات قدح و ردکو بھی پسند فرماتے ہیں یہ بہت بڑا مرتبہ ہے کہ آدمی کے نزدیک مخلوق کا رد و قبول دونوں برابر ہوجائے امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ قدح سے کبھی اہل اللہ کو تکلیف ہوتی ہے جیسے کوئی انکو ڈھیلے مارے تو اس سے چوٹ لگے گی ہی لیکن وہ التفات نہیں کرتے مگر کمال صدق یہی ہے کہ اسکا اثر بھی نہ ہو۔ رسالہ قشیریہ میں ہے کہ جبتک ان لوگوں کے نزدیک رد و قبول دونوں برابر نہیں ہوں گے اس وقت تک لَا یَجِیْئُ مِنْہُ شَیْئٌ اس سے کوئی کام ہی نہیں ہوسکتا

(ایک صاحب نے لکھا کہ اپنے اندر کوئی حال نہیں پاتا) اور اگرچہ یہ سمجھتا ہوں کہ حال مقصود نہیں مگر یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ جو لوگ کامیاب ہوئے

انکو اس راہ سے گذرنا ضرور پڑتا ہے اس پر) :-

فرمایا کہ ——— کوئی سالک حال سے خالی نہیں ہوتا، باقی یہ ضروری نہیں کہ ایک حال جس کے اوپر ہو دوسرے پر بھی ویسا ہی ہو بس اسی کو خالی ہونا کہہ لیجئے مطلب یہ کہ خاص حال سے خالی تو یہ ہوسکتا ہے ۔ اسی کو شیفتہ کہتے ہیں کہ ؎

تو اے آزردہ دل زاہد یکے در بزم رنداں شو
کہ بینی خندہ بر لبہا و آتش پارہ در دلہا

(اے افسردہ دل زاہد تو ذرا ایک بار رندوں کی مجلس میں چلا جا کہ تو وہاں دیکھے گا کہ انکے لبوں پر تو مسکراہٹ ہے لیکن دلوں میں (عشق الٰہی) کے انگارے سلگ رہے ہیں)

یہ کیا ہے یہ حال ہی تو ہے ۔ حضرت مولانا فرماتے تھے کہ اہل اللہ کا ہنسنا ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ توے کا ہنسنا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ ہنس رہا ہے لیکن اگر اسکو ہاتھ لگاؤ تو وہ جلا دے ۔ اسی طرح اہل اللہ دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے ہنس رہے ہیں مگر انکے قلوب میں ایک آگ ہوتی ہے (نارِ عشق) جو چھونے والے کو جلا دیتی ہے ۔

فرمایا کہ ——— حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ بیان فرماتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ عصا کا سانپ بنجانے میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے بکا رحنانہ میں ایک فرق یہ ہے کہ وہاں لکڑی نے سانپ کی شکل اختیار کرکے صرف سانپ کا کام کیا اور یہاں لکڑی، لکڑی باقی رہتے ہوئے انسان عارف کی صفت سے متصف ہوئی کیونکہ کسی کے فراق میں رونا عشق و محبت کی دلیل ہے جو خاصہ انسان عارف کا ہے معلوم ہوا کہ اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسقدر معرفت تھی

فرمایا کہ ——— انسان جو گناہ کرتا ہے اسکا اثر ضرور پڑتا

پڑتا ہے آج مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ سے تعلق کو ختم کردیا ہے اسکی وجہ سے انکے دماغ پر اثر پڑا اور اسکا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا کے کام میں لگے رہتے ہیں مگر اسکی بھی عقل انکو نہیں ہوتی اور ہو کیسے دین کا ہو یا دنیا کا سب کام خدا تعالیٰ کی تائید سے ہوتا ہے۔

فرمایا کہ ——— میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ مسلمانوں میں ایک سیٹھ کو دوسرے سیٹھ پر حسد ہے کوئی شخص دوسرے کو دیکھ نہیں سکتا حالانکہ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ حسد، توحید کی چہار دیواری پر گولہ باری کرنا ہے اور عین توحید (چشم توحید) میں تنکا ہے۔

فرمایا کہ ——— حضرت کے یہاں ایک رئیس صاحب تشریف لے گئے حضرت نے انکی رعایت کرکے فرمایا ادھر آجائیے (جس جانب خواص بیٹھے تھے اس جانب بیٹھنے کو فرمایا) وہ صاحب گئے اور دیوار سے ٹیک لگا کر آرام کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضرت نے انکی اس نشست کو ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ کیا کبھی انسانوں کی مجلس میں بیٹھنے کا اتفاق نہیں ہوا ہے۔ یہ سنکر وہ جھک کر نہایت مؤدب ہو کر بیٹھ گئے اور ساری مجلس اسی ہیئت سے بیٹھے رہے۔ میں تو بہت رعایت کرتا ہوں لیکن حضرت کے یہاں ممکن نہ تھا کہ کوئی موقع اصلاح کا ہوتا اور حضرت خاموش رہ جاتے۔

اب آپ لوگ آتے ہیں اور جمع ہو جاتے ہیں تو کیا کروں طبیعت کروں قرآن وحدیث پڑھتا ہوں تاکہ میرا وقت اللہ کے اور اسکے رسول کے کلام کی تفسیر و تشریح میں صرف ہو اور ہم گناہ سے محفوظ رہیں۔ اگر آپ کو کسی شعر سے وجد و حال آگیا تو کیا کمال۔ ذرا قرآن حدیث سے ذوق پیدا کیجئے کہ اس سے جو حال پیدا ہوگا وہ سنت کے موافق ہوگا اور محمود ہوگا۔ اس سے ذوق و مستی کا ارادہ تو کرو ؎

شیخ پینے کا ارادہ تو کرے
حوض کوثر سے منگالی جائیگی

میں کہتا ہوں کہ حوض کوثر سے جو شراب منگائی جائیگی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ سے مستی حاصل کرو اور آپکی احادیث و تعلیمات کی طرف توجہ کرو تو محروم نہ رہو گے ؎

مستی کے لئے بوئے مئے تند ہے کافی
میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے

ایک بزرگ یہ شعر بار بار پڑھ رہے تھے اور خوب جھومتے تھے مگر وہ واقعی صاحب حال تھے تصنع نہیں کرتے تھے۔ وہ شعر یہ تھا ؎

محمد پہ دل کو فدا کر چکے ہیں
جو فرض خدا تھا ادا کر چکے ہیں

معیار محبت ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ فرائض صرف پانچ وقت کی نماز ہی ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر دل کو فدا کرنے کو فرض خدا فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ (آپ فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ تعالےٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو) اس سے فرضیت ثابت ہے۔ سنو جتنی محبت ہوگی اتنی ہی اتباع ہوگی۔ محبت کامل ہے تو اتباع بھی کامل اور اگر اس میں نقص ہے تو اتباع میں بھی نقص ہوگا۔

ہر شخص کے لئے اللہ اور اس کے رسول سے اتنی محبت فرض ہے جس سے
اوامر کا امتثال کرے اور معاصی سے اجتناب کرے ۔ اب جو اتباع میں
کمی ہے تو اسکی وجہ محبت میں کمی ہے ۔

اقسام محبت جیسا کہ فتح الباری ص۴۶ ج ا میں ہے محبۃ اللہ علی قسمین
فرض وندب ۔ فالفرض المحبۃ التی تبعث علی
علی امتثال اوامرہ والانتہاء عن معاصیہ والرضا بما یقدرہ فمن
وقع فی معصیۃ من فعل محرم او ترک واجب فلتقصیرہ فی محبۃ اللہ
حیث قدم ھوی نفسہ ۔۔۔ والمندب ان یواظب علی النوافل
و یجتنب الوقوع فی الشبہات والمتصف عموماً بذلک نادر قال وکذلک
محبۃ الرسول علی قسمین یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کی دو قسم ہے ایک فرض
دوسری مندوب[1] ۔ فرض وہ محبت ہے کہ اللہ تعالےٰ کے اوامر کے امتثال اور
اور معاصی سے اجتناب اور مقدر پر راضی رہنے پر ابھارے ۔ پس جو شخص
کسی معصیت میں (خواہ کسی حرام شئے کے ارتکاب کرنے یا کسی واجب
کے ترک میں) واقع ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں قصور کی وجہ سے ہے اسلئے
کہ اس نے اپنے نفس کی خواہش کو (اللہ تعالیٰ کے حکم پر) مقدم کیا ۔ مندوب
محبت یہ ہے کہ نوافل پر مواظبت[2] کرے اور شبہات میں واقع ہونے سے
اجتناب کرے اور اس محبت سے متصف بالعموم بہت کم لوگ ہیں ۔ اسی طرح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بھی دو قسم ہے (یعنی فرض و مندوب)

مرشد سے حاصل کرنے کی چیز اب ہم سے سوال کیا جاتا ہے کہ اتباع کیوں
نہیں ہو رہا ہے تو اسکی وجہ یہی محبت
اور ایمان کی کمی ہے ۔ ایمان و اتباع کو ذریعۂ نجات و فلاح جو کہا کرتا ہوں

---

[1] مستحب [2] پابندی ۔

اس سے مراد اس زمانہ کا رسمی ایمان و اتباع نہیں ہے اس سے ایمان حقیقی اور اتباع کامل مراد ہے۔ اسکو جا کر کہیں حاصل کرنا ہوگا۔ کتابوں اور رسائل سے یہ چیزیں نہیں حاصل ہو جائینگی، لوگوں نے بڑی بڑی مشقت برداشت کر کے دولت حاصل کی ہے۔ محبت، خوف وغیرہ جو صفات ہیں یہ کتاب کی صفت نہیں ہے یہ قلب کی صفات ہیں تو کسی اہل دل ہی سے اسکو حاصل کرنا ہوگا

حضرت خواجہ باقی باللہ کا واقعہ

حضرت خواجہ باقی باللہ کتنے بڑے شخص ہیں مجدد صاحب کے شیخ ہیں ان کے ذریعہ سے بہت سے علماء اور عوام کی اصلاح ہوئی انکا قصہ سنیئے ان کے والد عالم تھے علم دین کی تحصیل کے لئے ایک عالم کے سپرد کردیا اور حضرت تحصیل علم میں مشغول ہو گئے ایک مرتبہ ایک مجذوب آئے اُنھوں نے خواجہؒ کے کان میں یہ شعر پڑھ دیا ؎

در کنز و ہدایہ نتواں یافت خدا را
سیپارۂ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

کنز و ہدایہ میں خدا نہیں مل سکتا اسکے لئے تو دل کا سیپارہ دیکھو کیونکہ اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے، بس اس شعر کا سننا تھا کہ انکی حالت بدل گئی اور علم سے طبیعت اچاٹ ہو گئی اور اللہ تعالےٰ کی طلب پیدا ہو گئی سب چھوڑ چھاڑ کر تلاش میں نکلے کسی دیہات میں ایک بزرگ کے پاس پہونچ گئے اور وہاں نسبت باطنی حاصل کی، پھر خوب پیا اور پلایا۔ کام ایسے ہی ہوا ہے بزرگوں کی خدمت میں لوگ گئے ہیں اور نسبت باطنی حاصل کر کے لوگوں کو حقیقی دین سکھلایا ہے اور لوگوں کو مومن بنایا ہے۔ اگر کچھ کرنا ہو تو کرو بات سے کام نہیں چلے گا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

کامیابی تو کام سے ہوگی — نہ کہ حسن کلام سے ہوگی
ذکر کے التزام سے ہوگی — فکر کے اہتمام سے ہوگی

کامیابی کے دو جزو ہیں ایک کام دوسرا یابی تو اب لوگوں کی نظر یابی پر تو ہے کام پر نہیں۔

اتباع سنت اور نصرت خداوندی تم ضعیف نہیں ہو تم نے اپنا طریقہ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلایا تھا اسکو چھوڑ دیا ہے اس لئے تم نظر خداوندی سے ساقط ہو گئے آج تمسک[1] بالسنت کرو دیکھو مدد ہوتی ہے یا نہیں۔ دیکھو حضورؐ کا طریقہ کیا تھا جب آپ دوسری مرتبہ طائف تشریف لے گئے ہیں تو وہاں کے لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سخت بے ادبی کی اور آپ کے پیچھے اپنے غلاموں اور لونڈوں کو کر دیا اور آپ پر اینٹیں بھی ماری گئیں جسکی وجہ سے آپ کی پنڈلی مبارک زخمی ہو گئی تھیں جب لڑکے واپس ہو گئے تو آپ نے ایک مقام پر بیٹھکر یہ دعائیں کرنی شروع کیں اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِيْ وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ اِلٰى عَدُوٍّ يَّتَجَهَّمُنِيْ اَمْ اِلٰى قَرِيْبٍ مَلَّكْتَهٗ اَمْرِيْ اے اللہ تجھی سے شکایت کرتا ہوں اپنے ضعف قوت کی اور اپنے کم سامانی کی اور لوگوں کی نظر میں کم وقعتی کی اے ارحم الراحمین مجھے کس کے سپرد کرتا ہے کسی دشمن کے جو سینہ زوری کرے یا کسی عزیز کے کہ اسکے قبضہ میں مجھکو دیدے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی ہر ذلت وقلت اور ضعف قوت وغیرہ کی شکایت بارگاہ خداوندی میں کر لی تو نہ ضعف رہا اور نہ ذلت سب ختم ہو گئی اللہ تعالیٰ نے آپکو قوت دی اللہ تعالیٰ نے آپکو عزت دی اور لوگوں کی نظروں میں وقیع فرما دیا۔ دیکھئے جیسے حضورؐ نے اور دعائیں کی ہیں اسی طرح یہ بھی دعا فرمائی کہ کسی عزیز کے قبضہ میں مجھکو کر دیجئے باہر کے دشمن بھی پریشان کرتے

---

[1] سنت کو مضبوطی کے ساتھ اختیار کرنا۔

تھے اور اعزہ بھی اسلئے کہ یہ لوگ بہت ہی پریشان کرتے ہیں۔ آئے دن خطوط آتے ہیں اس میں لکھتے ہیں کہ فلاں کو میں نے فلاں چیز دی وہ اسکو واپس نہیں کرتا، اسی طرح کی اور بھی شکایات کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ میں کیا کروں کیا تمھاری طرف سے مقدمہ لڑوں اور کچہری جاؤں۔ جو طریقہ ہے اسکو تو اختیار نہیں کرتے پھر لوگ کیا کریں گے۔ طریقہ وہی ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات کرو مگر ان لوگوں کو کب فرصت ہے کہ اسکی طرف توجہ کریں۔

جامع اور مختصر دعاء آپلوگوں کو مختصر سی دعاء بتلاتا ہوں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِزْقًا طَیِّبًا وَّعِلْمًا نَافِعًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا (ترجمہ یا اللہ میں آپ سے رزقِ طیب کا، علم نافع کا اور عمل مقبول کا سوال کرتا ہوں)۔ سبحان اللہ کیسی دعاء ہے سب دینی و دنیوی حاجات کو جامع ہے۔ رزق طیب کی دعاء فرمائی ہے اور ایسے مال سے بھی پناہ مانگی ہے جو عذاب بن جائے تو نفس مال سے پناہ نہیں مانگی ہے بلکہ اسکے عذاب سے پناہ مانگی ہے اسکا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ رزق طیب عطا فرمادیں اگر رزق کا درجہ شریعت میں کچھ نہ ہوتا تو کیوں حضور سوال فرماتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال اسلئے فرمایا کہ امت کے لئے یہ سنت ہو جائے پھر اسکو کیوں نہیں اختیار کرتے۔ رزق کا رزق اور اتباع سنت کا ثواب الگ۔

عطائے رزق کا سبب رزق کے ابواب کے مفتوح ہونے کا سبب حضور ہی ہیں چنانچہ زاد المعاد میں ہے کہ خیر دینی ہو یا دنیوی سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ہم تک پہونچتی ہے۔ آپ وسیلہ ہیں تو پھر کیوں نہیں آپ کو راضی کیا جاتا۔ حضور ایک

دعار فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ نَفْسًا مُّطْمَئِنَّةً یہ جو حضور اطمینان نفس وغیرہ کی دعار کر رہے ہیں تو یہ امت کی تعلیم کے لئے ہے اسلئے کہ حضورؐ تو معصومؑ تھے۔ پس امت کو حضورؐ نے دینی و دنیوی کوئی حاجت نہیں ہے جس کی دعار نہیں سکھائی ہو۔ اب

نزول مصائب کی حکمت

ہم لوگ اختیار نہ کریں تو ہمارا قصور ہے کیوں نہیں اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہو اسلئے کہ یہ مصائب اسی لئے آتے ہی ہیں کہ اللہ تعالےٰ کیطرف بندے اقبال[1] کریں۔ علامہ ابن قیم زاد المعاد میں فرماتے ہیں کہ یہ عزیز حکیم کی حکمت ہے کہ ان دونوں لشکروں کو ان قلوب پر مسلط فرما دیتے ہیں جو اللہ تعالےٰ سے متعرض[2] ہیں اور انکی محبت خوف ورجار[3] انابت[4] اور اس پر توکل اور انس وغیرہ سے خالی ہیں تاکہ ان قلوب کو ہموم وغموم واحزان[5] میں مبتلا کر کے بہت سے گناہوں اور شہوات مہلکہ[6] سے روک دیں اور ایسے قلوب اس دار دنیا میں جہنم کے قید خانہ میں ہیں اور ہمیشہ اس قید خانہ میں پڑے رہتے ہیں حتیٰ وہ اس سے خلاصی پاکر فضائے توحید اور اقبال علی اللہ اور انس باللہ میں پہونچ جاتے ہیں۔

پس اے مسلمانو! آخر ان باتوں کو کب سنوگے مرنے کے بعد؟ مرنے کے بعد سننے کی باتیں نہیں ہیں اگر سننا ہو تو اسی دار دنیا میں سنو۔ اگر کچھ حصہ ذکر و عرفان، انس و ایمان کا حاصل کرلو تو کیا حرج ہے۔ کتنا بڑا حرمان ہے کہ ظاہرا ذاکر رہو اور باطن میں غافل۔ بظاہر مومن ہو اور دل ایمان سے خالی پہلے ایسا دین نہیں تھا، اب کے زمانہ کا یہ دین ہے کہ ظاہر کے موافق باطن کا ہونا ضروری نہیں ہے اور اب کے لوگوں کا یہ ایمان ہے کہ دل سے تصدیق کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

---

۱ توجہ ۲ روگرداں ۳ امید ۴ رجوع ۵ رنج وغم وحزن ۶ خواہشات ہلاک کرنیوالی۔

ت کے قلوب کی کیفیت | پہلے لوگوں نے دل میں کیا کیا چیزیں حاصل کی تھیں کہ اب اسکی ہوا بھی لوگوں کو نہیں

ہے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب فرماتے ہیں ؎

وسعت دل کی کیا کرتے ہیں سیر اسے امداد
کہ یہی باغ ہے اپنا یہی میدان اپنا

اور شعر سنیے ؎

ستم است اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو وسمن در آ
تو زغنچہ کم نہ دمیدۂ در دل کشا بچمن در آ

یہ ستم کی بات ہے اگر تمھاری ہوس تمکو سرو اور چنبیلی وغیرہ کی سیر کی جانب لیجائے تم خود ہی کسی کلی اور پھول سے کم نہیں ہو بس دل کا دروازہ کھولو اور چمن میں داخل ہو جاؤ۔

حضرت حاجی صاحبؒ ایک مرتبہ اشراق کے وقت بیٹھے تھے فرمایا کہ جدہ جہاز آیا ہے اس میں فلاں فلاں شخص ہیں نام لے لے کر بیان کر دیا۔

خر کوئی روشنی اور نور حاصل تھا جبھی تو مکہ شریف میں بیٹھکر دیکھ لیا۔ ان ل کو حاصل کرو ورنہ پچھتاؤ گے۔

ان کے مکر و فریب سے بچنے کا راستہ | جب اللہ تعالیٰ کی محبت کا کچھ حصہ قلب میں آجاتا ہے تو پھر شیطان

ؤ و کید نہیں چلتا وہاں قریب بھی جانے نہیں پاتا تمام وساوس[1] وخطرات[2] نجات ہو جاتی ہے۔ اسی کو حضرت حاجی صاحب کہتے ہیں ؎

آسکے غیر مرے خانۂ دل میں کیسے؟
کہ خیال رخ دلدار ہے درباں اپنا

، اللہ تعالیٰ کا ذکر کسی حصن[3] کی دربانی کرے گا پھر دشمن کا گذر کیسے ہو سکتا ہے

---

[1] وسوسہ [2] خیالات فاسدہ [3] قلعہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے کہ شیطان بہکانے کیلئے آگیا کہ حضور نے پکڑ لیا فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا کہ اسکو باندھ دوں کہ مدینہ کے لڑکے اس سے کھیل کریں مگر اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد پڑ گئی اسلئے چھوڑ دیا پھر نہیں آیا سمجھ ہوگا کہ اگر پھر جاؤنگا تو نیست و نابود ہی کردیں گے۔

کامیابی کا راز شیطان فرشتوں کو دیکھکر بھاگتا ہے شیاطین الانس والجن سے استعاذہ[1] ہی کے لئے قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس نازل ہوئی ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ پر توکل کرو اور جو دعائیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہیں اسکو دل سے کرو اور جن باتوں سے استعاذہ فرمایا ہے ان سے استعاذہ کرو بغیر اسکے مفر نہیں۔ ہمیشہ صحابہ نے بعد میں سلف نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے تو فتوحات ہوئی ہیں اور جب بھی اپنی قوت اور کثرت پر نظر ہوئی شکست ہوئی ہے اسی لئے فتوحات پر شکر کا امر ہے اسلئے کہ شکر نہ کروگے تو اللہ تعالیٰ کیطرف سے نظر ہٹ جائیگی اور شکست ہو جائیگی۔ اب لوگ فتوحات پہلے کی طرح چاہتے ہیں حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے بہت دور ہیں۔ وَالطُّرُقُ كُلُّهَا مَسْدُودَةٌ إِلَّا عَلَى مَنِ اقْتَفَى أَثَرَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (خدا تک پہونچنے کے سارے راستے بند ہیں سوائے اس شخص کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کی پیروی کرے) پس تم جتنا سنت سے تمسک کروگے اللہ تعالیٰ سے بھی قریب ہوتے جاؤگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی قریب ہوتے جاؤگے۔ پھر اپنے اوپر عنایات کو دیکھوگے۔ اگر سب لوگ اس طریقہ پر نہیں آتے ہیں تو کچھ ہی آویں۔ ایمان و دین اختیار کریں اور اپنے مولا اور اپنے رسول کو راضی کریں۔ امید ہے کہ کچھ باتیں سمجھ میں آئی ہونگی۔ اب بس کرتا ہوں۔

---

[1] پناہ طلب کرنا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ دابۃ الارض بالوں والا ...ٹوں والا ہوگا اسکی چار ٹانگیں ہوں گی۔ وہ تہامہ کی کسی وادی سے نکلے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اس آیت کی تفسیر میں وَاِذَا ...َ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا ...قِنُوْنَ فرمایا کہ مراد وہ لوگ ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتے۔ آیت کا ...یہ ہے کہ جب ہمارا یہ قول واقع ہو جائے گا تو ہم انکے لئے دابۃ الارض کو نکالیں گے ...ن سے بات چیت کرے گا۔ یہ لوگ آیتوں پر یقین نہیں رکھتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...فرمایا قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ مغرب سے آفتاب نہ طلوع ہو اور جب ...ب مغرب سے طلوع ہو جائے گا تو سب لوگ ایمان لانا چاہیں گے لیکن ... جو ...س پہلے سے ایمان نہیں لاچکا ہے اس دن اسکا ایمان لانا نفع نہ دے گا یا جس کے ایمان ...چھ خیر نہ ہوگی۔

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...فرمایا کہ عنقریب تم پر ایک ایسی رات آئیگی جو تمہاری راتوں میں سے تین تین ...ت کے برابر ہوگی۔ جب یہ شب آئیگی تو اہل تہجد اسکو پہچان لیں گے چنانچہ ...ے شخص کھڑا ہوگا اور اپنا وظیفہ پورا کرے گا اور پھر سو جائیگا۔ اور پھر اٹھیگا ...ا اپنا وظیفہ پورا کرے گا پھر سو جائے گا۔ اسی اثناء میں لوگ ایک دوسرے ...، سرگوشی کریں گے اور کہیں گے کہ کیا بات ہے آج رات کٹ نہیں رہی ہے ...گھبرا کر مسجد کیطرف دوڑیں گے تو دیکھیں گے کہ سورج پچھم کیطرف سے نکل رہا ہے ...رج اوپر کو چڑھے گا جب بیچ آسمان کے آ جائے گا پھر مغرب کیطرف جائیگا پھر ...ب معمول مشرق کیطرف سے نکلا کرے گا اسی کو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے يَوْمَ ...ْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ۔ الآیہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ سارے انبیاء علاتی بھائی ہیں مائیں سب کی الگ الگ ہیں دین سب کا ایک ہے میں تمیں سب سے زیادہ قریب ہوں عیسیٰ بن مریم کے کیونکہ میرے اور انکے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہے اور وہ میری امت میں میرے خلیفہ بھی ہوں گے اور وہ جب آئینگے خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور جزیہ مقرر کریں گے۔ اور لڑائی اپنے ہتھیار رکھدیگی۔ اور زمین عدل و انصاف سے بھر جائیگی جس طرح اس سے قبل ظلم و جور سے بھری ہوگی یہانتک کہ شیر اور اونٹ، چیتا اور گائے۔ بھیڑ اور بھیڑیا ایک ساتھ چریں گے اور بچے سانپ سے کھیل کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے جب انکو دجال دیکھے گا تو چربی کی طرح پگھل جائے گا۔ دجال کو قتل کرینگے اور یہودی اس سے بھاگ جائیں گے پھر قتل کئے جائیں گے یہانتک کہ پتھر بولے گا کہ اے اللہ کے بندے مسلمان! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہے آ اور اسے مار۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاجوج اور ماجوج ہر روز سد اور باندھ کو کھود رہے ہیں اور توڑ رہے یہانتک کہ قریب ہیں کہ سوراخ کرکے سورج کی روشنی دیکھ لیں اتنے میں انکا سردار کہتا ہے کہ جاؤ اسکو کل کھودنا۔ اللہ تعالیٰ اس بند کو پہلے جیسا کردیتے ہیں یہانتک کہ جب انکا وقت پورا ہوجائے گا تو اسکو کھودیں گے اور سوراخ ہوکر سورج نظر آنے کے قریب ہوجائے گا انکا افسر کہیگا بس کرو بقیہ کل کھودلینا انشاء اللہ۔ چنانچہ وہ لوگ لوٹ جائیں گے تو پھر جب لوٹ کر آئیں گے تو اسی حالت پر پائیں گے جس پر کل چھوڑ گئے تھے اور کھود کر باہر نکل آئیں گے اور سب پانی پی جائیں گے۔ لوگ ان سے ڈر کر قلعہ بند ہو جائیں گے۔ اللہ تعالے انکی گردنوں میں آبلہ پیدا کردیں گے اسی کے ذریعہ انکو ہلاک کردیں گے۔

حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ یاجوج و ماجوج کے بعد

بیت اللہ کا حج شروع ہو جائے گا اور درخت اور باغات لگائے جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یاجوج و ماجوج میں سے کوئی انسان نہیں مرتا مگر یہ کہ اسکی نسل میں ہزار بلکہ اس سے زیادہ افراد موجود ہو سنے رہتے ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہونچی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اور قیامت کے درمیان بہت سے فتنے آئیں گے اندھیری رات کی مانند۔ اس میں انسان کا قلب مرجائے گا جس طرح اسکا بدن مرجاتا ہے۔ ایک شخص اس میں صبح کرے گا مومن ہوکر اور شام کرے گا کافر ہوکر اور شام کرے گا مومن ہوکر تو صبح کرے گا کافر ہوکر۔ بہت سے لوگ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اپنی قلیل دنیا کے عوض اپنے دین کو بیچ دیں گے۔

حضرت علیؓ نے حضرت ابی ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال صالحہ کے کرنے میں جلدی کرو چھ چیزوں کے ظاہر ہونے سے پہلے، مغرب سے آفتاب نکلنے، دجال کے ظاہر ہونے، دھواں کے چھا جانے، دابہ کے ظاہر ہونے اور خود اپنی موت اور قیامت سے پہلے۔

حضرت عبداللہ بن سابط سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے اندر خسف (یعنی زمین میں دھنسنے) کے واقعات پیش آئیں گے یعنی چہرے کا بگڑ جانا اور قذف ۔ ۔ ۔ کے واقعات بھی پیش آئینگے۔ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ کیا وہ لا الہ الا اللہ کے قائل یعنی مسلمان ہوں گے؟ فرمایا لیکن یہ اسوقت ہوگا جب ان کے اندر چار معاصی کا شیوع ہو جائیگا۔ گانے والیوں اور باجہ بجانے والوں کا، شراب پینے اور ریشم پہننے کا۔

حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ کی تفسیر فرماتے ہیں وہ چار چیزیں جو لامحالہ

واقع ہو کے رہیں گی جن میں سے دو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پچیس سال کے اندر واقع ہو گئیں پس لوگ مختلف جماعتوں میں بٹ گئے یعنی سب کی خواہشات الگ الگ ہو گئیں۔ اور بعض نے بعض سے جنگ کی اور ایذا پہونچائی اور بقیہ دو آئندہ واقع ہو کر رہیں گی۔ زمین میں دھنسنا اور زلزلہ کا آنا۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ (آپ کہدیجئے کہ اللہ تعالےٰ اس پر قادر ہیں کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے یا نیچے سے بھیجدے یا تم کو مختلف گروہوں میں بانٹ دے پھر ایک دوسرے کو قتل و قتال کی تکلیف پہونچائے۔ مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء مانگ کر ان سے پناہ مانگی جو دو کے بارے میں قبول ہوئی یعنی خسف اور مسخ یعنی یہ کہ اس امت کو یہ چیزیں پیش نہ آئیں گی اور دو سری چیزیں باقی رہیں یعنی امت میں فساد بھی ہوگا اور باہم جنگ و قتال بھی ہوگا

حضرت مسروق سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد میں بیان کرتا تھا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو آسمان سے دھواں اٹھے گا اور منافقین کے کانوں اور آنکھوں میں گھس جائیگا اور مومنین کو اسکی وجہ سے محض زکام کی سی حالت ہو جائیگی۔

حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن مسعود کے پاس گیا اور ان سے روایت بیان کی وہ ٹیک لگائے بیٹھے تھے اٹھکر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا اے لوگو! تم میں سے جس شخص کے پاس علم ہو اور اس سے کوئی بات پوچھی جائے تو چاہیئے کہ بتلا دے اور جسے علم نہ ہو اسے چاہیئے کہ کہدے اللہ اعلم (اور اس نہ بتانے میں شرمائے نہیں) اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی سے فرمایا قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ آیت کا ترجمہ یہ ہے آپ فرما دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ پر کوئی اجر تو طلب نہیں کرتا اور میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ ہوا یہ تھا کہ قریش نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی تو آپ نے دعاء فرمائی کہ "اے اللہ قبیلہ مضر پر اپنی گرفت سخت فرما دیجئے۔ اے اللہ میری انکے مقابلہ میں مدد فرمایئے۔ سات سالوں کے ساتھ یوسف

سے کے سالوں کی طرح۔ اے رب ہمارے سالوں کو یوسف علیہ السلام کے سالوں جیسا کر دیجئے چنانچہ اسکے بعد انکو قحط نے آپکڑا انھوں نے اس زمانہ میں مردار کھائے ہڈیاں کھائیں بڑی مشقت اٹھائی یہانتک کہ ان میں سے ہر شخص اپنے اور آسمان کے درمیان بھوک کیوجہ سے دھواں سا دیکھنے لگا یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ یعنی انتظار کرو اس دن کا کہ آسمان سے کھلا ہوا دھواں ظاہر ہوگا۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ میرے والد رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس جو قادسیہ میں تھے تحریر فرمایا کہ نضلہ بن معاویہؓ کو حلوان کیطرف بھیج دو۔ حضرت سعد نے نضلہ کو تین سو سواروں کے ساتھ بھیجدیا یہ لوگ وہاں پہونچے اور اسکے اطراف میں چھاپا مارنا شروع کیا بہت مال غنیمت حاصل کیا اور بہت سے لوگوں کو قید کیا۔ مال غنیمت اور قیدیوں کو لیکر آرہے تھے یہانتک کہ پہاڑ کے دامن میں اترے۔ حضرت نضلہ نے کھڑے ہوکر نماز کے لئے اذان دی اور جب اللہ اکبر کہا تو کسی جواب دینے والے نے جواب دیا كَبَّرْتَ كَبِيرًا اے نضلہ تم نے ایک بڑی ذات کی بڑائی کی پھر حضرت نضلہ نے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہا تو ادھر سے جواب ملا کہ اے نضلہ یہ تو اخلاص کا کلمہ ہے پھر حضرت نضلہ نے کہا اشہد ان محمد رسول اللہ تو اس کہنے والے نے کہا کہ یہ تو وہی ہیں جنکی خوشخبری حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی پھر جب حضرت نضلہ نے کہا حی علی الصلوٰۃ تو کہا گیا کہ خوش نصیب ہے وہ شخص جو اسکی طرف چلا اور اس پر پابندی کی پھر جب حضرت نضلہ نے حی علی الفلاح کہا تو اس نے کہا کہ فلاح پائی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اجابت کی اور اس میں بقاء ہے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ پھر جب کہا اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ تو جواب دیا کہ اے نضلہ تم نے اپنا اخلاص پورا کر لیا پس

ہ تعالےٰ نے اسکی وجہ سے تمھارے جسم کو جہنم پر حرام کر دیا ہے ۔ جب حضرت
ضلہ اذان سے فارغ ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ
ن ہیں ؟ فرشتے ہیں کہ جن یا اللہ کے گروہ میں سے کسی اور گروہ سے تعلق ہے
پ نے اپنی آواز تو سنا دی اب اپنی صورت بھی دکھا دیجئے ہم لوگ
للہ تعالےٰ کی جماعت ہیں ۔ رسول اللہ کی جماعت اور عمر بن خطاب کی
ماعت ہیں ۔ پس اچانک ایک ضعیف شخص کو دیکھا جسکی کھوپڑی چکی کی طرح تھی
ر اور داڑھی کے بال سن سفید تھے ، صوف کی ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے
اہر ہو کر کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہم نے کہا وعلیک السلام والرحمۃ
پ کون ہیں اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ اپنا تعارف تو کرائیے اس نے کہا
مجھکو زرنب بن علا کہتے ہیں اللہ تعالےٰ کے صالح بندے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا
صی ہوں انھوں نے مجھے اس پہاڑ میں ٹھیرا رکھا ہے اور میرے لئے اسوقت
ل طول بقار کی دعا کی ہے جب تک کہ وہ آسمان سے نہ اتریں پس اب جبکہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ گذر چکا ہے اور ان سے ملاقات فوت ہو چکی ہے
تو حضرت عمر سے میرا سلام کہئے اور یہ کہئے کہ امور درست کیجئے اور مزید قرب
حاصل کیجئے اسلئے کہ معاملہ قریب ہے اور انھیں خبر کر دیجئے ان امور کی جنکی
اطلاع میں تمھیں دے رہا ہوں کہ جب امت میں وہ باتیں ظاہر ہو جائیں تو ان
سے دور رہنا اور بہت دور رہنا ۔ جب مرد مردوں اور عورتیں عورتوں سے آسودہ
ہونے لگیں اور غیر نسب میں لوگ اپنے کو منسوب کرنے لگیں اور ان کے بڑے
اپنے چھوٹوں پر رحم کرنا چھوڑ دیں اور انکے چھوٹے اپنے بڑوں کی توقیر ترک کر دیں
اور لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دیں نہ معروف کا امر کریں نہ نہی سے
رو کیں اور انکا عالم درہم و دنانیر حاصل کرنے کے لئے علم سیکھے اور بارش کا زمانہ
گرمی کا زمانہ ہو جائے اولاد والدین پر غصہ ہونے لگ جائے اور کمینے لوگ پھیل
جائیں اور شرفا گھٹ جائیں ... کم ہو جائیں لوگ اونچے اونچے مکان بنانے لگ جائیں

خواہشات کی اتباع ہونے لگے۔ لوگ دنیا کے عوض دین فروخت کریں
خون بہانا معمولی چیز بن جائے۔ رشتے قطع کر دیئے جائیں۔ فیصلے بکنے لگیں،
بلند بلند مینارے بننے لگیں۔ قرآن شریف کی سجاوٹ سونے اور
چاندی کے پانی سے ہونے لگے۔ مساجد سجائی جانے لگیں۔ رشوت عام ہو جائے
لوگ سود کھانے لگیں۔ مالدار شخص محبوب ہو جائے۔ عورتیں گھوڑے کی سواری
کرنے لگیں۔ یہ فرمایا اور ہم سے غائب ہو گئے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سعدؓ چار ہزار آدمیوں کے ساتھ وہاں
تشریف لے گئے اور اسی وادی میں اترے۔ چالیس روز قیام فرمایا اور ہر نماز
کی خود اذان دی مگر نہ اسکا جواب سنا نہ ہی کوئی کلام۔ واللہ الموفق۔

نواسیؐ واں باب

(احادیث ابوذر غفاریؓ کے بیان میں)

فقیہ ابو جعفرؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت حارث اعور سے نقل کرتے
ہیں کہ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ میں مسجد نبوی میں داخل ہوا دیکھا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تشریف فرما ہیں میں نے دل میں سوچا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم شاید وحی کے انتظار یا کسی اور ضرورت کی وجہ سے اس طرح بیٹھے ہوئے
ہیں آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اے جندب میرے قریب آجاؤ اور میں قریب ہو گیا میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس خلوت نشینی کو غنیمت سمجھکر عرض کیا کہ
یا رسول اللہ! یہ آپ نے جو وضو کا حکم دیا ہے تو وضو کی کیا فضیلت ہے؟
آپ نے فرمایا اے ابوذر بغیر وضو کے نماز صحیح نہیں ہوتی اور وضو اپنے سے

قبل کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! آپ نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے، اسکی کیا فضیلت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نماز تو ایک بہترین چیز ہے جو شخص چاہے کم پڑھے اور جو چاہے خوب پڑھے۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ آپ نے زکوٰۃ کا حکم فرمایا ہے اسکا کیا درجہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابوذر جس شخص کے اندر امانت نہیں اسکے اندر ایمان نہیں اور جس نے زکوٰۃ ادا نہ کی اسکی نماز درست نہیں اور اللہ تعالےٰ نے غنی لوگوں پر انکے مالوں میں اتنی زکوٰۃ فرض کردی ہے جو ان کے فقراء کے لئے کافی ہو سکے اور بلاشبہ اللہ تعالےٰ امیروں سے زکوٰۃ کے متعلق سوال کرینگے اور ترک پر انکو عذاب دیں گے۔ اور اے ابوذر! کوئی مال زکوٰۃ سے کم نہیں ہوا کرتا اور خشکی یا سمندر میں جہاں کہیں بھی کوئی مال تلف ہوتا ہے تو وہ زکوٰۃ نہ دینے ہی کی وجہ سے ہوتا ہے اور اے ابوذر اپنے مال کی زکوٰۃ خوش دلی کے ساتھ مومن ہی دیتا ہے۔ اور جو زکوٰۃ ادا نہ کرے وہ مشرک ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ آپ نے ہمیں روزہ کا حکم فرمایا ہے، روزہ کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے اور روزہ اللہ تعالےٰ ہی کے پاس اسکا بدلہ ہے۔ اور روزہ دار کے لئے دو وقت خوشی کا ہوتا ہے۔ ایک جب وہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی اس وقت ہوگی جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔ اور روزہ دار کے منہ کی بھبک اللہ تعالےٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ محبوب ہے۔ قیامت میں لوگوں کیلئے دسترخوان بچھایا جائے گا تو سب سے پہلے اس میں سے وہی لوگ کھائیں گے جو دنیا میں روزہ رکھا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ آپ نے ہمیں صبر کا حکم فرمایا ہے صبر کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا صبر کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پاس مشک کی تھیلی ہو اور وہ لوگوں کے مجمع میں موجود ہو تو ہر شخص کا جی چاہے گا کہ اسکی خوشبو حاصل کرے۔

حامل مضامین تصوف و عرفان ماہنامہ افادات وصی اللٰہی کا واحد ترجمان

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ چار روپیہ | مدیر: احمد مکین عفی عنہ

شمارہ ۶ | ذی الحجہ سنہ ۱۴۱۱ھ مطابق جون سنہ ۹۱ء | جلد ۱۴

فہرست مضامین

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام مولوی عبد المجید صاحب اسرار کریمی پریس الہ آباد سے
چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد سے شائع کیا

پیش لفظ

ایک چراغ اور بجھا

عہدِ عتیق کی یادگار، سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی اور بزم وصی اللّٰہی کے پرانے چراغ یعنی مولوی عبد المجید صاحب ایک طویل علالت کے بعد ۳۱ مئی سنہ ۹۱ء بروز جمعہ اس دارِ فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولوی صاحب مرحوم اسرار کریمی پریس کے مالک اور شہر کے باحیثیت لوگوں میں تھے۔ حضرت اقدس مصلح الامۃ قدس سرہٗ کے نہایت عقیدتمند اور مخلص تھے۔ اسی اخلاص نے آپکو حضرت علیہ الرحمۃ کا معتمدِ خاص بنا دیا۔ اس رتبہ کی پاسداری انھوں نے تا دم آخر کی، خانقاہ، مدرسہ اور ادارہ سے تعلق خاطر برقرار رکھا۔ جملہ اہل خانقاہ اور اہل خانہ سے معاملہ مخلصانہ اور مشفقانہ رہا۔ رسالۂ وصیۃ العرفان کے مدیر اول رہے اور طویل عرصہ تک آپ کا اسم گرامی ادارت سے موسوم رہا۔ جب بیماری کے سلسلہ نے صاحب فراش بنا دیا اور آمد و رفت سے معذور ہو گئے تو ادارہ اور پریس کی ذمہ داریوں سے خود کو سبکدوش کر لیا اسکے باوجود قلبی رجحان اور جذباتی رشتہ قائم رہا۔ آپ کی ذات سے اہل ادارہ کو یک گونہ تقویت حاصل تھی۔ ابھی مولانا جامی صاحب علیہ الرحمہ کی فرقت کا زخم مندمل نہیں ہوا تھا کہ اس سانحہ نے اسے اور گہرا کر دیا۔ اللہ رب العزت مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور انکے اعزہ و رفقاء کو صبر جمیل، قارئین سے گذارش ہے کہ مرحوم کی مغفرت اور بخشش کی دعا فرمائیں۔

مدرسہ وصیۃ العلوم ۱۰ اپنے مقررہ تاریخ پر کھل گیا۔ مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اساتذہ کرام کی آمد کے بعد تعلیمی سلسلہ کا آغاز الحمد للہ ہو گیا۔ ویران دار الاقامہ، سونی درسگاہیں اور خاموش منبر و محراب پھر قال اللہ و قال الرسول اور بحث و تکرار سے معمور و آباد ہو گئے۔ جگہ کی قلت اور وسائل کے محدود ہونے کی بنا پر بہت سے خواہشمند طلبہ داخلہ سے محروم رہے۔

ناظم مدرسہ، جانشین مصلح الامۃ حضرت مولانا قاری محمد مبین صاحب مدظلہ العالی الحمد للہ بخیر ہیں فی الحال بمبئی میں قیام فرما ہیں۔ انشاء اللہ بعد عید الاضحیٰ الہ آباد تشریف آوری ہوگی۔

(ادارہ)

(بقیہ مکتوب نمبر ۶۷۹)

طلبہ اساتذہ کو خوش پاکر اسی طرح سے مریدین مشائخ کا رخ دیکھ کر کچھ نہ کچھ باتیں دوسروں کی پہنچا ہی دیتے ہیں جو غیبت بھی ہو جاتی ہے اور سننے والے کے لئے سوء ظن میں ابتلا کا سبب بنجاتی ہے مشائخ اہل حق ہرچند اس کا سدباب فرمانا چاہتے ہیں مگر غیر مخلصین کیوجہ سے خاطر خواہ کامیاب نہیں ہوتے

چنانچہ ایسا بھی ہوا کہ کوئی بات یہاں پہونچی جسکی وجہ سے حضرت والا کو تکدر بھی ہوا لیکن اسکے مقتضا پر عمل نہیں فرمایا گیا یعنی مبلغ عنہ کے ایذا کا کوئی کام نہیں کیا گیا۔ باقی چونکہ خود کو ضرر سے بچانا بھی ضروری ہے اس لئے صورت حال سے باخبر رہنے کے لئے تحقیق واقعہ کی گئی اور الحمدللہ کہ اس تحقیق کا ثمرہ بھی مرتب ہوا۔

چنانچہ بیان القرآن میں ہے کہ سوء ظن کے بارے میں جو مشہور ہے کہ "الحزم سوء ظن" اسکا مطلب یہ ہے کہ مشتبہ شخص سے اپنی احتیاط رکھے۔ پس سوء ظن کے مقتضا پر عمل کرنا مظنون بہ کے حق میں تو حرام ہے جیسے اسکی تحقیر تنقیص کرنا اسکو ضرر پہونچانا" اور خود ظان کو اپنے حق میں جائز ہے بایں معنی کہ اسکی مضرت سے خود بچے ـــــــ اس سلسلہ میں آپ کے پاس بھی خط گیا تھا اس مسئلہ کے یہ مختلف گوشے قابل لحاظ ہیں اور مسئلہ ایسا ہے جس میں عام ابتلاء ہے اسلئے عرض کردیا تاکہ بوقت ضرورت شمع راہ بنایا جاسکے اسکا حاصل یہ ہے :-

(۱) دوسروں کو سختی سے منع کیا جائے کہ وہ کسی کی بات نقل نہ کریں

(۲) اور اگر کبھی ایسی نوبت آ ہی جائے تو اسکی خبر پر عمل نہ کرے بلکہ اس کی جانب التفات ہی نہ کرے۔ اور مظنون بہ کے ساتھ جو حسن ظن اس کو پہلے تھا اسی پر قائم رہے۔

(۳) اور اگر اس خبر کیوجہ سے کسی ضرر کا اندیشہ ہو تو اسکی تحقیق کرے۔ ...

(مکتوب نمبر ۶۸۰)

حال: بحمداللہ کہ ناکارہ حضرت والا کی عنایات کے طفیل بہت ہی سکینت کے ساتھ اپنے کام میں مشغول ہے بسیار تطورات اور بہت ہی ٹھوکریں کھانے کے بعد جب دماغ میں قدرے درستگی آئی اور قلب کی ظلمت میں ۔ ۔ ۔ تخفیف ہوئی تب یہ عقدہ بھی کھلا کہ " دو دل بودن بجز بے حاصلی نیست "

تحقیق: یہ انکشاف مبارک ہو۔

حال: خوب ہی سمجھ گیا کہ جس سے خیر کا قدرے حصہ مل رہا ہے بس چپ چاپ آنکھیں بند کر کے اسی کی خیر منانے میں خیر ہے ورنہ جہاں بھی یمین و شمال دیکھا کہ گڈھا سامنے ہے گر کر نکلنا بس محال سے کم نہیں ہوتا۔ تحقیق: بیشک

حال: اور آپکی عنایتوں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ قلبی روابط کی تھوڑی درستگی بھی قرب و بعد کے ظاہری مراحل کو بڑی حد تک ختم کر دیتی ہے۔

تحقیق: بیشک

حال: حضرت والا خدا آپکو ہمیشہ سلامت رکھے، یہ آوارہ اوراد و وظائف کی کثرت تو کبھی بھی نہ کر سکا اور اب تو روزمرہ کی تکلیف کے سبب تھوڑے پر بھی مداومت نہیں ہوتی

تحقیق: اللہ تعالےٰ صحت دے

حال: پھر بھی مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پہلے اور تھا اب اور ہوں۔

تحقیق: خوب

حال: یعنی قلب میں سکون و طمانینت اتنا موجود پاتا ہوں کہ بے راہوں کا سا انتشار اور گمراہوں کی سی پریشانی اب نہیں ہے۔ وجہ صرف وہی ہے کہ آپکی عنایتوں سے توفیق حق شامل حال ہوگئی۔

حال: الحمدللہ۔

حال : جس سے عقیدت علی وجہ البصیرت کا بحمد اللہ اتنا حصہ نصیب ہوا کہ باطن کو آپ میں مشغول اور آپکی طرف متوجہ رکھتا ہے۔ تحقیق : الحمد للہ

حال : جس سے یہ مذاق نصیب ہوا کہ اب اس آوارہ کے حق میں کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد بھی بدون نائب نبی وصی اللہ کے باطنی استحضار کے بے کیف رہتا ہے۔

تحقیق: سچ کہتے ہو

حال : الحمد للہ کہ مشاہدہ نے قلب سے ریب و تردد کی جڑ کاٹ دی اور خوب ذہن نشین ہوگیا کہ اس بارگاہ میں اپنے کو کھپانے سے بہت کچھ ملتا ہے۔ اسکے بغیر علم و عمل کوشش بیہودہ اور سعی لا حاصل کا مصداق ہے۔ تحقیق : بیشک

حال : حضرت والا دعا فرمائیں کہ یہ حقیر اب ان خرافات میں کبھی نہ پھنسے جن سے آپ نے نکال دیا ہے۔

تحقیق : اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے

(مکتوب نمبر ۱۶۸)

حال : الحمد للہ معمولات حضرت والا کی دعاؤں کے طفیل میں پورے ہو جاتے ہیں اس مرتبہ حضرت والا نے احقر جیسے کوتاہ فہم اور کم علم لوگوں کو بہت بڑے ابتلاء سے متنبہ فرمایا

تحقیق : میں کیا چیز ہوں ، میں خود ہی مبتلا ہوں آپ لوگوں کو کیا ابتلاء سے نکال سکتا ہوں ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اگر آپ لوگ عمل کریں گے تو کہہ دونگا کرنا آؤ

حال : یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ الآیۃ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

کے ام استفادہ ہونے کو واضح فرمایا اسکا حاصل جو احقر سمجھ سکا تحریر کرتا ہے۔
سمجھنے میں جو غلطی ہوئی ہو اصلاح فرما دی جاوے۔

حضرت والا نے فرمایا کہ سوءظن حرام ہے اور اسکی وجہ سے آدمی تجسس بھی کرتا ہے وہ بھی حرام اور تجسس کے بعد غیبت کی نوبت آتی ہے پس ایک غیبت کرنے میں انسان تین معاصی کا مرتکب ہوتا ہے غیبت کا اس سے قبل تجسس کا اس سے پہلے سوءظن کا

حضرت والا نے فرمایا کہ سوءظن اسلئے حرام ہے کہ حسن ظن واجب ہے اسکے سلئے ضروری ہے کہ آدمی بدگمانی نہ کرے۔ اسی طرح تجسس عیوب اسلئے حرام ہے کہ مسلمان کے سلئے اسکی خیر اور نیکی کو تلاش کرنا چاہیئے تاکہ اس کے ساتھ حسن ظن قائم رہے جب خیر کے ساتھ اسکو یاد کرنا ضروری ہے تو تجسس عیوب کس طرح جائز ہوگا؟ اور غیبت اسلئے حرام ہے کہ مسلم کا ذکر حسن کرنا چاہیئے پس اسکے مساوی برائی کا ذکر اسکے پس پشت کس طرح جائز ہو سکتا ہے

حضرت والا یہ ایسی عام ابتلا ہے کہ بغیر خاص اہتمام کے اس سے بچنا احقر جیسوں کے لئے امر محال ہے احقر اپنے متعلق عرض کرتا ہے کہ دوافتاً میں مختلف الخیال لوگ اگر آپس میں یا کبھی موقع پاکر احقر ہی سے ایسی گفتگو کرتے ہیں جس میں یہ گناہ بھی شامل ہو ہی جاتا ہے۔ اس میں احقر یہ کیا کرتا تھا کہ اگر کبھی کسی نے احقر سے دوسرے کی بات نقل کر دی تو یہ خیال کرکے کہ یہ اسکا فعل ہے احقر اسکی برائی کیوں قلب میں پیدا کرے اکثر ختم ہی کر دیا کرتا اب حضرت والا سے سننے کے بعد اسکی تائید ہوئی کہ خبر پر بالکل التفات ہی نہ کرے اور اسکے ساتھ جو حسن ظن پہلے سے تھا اسی پر قائم رہے الحمدللہ بہت تقویت ہوئی اسکے علاوہ یہ بھی علم ہوا کہ اول تو کسی کو ایسا موقع ہی نہ دے کہ کسی کی بات نقل کرے اور اگر نقل کرے تو اسکو روک دیا جائے۔

اور اگر نہ روک سکے تو التفات ہی نہ کرے اور اگر خدانخواستہ ایسی خبر ملے کہ اپنے ضرر کا احتمال ہو تو اسکی پہلے خوب تحقیق کرے۔ سبحان اللہ بہت عمدہ نسخہ معلوم ہوا۔ اللہ تعالے ہمارے حضرت کے درجات عالیہ مخصوصہ میں اور اضافہ عطا فرماویں اور بصحت و عافیت ہمارے سر پر قائم رکھیں۔ آمین۔ ثم آمین۔

احقر نے حضرت والا کی دعاؤں کی برکت سے عمل اہتمام کیساتھ شروع کردیا اس درمیان میں ایک شخص نے آکر احقر کے ایک ہم پیشہ کی شکایت شروع کی احقر نے اسکی تعریف کردی جس کا علم احقر کو تھا بس دو ایک آدمی موجود تھے سب اسکی تعریف کرنے لگے، وہ شخص بہت شرمندہ ہوا دو اکے سلسلہ میں اب بھی آتا ہے مگر کوئی بات اس قسم کی نہیں کرتا۔ دو ایک آدمی کہ انکی خصلت کا علم احقر کو ہے انکو گفتگو کا موقع ہی نہیں دیتا۔ گھر میں بھی اس کی برائی خوب سمجھادی ہے۔ ڈر گئی ہیں، انشاء اللہ وہ بھی اہتمام سے پرہیز کرینگی۔ اللہ تعالےٰ حضرت والا کے طفیل اس فسق سے محفوظ رکھے۔ حضرت والا کی دعاؤں ہی کے طفیل اس ناکارہ کی گاڑی چل سکتی ہے۔ دعاؤں کا محتاج ہے۔

تحقیق: آپ دعا رکیجیۓ۔

(مکتوب نمبر ۶۸۲)

حال: الحمد للہ معمولات پر عمل کی توفیق ہوتی ہے۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: لیکن ہمارا معمول ہی کیا۔ نماز تو سوائے اٹھک بیٹھک کے اور کچھ نہیں

تحقیق: جب جانتے ہو کہ اٹھک بیٹھک ہے تو اس سے ترقی کرو۔

حال: اپنی بداعمالیوں کو دیکھکر طبیعت بہت زیادہ متردد رہا کرتی ہے طبیعت میں انقباض برابر رہا کرتا ہے۔ انبساط تو شاید ہی کبھی ہوتا ہو۔

تحقیق: عدم انقباض کے اسباب جب اختیار کروگے تب نہ ہوگا؟ مگر یہ بھی رحمت ہے۔ خدا کی طرف سے ایک سپاہی تم پر مقرر ہوا ہے تاکہ تمکو آخرت

کی فکر ہو۔
حال : نفسانیت اور عدم خلوص کو دیکھکر گھبراہٹ سی رہا کرتی ہے۔ حضرت دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ آخرت کی صحیح فکر پیدا کر دیں جو کہ کام پر لگادے۔
حضرت والا دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ اخلاص پیدا فرما دے۔ ایمان کامل اور حسن خاتمہ کی حضرت والا دل سے دعاء فرمائیں۔
تحقیق : دعاء کرتا ہوں
حال : امراض باطنیہ سے کلی شفاء اور پستی اور فنائیت پیدا ہوجانے کے لئے حضرت والا توجہ سے دعاء فرمائیں۔ تحقیق : آمین
حال : جملہ امور میں صلاح وفلاح دارین کی حضرت دعاء فرمائیں۔

(مکتوب نمبر ۳۶۸)

حال : رذائل نفس میں بہت حد تک کمی پاتا ہوں اور جب کبھی کوئی ایسی بات ہوجاتی ہے تو بحمد اللہ حضور کی دعاؤں کی برکت سے متنبہ ہوجاتا ہوں پھر اس سے سخت نفرت کرتے ہوئے دفعیہ کے لئے اللہ سے بھی دعاء کرتا ہوں جس سے اطمینان ہوجاتا ہے لیکن بعض وقت بے اختیار کوئی چیز آناً فاناً پیدا ہوجاتی جسکا ازالہ بھی جلد ہوجاتا ہے۔ جس پر زیادہ میں متوجہ نہیں ہوتا۔ اب چند روز سے ایک سوال بار بار ذہن میں آتا ہے کہ نسبت باطنی یعنی اللہ سے علاقہ اور کب حاصل ہوتا ہے اور ہم جیسوں کے لئے یہ کیا ممکن ہے یا صرف اصلاح باطن ہی کرتے رہنا ہوگا۔ اسکے متعلق ارشادات عالیہ سے سرفراز فرمائیے۔
تحقیق : الحمد للہ بخیریت ہوں رذائل کی اصلاح کے متعلق آپ جو کچھ لکھ رہے ہیں ٹھیک لکھ رہے ہیں۔ بہت دیر میں آپ کو نسبت باطنی کا خیال پیدا ہوا اس سے زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔

فرمایا کہ ـــــــ اخلاص کے ساتھ آؤ اللہ ورسول کے وعدے سب سچے ہیں کام اسلام کے کرو تب اللہ تعالیٰ کے مقبول ہو گے ۔ آج بغیر کچھ کئے بیوی تو پوچھتی نہیں ماں باپ تو پوچھتے نہیں یہ لوگ بھی جب ہی پوچھتے ہیں جب کچھ کما کر دو وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ (اور جنھوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سمجھا دینگے ان کو اپنی راہیں اور بیشک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے)

فرمایا کہ ـــــــ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص چالیس دن اللہ تعالیٰ کے لئے خالص عبادت کرے تو اللہ تعالیٰ اسکے قلب سے حکمت کے چشمے جاری فرما دیتے ہیں ۔ ایک صاحب نے یہ سنکر عبادت کی اور جب چالیس دن ہو گئے تو دیکھا کہ چشمے وغیرہ کچھ جاری نہیں ہوئے تو خیال کرنے لگے کہ آخر یہ کیا بات ہے ؟ حدیث صحیح ہے اسکی سند درست ہے یا نہیں ؟ جن عالم صاحب سے وہ حدیث سنی تھی ان سے کہا تو انھوں نے جواب دیا کہ تم نے تو چشموں کو جاری کرانے کے لئے عبادت کی تھی اور حدیث میں تو یہ ہے کہ اللہ کے لئے عبادت خالص کرے تو یہ اللہ کے لئے کہاں ہوئی

فرمایا کہ ـــــــ سچ کہتا ہوں کامیابی چاہتے ہو تو بجائے وظیفہ وظائف پوچھنے کے قرآن شریف کی تلاوت کرو اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو جائیگا اور درود شریف پڑھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو جائیگی اور شیخ کا ادب کرو کامیاب ہو جاؤ گے ۔

فرمایا کہ ـــــــ مجنوں کو لوگ کعبہ شریف لے گئے اور کہا کہ غلاف کعبہ پکڑ کر لیلیٰ کی محبت سے توبہ کرو تو دعا کیا مانگتا ہے اِلٰهِیْ تُبْتُ مِنْ کُلِّ

انما اسمی ولکن حب لیلی لاتوب مجنوں کے انتقال کے بعد کسی نے خواب میں اسکو دیکھا پوچھا کہ کیا معاملہ ہوا کہا بخشدیا گیا اللہ تعالےٰ نے فرمایا میں تمکو اپنے محبین کے لئے حجت بناؤں گا یا میرے محبین نے تمکو میری محبت کے لیے حجت بنایا تھا جیساکہ مولانا روم نے فرمایا ؎

عشق مولیٰ کے کم از لیلی بود　　گوئے گشتن بہر او اولی بود

(مولیٰ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کم کیسے ہوسکتا ہے اسکے لئے تو گیند بنجانا بدرجہا بہتر ہے)

فرمایاکہ ——— دیہاتیوں کا ایمان قوی ہوتا تھا مگر اب ان میں کچھ نہیں رہ گیا ہے جو چاہے انکو بہکالے حدیث شریف میں ہے یمسی مومنًا و یصبح کافرًا یہ لوگ ایسے ہیں کہ کفر تک بک دیں گے۔ در مسجد میں بھی آدینگے لوگ تو کہتے ہیں کہ منافق عملی اس زمانہ میں موجود ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ منافق اعتقادی بھی بکثرت موجود ہیں۔

فرمایاکہ ——— مولانا شہیدؒ نے لکھا ہے کہ جو شخص سلوک طے کرے اسکے بعد بھی مورد آثار عنایات ربانی نہو تو سمجھو کہ اس میں کل بد اخلاقیاں یا بعض موجود ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے معلوم ہوا کہ سلوک کبھی طے ہو جاتا ہے لیکن آدمی اسکے بعد بھی عنایات کا مورد نہیں ہوتا اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس میں اخلاص نہیں ہوتا۔ وہ سلوک کو یونہی بطور جوگ کے طے کرتا ہے اگر خلوص سے کرتا تو ضرور مورد عنایات ہوتا۔ آدمی سلوک طے بھی کرے اور عنایات کا مورد نہ بنے یہ کیا سلوک ہوا یہ تو بدسلوکی ہوئی آخر انسان جب سلوک طے ہی کر رہا ہے تو اس سے کیا فائدہ کہ محنت بھی کرے اور کوئی نتیجہ نہو اسی کو اخلاص کے ساتھ کیوں طے نہ کرے تاکہ کارآمد ہو۔

فرمایا کہ ——— جنت میں جانے کی دو علتیں ہیں یا ایک علت تامہ کے دو جزو ہیں ایک تقوی اللہ دوسرے حسن خلق۔ اول سے حقوق اللہ کی درستگی ہوگی اور حسن خلق سے حقوق العباد کی درستگی ہوگی اسلئے کہ اگر حسن خلق نہ ہوگا تو اسکی ضد سوء خلق ہوگا پس انسان ظالم بھی ہوگا، متکبر بھی ہوگا، حسد بھی کریگا اور ان سب امور سے حقوق العباد کی پامالی ہوگی بلکہ جب حسن خلق نہوگا حقوق اللہ بھی ادا نہوگا کیونکہ لَا یَغْتَبْ اللہ تعالے کا حکم ہے اور اسکا تعلق مخلوق سے ہے آج لوگ تقوی کو دخول جنت کا سبب کہتے ہیں مگر حسن خلق کو دخول جنت کا ذریعہ نہیں سمجھا جاتا۔

فرمایا کہ حصول اخلاص کا طریقہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر دل سے ایمان لاؤ اور ایک ایک حدیث پڑھو اور نفس سے قصداً ارادہ کے ساتھ اسکو ماننے کا مطالبہ کرو۔ مثلاً پہلے اس حدیث کو لو کہ انما الاعمال بالنیات اور اس حدیث کو پڑھو کہ من قاتل فی سبیل اللہ لیکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ۔ او کما قال ——— اسی طرح سے ہر ہر بات کو حدیث سے لیکر نفس سے اسکا مطالبہ کرو

فرمایا کہ ——— اخلاق کے متعلق اسکے درستگی کا یہ طریقہ ہے کہ سب اخلاق میں سے جو اہم ہے اسکو لو مثلاً اخلاق حسنہ میں اصل تواضع ہے اسکو پیدا کرو اور اخلاق رذیلہ میں اصل تکبر ہے اسکو دور کرو۔ اور حصول اخلاق کا سب سے آسان طریقہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا ہے۔ جس نے ابتدا بالسلام کی اس نے اپنے تکبر کی نفی کردی مگر متکبر کے لئے ابتدا بالسلام آسان نہیں عالم کے لئے بھی جاہل کو ابتدا بالسلام کرنا آسان نہیں جب کسی جاہل سے ملاقات ہوگی تو خواہش ہوگی کہ پہلے وہی سلام کرے اور جب یہ خیال پیدا ہوا

تو سمجھو کہ بس فیل ہوگیا۔

فرمایا کہ ——— اخلاق اختیار کرنا ویسے کچھ مشکل نہیں آسان چیز ہے مگر چونکہ عظیم المنفعت ہے اس لئے شیطان اسکی طرف سے بہکاتا ہے چنانچہ ایسا مشکل نظر آتا ہے کہ رات بھر عبادت کرنا آسان مگر اخلاق کی درستگی موت ہے۔ حدیث شریف میں ہے جنت میں نہ داخل ہوگے جبتک باہم محبت نہ کروگے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور باہم محبت نہ ہوگی جب تک باہم سلام نہ کروگے۔

فرمایا کہ ——— جب کوئی تبوع (ظاہری) خوش اخلاق نہ تو سمجھو کہ لوگ بد اخلاق ہوگئے ہیں۔ پیر جب خوش اخلاق ہوگا تو مرید سب بد اخلاق ہوجائیں گے استاد جب خوش اخلاق ہوگا تو طالب علم کا ناس ہوجائے گا باپ جب خوش اخلاق تو اولاد سب چوپٹ ہوجائیگی

فرمایا کہ ——— آجکل پیروں نے کہنا سننا چھوڑ دیا ہے خوش اخلاق ہوگئے ہیں اسی لئے مریدین کا ستیاناس ہوگیا ہے اور ایسا ناس ہوا کہ وہ خود اپنے پیر کے ہی معتقد نہیں رہ گئے۔ اپنے شیخ سے بدعقیدہ، سامنے اظہار اعتقاد اور پیچھے انکی غیبت اور برائی۔ یہ حال ہوگیا ہے نفاق کا مرید اپنے پیر سے منافقت کرتا ہے ایسا ناس ہوگیا ہے۔ ارے پیری مریدی اسکا نام کب تھا کہ مرید پیر کو مانے بھی نہیں اور مرید کا مرید رہے کیا قیامت میں اسکا مواخذہ نہیں ہوگا۔ ارے یہ کیا کر رہے ہیں کیوں طریق کا ناس کر رکھا ہے

فرمایا کہ ـــــــ بہت سے لوگ اس خیال کے ہیں کہ یہ چاہتے ہیں کہ اگر کوئی کیفیت حاصل ہو تو بس وہ جائے ہی نہیں۔ حالانکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کیفیت تو بدلتی سدلتی رہتی ہے اسکی وجہ ضعف ہے نیک آدمی میں کبھی کچھ نہ کچھ نقصان ہوتا ہے جوں جوں اس میں قوت آتی جاتی کیفیت راسخ ہوتی جاتی ہے۔ یہی اللہ تعالےٰ کی عادت ہے جسکو جو ملا ہے تدریجاً ہی ملا ہے کسی کو یکبارگی نہیں ملا کرتا جس طرح مال میں یہ نہیں ہوتا کہ انسان ایک دفعہ کما لے اور وہ اسکی ساری عمر کے لئے کافی ہو جائے بلکہ روزانہ دکان جانا پڑتا ہے اسی طرح کیف کے بقا کے لئے کبھی کچھ کرنا ہوتا ہے اب انسان کچھ کرے نہیں اور چاہے کہ جو کیفیت حاصل ہو چکی ہے وہ قائم رہے ختم نہو یہ کیسے ممکن ہے۔

فرمایا کہ ـــــــ سالکین کے حالات سلب نہیں ہوتے کبھی اندر چلے جاتے ہیں اللہ تعالےٰ کو اسکی طلب کا امتحان مقصود ہوتا ہے جب اسمیں پورا اترتا ہے اور محنت کرنے لگ جاتا ہے حالات پھر لوٹ آتے ہیں۔ اسکے لئے سب سے مفید چیز یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ سے دعا کیا کرے

فرمایا کہ ـــــــ جو شخص قرآن شریف کی تلاوت کر رہا ہے اور اس میں اسکا جی لگ رہا ہے تو یہ بہت بڑی دولت ہے اسکو کبھی ترک نہ کرے۔

فرمایا کہ ـــــــ ایک صاحب نے لکھا ہے کہ آپ کے بُعد کے تخیل سے بے چینی پیدا ہو جاتی ہے فرمایا کہ میں نے لکھا کہ بُعد ایسی ہی چیز ہے عشاق کو اس کا تخیل ـ ـ پریشان کئے رکھتا ہے پھر فرمایا کہ واقعی عاشق

کو سب چیزیں گوارا ہو سکتی ہیں مگر محبوب سے جدائی اور فراق کبھی گوارا نہیں ہو سکتا جو وصل و فراق میں فرق ہی نہ سمجھے وہ عاشق ہی بھلا کیا ہوا۔ بالکل جھوٹا شخص ہے۔

فرمایا کہ ——— حضرتؒ یہ بہت فرمایا کرتے تھے کہ "لوگ مجھکو تابع بنانا چاہتے ہیں" ——— میں اپنے (تھانویؒ) دل میں کہتا تھا کہ بھلا کس کی مجال جو آپ کو تابع کر سکے لیکن ابتداءً اسکا مطلب سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اس سے حضرت کی کیا مراد ہے مگر بعد میں پھر سمجھ میں آیا کہ حضرت بالکل صحیح فرماتے ہیں واقعی ہم لوگوں میں یہ بات ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہم ہی لوگ مخاطب ہیں ہم ہی لوگوں کے متعلق حضرت فرما رہے ہیں کہ لوگ تابع بنانا چاہتے ہیں۔ یہ جو ہر شخص اپنے دل میں خیال لئے رہتا ہے اور کسی معاملہ کے بارے میں چاہتا ہے کہ حضرت اسکو یوں نہیں یوں کریں۔ حضرت نے کوئی کام کیا تو دل میں خیال گذرتا ہے کہ حضرت اسکو اس طرح کرتے تو اچھا تھا۔ یہ جو ہر شخص حضرت والا کے معاملات کے متعلق ایک تجویز رکھتا ہے اسی کو حضرت تابع بنانے سے تعبیر فرماتے ہیں۔ اور واقعی ہے بھی یہی بات ہم ظاہر کریں اپنا تابع ہونا اور دل میں رکھیں کہ حضرت ہمارے منشا کے مطابق کام کریں گویا ہم متبوع ہو جائیں یہ تابع بنانا نہیں تو اور کیا ہے اسی کا نام قلب موضوع ہے کہ جو تابع تھا وہ تو متبوع ہو جائے اور جو متبوع ہو وہ تابع بنجائے اسی کو حضرت فرماتے تھے

فرمایا کہ ——— میں نے مئو کے ایک شخص سے پوچھا کہ تمھارے یہاں لوگوں کا کیا حال ہے انھوں نے کہا کہ جو یہاں برابر آتا جاتا ہے وہ ٹھیک چل رہا ہے اور جو لوگ نہیں آتے یا دیر دیر میں آتے ہیں انکی حالت اچھی نہیں ہے

پھر خود ہی اسکی دلیل بیان کی کہ جب یہاں آنے سے ہماری اصلاح ہوتی ہے اور اصلاح ہی کے لئے یہاں آیا جاتا ہے تو جب کوئی شخص نہ آوے ظاہر ہے اسکی حالت درست نہ رہیگی میں نے اپنے دل میں کہا کہ دیکھو اس شخص نے کیسی مدلل بات کی اسی طرح لوگوں کے بیان سے مجھے کلیہ ہاتھ آجاتا۔ جس سے اصلاح میں مجھے مدد ملتی ہے۔ واقعی یہی بات ہے۔ شیخ کا تعلق او اللہ تعالےٰ کا تعلق یہ سب ایک ہی سلسلہ ہے جسکا معاملہ اللہ تعالےٰ سے درست ہوگا وہ یہاں بھی آوے گا اور جو ادھر ہی سے ہٹا ہوا ہوگا وہ یہاں بھی آنے سے کترائے گا۔ شیخ اگر واقعی شیخ ہے تو یہ ناممکن ہے کہ کسی کا معاملہ اللہ تعالےٰ سے درست نہو اور شیخ سے اسکا تعلق ٹھیک ہو۔ جب ادھر سے معاملہ درست نہوگا تو شیخ کے یہاں سے ہٹتا جاوے گا اسی کو بعد کہتے ہیں۔ اسی کا نام حجاب ہے یہی اعراض کہلاتا ہے۔ یہ سب قلب کے احوال ہیں۔

فرمایا کہ ـــــــ اصل اعتبار تو قلب ہی کی درستگی کا ہے جب قلب کا حال درست ہوجاتا ہے تو ظاہر بھی ٹھیک ہوجاتا ہے ورنہ بدون قلب کی حالت ٹھیک کئے ہوئے ظاہر کو اگر ریاکاری سے درست بھی کرلیا تو درست رہتا نہیں بس دو چار دن مہینہ دو مہینہ کے بعد پھر اصلی حالت لوٹ آتی ہے لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ پہلے اپنے قلب کی حالت کو بدلے یعنی حسد، کینہ بغض، نفاق وغیرہ سے اسکو صاف کرے تب اسکی حالت درست ہوسکتی ہے

فرمایا کہ ـــــــ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر لیکن نہایت جامع سیرت بیان کی ہے لکھا ہے کہ آپ اَجْوَدُ النَّاس تھے یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے۔ مال خوب عطا فرماتے تھے، داد و دہش بہت کیا کرتے تھے اور اسکے ساتھ ہی ساتھ افضل الناس

تھے یعنی لوگوں کی جانب سے آپ کو جو ایذائیں پہنچتی تھیں تو آپ اس پر صبر فرماتے تھے۔ سبحان اللہ دوسروں کے ساتھ تو آپ کا وہ معاملہ کہ سخاوت کی انتہا فرمادی تھی اور انکی طرف سے جو تکلیف دہ امور پیش آتے تو ان پر صبر فرماتے تھے۔ آپ اپنی زبان اور ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچاتے تھے اپنے اصحاب کی رعایت فرماتے تھے تدبیر منزل میں ملزم تھے یعنی گھریلو انتظامات اور گھروں کو درست کرنے کا آپ کو غایت درجہ اہتمام رہتا تھا۔ ہر وقت اسی فکر میں رہتے کہ کیا کیا جائے کہ لوگوں کا گھر بنے۔ یہ تھی آپ کی سیرت اور آپ کی سنت۔

آج بھی سیرت کے جلسے بہت ہوتے ہیں مگر ان امور کو کوئی نہیں بتاتا بس چند مخصوص باتیں ہیں جنکو بیان کردیا جاتا ہے اور سال بھر میں دو ایک بار کردیا جاتا ہے اور سمجھا یہ جاتا ہے کہ بس ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کردیا آج ذکر و تذکیر بھی موجود ہے تذکر بھی موجود ہے پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ مسلمانوں کے گھر کیوں تباہ ہو گئے ہیں اب اسکو چاہے سمجھئے۔ چاہے یہ کہئے کہ نہیں گھر تباہ ہی نہیں ہیں اور چاہے یہ مانئے کہ یہ ذکر و تذکر سب رسمی اور ظاہری ہے اور حقیقی ذکر و تذکر سے ہماری مجلسیں خالی ہیں۔

آپ جانتے ہیں یہ حالت کیوں ہوگئی ہے آج ان مضامین کو لوگ کیوں نہیں بیان کرتے نہ سمجھ میں آتا ہو تو مجھ ہی سے پوچھ لیجئے علماء نے عوام کی ملامت سے ڈر کر راہ مداہنت اختیار کر رکھی ہے عوام اس قسم کے مواعظ کو پسند نہیں کرتے جو ان کے نفس کے خلاف ہو اور ان باتوں کے بیان کرنے والے کو چونکہ بداخلاق سمجھتے ہیں اس سے علماء گھبراتے ہیں۔ ملامتِ خلق کے خیال سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دروازہ ہی بند کردیا گیا ہے اور اسکے بساط ہی کو تہ کردیا گیا ہے۔

(باقی آئندہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاداشِ عمل

(دوسری قسط)

قال تعالیٰ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ○ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ○

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اور تم جانتے ہو ان لوگوں کا حال جنھوں نے تم میں سے (شرع سے) تجاوز کیا درباره (اس حکم کے جو) یوم ہفتہ کے متعلق تھا کہ اس روز مچھلی کا شکار نہ کریں) سو ہم نے انکو کہہ دیا کہ تم بندر ذلیل ہو جاؤ (چنانچہ وہ بندروں کے قالب میں مسخ ہوگئے) پھر ہم نے اسکو ایک عبرت بنادیا ان لوگوں کے لئے بھی جو اس قوم کے معاصر تھے اور ان لوگوں کے لئے بھی جو مابعد زمانہ میں آتے رہے اور موجب نصیحت ڈرنے والوں کیلئے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالے نے بنی اسرائیل کے یوم سبت کی بیحرمتی کے سبب مسخ ہوکر بندر بن جانے کا واقعہ ذکر فرمایا ہے جو کہ بنی اسرائیل کے واقعات میں سے بہت اہم اور نہایت عبرتناک واقعہ ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت اس واقعہ کی تفصیل اور آیت کی تفسیر نہایت بلیغ اور عمدہ انداز سے بیان فرمائی ہے ہم اسکو مزید توضیح ضروری کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ :

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ — یعنی اور تحقیق تم جانتے ہو ان لوگوں کو جنھوں نے بسبب دریا کی مچھلیوں کے شکار کے زیادتی کی یعنی وہ تمھیں لوگوں میں سے تھے جنھوں نے ہفتہ کے دن میں مچھلیوں کا شکار کیا۔ حالانکہ اس دن میں تم کو توراۃ میں اس بات کا حکم ہوا تھا کہ اس دن کوئی دنیا کا کام نہ کرو اور خالص اللہ کی عبادت میں مصروف رہو۔

فرمانوں کی نافرمانی کا بنی اسرائیل کا وہ گروہ شہر ایلیا میں رہتا تھا اور وہ شہر دریا کے کنارے پر آباد تھا اللہ تعالےٰ کو امتحان لینا منظور تھا اسواسطے ہفتہ کے دن بہت سی مچھلیاں پانی کے اوپر ظاہر ہوتی تھیں اور اس دن شکار کے حرام ہونے کی وجہ سے وہ لوگ یہ نہیں کرسکتے تھے کہ جال یا شست[2] سے مچھلیوں کو پکڑیں اور مچھلیوں کے کھانے کی حسرت میں رہتے تھے۔ چونکہ دریا کے قریب رہنے والے کو مچھلی بہت مرغوب ہوتی ہے اسلئے ماہی بے آب کی طرح تڑپتے تھے اور جب شنبہ کا دن گذر جاتا تو مچھلیاں پوشیدہ

---

[1] سنیچر [2] مچھلی پکڑنے کا کانٹا

باقی تھیں۔اوران کا بالکل نام ونشان معلوم نہیں ہوتا تھا۔جب یہ لوگ اس حسرت میں بہت زیادہ بیتاب
ہوئے تو آپس میں مشورہ کیا کہ اس کے لئے کوئی ایسا حیلۂ شرعی تجویز کیا جائے کہ ہم لوگ فعل حرام سے بھی
بچے رہیں اور مچھلیوں کے شکار سے بھی محروم نہ رہیں تو ان کے دانشمندوں نے یہ حیلہ نکالا کہ جمعہ کے دن شام
کے وقت دریا کے کنارے گڑھے کھودتے تھے اور ہفتہ کے دن اول ہی وقت میں جبکہ مچھلیوں کی آمد
شروع ہوتی تھی دریا سے ان گڑھوں تک نالیاں بنالیتے تھے تاکہ دریا کا پانی ان گڑھوں میں بھرجائے۔
اور پانی کے ہمراہ مچھلیاں بھی ان گڑھوں میں آجائیں جب مچھلیاں خوب بھرجاتیں تو ان نالیوں کو بند
کردیتے تاکہ مچھلیاں دریا میں واپس نہ چلی جائیں اور جب یکشنبہ کا دن ہوتا تو ان مچھلیوں کو جال و
شصت اور ہاتھوں سے ان گڑھوں میں سے پکڑکر اپنے گھروں میں لیجاتے اور اسے کھاتے اور فروخت
کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم لوگ ہفتہ کے دن مچھلیوں کو پانی سے نہیں نکالتے بلکہ ان کو پانی ہی میں
محفوظ رکھتے ہیں، پس ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار کا الزام ہم پر عائد نہیں ہوتا۔ یکشنبہ کے دن کہ مچھلی کا
شکار اس دن میں حلال ہے ہم ان کو پانی سے باہر نکالتے ہیں اور جب کہ اللہ تعالےٰ نے اس فعل شنیع[۱]
پر فی الحال اُن کی گرفت نہیں فرمائی تو انھوں نے سمجھا کہ یہ عمل حلال ہے۔

حضرت داؤد کی نصیحت: ۔لوگ بیان کرتے ہیں کہ چالیس برس یا ستر برس تک عمل[۲] انمیں رائج تھا یہانتک کہ حضرت داؤد
علیہ السلام کا عہد نبوت اور دورِ خلافت آپہونچا حضرت داؤد علیہ السلام کو جب اُنکے حال کی اطلاع ہوئی تو ان لوگوں کو پند و نصیحت
فرمانا شروع کیا اور ارشاد فرمایا کہ تمھارا ان نالیوں کو بند کرنا اور مچھلیوں کو گڑھوں کے اندر روک لینا
یہی شکار ہے جس کو تم لوگ ہفتہ کے دن کرتے ہو۔ تم ہرگز ہرگز یہ عمل نہ کرو۔ ورنہ سخت عذاب میں
گرفتار ہوجاؤگے مگر وہ لوگ اپنے اس عمل سے باز نہیں آئے اور کہنے لگے کہ ہم لوگ برسوں اور صدیوں
سے اسی حیلے[۳] سے شکار کرتے ہیں اور مچھلیوں کے گوشت کو اور ان کی ہڈی اور دانت اور چربی کو
فروخت کرکے صاحب ثروت ہوگئے ہیں اور معیشت[۴] کے وجوہ میں سے ایک وجہ اور سبیل ہم نے ہم
پہنچالی ہے اسلئے ہم اس کو چھوڑ نہیں سکتے حضرت داؤد علیہ السلام نے ان پر بد دعا اور لعنت فرمائی۔
حق تعالے نے حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ان لوگوں سے انتقام لیا چنانچہ فرماتے ہیں
فَقُلْنَا لَهُمْ پس ہم نے ان لوگوں کے لئے کہا کہ کُوْنُوْا قِرَدَةً یعنی ہوجاؤ تم بندر اور اللہ تعالےٰ
کا یہ کہنا ایجاد و تکوین کے طور پر تھا تکلیف اور امتحان کے طور پر نہیں جیسا کہ اور اوامر شرعیہ میں
ہوتا ہے تاکہ اس میں مکلف کی قدرت درکار ہو۔

احکام خداوندی کی قسمیں: ۔اس مقام کی توضیح یہ ہے کہ اوامرِ الٰہیہ کی دو قسمیں ہیں ایک تو
امر تشریعی و تکلیفی ہوتا ہے مثلاً صلوٰۃ و صیام حج و زکوٰۃ وغیرہ کا امر، اس قسم کے امر میں

[۱] برے عمل [۲] تدبیر [۳] گذر بسر کے طریقوں میں سے ایک راستہ و ذریعہ

عباد کے اختیار کو دخل ہوتا ہے اور اس قسم کے امر سے مامور بہ[1] کا تخلف بھی ہوسکتا ہے کہ بندے اپنے اختیار سے اس امر کا امتثال کریں یا نہ کریں۔ اسی سے مطیع[2] و عاصی کے درمیان فرق ظاہر ہوتا ہے اور مطیع و عاصی میں تمیز ہوتی ہے۔ جو شخص امر تشریعی کا امتثال کرتا ہے وہ مطیع اور فرمانبردار قرار دیا جاتا ہے اور جو اس کے خلاف ورزی کرتا ہے وہ عاصی و نافرمان سمجھا جاتا ہے۔ اور دوسرا امر تکوینی اور ایجادی ہوتا ہے اس قسم کے امر میں اختیار عباد کو اصلاً دخل نہیں اور نہ مامور بہ کا تخلف ہی اس سے ہوسکتا ہے مثلاً موت، مرض، فقر و فاقہ، صحت۔ روزی وغیرہا جب یہ امر منجانب اللہ ہوجاتا ہے تو پھر بندے اس سے روگردانی کی مجال نہیں رکھتے بلکہ اللہ تعالیٰ جیسے ہی ارشاد فرماتے ہیں وہ فوراً ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کُن ہوجا فیکون پس وہ چیز اسی وقت ہوجاتی ہے۔

حضرت مصلح الامتؒ کی وضاحت: ابتداءً اللہ تعالیٰ کی جانب سے اولاً امر تشریعی متوجہ ہوتا اور بندے اسکے مکلف قرار دئے جاتے ہیں جب اپنے اختیار سے اوامر تشریعیہ کی پابندی نہیں کرتے بلکہ اسکی خلاف ورزی کرکے حد شرعیہ سے تجاوز و تعدی کرنے لگ جاتے ہیں تو پھر عقوبت اور سزا کے طور پر امر تکوینی کے ذریعہ ان پر امور مؤلمہ مسلط کردئے جاتے ہیں مثلاً فقر و فاقہ، امراض مہلکہ، اسی طرح سلاطین جابرہ[3] کا تسلط، اعدائے دین کا غلبہ، خسف[4] و مسخ وغیرہ پس اس سے اعراض اور سرتابی کی بندے بالکل طاقت نہیں رکھتے بلکہ اس میں مبتلا ہوکر ہی رہتے ہیں۔ بنی اسرائیل کی اس جماعت نے ایسا ہی کیا کہ یوم سبت جو کہ ان کے نزدیک ایک محترم دن تھا اسکی حرمت کو فوت کردیا اور اپنی شریعت کی حکم عدولی کرکے حد سے تجاوز کرگئے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ خلیفۂ وقت و نبی برحق حضرت داؤد علیہ السلام کے پند و نصیحت کے باوجود وہ لوگ اپنے اس فعل شنیع پر ڈٹے ہی رہے اور ان کی نصیحت کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ہم تو برسہا برس اور صدیوں سے اسکو کرتے چلے آرہے ہیں اور اسکے ذریعہ ہمارے معیشت کی ایک وجہ بھی قائم ہوگئی ہے اسلئے ہم اسکو کسی قیمت پر چھوڑ نہیں سکتے۔

حکم عدولی کی سزا اور نوعیت: الغرض جب انھوں نے شریعت موسوی کی صریح نافرمانی کی اور حضرت داؤد علیہ السلام کی نصیحت سے کھلی سرتابی و روگردانی کی تو ان پر امر تکوینی آگیا اور ان کے حق میں ارشاد باری ہوا کہ کُونُوا قِرَدَةً یعنی ہوجاؤ بندر پس وہ بندر ہوگئے اور ان صفات کا ایجاد ان میں اس طور سے ہوا کہ وہی مچھلی کا گوشت ان کے شکم میں فاسد ہوکر جذام کا مادۂ خبیثہ ہوگیا اور یکایک ان کے جلد میں سرایت کرگیا جسکی وجہ سے ان کی جلد بندروں جیسی ہوگئی اور انکی پیٹھوں میں خم اور کبڑاپن ظاہر ہوا اور چہرے کا رنگ جل کر سیاہ ہوگیا اور انکے اصلی بال بھی گرگئے اور چہرے کی شکل بھی بدل گئی جیسا کہ غلبۂ جذام کے وقت ہوجاتا ہے اور بایں ہمہ قوت گویائی بھی ان سے زائل ہوگئی البتہ

---

[1] وہ بات جس کا حکم دیا گیا [2] فرماں بردار اور نافرمان [3] [illegible] [4] [illegible]

فہم وشعور انسانی باقی رہا جس سے دوسرے لوگوں کی سب باتیں سمجھتے تھے آپس میں ایکدوسرے کو دیکھتے تھے اور روتے تھے

سامان عبرت: کشاف میں ہے کہ اپنے اعزا اور اقربا کو یہ تو پہچانتے تھے مگر وہ لوگ ان کو مسخ ہو جانے کے سبب پہچانتے نہیں تھے۔ یہ اپنے قریب عزیز کے پاس آتے تھے اور ان کے کپڑوں کو سونگھتے تھے اور روتے تھے۔ تو وہ لوگ ان سے کہتے تھے کہ کیا ہم لوگ تم کو مچھلیوں کے شکار سے منع نہیں کرتے تھے؟ اسکے جواب میں وہ اپنے سر سے اشارہ کر کے کہتے تھے کہ ہاں واقعی تم لوگ ضرور منع کرتے تھے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ ان میں جو کہ جوان تھے وہ تو بندر ہوگئے اور ان کے بوڑھے خنزیر ہوگئے تھے۔

الغرض تین روز تک اسی حال میں رہے اس کے بعد سب ہلاک ہوئے اور مر گئے اور کاش کہ یہ لوگ بندر خوش شکل ہوتے جن کو لوگ ان کی حرکات کے پسندیدہ ہونے کے سبب پالتے ہیں اور عمدہ عمدہ کھانے کھلاتے اور زریں قلادے و ریشمی کپڑے پہناتے ہیں اور اپنے ہمراہ رکھتے ہیں اور خوش حرکات لڑکوں بچوں کی طرح انکو محبوب رکھتے ہیں لیکن یہ لوگ ایسے بندر ہوئے کہ تھے وہ خاسئین یعنی ذلیل وخوار اسوجہ سے کہ انکی خلط اکالی متعفن ہوگئی تھی اور ان کے ابدان سے بدبو آتی تھی جو لوگ کہ دور سے عبرت کے لئے انکو دیکھنے آتے تھے لعن وطعن، توبیخ وسرزنش کرتے تھے اور یہ لوگ انتہائی حسرت سے اپنے سروں کو ہلاتے اور لوگوں کو دیکھتے تھے۔

احادیث میں وارد ہے کہ اس عمل قبیح (شکار ماہی) کے پھیلنے کے وقت اس شہر کے لوگ تین گروہ میں منقسم ہوگئے۔ بارہ ہزار ان میں سے مقام وعظ ونصیحت میں تھے جو کہ ان لوگوں کو اس کام سے منع کرتے تھے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا پورا پورا حق بجا لاتے تھے یہانتک کہ اپنے اور اس بدبخت اور بدذات گروہ کے درمیان ایک دیوار کھینچ لی تھی نہ تو ان میں کا کوئی شخص ان لوگوں کے پاس جا سکتا تھا اور نہ اُن میں کے کسی کو اپنے پاس آنے کی اجازت دیتے تھے اور تقریباً ستر ہزار آدمی مچھلی کے شکار میں گرفتار تھے اور ایک تیسری دوسری جماعت بھی تھی جنھوں نے نہ تو وہ کام کیا اور نہ یہ کام یعنی نہ تو یہ لوگ مچھلی کے شکار میں شریک ہوئے اور نہ ان لوگوں کو شکار سے روکا بلکہ ساکت رہے اور واعظوں کو منع کرتے تھے کہ تم لوگ اس خلائق (یعنی قابل قتل) جماعت کو بیکار وعظ ونصیحت کرتے ہو۔ پس جو لوگ نصیحت کرنے والے تھے انھوں نے بہمہ وجہ نجات پائی اور جو کہ مچھلی کے شکار میں مبتلا تھے وہ سب کے سب مسخ ہوکر ہلاک ہوگئے اور جو لوگ کہ خاموش تھے انکے بارے میں اختلاف ہے (کہ یہ لوگ نجات یافتہ ہوئے یا ہلکین میں شمار ہوئے)

حضرت ابن عباسؓ کا گریہ و بکا منقول ہے کہ ایک روز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قصہ کو سورۂ اعراف سے پڑھ رہے تھے اور انکے گرد کچھ لوگ متحیر بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت ابن عباس **اور حضرت عکرمہؓ کے تسلی آمیز کلمات** رضی اللہ عنہ کے رونے سے تعجب کر رہے تھے کہ اچانک حضرت عکرمہ جو کہ حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد خاص تھے داخل ہوئے اور سوال کیا کہ یا حضرت اس گریہ و زاری کا کیا سبب ہے۔ فرمانے لگے کہ میں اس قصہ میں تامل کر رہا تھا کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ مچھلی کے شکار کرنے والوں کو تو یہ آفت پہنچی اور جو لوگ اس منکر سے نہی کرنے میں ہمہ تن مشغول تھے نص قرآنی سے ان کی نجات ثابت ہوئی باقی جو لوگ کہ ساکت تھے ان کا کیا حال ہوا۔ جس وقت یہ خیال آتا ہے کہ مبادا انکو بھی حق تعالےٰ نے مرتکبان گناہ کے ساتھ مواخذہ میں شریک فرمادیا ہو کیونکہ انھوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کیا تھا تو مجھ پر خوف غالب ہوجاتا ہے اور بے اختیار گریہ طاری ہوجاتی ہے اسلئے کہ اس قسم کا سکوت اور مداہنت تو اکثر اشخاص سے صادر ہوتی ہے (مبادا کہیں ہم لوگ بھی اس گرفت میں آجائیں اور عنداللہ ہم بھی مجرم قرار دئے جائیں اور اس قسم کے سکوت پر ہم سے بھی مواخذہ و بازپرس ہونے لگے) یہ سن کر حضرت عکرمہؓ نے پوری جرأت سے کہا کہ یا حضرت ساکتین بھی واعظین کے حکم میں ہیں جنھوں نے بلاشبہ نجات پائی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم اس بات کو کس دلیل سے کہتے ہو بتاؤ تاکہ میرے قلب کو تسلی ہو حضرت عکرمہؓ نے کہا کہ میں نے بارہا آپ سے بھی سنا ہے اور نیز فروع کے اصول مقررہ میں سے ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے اور فرض کفایہ میں بعض لوگوں کا بجالانا سب کے بجالانے کے حکم میں ہے لہذا جب ایک جماعت نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا تو تمام لوگوں کے ذمہ سے یہ فریضہ ساقط ہوگیا اور ساکتین کے لئے مواخذہ باقی نہیں رہا۔ البتہ اگر تمام لوگ سکوت کرتے تو سبھی گنہگاروں میں شمار ہوتے اور ان ساکتین کا واعظین کو نہی عن المنکر سے منع کرنا اس بنا پر تھا کہ انکی طرف سے امر و نہی کے قبول کرنے سے بالکل مایوس ہوگئے تھے۔ یہ بات نہیں تھی کہ وہ گناہ پر راضی ہوکر مداہنت کر رہے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو عکرمہؓ کا یہ کلام سنکر نہایت خوشی اور مسرت ہوئی اور اٹھ کر حضرت عکرمہؓ کی پیشانی کو بوسہ دیا (عرب میں دستور تھا کہ جب کسی سے بہت زیادہ خوشی حاصل ہوتی تو اسکی پیشانی کو بوسہ دیتے تھے) اور ان کو بغل گیر کیا اور اپنے برابر بٹھالیا۔ یقیناً غلام اور کم اصل لوگ بھی علماء و عرفاء کی صحبت سے دین و دنیا کی ریاست حاصل کر لیتے ہیں۔ ولنعم ما قیل ؎

داغ غلامیت کرد پایۂ محمود بلند | میر ولایت شود بندہ کہ سلطاں خرید

(آپ کے داغ غلامی نے محمود کا مرتبہ بلند کردیا جس غلام کو بادشاہ خرید لیتا ہے وہ امیر سلطنت ہوجاتا ہے)

ت کی حد، اب سنیئے حضرت عکرمہؓ نے جو یہ فرمایا کہ ساکتین بھی واعظین کے حکم میں ہیں اور ان کو بھی نجات
ہی تو اس لئے کہ جو جماعت نزول عذاب کے وقت ساکت تھی اور وعظ و نصیحت نہیں کر رہی تھی وہ
ن کے صلحاء کی ایک جماعت تھی جنہوں نے ابتدائے امر میں ان کے حیلے سے شکار کرنے پر سخت نکیر کی اور
ہی عن المنکر میں انتہائی شدومد سے سعی بلیغ کی۔ مگر جب یہ لوگ بار بار وعظ و تذکیر کئے جانے کے باوجود
ی مچھلیوں کے شکار پر اسی طرح مصر[1] رہے اور یوم سبت کی ہتک[2] حرمت اور شریعت موسوی کی خلاف ورزی
رتے ہی رہے تو یہ لوگ بالآخر ان کے اہتداء[3] سے بالکل مایوس ہوکر خاموش ہوگئے اور وعظ و تذکیر سے
طلق رک گئے۔ اور ایسے وقت میں جبکہ نفع کی اور نصیحت کے اثر ہونے کی بالکل امید نہ ہو تو نصیحت
رنا واجب نہیں رہتا اور نہی عن المنکر کا وجوب ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے گو عالی ہمتی یہی ہے کہ ایسے وقت
یں بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے نہ رکا جائے بلکہ حق بات پہونچائی جاتی رہے۔

چنانچہ ان کی ایک عالی ہمت جماعت اخیر وقت تک برابر ان کو اس فعل شنیع سے منع کرتی
رہی اور نہی عن المنکر سے باز نہیں آئی۔

بہرحال جو لوگ کہ ان کے نصیحت پذیر ہونے سے بالکل مایوس ہوگئے تھے انھوں نے اسی وجہ
سے واعظین و مذکرین وقت سے یہ کہا کہ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۨ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا
یعنی تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کئے جاتے ہو جن (سے قبول کی کچھ امید نہیں اور اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ ان) کو اللہ تعالیٰ بالکل ہلاک کرنے والے ہیں یا (ہلاک نہ ہوئے تو) ان کو (کوئی اور طرح کی
سخت سزا دینے والے ہیں۔ یعنی ایسوں کے ساتھ کیوں دماغ خالی کرتے ہو اور اپنا وقت ضائع
کرتے ہو)

ان حضرات کا ان لوگوں کے بارے میں واعظین سے یہ کہنا کہ اَللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ
عَذَابًا شَدِيْدًا۔ یہی اس بات کی بین[4] دلیل ہے کہ یہ حضرات ان کے اس فعل سے ہرگز راضی نہیں
تھے بلکہ ان کو اس کی وجہ سے مستحق عذاب سمجھتے تھے۔ حضرت عکرمہؓ نے ان کے اسی قول سے
استنباط کرکے یہ فرمایا کہ یہ لوگ معذبین میں نہیں شمار ہونگے بلکہ نجات پانے والوں ہی کے زمرہ میں
سمجھے جائیں گے۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت ابن عباسؓ کی نظر حبر[5] الامت اور غواص[6] فی العلم ہونے کے
باوجود بھی اس جواب و استنباط کی طرف نہیں گئی تو اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہ اس آیت اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَىِٕيْسٍۢ
بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ (یعنی ہم نے ان لوگوں کو تو بچا لیا جو اس بری بات سے منع کیا کرتے تھے

---

۱ اپنی ہٹ پر قائم رہے ۲ بے حرمتی ۳ ہدایت پائی ۴ واضح ۵ عالم ۶ علم میں غوطہ لگانے والا

اور ان لوگوں کو جو زیادتی کیا کرتے تھے ایک سخت عذاب میں پکڑلیا) پر پہونچے تو یہ سوچ کر کہ نہی عن المنکر کرنے والوں کے نجات پانے کی اور مچھلی کا شکار کرنے والوں کے ماخوذ ہونے کی تو تصریح فرمادی گئی اور ساکتین کا ذکر نہیں ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ ماخوذین میں شمار ہوں یکایک ان پر خشیت الٰہی اور خوف خداوندی کا غلبہ ہوگیا ورنہ اگر تامل کرتے تو اَللّٰہُ مُہْلِکُھُمْ اَوْ مُعَذِّبُھُمْ عَذَاباً شَدِیْدًا میں ساکتین کے نجات کی طرف اشعار[1] موجود ہے۔ اس سے خود ہی استنباط فرمالیتے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اَعلم[2] صحابہ اور علوم قرآنیہ میں نظر غائر[3] رکھنے والے تھے۔ حضرت عکرمہؓ نے بھی آپ سے اخذ کیا اور سیکھا تھا۔ جس کی برکت سے یہ استنباط کیا اور حضرت ابن عباسؓ ان سے اس قدر خوش ہوئے کہ ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور بغل گیر فرماکر اپنے برابر بٹھالیا اور دو چادریں بھی ان کو انعام میں دیں۔

فرمایا ـــــــ مسلمانوں تم ضعیف نہیں ہو تم نے اپنا طریقہ جسکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا تھا اسکو چھوڑ دیا ہے اسلئے تم نظر خداوندی سے ساقط ہوگئے آج تمسک بالسنۃ کرو دیکھو مدد ہوتی ہے یا نہیں۔ لو دیکھو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کیا تھا جب آپ طائف تشریف لے گئے ہیں تو وہاں کے لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سخت بے ادبی کی اور آپ کے پیچھے اپنے غلاموں اور لونڈوں کو لگا دیا اور آپ کو اینٹیں بھی ماری گئیں جس کی وجہ سے آپ کی پنڈلی مبارک زخمی ہوگئی تھی۔ جب لڑکے واپس ہوگئے تو آپ نے ایک مقام پر بیٹھکر یہ دعائیں کرنی شروع کر دیں اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ اِلٰی عَدُوٍّ یَتَجَھَّمُنِیْ اَمْ اِلٰی قَرِیْبٍ مَلَّکْتَہٗ اَمْرِیْ (اے اللہ تجھی سے شکایت کرتا ہوں اپنے ضعف قوت کی اور اپنی کم سامانی کی اور لوگوں کی نظر میں بے وقعتی کی، اے ارحم الرحمین مجھے کس کے سپرد کرتا ہے کسی دشمن کے جو سینہ زوری کرے یا کسی عزیز کے کہ اسکے قبضہ میں مجھکو دیدے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی ہر ذلت وقلت وضعف قوت وغیرہ کی شکایت بارگاہ خداوندی میں کرلی تو نہ ضعف رہا نہ ذلت، سب ختم ہوگئے اللہ تعالیٰ نے آپکو قوت دی، اللہ تعالیٰ نے آپکو عزت دی اور لوگوں کی نظر میں وقیع فرمادیا۔

---

[1] اشارہ [2] زیادہ جاننے والے [3] گہری نظر۔

ایمان حقیقی کے ثمرات

فرمایا کہ آیت کریمہ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ کے تحت صاحب روح المعانی تحریر فرماتے ہیں کہ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ فَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا فَإِنَّ الْإِيمَانَ يُوجِبُ قُوَّةَ الْقَلْبِ وَمَزِيدَ الثِّقَةِ بِاللّٰهِ تَعَالَىٰ وَعَدَمَ الْمُبَالَاةِ بِأَعْدَاءِ اللّٰهِ - یعنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم مومن ہو تو وھن اور حزن مت کرو اس لئے کہ ایمان قوت قلب کو واجب کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ پر مزید اعتماد کو اور اعداء اللہ کی کچھ بھی پروا نہ کرنے کو واجب کرتا ہے ——— (جیسے ایمان اقامت صلوٰۃ وزکوٰۃ وغیرہا کو واجب کرتا ہے) یعنی جس شخص کے اندر ایمان ہوگا تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ قوی القلب ہو، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنیوالا ہو اور اللہ کے دشمنوں کی قطعی پروانہ کرنے والا ہو (جیسے قوت قلب کی دوائیں اور اسی طرح قوت بدن کی دوائیں ان دونوں کی قوت کو واجب کرتی ہیں -)

میں کہتا ہوں کہ صاحب روح المعانی نے آیت کی نہایت عمدہ تفسیر فرمائی ہے لیکن امور ثلاثہ مذکورہ کو جس ایمان کے موجبات میں سے فرمایا ہے وہ اصلی اور حقیقی ایمان ہے جس میں یہ بھی داخل ہے کہ اللہ و رسول کی دل سے تصدیق کرتا ہو، ان کی باتوں پر اذعان و یقین رکھتا ہو، اس کی نصرت پر پورا بھروسہ ہو اور اس کے وعدوں پر قلب مطمئن ہو اور فتح وظفر کو انھیں کی جانب سے سمجھتا ہو -

ظاہر ہے کہ جو ایمان ان سب امور پر مشتمل ہوگا وہ بلاشبہہ قوت قلب کو بھی واجب کرے گا اور اللہ تعالیٰ پر وثوق اور اعتماد کو بھی اور ایسا شخص اعداء اللہ کو اور ان کی کوششوں کو کب خاطر میں لائے گا -

اور یہ تیسری چیز یعنی اعداء اللہ کی عدم مبالاۃ کوئی الگ چیز نہیں بلکہ قوت قلب و اعتماد علی اللہ ہی کا ثمرہ ہے -

---

میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ ! آپ نے صدقہ کا حکم فرمایا ہے صدقہ کا کیا درجہ ہے ؟ آپ نے فرمایا ارے ابوذر! صدقہ تنہائی میں کیا گیا صدقہ تو اللہ تعالٰی کے غضب کو بجھا دیتا ہے صدقہ کا کیا پوچھنا وہ تو عجیب چیز ہے اور بہت خوب چیز ہے اور نہایت ہی عمدہ چیز ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ آپ نے ہم کو غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا ہے تو کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس کی قیمت زیادہ ہو۔ میں نے کہا کہ یا نبی اللہ ! کون سی ہجرت افضل ہے ؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم برائیوں کو چھوڑ دو اور ان سے ہجرت کر جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ ! کون سا شخص سزا اور عذاب سے بچا ہوا ہے ؟ آپ نے فرمایا وہ شخص کہ جسکی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ ! لوگوں میں سے کون شخص عاجز تر اور نکما ہے ؟ آپ نے فرمایا جو شخص دعا مانگنے سے بھی عاجز رہ جائے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کون شخص بخیل ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص سلام سے بخل کرے۔ میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ مجاہدین میں سے کون افضل ہے ؟ آپ نے فرمایا وہ شخص جس کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دیجائیں اور بالآخر اسکا بھی خون بہا دیا جائے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ ! ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے اور کتابوں کے متعلق ارشاد فرمائیے کہ وہ کب نازل ہوئیں آپ نے فرمایا کہ صحف ابراہیم تو رمضان کی پہلی شب میں نازل ہوئیں اور انجیل ۱۲ رمضان کو اور زبور ۱۸ رمضان کو، تورات ۲۸ رمضان کو اور قرآن شریف رمضان کی ۲۴ تاریخ گذرنے کے بعد۔ میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ ! یہ انبیاء کتنے ہوئے ہیں ؟ اور رسول کتنے ہوئے ہیں ؟ آپ نے فرمایا کہ انبیاء تو ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوئے ہیں اور رسول تین سو تینتیس اور کبھی ایک فرد نبی ہوتا تھا اور رسول نہیں ہوتا تھا اور کبھی کوئی نبی بھی ہوتا تھا اور رسول بھی ہوتا تھا (لیکن ایمان بالرسل کو کسی تعداد میں منحصر نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ ایمان رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالٰی نے جتنے بھی نبی اور رسول بھیجے ہیں ہم سب پر ایمان لاتے ہیں)

حضرت ابوجعفر نے عبدالوہاب بن محمد سے کلبی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوذر کی اسی قسم کی ایک اور حدیث بیان کی ہے لیکن اس میں اتنا زیادہ ہے کہ ابوذرؓ نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ! رات کے اوقات میں سے کون سا وقت افضل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رات کا درمیانی حصہ۔ پھر میں نے عرض کیا کہ کون سی نماز افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس میں قیام طویل کیا جائے۔ میں نے عرض کیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ غریب اور کم آمدنی والے کی گاڑھی کمائی جو کسی فقیر کو دی جائے۔ میں نے عرض کیا کہ سب سے پہلے نبی کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آدم علیہ السلام رسول بھی تھے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ہاں، انکو اللہ تعالے نے اپنے ہاتھ سے بنایا ان میں اپنی روح پھونکی۔ اور آپؐ نے فرمایا چار نبی سُریانی تھے آدم۔ شیث۔ ادریس اور نوح علیہم السلام اور کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی۔ اور چار نبی عربی ہوئے ہیں۔ ہود۔ صالح۔ شعیب اور تمھارے نبی علیہم السلام۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالے نے اپنے انبیاء پر کتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک سو چار کتابیں، شیث ابن آدم پر پچاس صحیفے نازل فرمائے۔ ادریس پر تیس صحیفے۔ ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات سے پہلے دس صحیفے اور توریت، انجیل، زبور اور قرآن مجید۔ میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ! مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے اوپر اللہ کے تقوے کو لازم پکڑو اس لئے کہ یہ سارے امور کی اصل ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کچھ اور فرمائیے۔ فرمایا کہ اپنے اوپر ذکر اللہ اور تلاوت قرآن کو لازم پکڑو اسلئے کہ یہ آسمان میں نور ہے اور شرف کی بات ہے اور زمین میں تمھارے تذکرہ کا سبب ہے اور اللہ کے راستے میں جہاد کو لازم پکڑو اس لئے کہ یہی میری امت کی رہبانیت ہے اور خیر کے علاوہ دوسری باتوں سے خاموشی اختیار کرو اسلئے کہ یہ تم سے شیطان کو

دور کرنے کا ذریعہ ہے اور تمھارے دینی امور میں تعاون کا سبب ہے ۔ اور اپنے آپ کو ہنسنے سے بچاؤ اسلئے کہ ضحک قلب کی موت اور چہرے سے نور دور ہو جانے کا سبب ہے

فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والدؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ذر غفاری سے روایت نقل فرمائی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں مسجد میں داخل ہوا دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تشریف فرما ہیں ایک دفعہ میں نے یہ خیال کیا کہ آپ کے پاس جا کر خلوت میں کچھ استفادہ کروں پھر خیال کیا کہ نہیں آپ کسی اہم کام میں مشغول ہیں اس میں مجھے حارج نہیں ہونا چاہیئے بالآخر پاس جا کر استفادہ کے خیال کو ہی ترجیح ہوئی میں آپ کے قریب پہونچا اور سلام کر کے بیٹھ گیا اور دیر تک بیٹھا رہا ۔ آپ نے مجھ سے کچھ گفتگو نہ فرمائی یہاں تک کہ میرے دل میں یہ آیا کہ میرا بیٹھنا شاید آپ پر شاق گذرا ۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے ابو ذر تم نے مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھی ؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں آپنے فرمایا کہ اٹھو جاؤ نماز پڑھو، اور سنو! ہر چیز کا ایک تحیۃ (تعظیم) ہوتا ہے اور تحیۃ المسجد دو رکعت نماز ہے ۔ پس میں کھڑا ہوا اور نماز پڑھکر پھر آپکے پاس آکر بیٹھا رہا ۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے ابو ذر شیطان مردود اور شیاطین انس و جن سے اللہ تعالٰی کی پناہ مانگا کرو ۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں کیا تم نے اللہ تعالٰی کا ارشاد نہیں سنا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ اتنا فرما کر آپ خاموش ہو گئے اور دیر تک خاموش رہے تو جب میں نے دیکھا کہ اب آپ نہ مجھ سے گفتگو فرمائیں گے نہ کچھ تعلیم فرمائینگے تو میں نے ہی پردۂ سکوت توڑا اور عرض کیا کہ یا نبی اللہ آپ نے مجھے نماز کا حکم فرمایا ہے نماز کیا چیز ہے اور اسکے بعد پھر وہی سوالات ذکر کئے جنے ہم پہلے بیان کر آئے ہیں ۔ حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ پھر لوگ جمع ہونے شروع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ کیا میں تمھیں خبر نہ دوں کہ کون شخص سب سے

یادہ بخیل ہے ؟ لوگوں نے کہا ضرور فرمائیے یا رسول اللہ ! آپ نے فرمایا کہ وہ شخص سب سے زیادہ بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے ۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو آپ کے ساتھ بہت سے منافقین بھی نکلے اور دو ایک مخلصین پیچھے بھی رہ گئے ۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ فلاں شخص نہیں آیا آپ نے فرمایا کہ چھوڑ دو اسکو اگر اسمیں کچھ خیر ہوئی پس عنقریب اس کو تم سے ملا دے گا اور اگر نہ ہوئی تو اللہ نے تمکو اس سے نجات دی ۔ چنانچہ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابوذر بھی پیچھے رہ گئے وہ بھی نہیں آئے ۔ آپ نے فرمایا چھوڑ و انکو اگر ان میں کچھ خیر ہوئی تو اللہ انکو تم سے ملا دے گا ۔ اور ہوا یہ کہ ابوذر اس لئے پیچھے رہ گئے تھے کہ انکا اونٹ بہت سست اور کمزور تھا چنانچہ وہ اپنے اونٹ کو ملامت ہی کرتے رہے ۔ جب وہ بہت پیچھے رہ گیا تو انھوں نے اسکو چھوڑ دیا اور اپنا سامان اپنے کاندھے پر لاد کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے لگے ۔ ننگے پیر تھے کاندھے پر بوجھ لدا ہوا تھا ، سخت گرمی اور راستہ کی تنہائی ۔ لوگوں نے دور سے دیکھکر عرض کیا یا رسول اللہ ! ایک شخص ہماری طرف تنہا چلا آرہا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کرے ابوذر ہوں ۔ جب لوگوں نے غور سے دیکھا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ واقعی ابوذر ہی ہیں یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور آپ نے فرمایا اللہ ابوذر پر رحم فرمائے یہ تنہا ہی چلے ہیں تنہا ہی مریں گے ۔ ۔ ۔ ۔ اور تنہا ہی اٹھائے جائیں گے ۔

محمد ابن کعب سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوذر حضرت عثمان کے زمانہ میں ربذہ تشریف لے گئے اور وہاں ان کا وقت موعود آپہونچا تو انکے ساتھ انکی بیوی اور ایک غلام کے سوا کوئی نہ تھا ۔ حضرت ابوذرؓ نے

دونوں کو وصیت کی کہ تم دونوں مجھے غسل دے کر کفن دے دینا اور پھر میرا
زہ سڑک کے کنارے لے جاکر رکھدینا اور پہلی جماعت جو تمھارے پاس سے
سے ان سے کہنا کہ یہ ابوذر صحابی رسول کا جنازہ ہے آپ لوگ انکے دفن
نے میں میری اعانت کیجئے۔ چنانچہ جب انکا انتقال ہوگیا تو ان دونوں نے
اہی کیا اور جنازہ راستہ کے کنارے لیجا کر رکھدیا استنے میں حضرت
اللہ ابن مسعودؓ ایک جماعت کے ساتھ عراق سے تشریف لائے جب غلام
ان لوگوں کو دیکھا تو ان کے پاس جاکر کہا کہ یہ ابوذر صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
نازہ ہے آپ لوگ ان کے دفن کرنے میں ہماری اعانت کیجئے۔ یہ سن کر
رت ابن مسعود بڑی زور سے روئے اور فرمایا کہ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
وسلم نے کہ تم تنہا چلو گے۔ تنہا مروگے اور تنہا ہی اٹھائے جاؤ گے۔ پھر انھیں
کرکے آپ روانہ ہوگئے اور لوگوں سے وہ سارا واقعہ بیان کیا جو رسول اللہ
اللہ علیہ وسلم نے سفر تبوک میں بیان فرمایا تھا۔

حضرت ایاس بن سلمی اپنے والد سے اور وہ حضرت ابوذر غفاری
سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر میرے
تمکو بہت سی مصیبتیں پیش آئینگی۔ ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
وہ اللہ کے راستے میں ہونگی؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ اللہ کے راستے میں ہونگی
ذر نے عرض کیا کہ پھر تو اللہ کا حکم سر آنکھوں پر۔ آپ نے فرمایا اے ابوذر تم سننا
اطاعت کرنا اگرچہ کسی حبشی کے پیچھے تمھیں نماز پڑھنی پڑے۔ چنانچہ ایسا ہی
اکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اور ابوبکرؓ خلیفہ مقرر ہوئے
نکو بلایا اور سلام کیا اور روئے اور فرمایا کہ میں نے تمھارے بارے میں رسول اللہ
اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنا ہے پس میں اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں
خلیفہ ہوں کہ میرے سبب سے تمکو کوئی تکلیف پہونچے یا میرے زمانہ میں تمکو
ئی تکلیف پہونچے۔ جب ابوبکر کا انتقال ہوگیا اور حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو آپنے

کو بلایا اور بہت تعریف کی اور فرمایا کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ا د تمھارے متعلق سنا ہے پس میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں
ں ہوں کہ جس کے زمانہ میں تمکو کوئی تکلیف پہنچے اور جب حضرت عمر کا بھی انتقال
تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت عثمانؓ کے
پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت ابوذر آئے اور ملنے کی اجازت چاہی
نے کہا کہ اے امیرالمومنین حضرت ابوذر تشریف لائے ہیں ملنے کی اجازت
تے ہیں۔ حضرت عثمان نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو بلالو۔ حضرت عبداللہ ابن عباس
تے ہیں کہ میں نے انھیں بلالیا اور وہ آکر بیٹھ گئے۔ حضرت عثمان نے فرمایا کہ
ہی وہ ہیں نا جو یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ابوبکرؓ و عمرؓ سے بہتر ہیں۔ حضرت ابوذرؓ
کہا کہ میں نے تو یہ کبھی نہیں کہا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہیں گواہ پیش کر دوں
ت ابوذر نے عرض کیا اللہ آپ کے چہرے کو تر و تازہ رکھے میں نہیں سمجھ سکتا کہ
پ کے پاس کون سا گواہ ہوگا آپ جانتے بھی ہیں کہ میں نے کیا کہا تھا حضرت
ن نے فرمایا ہاں بتائیے کیا کہا تھا۔ حضرت ابوذر نے عرض کیا کہ میں نے یہ کہا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب اور
میرا سب سے زیادہ مقرب وہ شخص ہوگا جو اسی طریقہ کو اختیار کرے جس پر
نے اسے چھوڑا ہے یہانتک کہ وہ مجھ سے ملاقات کرے۔ اور میں نے یہ کہا تھا
سب لوگوں نے دنیا اختیار کی ہے سوائے میرے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا
تم معاویہ کے ساتھ رہو یہ کہکر انھیں ملک شام کی طرف بھیجدیا۔ جب وہ شام
ریف لے گئے اور لوگوں کو تعلیم و تربیت شروع کی تو لوگ خوب خوب روئے
اپنے سینوں میں ایک رنج و غم سا محسوس کیا چنانچہ انکی تبلیغ میں سے ایک بات
ی تھی کہ خبردار کسی شخص پر کوئی رات ایسی نہ گذرنی چاہئے کہ جس کے گھر میں زائد
ہم یا دینار موجود ہو سوائے اسکے کہ یا تو وہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرے
رض خواہ کو ادا کرنے کے لئے جمع کر رکھے۔ یہ سنکر حضرت معاویہ بھی روئے اور

سب لوگ بھی روسئے تو حضرت معاویہ نے انکے پاس ایک ہزار دینار بھیجے اور مقصد یہ تھا کہ اگر قبول کرلیں تو انکا فعل انکے قول کے خلاف ہوجاسئے اور ان کا باطن انکے ظاہر کے مخالف ہوجاسئے لیکن حضرت ابوذر نے یہ کیا کہ ان دراہم کو یکر سب کا سب تقسیم کردیا اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھا ۔ حضرت معاویہ نے اگلے دن اس قاصد کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ ابوذر کے پاس چلے جاؤ اور ان سے کہو کہ میں نے وہ ایک ہزار دینار کل کسی دوسرے کے پاس بھیجے تھے غلطی سے تمھارے پاس پہونچ گیا حضرت ابوذر نے قاصد سے فرمایا کہ حضرت کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ آپکے دیناروں میں سے کسی ایک دینار نے بھی میرے پاس صبح نہیں کی ۔ اگر آپ انھیں لینا ہی چاہیں تو تین دن کی مجھے مہلت عطا فرمائیے میں انتظام کرکے آپ کے پاس پہونچا دوں گا ۔ جب امیر معاویہ نے یہ دیکھا کہ انکا فعل بھی انکے قول کے مطابق ہے تو حضرت عثمان کو لکھا کہ اگر آپ کو شام میں کوئی حاجت ہو تو حضرت ابوذر کو لکھ بھیجیے اور ان سے درخواست کیجیے ۔ حضرت عثمان نے جواب میں لکھا کہ انھیں میرے پاس بھیجدیجئے ۔ چنانچہ حضرت ابوذر تشریف لائے اور اس وقت حضرت عثمان مسجد میں تھے انکی جانب متوجہ ہوئے انھوں نے سلام کیا حضرت عثمان نے جواب دیا اور فرمایا کہو ابوذر کیسے رہے ؟ انھوں نے عرض کیا بخیر، آپ کیسے رہے ؟ پھر حضرت عثمان مسجد سے چلے گئے اور ابوذر نے ستون مسجد کے پاس جاکر دو رکعت نماز پڑھی اور وہیں بیٹھ گئے لوگوں نے بھی آپ کے گرد حلقہ بنالیا اور ان سے درخواست کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سنائیے انھوں نے فرمایا ہاں سنو کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا ہے کہ اونٹوں میں بھی صدقہ ہے کھیتی اور درہم میں بھی صدقہ ہے اور بکری میں بھی صدقہ ہے اور جس شخص نے کوئی رات گذاری کہ جس کے پاس ایک دینار یا ایک درہم موجود ہو جسے اس نے قرض ادا کرنے کے لئے یا اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے لئے نہ رکھا ہو تو وہ بھی خزانہ ہے ۔ قیامت کے دن

اس کے ذریعہ داغا جائیگا۔ لوگوں نے کہا کہ اے ابو ذر یہ آپ کیا بیان فرمارہے ہیں، اللہ سے ڈریئے اسلئے کہ اس قسم کے مال تو سبھی لوگوں کے پاس موجود ہیں تو ابو ذر نے فرمایا کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا ہے اس میں تو یہ ہے کہ:۔
وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ
یعنی جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں اور اسکو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے انھیں آپ دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجئے۔ اسکے بعد دو یا تین دن آپ کا قیام مدینہ میں رہا اور پھر حضرت عثمانؓ نے انکے پاس کہلا بھیجا کہ تم ربذہ چلے جاؤ اور وہیں جاکر رہو۔ یہ ربذہ ایک ویران بستی تھی۔ چنانچہ آپ ربذہ تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ وہاں لوگوں کی امامت ایک حبشی کررہا ہے۔ پس آپ سے کہا گیا کہ اے ابوذر آگے بڑھئے اور نماز پڑھائیے۔ انھوں نے انکار کیا اور حبشی کے پیچھے ہی نماز پڑھی اور یہ فرمایا کہ اللہ سچا اور اسکے رسول سچے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ امیر کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا اگرچہ تمھیں حبشی کے پیچھے نماز پڑھنی پڑے۔ پھر آپ وہیں رہ پڑے یہاں تک کہ وہیں وفات ہوئی۔

حضرت ابوذر کی اہلیہ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوذرؓ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو میں رونے لگی انھوں نے پوچھا کیوں روتی ہو؟ میں نے کہا کہ آپ کا انتقال ایک ویران جگہ پر ہو رہا ہے نہ میرے پاس کپڑا ہے جس میں آپ کو کفن دوں۔ آپ نے فرمایا مت روؤ اور یہ سن کر خوش ہو جاؤ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جب کہ آپ ایک جماعت میں تشریف فرما تھے اور میں وہاں موجود تھا آپ نے یہ فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص کی جنگل بیابان میں موت ہوگی جہاں مومنین کی ایک جماعت پہونچ جائے گی۔ اور جو لوگ مجمع میں اسوقت موجود تھے ان میں سے سوائے میرے اور کوئی نہیں بچا ہے ہر ایک کا کسی بستی یا جماعت میں انتقال ہوا ہے

التقویٰ

• جنید وقت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ العزیز

*****

ناشر

دفتر رسالہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار،

الٰہ آباد

خطبۂ ماثورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن
بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا
ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہٗ
ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ
وحدہٗ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا
محمدًا عبدہٗ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ
آلہ واصحابہ وبارک وسلّم امابعد فاعوذ باللہ من
الشیطان الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔
فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا
وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ (تغابن)

ترجمہ :- سو ڈرو اللہ سے جہاں تک ہو سکے اور سنو اور مانو اور خرچ کرو اپنے بھلے کو اور جس کو بچا دیا اپنے جی کے لالچ سے سو وہ لوگ وہی مراد کو پہنچے ۔

(ترجمہ شیخ الہند)

تمہید

یہ ایک آیت ہے۔ سورۂ تغابن کی جس کو اس وقت بیان کے لئے قصداً نہیں اختیار کیا گیا بلکہ ایک اتفاقی امر ایسا پیش آیا جس سے اس کو اختیار کیا گیا وہ یہ کہ کل میں سیولی تھا۔ وہاں کے بیان میں تین آیتیں پڑھی گئی تھیں۔ ایک یہ اور ایک اس کے قبل کی اور ایک اس کے بعد کی۔ سیولی میں تو قبل کی آیت کو بیان کیا گیا بوجہ مناسبت وہاں کے حالات کے اب یہ ان تینوں میں کی دوسری آیت ہے۔ مناسب معلوم ہوا کہ چونکہ سفر ایک ہے اس لئے اس سفر میں اوّل ان ہی آیتوں کو بیان کیا جاوے۔ چنانچہ اس وقت اس آیت کو اختیار کیا گیا اور عجب نہیں کہ کل آئندہ کے بیان میں اس کے بعد کی آیت کا بیان ہو۔ اس طرح سے یہ آیت سلسلۂ بیان میں آگئی مگر اب یہاں اسباب خارجیہ سے اس کے بیان میں آنے کے ساتھ یہ مناسب حال بھی ہے اور اگر خاص مناسبت بھی نہ ہوتی تب بھی اس لئے مناسب ہے کہ قرآن مجید میں ہر مضمون ضروری ہے۔ یہ بھی قرآن ہی کی ایک آیت ہے۔ اس بناء پر اس میں کسی خاص ترجیح کے بیان کی ضرورت نہیں کیونکہ قرآن ایک مطبِ روحانی ہے اور ہم مریض ہیں تو ہر آیت تمام امراض کا علاج ہے اور اسی وجہ سے قرآن مجید کی عجیب ترتیب ہے کہ اس میں ابواب و فصول نہیں بلکہ ہر مضمون میں ایسی جامعیت کا لحاظ ہے کہ جو آیت بھی لی جاوے وہ ہر مرض کے علاج کے لئے کافی وافی ہے۔ گو ہر مقام پر ظاہر نظر میں کسی خاص مرض کا علاج معلوم ہوتا ہے لیکن تدقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر مرض کا علاج ہے۔

قرآن اور تصنیف

یہیں سے معلوم ہوا ہوگا کہ قرآن مجید کا طرز مصنفین کے کتب کے طرز پر کیوں نہیں ہے یعنی طبائع اس بات کی خوگر ہیں کہ ہر باب میں جدا مضمون ہو۔ نماز کا الگ۔ زکوٰۃ کا الگ علیٰ ہذا فنون عقلیہ میں بھی یہی بات ہے۔

چنانچہ مولانا نے مثنوی میں کسی معترض کا یہی قول نقل بھی کیا ہے کہ اس نے کہا تھا کہ اس میں دیگر کتب تصوف کے طور پر علیحدہ علیحدہ ہر چیز کا بیان نہیں

بلکہ مخلوط طور پر ہے تو مولانا نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ نادانی ہے۔ یہ طرز تو قرآن کا بھی ہے اور اس وقت یہ جواب کافی تھا کہ قرآن کا کوئی منکر نہ تھا۔ مگر اس زمانہ میں تو حدیث اور قرآن کو بھی نہیں چھوڑتے ہیں گو صاف انکار تو نہیں کرتے مگر شبہات لاتے ہیں۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ قرآن میں مسلمانوں کو وسوسہ کا گزر بھی نہ تھا اس میں کاوش نہ ہوتی تھی۔ وجہ یہ ہے کہ قلب میں جس کی عظمت ہوتی ہے اس میں کبھی شبہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ جن لوگوں کے دلوں میں سلطنت کی عظمت ہے اس کے احکام میں کبھی چون و چرا نہیں کرتے۔

خاص کر پرانی وضع کے لوگ کہ ان کا مذہب ہی یہ ہے کہ ع
رموز و مصلحت ملک خسرواں دانند
"ملک کے اسرار و مصالح بادشاہ لوگ ہی جانتے ہیں"

تو نکتہ چینی کا کبھی موقع نہیں آتا اور اگر آتا ہے تو زبان تک نہیں آتا کہ بغاوت نہ ہو جاوے تو قانون سلطنت میں تو نہیں آتا لیکن قرآن کو ایسا تختۂ مشق بنایا ہے کہ الف بے تے کی تمیز نہیں ہے اور قرآن پر نکتہ چینی کی جاتی ہے۔ استعداد علمی کی بھی ضرورت نہیں تو اس وقت تو مولانا کا وہ جواب کافی تھا مگر اب یہ دوسرا سوال پیدا ہوگا کہ قرآن میں یہ کیوں طرز ہے۔ اس لئے میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ کہ اس کا سبب ظاہر ہے مگر اس کے لئے جس کو تعلق بین اللہ و بین العبد معلوم ہے تو اول وہ تعلق سمجھئے کہ کیا ہے سو وہ تعلق ہے شفقت ذاتی کا۔ اس لئے کہ خدا کو کوئی غرض نہیں اور جو ایسی شفقت ہوگی وہ نہایت کامل ہوگی۔ ایک مقدمہ تو یہ ہے دوسرا یہ کہ کامل شفقت کا اثر تعلیم میں کیا ہے۔ مثلاً باپ ہے تو جس کو خدا نے باپ ہونے کی دولت عطا فرمائی ہے اس کو تو خوب معلوم ہے۔ لیکن اگر کوئی بیٹا ہے تو اس کو بھی یاد ہوگا کہ باوجود باپ کی شفقت کے اس قدر کامل نہ ہونے کے پھر بھی اس کا ایک خاص قسم کا برتاؤ ہوتا ہے کہ اس کی نصیحت میں کوئی خاص ترتیب نہیں ہوتی جس طرح مصنف کی کتاب ہوتی ہے کہ مبوب و مفصل ہوتی ہے اس طرح سے باپ کا طرز

یں ہوتا مثلاً وہ تمیز سکھانے بیٹھا کہ بڑوں کا ادب کیا کرتے ہیں اور اس کو سلام کیا
تے ہیں۔ عین اسی موقع پر بیٹے نے کھانے کا بڑا لقمہ لے لیا۔ باپ نے فوراً کہا کہ
ٹا لقمہ چھوٹا لو تو اگر کوئی کہے کہ باپ کا کلام بے جوڑ ہے تو بھائی تم کو اس لئے
بے جوڑ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو شفقت کی اطلاع نہیں جس کو شفقت ہوتی ہے اس
ربط کے انتظار کی ضرورت نہیں اور اگر باوجود اس کے بھی وہ کلام مرتب اور مربوط ہو
غایت بلاغت ہے لیکن اگر اس میں ترتیب نہ بھی ہوتی تب بھی غایت درجہ کی حسن
خوبی تھی اور افسوس ہے کہ آج یہی بات جو شفقت کی ایک بالغ دلیل ہے لوگوں
کے نزدیک موجب نقص ہے تو وجہ یہ ہے کہ خدا سے تعلق نہیں۔ لوگ چاہتے ہیں
خدا کو بھی اجنبیوں کا سا تعلق ہو جو قرآن کے اجزاء میں ربط کو لازم سمجھتے ہیں
واقع ہے مگر لزوم نہیں ہے۔ تو صاحبو! وہ خدا ہیں آپ چاہے ان سے خدا نہ
ہونے کا برتاؤ چاہیں۔ مگر وہ تو خدا ہی ہونے کا برتاؤ کریں گے۔ چنانچہ اسی کا اثر
ہے جو فرماتے ہیں:-

أَفَنَضْرِبُ عَنكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا أَن كُنتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِينَ

"کیا پھیر دیں گے ہم تمہاری طرف سے یہ کتاب موڑ کر اس سبب
سے کہ تم ہو ایسے لوگ کہ حد پر نہیں رہتے۔"

یعنی ہم تم کو ہمیشہ سمجھا دیں گے خواہ تم نہ مانو بخلاف غیر شفیق کے کہ جب مخاطب
نہیں مانتا وہ تفہیم چھوڑ دیتا ہے۔ غرض خدا کے کلام کا یہ طرز ہے سو اس کا مقتضا یہ
تھا کہ اگر اس میں کوئی ترتیب بھی نہ ہوتی تب بھی وہ خوبی ہی تھی اور اب تو ربط بھی
ہے۔ جس سے حسن دوبالا ہو گیا تو حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ربط صریح نہ
ہونے کا سبب شفقت ہے۔ اس لئے ہر جگہ جامعیت کی شان ہے کہ ہر مقام پہ
ہر مضمون سے تعرض ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ کوئی مضمون مدلول بعبارۃ النص
ہے اور کوئی مدلول بدلالۃ النص وغیرہ۔ لیکن یہ بات کہ کسی مقام پر صرف ایک ہی
مضمون کا بیان ہے یہ نہیں ہے اور اس لئے مجھے کسی خاص آیت کے انتخاب کی ضرورت

نہیں ہوئی۔ اور اسی تخصیص کے ضروری نہ ہونے کے سبب میرا یہ معمول ہے کہ لوگوں کے کہنے سننے سے کسی خاص مضمون کا بیان نہیں کرتا۔ گو مشورہ سن لیتا ہوں۔ مگر عامل اس پر ہوں کہ ؎

سن لاکھ کوئی تجھے سنا دے
کیجو وہی جو سمجھ میں آدے

نیز اس کا اثر کبھی اچھا نہیں ہوتا اور اصل بات تو یہ ہے کہ جب کلام جامع ہے تو اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ہر آیت ہمارے امراض کا علاج ہے تو جس مقام سے چاہا آیت پڑھ دی تو مرجح کی ضرورت ہی نہیں لیکن اس وقت یہ ایک اتفاقی مرجح بھی ہے کہ یہ آیت ترتیب میں آگئی۔ خیر یہ تو وجہ ترجیح تھی۔

اجر عظیم

اب اصل مضمون سنئے کہ اس کے قبل فرمایا تھا:۔
وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ

اس سے یہ آیت مرتبط ہے اور ضرورت ارتباط یہ ہے کہ اس آیت کے شروع میں (ف) ہے جس کا ترجمہ ہے پس اور لفظ پس یا لفظ تو ایسے مقام پر آتا ہے کہ مرتبط ہو ماقبل سے اور یہاں ماقبل میں ربط کے لئے سب سے سہل جز وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ہے۔ یعنی جب اللہ کے یہاں بہت بڑا اجر ہے تو تم کو چاہیئے کہ اس پر نظر کر کے خدا سے ڈرا کرو کیونکہ اس کا مالک اجر عظیم ہونا مقتضی اس کا ہے کہ تم وہ برتاؤ کرو کہ اس کے اجر کے مستحق ہو جاؤ یعنی استحقاق بسبب وعدۂ خداوندی کے نہ اس لئے کہ اس کے ذمہ کسی کا حق واجب ہے اور کیونکر کسی کا حق ہو سکتا ہے اگر حق ہوتا عمل کے سبب ہوتا اور عمل کی کیفیت یہ ہے کہ وہ محض بظاہر آپ کی طرف منسوب ہے ورنہ حقیقت میں وہ آپ کا عمل ہی نہیں کیونکہ تمام آلات ہاتھ پیر جن سے عمل ہوتا ہے سب اسی کے دیئے ہوئے ہیں ؎

نیاوردم از خانہ چیزے نخست
تو دادی ہمہ چیز من چیز تست

"میں اپنے گھر سے کوئی چیز نہیں لایا ہوں بلکہ آپ ہی نے مجھے دی ہیں
تو درحقیقت میری ساری چیزیں آپ ہی کی ہیں"

میں اس کی ایک مثال عرض کرتا ہوں جو اس کے قبل میرے ذہن میں کبھی نہیں تھی کہ آپ کا ایک باورچی ہے اس نے کھانا پکایا تو کیا اس کو حق ہے کہ اس کو اپنا کھانا بتا دے۔ ہرگز نہیں کیونکہ سب چیزیں آپ کی ہیں اور ہاتھ پیر جو باورچی کے ہیں تو ان کے تصرف و فعل کو جس سے کھانا پکایا ہے ہم نے خرید لیا ہے۔ کیونکہ اجارہ کا خلاصہ مُبَادَلَۃُ الْمَالِ بِالْمَنَافِعِ[1] ہے تو اس باورچی کی کیا چیز ہوئی۔ کچھ بھی نہیں تو اگر وہ ایسا دعویٰ کرے تو اس کی حمق کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کی کوئی چیز نہیں تو پھر اس مجموعی سامان کا نتیجہ حاصلہ اس کی ملک کیونکر ہو گا۔ پس ایسا ہی آپ کی نماز کا حال ہے کہ اعضاء، اس کے دیئے ہوئے ارادہ، اس کا دیا ہوا سب کچھ تو اسی کا ہے تو آپ کی کون سی چیز ہے جس سے یہ دعویٰ کہ میری نماز ہے۔ تو جیسا اس باورچی کا دعویٰ غلط ہے ایسا ہی ہمارا دعویٰ بھی تو اس حالت میں ہمارا کیا استحقاق ہوا بلکہ اتنا فرق ہے کہ باورچی کے منافع تو اصل میں اسی کے تھے جس کے سبب معاوضہ کی ضرورت ہوئی اور یہاں تو شروع ہی سے سب اسی کے پیدا کردہ ہیں معتزلہ نے بڑی غلطی کی کہ خدا تعالیٰ کے ذمہ بندہ کا حق بتلایا۔ اہل سنت نے اس کو سمجھ کر حقیقت کو ظاہر فرما دیا۔

معتزلہ کو دھوکہ ہوا حَقًّا عَلَیْنَا وغیرہ نصوص سے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حقیقت کو ایسے مضامین سے ظاہر فرما دیا کہ اگر حق تعالیٰ تمام مخلوق کو بے وجہ عذاب دینے لگے تو تب بھی وہ ظالم نہیں اور آپ کا فرمانا بالکل خدا کا فرمانا ہے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

آپ کا کہا ہوا اللہ ہی کا فرمودہ ہے

تو گویا حق تعالیٰ نے ہی فرما دیا کہ ہم پر کسی کا حق واجب نہیں اور یہ جو فرمایا گیا ہے حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ و نحوہ۔

"ہم پر لازم ہے مومنین کی مدد کرنا۔"

---

[1] منافع کے بدلے مال حاصل کرنا۔

۔ انھوں نے سمجھا نہیں یہ ایسا ہے جیسے بچہ سے کہہ دیں کہ یہ کھٹولا تیرا ہے تو خدا تعالیٰ چونکہ صادق الوعدہ ہیں اس لئے فرما دیا کہ ہم اس کو ایسا پورا کرتے ہیں گویا وہ بندے کے حقوق ہمارے ذمہ ہیں تو شریعت کے سب پہلوؤں کو سمجھنا چاہیئے سو اس کو اہل سنت نے سمجھا تو میرے کلام میں جو استحقاق کا لفظ ہے یہ وہ استحقاق نہیں جو معتزلہ نے سمجھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو تفصیلاً مستحق اجر ہونا ہے تو خدا سے ڈرو جس سے دوسرے احکام کا امتثال بھی لازم ہے تو حاصل یہ ہوا کہ تم امتثال کرو یہ حاصل ہے مقام کا اور یہاں چند صیغے امر کے فرمائے ہیں اور تقریر ربط سے معلوم ہوا ہوگا کہ ان میں ہر مامور بہ ضروری ہے کیونکہ ان کو اجر عظیم کا مدار قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی شخص اپنے کو اجر سے مستغنی نہیں کہہ سکتا اس لئے ان کا ضروری ہونا بھی ظاہر ہو گیا۔ اگر کوئی استغناء کا دعویٰ کرے تو اس قسم کے دعوے دو وجہ سے پیدا ہوتے ہیں یا تو اس لئے کہ دین کی طرف توجہ نہیں یا توجہ ہے مگر اپنی احتیاج کی خبر نہیں۔

اشتیاقِ منافع

واقعی اکثر لوگوں کو ویسا اشتیاق جنت کی نعمتوں کا نہیں جیسا کہ دنیا کے منافع کا اشتیاق ہے اس کو تو گھنٹوں سوچتے ہیں کہ فلاں جگہ سے مال لاویں گے اور اس میں اس طرح نفع حاصل کریں گے غرض ایک شوق کے ساتھ حدیث النفس ہوتا ہے اور ایک ارمان ہوتا ہے اور حوصلہ ہوتا ہے لیکن یہ کہ مبتلائے کہ کبھی یہ بھی حوصلہ ہوا ہے کہ خدا ہم کو توفیق دے کہ عمل کریں اور جنت میں جاویں ۔ اور وہاں اس طرح کھاویں گے، اس طرح پئیں گے ۔ اس طرح حوروں سے باتیں کریں گے ۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے ۔ سو اس کا حدیث النفس ہرگز نہیں ہوتا ۔ ہاں کبھی کسی سے سن لیا تو تھوڑی دیر سرسری توجہ ہو گئی پھر کچھ نہیں اور میں کسی اور کو کیا کہوں اپنے ہی کو کہتا ہوں کہ بہت کم ایسی تمنا اور آرزو ہوئی ہو گی صاحبو! اجر کی احتیاج وہ چیز ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر دوسرے انبیاء بھی نہیں ہیں لیکن احتیاج اجر کے باب میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی نسبت یہ ارشاد ہے کہ حدیث میں ہے کہ

محمد مغربی

شیخ وامام اور اکابر عارفین میں سے ہیں۔ آپ مصریین کے ترکوں کی اولاد میں ہیں۔ اور مغربی اس وجہ سے مشہور ہوئے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک مغربی شخص سے نکاح کرلیا تھا آپ نے طریقت حضرت ابوالعباس سری خلیفہ حضرت شمس الدین حنفی مصری سے حاصل کی ہے۔ امام شعرانی طبقات الوسطے میں بیان کیا ہے کہ میں ان سے ایک دفعہ ملا ہوں۔ لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ صاحب مقام قطبیت میں تین سال رہے ہیں اور عالم غیب سے بہت زیادہ خرچ کیا کرتے تھے ایسا بہت ہوتا تھا کہ کوئی مقروض حاضر ہوتا اور درخواست کرتا کہ حضرت قرض کی ادائیگی میں میری اعانت فرمائیے تو آپ فرماتے اس بوریئے کا کنارہ اٹھاؤ اور جو کچھ اس کے نیچے ہے لے لو تو اکثر بوریئے کے نیچے اپنے قرض سے زیادہ پاتا آپ فرماتے قرض ادا کردو اور باقی کو اپنے خرچ میں لاؤ اور مصر کے تمام علماء علوم عقلیہ اور وہبیہ میں آپ کے معتقد تھے۔ اور آپ سے ان علوم کا استفادہ کرتے تھے جو کبھی ان کے سننے میں بھی نہیں آئے۔

علامہ حمصی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ آپ قاہرہ کے پل سفقر پر قیام رکھتے تھے اور آپ کے کشف و کرامات بالکل کھلی کھلی تھیں آپ کی وفات ۹۱۱ھ میں ہوئی اور باب القارفہ کے قریب مدفون ہیں۔ آپ کی قبر معروف ہے اس کی زیارت کی جاتی ہے۔

محمد بن زرعہ مصری

٭٭٭

شیخ بزرگ صاحب احوال و مکاشفات ہیں۔ اپنے گھر کی جالیوں میں قدیدار پل کے قریب نشست رکھتے تھے اور جو کچھ انسان کے دل میں ہوتا تھا اس کو بیان فرما دیتے تھے۔ تین روز بولا کرتے تھے اور تین روز خاموش رہتے تھے ۹۱۴ھ میں

وفات ہوئی اور اپنے گھر کے اسی جالیوں والے حجرہ میں جس میں بیٹھا کرتے تھے مدفون ہوئے اس کو خزرجی نے بیان کیا ہے۔

محمد بن عبد الرحمٰن الاسقع باعلوی

علم اور ولایت میں اپنے زمانہ کے امام تھے۔ آپ کے شاگرد محمد بن علی خورد نے کتاب الغرر میں نقل کیا ہے کہ آپ کے خدام میں سے ایک شخص کے گھر سے اس کا کل مال اپنا بھی جو دوسروں کا امانت تھا وہ بھی سب چوری ہو گیا وہ خادم اس واقعہ سے بہت زیادہ دل گیر ہوا اور اپنے شیخ سے آکر عرض کیا فرمایا خیلہ نامی گھاٹی میں جاؤ، تم وہاں بریمات کے نیچے تمہاری چوری کا مال پاجاؤ گے اور بریمات چند پتھر تھے جو اس گھاٹی میں مشہور تھے۔ یہ خادم وہاں گیا اور تمام مال پالیا۔

صـ ۱۷۲ کل الصفحہ ۲۱ سطر ـــــــــ صـ ۱۷۲

آپ کی وفات ۹۱۶ھ میں ہوئی اور مقبرہ زنبل میں مدفون ہوئے ہیں قبر مبارک معروف ہے اس کی زیارت کی جاتی ہے۔ آپ کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کیا حال ہے فرمایا

(ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس۔)

محمد صدر الدین البکری

امام بزرگ عالم عامل متقی زاہد ہیں۔ حضرت ابراہیم متبولی سے طریق حاصل کیا ہے بہت خاموش بزرگ تھے سوائے جواب کے خود کوئی بات نہ کرتے تھے۔ غلبہ خشوع کی وجہ سے دن رات میں کبھی آسمان کی طرف نظر نہ اٹھاتے تھے ان کی والدہ کا بیان ہے کہ جب یہ ان کے پیٹ میں تھے انھوں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور حضور نے

ان کو ایک کتاب عنایت فرمائی۔ کہتی ہیں میں نے اس کی تعبیر یہ لی کہ نیک لڑکا ہوگا۔ آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ جب حج کیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے حاضر ہوئے تو لوگوں نے سنا کہ حضور نے ان کو سلام کا جواب عطا فرمایا۔ آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۹۱۸ھ میں ہوئی اس کو نعزیؒ نے بیان کیا ہے اور امام شعرانی نے بھی جواب سلام کی کرامت اور وفات کو ذکر فرمایا ہے۔

محمد ابو فاطمہ عجلونی

دمشق کے رہنے والے بزرگ شیخ و مجذوب ہیں۔ نعزی کہتے ہیں میں نے شیخ موسے کنادی کے قلم کا لکھا ہوا پڑھا ہے کہ سید بخدہ حسینی حسنی اور ان کے بیٹے دونوں موضع حرجلہ میں تھے وہاں سے دمشق کو لوٹ رہے تھے جب غوطہ کے نشیب میں پہنچے تو ان شیخ محمد موصوف کو دیکھا اور سید بخدہ ان کو پہچانتے تھے۔ کہتے ہیں میں نے ان کے پیچھے گھوڑا دوڑایا اور پاس آ پہنچا۔ سلام کیا اور پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں۔ فرمایا بغداد سے میں نے پوچھا آپ کو شیخ خلیل عجلونی مجذوب کے متعلق کچھ معلوم ہے۔ فرمایا ہاں ان کو بغداد میں وتد بنا دیا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے سید بخدہ کہتے ہیں کہ میں اپنے لڑکے کی طرف متوجہ ہوا جو میرے پیچھے تھا تو شیخ محمد موصوف غائب ہو گئے اور نہ معلوم کیسے چلے گئے۔ آپ کی وفات ۹۲۰ھ کے بعد ہوئی ہے۔ اس کو نعزی نے بیان کیا ہے۔

محمد شمس الدین دیروطی

شیخ امام عالم فقیہ واعظ دینی تھے ان پر مختلف حالات آتے رہتے تھے نظروں سے

ف جیسے ولایت میں قطب اور ابدال درجے ہیں ایک مرتبہ وتد ہونے کا ہے جو ہر زمانہ میں صرف چار شخص ہوتے ہیں۔ اصل کتاب کے صفحہ ۲۹ پر بیان ہے۔ ۱۲ ج۔

غائب بھی ہوجاتے تھے۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ ایک جماعت میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور ان کی نظروں سے مخفی ہو گئے اور ایسا بھی ہوا ہے کہ لوگ بغیر ان کے بیٹھے تھے اور پھر یہ درمیان میں پائے گئے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک کشتی کی طرف جس میں چور تھے اشارہ کیا تو وہ رک گئی پھر اشارہ کیا تو چلنے لگی اور سب چوروں نے آپ کے ہاتھ سے توبہ کرلی۔ آپ نے اپنی اہلیہ سے کہہ دیا تھا کہ ان کا لڑکا حمزہ توپ سے شہید کیا جائے گا اور اس کا سر ہوا میں اڑے گا۔ پھر ایسا ہی ہوا۔

آپ بیمار ہوئے تو اپنی والدہ ماجدہ سے عرض کر دیا کہ اس مرض میں مرجائیں گے انہوں نے پوچھا بیٹا تم کو یہ کیسے معلوم ہوا۔ عرض کیا کہ مجھ کو خضر علیہ السلام نے بتا دیا ہے پھر ۹۲۱ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا اور دمیاط میں اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے۔ امام شعرانی کہتے ہیں کہ مجھ سے آپ کے صاحبزادہ حضرت سری نے بیان کیا ہے کہ ان کو انکی والدہ نے بتایا تھا کہ انہوں نے شیخ کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ منکر ونکیر کے ساتھ کیا معاملہ رہا فرمایا انہوں نے بہت نفیس گفتگو کی اور میں نے بھی عمدہ جوابات دیئے۔ اس کو غزی نے بیان کیا ہے۔

محمد بن عنان

یہ امام شعرانی کے شیخ ہیں۔ مقامات عالیہ اور زبردست معرفت والے اکابر اولیاء میں ہیں۔ آپ کی بہت بڑی بڑی کرامتیں ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے تقریباً پانچ سو آدمیوں کو چھ پیالہ آٹے سے شکم سیر کر دیا تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ ان کے آس پاس کے شہروں کے درویش لوگ اس تعداد میں جمع ہو کر بے خبری میں ان کے شہر آ گئے تھے کیونکہ شروع شروع داڑھی نکلنے کے وقت۔ انہوں نے وہاں کے رواج کے موافق کچھ کھانا کرایا تھا تو اپنی والدہ صاحبہ سے کہا کہ میری یہ لنگی لیجئے اور اس کو ہنڈے پر ڈھک دیجئے اور روٹی پکانا شروع کر دیجئے انہوں نے روٹی پکانا شروع کر دی۔ یہاں تک کہ وہ کوٹھری اا

اور اس میں کا حجرہ اور آدھا گھر روٹیوں سے بھر گیا تب آپ نے ان سے کہا کہ اب کونڈہ کھول دیجئے کھولا تو اس میں آٹا نہ رہا تھا۔ پھر فرمایا خدا کی قسم اگر میں چاہتا تو حق تعالیٰ کی مدد سے اس آٹے سے سارے شہر کو روٹیوں سے بھر دیتا۔ اور ایک شخص ابا بتّہ اسکندریہ کی جامع مسجد میں رہتا تھا جو شخص اس کو تنگ کرتا تھا وہ کہہ دیتا کہ اے جوؤں جاؤ فلاں شخص کے پاس چلی جاؤ اور اس کے تمام کپڑے جوؤں سے بھر جاتے تھے اور وہ ہلاکت کو پہنچ جاتا تھا۔ یہ قصہ ان حضرت محمد صاحب کو پہنچا تو فرمایا مجھے اس کے پاس لے چلو لوگ لے گئے۔ آپ نے اس سے فرمایا تو نے خدا کے راستہ میں سے جون کے اور کچھ نہیں سیکھا اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر ہوا میں کو پھینک دیا اور وہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ اور کسی کو معلوم نہیں ہوا کہ شیخ نے اس کو کہاں پھینکا ہے۔

شیخ ملتمیندی نے جو آپ کے فقراء میں فقیہ تھے بیان کیا ہے کہ حضرت سید محمد صاحب نے ایک دن ایک قاصد کو محلہ میں حضرت ابوالعباس کے پاس عشاء کے بعد بھیجا اور فرمایا کہ صبح کی اذان سے پہلے پہلے تم میرے پاس آجانا یہ گیا اور لوٹ آیا۔ فرمایا تم کس راستہ سے گئے تھے اس نے عرض کیا میرے دل میں تو دریا کا خیال بھی نہیں آیا اور نہ مجھے اس کا علم ہو پھر شیخ نے آہستہ سے حاضرین سے فرمایا کہ اس کی ہمت و عزم کی وجہ سے دریا طے کر دیا گیا تھا اس لئے اس کو راستہ میں ملا ہی نہیں۔

اور مجھ کو شیخ عالم عامل محدث شیخ امین الدین امام عمری نے بتایا ہے کہ میں ایک سفر میں سید ابوالعباس عمری اور سید محمد بن عثمان کے ساتھ تھا گرمی سخت تھی یہ دونوں راستہ سے ایک طرف ہوئے اور دو پتھروں پر بیٹھ گئے اور گرمی کی وجہ سے ان پر ایک چادر بچھائی۔ سید ابوالعباس کو پیاس بہت معلوم ہوئی مگر پانی کہیں نہ تھا تو سید محمد بن عثمان نے ایک طشت لے کر زمین سے پانی کا بھر دیا اور سید ابوالعباس کو دے دیا مگر سید ابوالعباس نے نہیں پیا اور یہ کہا اے شیخ محمد ظہور ظہور کو قطع کر دیتا ہے (یعنی کسی کرامت کا ظاہر ہو جانا آئندہ کرامات کے ظہور کے سلسلہ کو منقطع کر دیتا ہے) انہوں نے فرمایا خدا کی قسم اگر اس کے ظاہر ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس کو ایک چشمہ بنا کر

چھوڑ تا کہ قیامت تک اس سے انسان اور جانور سیراب ہوتے رہتے اور یہ واقعہ شرقی بلاد میں تخغیط کے علاقہ میں ہوا ہے یہ شیخ امین الدین کا بلفظہٖ بیان ہے اور وہ لوگ سچے لوگوں میں ہیں (جواب کا حاصل یہ ہے کہ خواص میں کرامت کا ظہور آئندہ ظہور کو منقطع نہیں کرتا عوام میں ظہور قطع کرتا ہے۔

مجھ سے شیخ بدرالدین مشتوقی نے بیان کیا ہے کہ میں نے عبدالقادر دشلوطی سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ شیخ محمد بن عنان آسمان کے درجہ درجہ سے واقف ہے اور شیخ محمد بن عنان کے داماد شیخ شمس الدین طنجی نے بیان کیا ہے کہ شیخ ایک جہاز میں دمیاط کی طرف جا رہے تھے ایک شخص بہت کھانے والا بھی اس جہاز میں تھا لوگوں نے شیخ سے عرض کیا کہ اس نے آج رات بہت بڑی مچھلی اور ایک زنبیل کھجوروں کی کھائی ہے شیخ نے اس کو بلایا اور فرمایا بیٹھ جاؤ اور ایک روٹی کے دو ٹکڑے کرکے فرمایا کھاؤ اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ لو تو اس آدھی روٹی میں اس کا پیٹ بھر گیا اور پھر مرتے دم تک ہمیشہ کے لئے اس کی خوراک بھی آدھی روٹی رہی۔ آدھی روٹی سے زیادہ نہیں کھا سکا۔

جہاز کے لوگوں نے شیخ کو دعائیں دیں کہ آپ نے ہم پر بہت تخفیف کر دی شیخ امین الدین اور امام غمری نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ مقبرہ برہمنوش کی ایک قبر میں ایک شخص غروب سے صبح تک چلایا کرتا تھا۔ لوگوں نے شیخ سے عرض کیا آپ مقبرہ تشریف لے گئے۔ اور سورہ تبارک الذی پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے اس کی مغفرت کی دعا کی اس رات کے بعد سے کسی نے اس کی آواز نہیں سنی۔ لوگ کہا کرتے تھے کہ اس کی سفارش نہ مادی اور میں نے شیخ علی الخواص سے سنا ہے فرماتے تھے کہ میں شیخ محمد بن عنان سے حضرت ابراہیم متولی کے ہی ذریعہ واقف ہوا ہوں۔ میں عنیط میں انجیر بیچا کرتا تھا۔ برکتہ الحاج میں ان کے پاس تھا۔ میں نے ان کو یہ کہتے سنا ہے کہ میرے بعد میرا کام ستر آدمیوں پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ مگر وہ اسے انجام نہ دے سکیں گے۔ شیخ یوسف کردی نے عرض کیا حضرت آپ کے بعد حجرہ شریفہ کی خدمت کون انجام دے گا۔ فرمایا ایک شخص ہے محمد بن عنان جو عنقریب شرقی بلاد میں ظاہر ہوگا۔ اور یہی حضرت علی الخواص کہتے ہیں کہ مجھ سے شمس الدین

لاذقانی مالکی نے بیان کیا ہے کہ میں ایک دن حضرت محمد بن عنان کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں اس وقت وضو و نماز کے وسوسوں کی وجہ سے سخت ضیق میں تھا میں نے شیخ سے اسکی شکایت کی تو فرمایا ہمیں تحقیق ہے کہ مالکیہ کو طہارت وغیرہ میں وسوسے نہیں ہوا کرتے تو ان کی برکت سے محض اتنا فرمانے سے ہی میرے یہاں وسوسوں کا وجود نہ رہا۔ اور آپ کا یہ حال تھا کہ جب آپ کسی ایسے مریض کے پاس آتے جو شدت ضعف کی وجہ سے موت کے قریب پہنچ چکا ہوا ہوتا تھا آپ اس کا مرض اپنے اوپر لے لیتے تھے مریض اٹھ کھڑا ہوتا تھا اور شیخ جب تک خدا تعالیٰ کو منظور ہوتا مریض ہوکر سو جاتے تھے۔ آپ کا اسی قسم کا واقعہ سید ابوالعباس غمری اور سید علی البنبلی مغربی کے ساتھ بھی ہوا ہے۔ امام شعرانی کہتے ہیں کہ سید علی کے واقعہ میں تو میں موجود تھا شیخ فوراً اٹھے جامع ازہر کے وضو خانہ میں گئے وضو کیا اور سو گئے۔ اور امام شعرانی شیخ علی البنبلی کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ شیخ محمد بن عنان ایک بار ان کے پاس آئے تو ان کو ایسا بیمار پایا کہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تھے۔ پھر شیخ محمد تو ان کی جگہ پر لیٹ گئے اور شیخ علی تندرست ہوکر فوراً ایسے کھڑے ہو گئے گویا ان کو کوئی مرض ہی نہیں تھا۔ پھر شیخ محمد بن عنان چالیس روز تک بیمار رہے۔

امام شعرانی نے ہی یہ بھی بیان کیا ہے کہ مجھ سے خود انھوں نے فرمایا کہ یہ شروع شروع میں حضرت عمرو بن العاص کی جامع مسجد کی چھت پر تین سال رہے ہیں اور سوائے نماز جمعہ کے اور شیخ عارف باللہ سید یحییٰ منادی کی حاضری کے درس کے اور کسی وقت نہیں اترتے تھے۔ اور میں نے خود ان کو یہ کہتے سنا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص کی جامع مسجد کے قیام کے زمانہ میں دنیا میرے لئے مسخر کر دی گئی تھی۔ ہر شب میرے واسطے ایک برتن میں کھانا اور دو روٹیاں لاتی تھی لیکن میں نے کبھی اس سے بات کی نہ اس نے مجھ سے

ف　بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کا سلسلہ چھت تک پہنچ جاتا ہوگا مگر جمعہ کی فضیلت کے لئے امام کے قریب آنے کی واسطے اترتے ہوں گے۔ ۱۲ ج

ت کی ہاں میں اس کو پہچانتا تھا کہ یہ دنیا ہے۔

امام شعرانی کا بیان ہے کہ میں نے ایک شب سونے کے لئے پاؤں پھیلانے چاہے تو جس گوشہ کی طرف پاؤں پھیلانا چاہتا اس طرف اولیاء اللہ میں سے کسی نہ کسی ولی کو پاتا تھا اس گوشہ کی طرف جو باب البحر کی جانب سیدی محمد بن عنان کی طرف تھا پاؤں پھیلانے چاہے تو اس کو بالکل ہی آپ کی قبر کی سیدھ میں پایا آخر میں بیٹھا بیٹھا سونے لگا تو وہ تشریف لائے اور میرا پاؤں پکڑ کر اپنی طرف کے گوشہ کی جانب پھیلا دیا اور فرمایا میری طرف کے گوشہ بساط احمدی کی طرف پاؤں پھیلا لو جب میں بیدار ہوا تو ان کے ہاتھ کی نرمی میرے پاؤں میں محسوس ہو رہی تھی رضی اللہ عنہ۔

امام شعرانی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب غوری نے شریف برکات والی حجاز کو گرفتار کرنا چاہا اور شریف نے اس کی جانب سے غداری کو معلوم کر لیا تو شیخ محمد بن عنان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عصر کا بعد تھا اور ہم سب شیخ کے سامنے بیٹھے تھے شیخ اس کے لئے اٹھے اور معانقہ فرمایا۔

شریف نے عرض کیا میں یہ چاہتا ہوں کہ اس وقت بھاگ نکلوں اگر آپ کا باطن میرے ساتھ ہو تو غوری مجھے نہ پکڑ سکے حتیٰ کہ میں ان بلاد سے نکل جاؤں۔ برکۃ الحاج کے قریب اونٹنیاں میرے انتظار میں ہیں۔ شیخ محمد حجرہ میں تشریف لے گئے اور شریف صاحب انتظار کرنے لگے شیخ دیر تک نہ نکلے اور وقت تنگ ہونے لگا تو مجھ سے اور شیخ حسن حدیدی خادم والا سے کہا کہ شیخ سے میرے لئے جلدی عرض کرو۔ ہم نے حجرہ کا دروازہ کھولا تو شیخ کو وہاں نہ پایا تو دروازہ پھر بند کر دیا کچھ دیر بعد شیخ حجرہ سے باہر تشریف لائے تو آنکھیں خون کی طرح سرخ تھیں اور شریف صاحب سے فرمایا سوار ہو جاؤ تم تک کوئی نہیں پہنچے گا۔ غوری کو دو روز بعد ان کی خبر ہوئی جب کہ یہ بلاد حجاز میں پہنچ چکے تھے۔ ان کی تلاش میں اس نے کچھ لوگوں کو بھیجا بھی مگر وہ ان کو نہ پا سکے۔ یہ امام شعرانی کا بیان ہے۔

ے یعنی دعا و توجہ

(باقی آئندہ)

حاملِ مضامینِ تصوف وعرفان ماہنامہ افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان
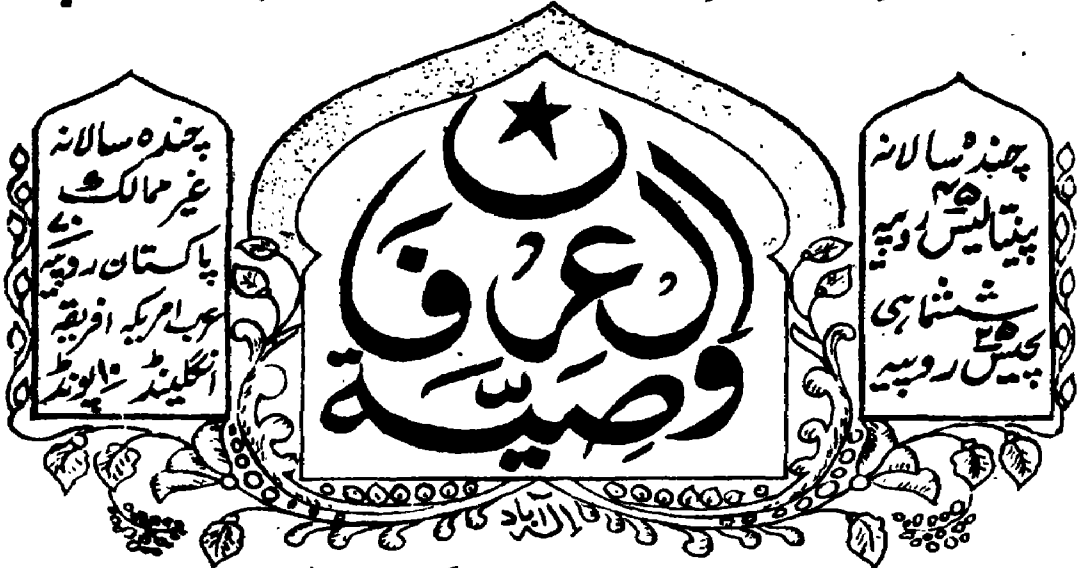
زیرِ سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ رح

فی پرچہ | احمد مکین عفی عنہ | چار روپیہ

شمارہ ۷ | محرم الحرام ۱۴۱۲ھ مطابق جولائی ۱۹۹۱ء | جلد ۱۴

فہرست مضامین

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام مولوی عبد المجید صاحب اسرار کریمی پریس الہ آباد سے
چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد — سے شائع کیا

ترسیل زر کا پتہ: مولوی احمد مکین صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد ۲۱۱۰۰۳

اللہ تعالیٰ کی تعلیم فرمودہ دعاء

دیکھئے! اہل عرب جب اہل عجم کی بڑی بڑی سلطنتوں کو دیکھکر گھبرانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے انکو یہ دعا سکھلائی اَللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (یعنی اے اللہ مالک تمام ملک کے آپ ملک جسکو چاہیں دیدیتے ہیں اور جس سے چاہیں لے لیتے ہیں اور جس کو چاہیں غالب کردیتے ہیں اور جسکو چاہیں پست کردیتے ہیں آپ ہی کے اختیار میں ہے سب بھلائی بلاشبہ آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ دعا سکھلا کر بتلا دیا کہ جو ذات ایسی محیر العقول چیزوں پر قادر ہے اسکے لئے کیا مشکل ہے کہ عجم سے ملک لیکر اہل عرب کو دیدے تمھارے دشمن کو ذلیل کردے اور تمکو عزت دیدے۔

قلوب خدا کے ہاتھ میں ہیں بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالے ارشاد فرماتے ہیں کہ میں خدا ہوں بادشاہوں کے قلوب اور پیشانیاں میرے ہاتھ ہیں اگر بندے فرماں برداری کرتے ہیں تو حکمرانوں کے قلوب انپر نرم کردیتا ہوں اور اگر بندے نافرمانی کرنے لگ جاتے ہیں تو بادشاہوں کے قلوب کو ان پر سخت کردیتا ہوں لہٰذا (حکمرانوں کی سختیوں اور ظلم پر) حکمرانوں کو برا کہنے میں مشغول نہو بلکہ میری طرف رجوع ہو اور توبہ کرو۔

یہی بات میں مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ اصل چیز یہی ہے کہ خدا کی طرف توجہ کرو اور اسکی نافرمانی سے بچو۔ اس دور میں ایک چیز تو یہ قابل توجہ اور اصل الاصول ہے اور دوسری چیز جو مسلمانوں کے لئے اسوقت خصوصاً بہت ضروری ہے کہ خدا نے عقل دی ہے بیدار مغزی سے کام کریں اور موقع کے مناسب کام کریں۔

(از ارشادات مصلح الامۃ)

(مکتوب نمبر ۲۶۸)

حال: خدمت اقدس میں معروض اینکہ بفضلہ تعالیٰ حضرت والا کی مشفقانہ وکریمانہ وحکیمانہ توجہات اور لطیف اندازوں اور دعاؤں سے احقر کے حالات ایک گونہ سدھر گئے ہیں جو فرق دیکھ رہا ہوں اور جتنا بڑا نفع ہوا کہ دل باغ باغ ہے۔ جزاکم اللہ خیرالجزاء۔ تحقیق: الحمدللہ

حال: قریب چار ماہ سے ایسے حالات درپیش تھے اور مشکل تھے مگر خیر وخوبی سے اور ہمت و حوصلہ وعقل وفہم کی رہنمائی سے حضرت والا کی توجہات ودعاؤں سے اب تو بالکل ہی درست ہوگئے۔ بحمداللہ حضرت والا کا کھلا ہوا فیض ہے کہ علیحدگی سے پہلے ہی رزق کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے بالکل ہلکا کردیا کوئی پریشانی احقر کو نہیں ہے۔ غرض کہ ان معاملات سے احقر کو بیحد نفع ہوا۔ جس کو بیان نہیں کرسکتا۔ حضرت کا ممنون ومشکور ہوں کہ کیسے کیسے اندازوں سے علاج کردیا۔
تحقیق: الحمدللہ علی احسانہ

حال: بحمداللہ حضرت والا نے جو مضمون غیبت ونمیمہ کا بیان کیا اس سے احقر کے دل پر اتنا اثر پڑا کہ اس مرض سے توبہ کرلیا۔ اب تو بہت ڈر لگتا ہے اور کافی نفرت ہوگئی ہے۔ تحقیق: الحمدللہ۔

حال: اور نفرت کیسے نہ ہوتی جبکہ حضرت والا نے پہلے ہی دن احقر کو کہلایا تھا کہ اگر سمجھنا چاہو تو کسی سمجھدار سے سمجھ لو یہ اسی لئے تھا کہ سمجھو اور اپنے اوپر منطبق کرو اور اس سے پرہیز کرو۔
تحقیق: اور کیا۔

حال: بیشک دونوں چیزیں مجھ میں تھیں بحمداللہ اس سے پرہیز کرنا شروع کردیا اور ہمت بھی اللہ تعالیٰ نے بہت دیدی ہے اور اسکا علاج بھی آسان سمجھ میں آگیا وہ ہے تنہائی اب تو بفضلہ تعالیٰ تنہائی سے انس ہوگیا ہے

تحقیق : الحمدللہ

حال : — حضرت والا نے بقرعید کے قبل ایک مجلس میں فرمایا تھا کہ جب غفلت ہو گی تو شیطان قرین ہو جائے گا۔

تحقیق : ضرور ہو جائے گا۔

حال : اور پھر سدھرا ہوا حال بگڑ جائے گا۔ تحقیق : بیشک۔

حال : اس کو اپنے اوپر منطبق کیا اس لئے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ اور اب غفلت کا موقع کم ملتا ہے۔

تحقیق : کم کا کیا مطلب ہے۔ کیا کچھ ملتا ہے۔

حال : دوازدہ تسبیح کے علاوہ کم از کم چھ ہزار مرتبہ (اسم ذات) پڑھ لیتا ہوں اس سے وساوس کالعدم ہو گئے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالے اس پر ہمت قائم رکھے۔ اور اخلاص کے ساتھ انجام دوں اور ہمت زیادہ ہو اور چوبیس ہزار تک پہونچ جائے۔ تحقیق : آمین۔

(مکتوب نمبر ۶۸۵)

حال : احقر محسوس کرتا ہے کہ فکر معاش اور دنیا کے کاموں میں انہماک و استغراق ایک طالب کو راستہ سے متزلزل کر دینے کے لئے کافی ہیں اسلئے بہت ضروری ہے کہ گاہے بگاہے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا جائے تاکہ غفلت دور ہو اور راستہ سے بھٹکنے نہ پاویں۔

تحقیق : اور کیا۔

حال : حضرت دعا فرماویں کہ اللہ تعالے احقر کو راستہ سے بھٹکنے نہ دیں اور استقامت عطا فرماویں۔ تحقیق : آمین۔

اس راستہ میں دشواریاں اور صعوبتیں زیادہ ہیں دوسری طرف اپنی کمزوری اور ناداری ہے۔ حضرت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ احقر کے لئے اپنا راستہ آسان فرمادیں اور اللہ تعالےٰ سے صحیح نسبت و تعلق پیدا ہو جائے

تحقیق : آمین

حال : حضرت رخصت ہوتے وقت احقر سے عالیحضرت کا یہ فرمانا کہ دیکھو کسی سے جھگڑا نہ کرنا یہ جملہ احقر کے دل پر نقش ہوگیا ہے۔ احقر اس نصیحت پر عمل کرنے کی پوری پوری کوشش کر رہا ہے عالی حضرت سے دعاء کا طالب ہے ۔ تحقیق : دعاء کرتا ہوں۔

حال : اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی مسلمان بھائی سے دین واحکام شریعت کی خلاف ورزی کرتے دیکھکر اس مسلمان سے انتہائی نفرت وحقارت پیدا ہوتی ہے چونکہ اپنے اندر اتنی صلاحیت تو ہے نہیں کہ اسکو حکمت کے ساتھ سمجھاویں اور منع کریں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے جھگڑا ہی کی نوبت آجاتی ہے

تحقیق : توبہ توبہ جبھی تو تم سے میں نے کہا تھا

حال : ایسے موقع پر عالیحضرت کی یہ نصیحت احقر کے مرض کے لئے صحیح علاج ہے ۔ تحقیق : اور کیا

تحقیق : غصہ تو کمزور آدمی ہی کو آتا ہے اور احقر کے اندر یہ کمزوری اور خامی ہے کہ اہلیت اور صلاحیت کی بڑی کمی ہے ۔ الحمدللہ مرشد عالی مقام نے احقر کے اس مرض کو خوب پکڑا اور اسکی اصلاح بھی فرمادی ۔ اللہ تعالیٰ احقر کو پیرومرشد کے فیوض وبرکات سے نفس کے ایک ایک رذائل کو دور کرنے کی توفیق عطا فرمادے اور عالی حضرت سے پوری طرح فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمادے ۔ تحقیق : آمین

حال : حضرت دعاء فرمادیں کہ اللہ تعالےٰ احقر کو اپنے اخلاق کی درستگی کی توفیق عطا فرمادے ۔ تحقیق : آمین

حال : اس وقت یہ اہم فریضہ ہے فتنہ و فساد سے بچنا۔ اور اس کے اسباب پر پوری طرح نظر رکھنا ضروری ہے۔ آجکل معمولی انفرادی تنازع اجتماعی فساد کی شکل اختیار کرلیتا ہے اس لئے ہر فرد بشر کو اپنے ہر ایک قول و فعل پر کڑی نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے کسی سے کوئی معاملہ مقدمہ ہو تو دب کر صلح کرلینے کی ضرورت ہے اسی میں اپنی جیت ہے۔ اور قوم کی فلاح و بہبود۔ آجکل دنیا میں عذاب کی صورت میں فساد پھیلا ہوا ہے یہ سب ہماری بداعمالیوں کا ثمرہ ہے۔ تحقیق : بیشک۔

حال : ایک بزرگ نے اپنی تقریر اس آیت کریمہ سے شروع کی تھی ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ انکے بعض اعمال کا مزہ انکو چکھادے تاکہ وہ باز آجاویں) جب بھی اس آیت کی تلاوت کرتا ہوں تو ان بزرگ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں جو کچھ فرماتے ہیں اسکا دن رات مشاہدہ ہوتا ہے مگر ہم لوگ ہیں کہ اپنے اعمال و اخلاق کی درستگی کی پرواہ نہیں کرتے۔ وہی حال ہے کہ سوسو جوتے کھائیں اور گھس گھس تماشا دیکھیں اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائے۔ ہم سب سے غفلت دور فرمائے ہم کو اپنے اعمال و اخلاق کی درستگی کی توفیق عطا فرمائے۔ تحقیق : آمین۔

حال : حضرت احقر کا دل آجکل بہت غمگین رہتا ہے دنیا کی کوئی خوشی اچھی نہیں لگتی کسی سے بات چیت کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ فضول باتوں سے اجتناب کرتا ہوں اور فضول باتوں کا سننا گوارا نہیں۔ تحقیق : الحمدللہ

(مکتوب نمبر ۶۸۷)

حال : بندۂ ناکارہ کی انتہائی غفلت، خودغرضی اور خودبینی ہے کہ آج عقد

دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں خط لکھ رہا ہوں۔ تقریباً تین ماہ کا عرصہ ہوا جب سے حضرت والا سے تعلق منقطع ہوا ہر طرح اپنے اندر حیرانی و سرگردانی ہی دیکھتا رہا جسے اپنی زبان پر لانے سے جل کر اور گھٹ کر مرنا بہتر ہے ہر پہلو سے زندگی تلخ ہی معلوم ہونے لگی تھی باوجود ان مصائب میں مبتلا ہونے کے اپنے اصلی مرض کی طرف توجہ نہ ہوتی تھی۔ تزکیہ کی ذرا بھی فکر نہ رہتی تھی، روز بروز آزادی اور کیونزم کی طرف طبیعت کا میلان رہتا تھا اپنی خبث باطنی کو کیا کہوں عذر گناہ بدتر از گناہ۔ حضرت والا کے تعلق کی برکت سے اپنی زندگی اتنی بگڑنے کے باوجود پھر اللہ تعالیٰ نے قلب میں اپنے تزکیہ کا شدید اضطراب پیدا کر دیا ہے۔ اسوقت نہایت بدحواس ہوں کہ اپنا تزکیہ کیسے ہو۔ میری آزادی اور خود غرضی کیسے ختم ہو؟ اپنے آقاؤں اور محسنوں سے جیسا تعلق ہونا چاہیئے اس طرح کیسے پیدا ہو؟ ہر لحظہ ہر آن اللہ کی یاد میں کسطرح گذرے شب و روز اکثر حصہ اسی فکر میں گذرتا ہے۔

حضرت والا! اس ناکارہ کی گندی حالت پر توجہ فرمائیں اور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ سے ٹوٹا ہوا تعلق پھر قائم ہو جائے اور نفسانی پھندے سے نکلکر اللہ و رسول کی مرضیات پر چلنے کی توفیق ہو جائے۔

تحقیق: آخر کب تک اس قسم کی باتیں لکھتے رہیں گے؟ آپ بھی بہت لکھ چکے میں بھی بہت لکھ چکا۔ اب آپ بتلائیے کہ عمل کب کیجئے گا۔ آپ کوئی بچے نہیں ہیں کہ کوئی بات آپ کو سمجھ ہی میں نہیں آتی بات یہ ہے کہ جو لوگ عمل سے کتراتے ہیں اور اصلاح نہیں کرنا چاہتے تو ایسی باتوں میں خود اپنے کو پھنسائے رکھتے ہیں اور دوسرے کو بھی الجھن میں ڈالے رہتے ہیں معلوم نہیں اس میں ان لوگوں کو کیا مزہ ملتا ہے۔ عمل کرنے والوں کی بات ہی اور ہوتی ہے۔ آپ سچ بتلائیے کیا اب تک یہ معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق کیسے پیدا ہو؟

ڑوں کے حقوق کیسے ادا ہوں، تزکیہ کیسے ہو؟ سب معلوم ہے مگر بات وہی ہے جو اوپر لکھ چکا۔

ایک بات اور سنئے! آپ نے تین ماہ تک سلسلہ منقطع کئے رکھا ہے کیوں نہیں بالکل ہی منقطع کر لیتے ہیں تاکہ آپ کی آزادی اور غفلت میں فرق نہ پڑے۔ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ناراض رہیں، رہیں، نفس اور شیطان تو خوش رہے گا۔ کاش کہ یہ باتیں آپ سمجھتے۔

(مکتوب نمبر ۶۸)

حال: اپنے اندر جاہ کا مرض معلوم کرکے از حد صدمہ ہوا اسکو برا سمجھتا ہوں ایسے حالات پر مجھکو از حد صدمہ ہے۔

تحقیق: زیادہ صدمہ نہ کرو برا سمجھو، نکل جائے گا۔

حال: اب تک تو سمجھ ہی نہیں تھی اور اسکو مرض ہی نہیں سمجھتا تھا اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ حضرت والا کی دعا کی برکت سے سمجھ کھلی۔ اور برائیوں کے ازالہ کی توفیق ہوئی۔

حال: عرض ہے کہ حضرت والا دعا فرمائیں کہ بندہ کا نفس رذائل سے پاک ہوجاوے دنیاوی خیالات میں انہماک سے نفرت ہونے لگے تحقیق: آمین

حال: چونکہ نفس بہت دنوں تک اس میں رہ چکا ہے اسکا عادی ہوگیا ہے ذرا غفلت ہونے پر اس میں لگ جاتا ہے۔ جب ہوش ہوتا ہے تو اس سے بہت صدمہ ہوتا ہے۔

تحقیق: الحمدللہ کہ احساس ہوا۔

حال: حضرت والا دعا فرمائیں کہ یہ مرض جاتا رہے۔ بندہ کا نفس مطیع و فرمانبردار ہوجائے اور اسکے اندر اللہ تعالیٰ کا عشق و محبت پیدا ہوجاوے۔

تحقیق: دعا کرتا ہوں۔

جیساکہ امام غزالی احیاء العلوم میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے باب میں اپنے زمانہ کا حال لکھتے ہیں کہ

"بلاشبہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دین میں قطب اعظم ہے اور یہی وہ مہم ہے جس کے لئے اللہ تعالے نے تمام انبیا کو مبعوث فرمایا ہے اگر اسکی بساط تہ کردی جائے اور اسکا علم وعمل مہمل بنادیا جائے تو ضرورت نبوت معطل ہوجائے، دیانت مضمحل ہوجائے۔ سستی وتکاسل عام ہوجائے، جہالت وفساد شایع ہوجائے اور اختلافات کی خلیج وسیع ہوجائے۔ ملک خراب ہوجائے۔ لوگ ہلاک ہوجائیں گو انکو قیامت سے پہلے اپنی ہلاکت کا احساس وشعور نہو بالآخر جس چیز کا خوف تھا وہ ہوکر رہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اسلئے کہ اس قطب اعظم کا علم وعمل محو ہوگیا اور اسکی حقیقت اور رسم تک مٹ گئی، قلوب پر مداہنت خلق کا استیلاء اور تسلط ہوگیا اور خالق کا مراقبہ قلب سے محو ہوگیا، لوگ اتباع ہوا میں ایسے پڑ گئے جیسے بہائم چھوٹ کر کھیت میں جا پڑتے ہیں اور ساری روئے زمین پر ایسا مومن نادر الوجود ہوگیا جس کو حق تعالے کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہو۔

(احیاء ص ۳۰۰ ج ۲)

دیکھئے اس سے معلوم ہوا کہ تبلیغ اسی شخص سے انجام پاتا ہے جسکو اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہو اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس راہ میں قدم رکھنے والے کو لوگ ملامت کرتے ہیں اور اسی کا خوف مداہنت کا سبب ہوتا ہے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ میں اس قسم کی باتوں کو بیان کرتا تھا تو لوگ اسکو سختی پر محمول کرتے تھے پھر مجھکو حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلویؒ

(جو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے بھائی ہیں) کا ایک رسالہ دین ملا جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ ہر عالم کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرلینا چاہیے کیونکہ بہت سے عالم صحیح الفکر اور صحیح الحواس تک نہیں ہوتے۔ دیکھیے شاہ صاحب کے فرمانے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بہت سے عالم غیر صحیح الفکر کیا بدحواس بھی ہوتے ہیں اب اسکو آپ لوگ کیا کہئے گا میں تو اتنا تیز بھی نہیں کہتا۔

فرمایا کہ ——— جب سفر حجاز میں تھا تو وہاں بھی لوگوں کی حالت دیکھ دیکھکر طبیعت پر ایک اثر تھا ادب کی جگہ تھی اسلئے کچھ زبان سے کہتا نہیں تھا بس چپ رہتا تھا۔ ایک دن مسجد خیف کے باہر ایک قبہ میں سب لوگ جمع ہوئے اور ایک عالم نے وعظ کہا بس جوں جوں انکا وعظ سنتا جاتا تھا طبیعت کھلتی جاتی تھی اور خوش ہوتا تھا کہ واہ اس نے شریعت کی ترجمانی کی ہے۔ انھوں نے عربی میں تقریر کی تھی اور اسقدر زور سے بیان کر رہے تھے کہ جو لوگ مطلب بھی نہیں سمجھتے تھے وہ بھی سننے کی جانب متوجہ تھے اور اتنا سمجھ رہے تھے کہ کوئی بات بیان کر رہے ہیں، میں بھی سن رہا تھا اور عربی بولنے پر گو (کامل طور پر) قدرت نہ تھی تاہم سمجھ تو رہا ہی تھا۔ انھوں نے یہ بیان کیا کہ

لوگو دیکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین و دنیا دونوں جگہوں کی فلاح کا طریقہ ہمیں بتلایا پس جس نے دونوں ہدایتوں میں آپ کی تصدیق کی وہ کامیاب ہوگیا اور جس نے آخرت کے امور میں تو تصدیق کی اور دنیوی امور میں آپ کے بتائے ہوئے طریقہ پر نہیں چلا اسکی دنیا تباہ ہوئی۔

آج اپنا حال دیکھ لو کہ معاملات میں، معاشرت میں، اخلاقیات میں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل نہیں کیا تو ہماری تدبیر منزل فاسد ہے، ہمارے گھر دوزخ کے نمونے ہو رہے ہیں۔ بھائی بھائی سے جدا ہے، ماں بیٹی میں لڑائی ہے، بیٹا باپ کا مخالف ہو رہا ہے۔ یہ سب کیوں

ہے ؛ اسی لئے کہ ہم نے دنیوی امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہیں کی اور اسی سے اندازہ لگا لو اور سمجھ لو کہ یہ تو بہت کم ہے اگر آخرت کے باب میں بھی تصدیق میں کمی ہوئی تو آخرت کا عذاب بھگتنے کے لئے بھی تیار رہو العیاذ باللہ ۔ وہاں کی تصدیق نہ کرو گے تو جب وہاں جاؤ گے تو بڑا سخت عذاب سامنے پاؤ گے جسکا کچھ نمونہ تم نے دنیا ہی سے دیکھ لیا ہے ۔

مجھے ان عالم کی باتیں بہت پسند آئیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہاں یہ شخص ہے مصلح اس نے خوب ترجمانی کی ۔ اس سے معلوم ہوا کہ بدون زجر و سختی کے اصلاح کا کام بہت دشوار ہے اور مصلح کو مصلحۃً سخت ہونا پڑتا ہے اسی کو آجکل بد اخلاقی کہا جاتا ہے ۔ ایک شخص دین کا کام کر رہا ہے اور وہی ایک شخص کر رہا ہے دوسرے کرتے بھی نہیں اور اسکو بد اخلاق کہتے ہیں انا للہ ۔

فرمایا کہ ــــــــ ہم لوگوں کی بہت سی خرابیوں کا منشار مال ہے ۔ لوگوں نے مال خرچ کرنا چھوڑ ہی دیا ہے يُقِيمُونَ الصَّلوٰةَ (نماز قائم کرنے) پر تو عمل ہے لیکن وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ (مال خرچ کرنا) انکے پیش نظر نہیں وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْم (اور انکے مال میں حصہ تھا مانگنے والوں کا اور ہارے ہوئے کا) کو بالکل بھولے ہوئے ہیں ۔ آج لوگ انفاق کریں تو بہت کچھ حالت درست ہو جائے زکوٰۃ نکالیں اور علاوہ زکوٰۃ کے بھی انفاق کریں کیونکہ مال میں سوا زکوٰۃ کے اور بھی حقوق ہیں ۔ اور امام غزالیؒ نے تو لکھا ہے کہ مال کی مقدار محبت کا معیار ہے یعنی کسی سے محبت کی مقدار کا اندازہ اس کے لئے مقدار مال صرف کرنے سے ہوگا کیونکہ مال طبعی طور پر محبوب ہے اور کسی محبوب کی محبت کا اندازہ اسکے مقابل دوسری محبوب شئے قربان کرنے سے ہی ہوا کرتا ہے پس جتنا مال جس پر صرف کرے گا اس سے اسی قدر محبت کا ثبوت

ہوگا فمقادیر الاموال موازین المحبۃ یعنی مال کی مقدار محبت کا معیار ہے

فرمایا کہ ——— رمضان شریف کی فضیلت کے لئے یہی ایک بات کافی ہے کہ اس میں قرآن شریف نازل ہوا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا) اور قرآن شریف اللہ تعالےٰ کا کلام ہے تو جس زمان و مکان سے اس کا تعلق ہوگا اسکی فضیلت کا پوچھنا ہی کیا۔ جس گھر میں قرآن شریف ہوگا وہ گھر اشرف ہوگا۔ دیکھئے مسجد کو شرف اسلئے ہے کہ وہاں قرآن شریف رہتا ہے اور پڑھا جاتا ہے۔ مدارس اسلئے اشرف ہیں کہ انمیں قرآن شریف پڑھا جاتا ہے اور اسکے معانی و مطالب بتائے جاتے ہیں۔ اسی طرح رمضان شریف بھی اسلئے افضل ہے کہ اسمیں قرآن شریف اترا۔ پھر چونکہ قرآن رات میں نازل ہوا اس لئے اسکی راتیں بھی افضل ہیں إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (یعنی ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا) نیز قرآن شریف میں ہے کہ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (یعنی جو شخص اس مہینہ کو پائے تو اس میں روزہ رکھے) ان دونوں آیتوں (شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي الآیہ اور فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ الآیہ کے مجموعہ سے علماء نے یہ مستنبط فرمایا ہے کہ یہ روزہ جو فرض ہوا تو اس بات کے شکریہ میں کہ قرآن شریف کا نزول اس ماہ میں ہوا کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس درجہ کی نعمت ہوتی ہے اسی درجہ کا شکریہ ہوا کرتا ہے۔ پس قرآن شریف جیسی نعمت کے شایان شان یہی تھا کہ روزہ جیسی عبادت اسکا شکریہ مقرر کیا جائے کیونکہ قرآن شریف کے شرف سے یہ مہینہ مشرف ہوا اور قرآن شریف ہی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا تعلق تھا یہی آپ کی نبوت و رسالت کی دلیل ہوا پس روزہ کو اسکے شکریہ میں فرض کیا گیا لہٰذا رات تو یوں

اس ماہ کی اشرف و افضل ہوئی کہ اس میں قرآن شریف نازل ہوا اور دن یوں افضل ہوگیا کہ رات کے انعام کے شکریہ کے سلسلہ میں دن میں عبادتِ صوم مقرر ہوئی پس اس ماہ مبارک کی رات بھی بابرکت اور دن بھی بابرکت

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ روزہ قرآن شریف کا شکریہ ہے تو اب یہ سمجھئے کہ روزہ کس کا نام ہے حدیث شریف میں ہے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ انکو روزہ سے بجز بھوک پیاس کے کچھ نفع نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ روزہ فقط کھانے پینے کے ترک کا نام نہیں ہے بلکہ قلب کا تقوی اس سے مقصود ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ) اگر روزہ میں انسان نے تقوی نہ حاصل کیا تو محض بھوکے پیاسے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اسکا کھانا اور پانی اللہ تعالےٰ کے یہاں نہیں پہونچ جاتا لَنْ یَّنَالَ اللہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ (اللہ کو نہیں پہونچتا انکا گوشت اور نہ انکا لہو لیکن اس کو پہونچتا ہے تمھارے دل کا تقوی) پھر جب ان ایام میں کھانے پانی کا قصہ نہیں تو مناسب ہے کہ اپنے ایام کو تلاوتِ قرآن شریف میں گذارے کیونکہ جب روزہ قرآن شریف ہی کے شکریہ میں فرض ہوا تو اسکے ایام میں اسکی تلاوت زیادہ موزوں ہے اور جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ قرآن شریف رات میں نازل ہوا تو رات میں اسکی تلاوت ظاہر ہے اور زیادہ اجر کا باعث ہوگی یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ اس زمانہ میں اسکا خاص اہتمام فرماتے ہیں۔ چنانچہ بعض حضرات ایک ختم دن میں اور ایک ختم شب میں فرماتے ہیں۔ واقعی ان ایام کا حق بھی یہی ہے کہ جس قدر ہوسکے ان میں تلاوت قرآن پاک کیجائے۔

ایک صاحب کا خط الہ آباد سے آیا کہ وحدۃ الوجود پر کچھ لکھ رہا ہوں

گویہ مسئلہ اپنا حال نہیں ہے بلکہ ابھی استدلال ہی کے درجہ میں ہے اور بھی کچھ تفصیلی باتیں لکھی تھیں انکو تو جواب لکھوادیا کہ جب آپ لوگ خود ہی سب باتیں جانتے ہیں تو ہم لوگوں کے پاس آنے جانے سے کیا فائدہ ؟ اور یہ مسئلہ وحدۃ الوجود کا کوئی آسان مسئلہ ہے ؟ بڑے بڑے اس میں الجھکر رہ گئے ہیں آپ بھلا کیا اسکی شرح کریں گے ۔ اسکے بعد ساری مجلس اسی پر گفتگو فرمائی ۔ چنانچہ کاتب الحروف کی جانب مخاطب ہوکر فرمایا کہ :-

مولوی صاحب کے لئے کیا کوئی اور مسئلہ لکھنے لکھانے کے سلئے نہیں رہ گیا تھا ۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا کچھ رمضان شریف کے فضائل و برکات ، تلاوتِ قرآن مجید ، تراویح کے فضائل ان اعمال میں سے کسی کے متعلق قلم اٹھاتے ۔ کچھ عوام کو سناتے سمجھاتے یا سنت و بدعت کی بحث نہایت اہم اور موثر تھی اسکو چھیڑے ہوتے لوگوں کو بتاتے کہ کہ یہ سنت ہے اور یہ بدعت ہے ۔ لوگوں کی ایجادات بدعت ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال وارشادات سے جو ثابت ہے وہ سنت ہے اس طور پر سنت کو بدعت سے ممتاز کر کے دکھاتے کہ یہ دودھ ہے اور یہ پانی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی علحٰدہ کر دیتے خود اپنے وظائف اور معمولات کیجانب توجہ کرکے اسپر پابندی اور اضافہ کرتے یہ سب باتیں کرنے کی تھیں یہ سب تو کیا نہیں لیکہ بیٹھے مسئلہ وحدۃ الوجود جو اپنے کام کا نہ دوسرے کے بلکہ دونوں کے لئے مضر ۔ اسپنے تو اس لئے نہیں کہ رسالہ قشیریہ میں ہے کہ جو شخص کسی حال کے اپنے اندر موجود ہونے سے پہلے اس پر کلام کرے تو اسپر تین ضرر مرتب ہوں گے ۔ اپنے اندر دعویٰ پیدا ہوگا ، دوسروں کے لئے فتنہ بنے گا ۔ اسکو حال تک پہونچنے کی توفیق نہیں ہوگی ۔ اور دوسروں کے لئے ایک بڑا ضرر یہ بھی ہے کہ مسئلہ ہے دقیق اگر ذرا سا سمجھنے یا سمجھانے میں فرق پڑ جائے تو کفر ہی ہوجائے جسکا سبب یہ شخص ہوگا ۔

نیز فرمایا کہ حضرتؒ نے تو اسکے اوپر ایک رسالہ ہی لکھدیا ہے اب کیا یہ مولوی صاحب حضرت سے اچھا لکھدیں گے - پھر حضرت نے اس میں یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے اس مسئلہ کو بارہا بیان کیا لیکن کہتا ہوں کہ سمجھ میں آج آیا - ایسے بڑے بڑے لوگ تو یہ فرماتے ہیں، نیز یہ مسئلہ حالی ہے استدلالی نہیں ہے اور جب کسی حالی مسئلہ کو استدلال میں لایا جائے گا غلطی ہوگی - پھر یہ کہ یہ از قبیل علم مکاشفہ کے ہے اور حضرت نے معاملہ کو مکاشفہ سے اہم فرمایا ہے - معاملات کی باتیں لوگوں سے سپڑتی نہیں اور غیر ضروری امور کے پیچھے پڑ جاتے ہیں - چاہیئے کہ انسان اللہ تعالے سے اپنا معاملہ درست کرے ان سے صحیح تعلق پیدا کرے جب یہ درست ہو جائے گا تو اللہ تعالے معلوم نہیں کیا کیا چیزیں اس پر منکشف فرما دیں گے باقی کسی صحیح حال کے حصول سے پہلے اسکا دعویٰ کرنا بس ویسا ہی ہوگا جیسا کہ مثنوی میں مولانا نے شغال رنگین کا قصہ لکھا ہے کہ عام لوگوں کو تو اس سے مغالطہ میں رکھا جا سکے گا مگر کسی بڈھے تجربہ کار نے اگر دلیل کا مطالبہ کر لیا تو قلعی کھل جائے گی - اسی طرح ان مضامین کے بیان سے دوسرے عوام پر تو چاہے کچھ اظہار دانی ہو جائے اور وہ معتقد ہو جائیں کہ یہ شخص بھی بزرگوں کے حالات سے واقف ہے لیکن اگر کسی نے بزرگوں کی بولی یعنی معرفت کا مطالبہ کر لیا تو پھر کیا ہوگا ؟

اسی سلسلہ میں فرمایا ایک صاحب تھانہ بھون میں تھے فتوی وغیرہ کا کام کرتے تھے ایک دفعہ انھوں نے غالباً حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی رسالہ کا مطالعہ کیا اور اسکی چند باتیں لکھکر حضرت سے انکا حل چاہا، حضرت بہت خفا ہوئے اور مواخذہ فرمایا کہ آپ نے وہ کتاب دیکھی کیوں - معلوم نہیں کہ تصوف کی کتابیں شیخ کے لئے ہیں مرید کے لئے نہیں اس پر دوسرے دن ان مولوی صاحب نے معذرت نامہ لکھکر پیش کیا کہ واقعی

مجھ سے غلطی ہوئی اور بہت بڑی غلطی ہوئی ہماری کتاب تو حضرت ہیں اسی قسم کے جملے لکھے تھے ۔ حضرت نے معاف فرمادیا اور خوش ہوئے اور فرمایا کہ آپ نے میری رعایت کی جس کی وجہ سے مجھے بڑی مسرت ہوئی ۔

فرمایا کہ ـــــــ قرآن شریف میں یہ جو آیا ہے کہ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ (کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو) اس وعید کا مصداق وہ علماء ہیں جو دین کے باب میں نہایت بیباک اور جری تھے اسکی حقانیت کو خوب سمجھتے تھے اور دوسروں کو نصیحت بھی کرتے تھے مگر خود عمل نہ کرتے تھے چنانچہ علماء یہود تو اسکے مخاطب اول ہی ہیں اور آج بھی جو عالم اس درجہ گیا گذرا ہو وہ بھی اسکا مصداق ہے باقی اسکا مطلب یہ نہیں کہ جو شخص اپنی کمزوری کے سبب کوئی عمل نہ کرسکے یا سستی سے اس سے رہ جائے اسکے لئے بھی وعظ کہنا منع ہے ، یہ نہیں ہے ۔ اور اس آیت میں دوسروں کو وعظ کہنے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ خود کو اس چیز سے متصف کرنے کی تحریض ہے جسکا وعظ کر رہا ہے حضرت نے فرمایا کہ جو عالم یا شیخ دوسرے کو کچھ کہتا ہے اور خود اسکا عامل نہو یا اسپہ عزم عمل نہو تو اس سے نفع نہوگا ، دوسرے پر اثر نہوگا ۔

فرمایا کہ ـــــــ رسالہ قشیریہ میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ اپنے مریدوں کے ساتھ کسی کے یہاں دعوت میں جارہے تھے راستہ میں بقال کی دکان پڑی اس نے انکو دیکھکر کہنا شروع کیا کہ یہ صوفی لوگ ہیں بزرگ بنتے ہیں ہمارا فلاں کے ذمہ اتنا قرض آتا ہے اسکو ادا نہیں کرتا شیخ نے صاحب دعوت کے یہاں پہونچکر اس سے کہا کہ بھائی میرا دل ٹھنڈا نہیں ہوگا تم مجھکو اتنا روپیہ دیدو وہ آدمی تھا مخلص اس نے فوراً اتنی رقم حاضر کردی (باقی آئندہ)

اتباع سنت

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

قطب الاقطاب غوث الاعظم حضرت سید نا عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ نے اپنی کتاب فتوح الغیب میں اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت پر کلام فرماتے ہوئے اس آیت کو استدلال میں پیش فرمایا ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ یعنی (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہدیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ تعالےٰ کو دوست رکھتے ہو (اور چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی جناب سے قربؔ و وصول سے نوازے جاؤ) تو میری اتباع و پیروی کرو تو اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو دوست رکھیں گے۔

حضرت غوث الاعظمؒ کا ارشاد گرامی

اس کے بعد قطب الاقطاب غوث اعظمؒ اس آیت کا کیا مطلب بیان فرمارہے ہیں دل سے سنیئے:

حضرت ہمارے پیرادر پیروں کے پیراور صاحب سلسلہ بزرگ ہیں کتنے لوگ آپکی وساطتؔ سے واصلؔ الی اللہ ہوئے اور ہورہے ہیں اس بارے میں انھیں حضرات کا ارشاد لائق تقلید اور قابل قبول ہے وہ ارشاد یہ ہے فَبَیَّنَ اَنَّ طَرِیْقَ الْمَحَبَّۃِ اِتِّبَاعُہٗ قَوْلًا وَفِعْلًا یعنی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسول اللہ کی محبت کا طریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع قول اور فعل میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع قولی و فعلی ہی طریق محبت ہے +

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تشریح

حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے شیخؒ کے اس ارشاد کی خوب خوب شرح فرمائی ہے۔ "شیخ فرماتے ہیں کہ جب قول و فعل میں اتباع حاصل ہوجائے گا تو حال میں بھی اتباع نصیب ہوجائے گا"۔ حضرت قدس سرہٗ کے کلام میں حال کا ذکر نہیں تھا اس لئے یہ شرح ضروری تھی کیونکہ اصل اس طریق کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال ہی تو ہیں مگر

تک رسائی ممکن نہیں شیخ عارف مصلح الدین شیرازیؒ فرماتے ہیں ؎

مپندار سعدیؔ کہ راہ صفا — تواں رفت جز بر پئے مصطفیٰ

ی یہ گمان نکرو کہ راہِ صفا بغیر پیروی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مل سکتی ہے)

خلاف پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

ں نے کبھی پیغمبر کے خلاف راہ اختیار کی وہ کبھی منزل مقصود تک نہیں پہونچ سکا)
ں اتباع کا اثر اور نتیجہ ہے کیونکہ احوال مواہب[1] ہوتے ہیں جو مکاسب[2] کے ثمرات[3]
تے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللّٰهَ
مَعَ الْمُحْسِنِيْنَ (جو لوگ کوشش کرتے ہیں ہمارے راستوں میں ہم انھیں ضرور ہدایت
دیتے ہیں اور بیشک اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے)

محبت کی تعریف

اور محبت نفس کے میلان اور کشش کا نام ہے جو کسی چیز کی طرف
اس میں کسی کمال کا اعتقاد کرنے کی وجہ سے ہو اور جو باعث بنے
سکے تقرب کا (پھر سمجھو کہ) محبت کی علت یا تو حسن ہوتی ہے یا احسان اور یہ دونوں
چیزیں اللہ تعالیٰ کی ذات میں منحصر ہیں۔ ان کے علاوہ جہاں کہیں بھی پائی جاتی ہیں انھیں
کا عطیہ ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کے حسن اور احسان کا سب سے عظیم مظہر اور سب سے
درخشاں مشرق ذاتِ پاک ہے حضرت سید السادات اشرف المخلوقات صلی اللہ علیہ وسلم
کی پھر آپ کے بعد حسب تفاوت[4] مراتب اتباع و استقامت دوسرے اولیاء کرام
میں سرایت کئے ہوئے اور ظہور پذیر ہے

محبت اسی میل و انجذاب[5] کا نام ہے جو مذکور ہوا اور اطاعت و موافقت جو کہ
تقرب کا سبب ہے اسکے لئے لازم ہے بدون اسکے محبت ناقص ہے اور اس کے
کمال کا دعوی غلط۔ ہاں نفس محبت سے انکار نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ارشاد نبوی
ہے لَا تَلْعَنُوْهُ فَإِنَّهٗ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یعنی اس شخص پر گناہ کی وجہ سے لعن

---

[1] عطائے خداوندی [2] اعمال [3] نتائج [4] مراتب اتباع کے فرق کے اعتبار سے [5] کشش

نہ کرو اسلئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول سے محبت کرتا ہے اسی لئے علماء نے بندہ کو اللہ تعالیٰ سے جو محبت ہے اسکی تفسیر ارادۂ طاعت سے کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی جو محبت بندے کے ساتھ ہے اسکی تفسیر رضا سے کی ہے کہ جسکا اثر لطف و مہربانی اور توفیق ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں میل و انجذاب جو از قبیل تاثرات ہیں متصور نہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع محبت الٰہی کا سبب بایں وجہ ہے کہ جو شخص آپ کی اتباع کرے گا یعنی آپ کے نقش قدم پر چلے گا تو وہ یقیناً مقام محبت و محبوبیت پر فائز ہو جائے گا۔ چنانچہ حدیث اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ میں اسی جانب اشارہ ہے یعنی آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس مقام پر فائز ہیں وہاں تک کسی کی رسائی نہیں اسلئے کہ آپ کا مقام سب سے اعلیٰ و ارفع ہے لیکن دائرہ وسیع ہے اس مقام میں بہت سے منازل و مراتب ہیں محبت ہی کا علاقہ انسان کو کھینچ کرلے جاتا ہے ؎

آنجا کہ توئی کجا بود منزل ما ۔۔۔ در راہِ طلب شکستہ شد محمل ما

لیکن شب و روز با تو یکجا بودیم ۔۔۔ ما بر درِ تو مقیم و تو در دلِ ما

(جہاں آپ کا مقام ہے وہاں ہماری منزل کہاں ہو سکتی ہے راہ طلب میں ہمارا محمل[1] ٹوٹ گیا اسکے باوجود شب روز آپ کا ساتھ رہا کیونکہ ہم آپ کے در پر پڑے رہے اور آپ ہمارے دل میں رہے۔

اتباع کی فرضیت | سنئے اطاع مطلق اور متبوع مطلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضور اقدس کی اتباع فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ (آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو) سے معلوم ہوا اسی طرح اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا کہ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ اس آیت سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] مسکن

کی اطاعت کی فرضیت معلوم ہوئی اس لئے کہ اَطِیْعُوْا یعنی اطاعت کرو، یہ امر کا صیغہ ہے[۱] امر وجوب کے لئے آتا ہے اس طرح کی اور بہت سی آیات ہیں جن سے اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت اور فرضیت مفہوم ہوتی ہے اور اسی اتباع ہی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی علامت قرار دیا ہے۔ مشرکین، یہود، نصاریٰ ان سب فرقِ ضالہ کا دعویٰ تھا کہ ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے مگر اللہ تعالیٰ نے سب کی تکذیب فرمادی اور اپنی محبت کا ایسا معیار بیان فرمایا کہ جس پر ان میں سے کوئی بھی پورا اتر نہ سکا وہ معیار یہ تھا کہ اگر تم محبت کے دعوے میں سچے ہو تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو اور آپ کی اطاعت کرو۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت سبب ہے رسول کی اتباع کا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اللہ تعالیٰ کی محبت کی روشن دلیل ہے پس جو شخص بدون اتباع کے محبت کا دم بھرے وہ مدعی ہے اور اسکا دعویٰ غلط ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَاتَّبِعُوْنِی سے محجوج[۱] ہے اسی لئے ہر زمانہ میں بزرگان دین، شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو ضروری قرار دیتے چلے آئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ کی اقتدار اور اطاعت کو اپنے لئے اور اپنے متعلقین کے لئے لازم سمجھتے رہے ہیں اور اسکی طرف خوب رغبت دلائی ہے چنانچہ حضرت شیخ المشائخ مولانا سید عبدالقدوس گنگوہیؒ فرماتے ہیں ؎

ہر کہ در راہ محمد رہ نیافت   تا ابد گردے ازیں درگہ نیافت

یعنی جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ نہیں اختیار کیا وہ اس بارگاہ کی گرد کو بھی تا ابد[۲] نہیں پہونچ سکتا

اس شعر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار و اتباع کی کسقدر اہمیت و ضرورت معلوم ہو رہی ہے کسی شخص کو خواہ کتنے ہی مرتبہ کا ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے چارہ نہیں اور کوئی کسی مرتبہ یا درجہ کو پہونچ ہی نہیں سکتا بغیر اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ تمام بزرگان دین نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی اتباع

---

[۱] لاجواب و مغلوب   [۲] کبھی بھی

رہے اور اسی سے انکو اللہ تعالےٰ کا قرب و وصول میسر ہوا ہے اگر کوئی بغیر اتباع کے دربار خداوندی میں پہونچنا چاہے گا تو ذرا بھی دخل نہیں پا سکتا۔ دھکے دیکر نکال دیا جاوے گا

مرتبہ کی بلندی بقدر اتباع سنئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع جس درجہ کی ہوگی اسی قدر اسکا مرتبہ دنیا و آخرت میں ہوگا۔

چنانچہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے زیادہ آپکی اتباع کی رسالت سے پہلے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و تعلق رکھتے تھے اور کبھی بھی آپ نے تکذیب نہ فرمائی۔ آپ کے لئے طرح طرح کی ایذائیں اور مشقتیں برداشت کیں اس لئے آپکو دنیا میں صدیق ہونے کا خطاب ملا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں نماز کی امامت آپ ہی نے فرمائی اور آپ باجماع صحابہ خلیفۂ اول ہوئے اور آخرت میں جو مرتبہ ملے گا اسکا تو پوچھنا ہی کیا ہے اسی طرح جو فرق مراتب صحابہ میں ہے تو اسی اتباع نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تفاوت کی وجہ سے ہے خوب سمجھ لیجئے

شاہ اسمٰعیل شہید قدس سرہٗ کا ارشاد عالی ایک عالم ربانی اتباع سنت کی ضرورت کو ان الفاظ میں ارشاد فرمارہے ہیں کہ

"راہ قبول منحصر اتباع سنت میں ہے۔ ظاہر میں، باطن میں، عقیدہ میں، عمل میں۔ بدعات و رسوم سے اعراض کرنا اس زمانہ میں اتباع سنت کی اصل ہے"

سبحان اللہ کتنی جامع اور مختصر عبارت میں اس مضمون کو ادا فرمادیا ہے اسمیں کچھ آگیا کوئی چیز چھوٹی نہیں مگر فہم و انصاف شرط ہے۔ اب ہم اتباع سنت کے چند واقعات جو ہمارے بزرگان دین سے ثابت ہیں نقل کرتے ہیں اس سے آپکو اتباع کی حقیقت کے سمجھنے میں انشاء اللہ آسانی ہوگی۔

بوعلی شاہ قلندرؒ کا قصہ ایک بزرگ تھے ان پر جلال خداوندی کا غلبہ رہتا تھا کوئی انکے سامنے رعب کیوجہ سے جاتا نہیں تھا ایک مرتبہ انکی مونچھ بڑھ گئی تھی اور مونچھ کا بڑھنا خلاف سنت و شریعت ہے اسلئے ایک متبع سنت

بزرگ ہمت وجرأت کرکے قینچی لیکران بزرگ کی خدمت میں گئے اور ایک ہاتھ سے داڑھی پکڑ کر انکی مونچھ کو کتر دیا اس کے بعد جب انکو ہوش آیا تو یہ دیکھکر خوش ہوئے اور برابر اپنی محاسن یعنی داڑھی کو پکڑ کر چومتے تھے اور بطور فخر کے یہ فرماتے تھے کہ شریعت محمدی کی راہ میں ایک مرتبہ پکڑی گئی ہے۔

سبحان اللہ! کیسے متبع شریعت بزرگ تھے انکو ذرا بھی ناگوار نہوا بلکہ اسطرح خوشی کا اظہار فرماتے تھے ہمکو بھی ان بزرگ کی تقلید واتباع اس میں کرنا چاہیئے۔

ترک سنت کی محرومی پس میں اتباع سنت کی اہمیت کو آپ حضرات پر واضح کرنا چاہتا ہوں خدا کرے آپکی سمجھ میں آجائے۔ ایک بزرگ تھے انھوں نے نہایت خشوع وخضوع سے نماز پڑھی شب میں دیکھا کہ نماز کی صورت مثالی ایک حسین عورت کی شکل میں سامنے آئی مگر آنکھیں نہیں تھیں تو کسی بزرگ سے جاکر اس خواب کو بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ تم نے آنکھ بند کرکے تو نماز نہیں پڑھی تو انھوں نے کہا ہاں ایسے ہی تو پڑھی ہے تاکہ خشوع سے نماز ادا ہو تو فرمایا اسی وجہ سے یہ بات ہوئی۔ آنکھیں کھول کر نماز پڑھنا سنت ہے اور تم نے خلاف سنت کیا اسلئے اسکا نتیجہ یہ ظاہر ہوا۔ غور فرمائیے کہ کتنی بڑی بات ہے کہ ایک سنت کے ترک سے کتنی زبردست محرومی ہوئی۔

برکات سنت سنت کی فضیلت اور سنیئے: مراقی الفلاح جو فقہ کی مشہور ومعروف کتاب ہے اس میں یہ حدیث لائے ہیں قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ اَیْ سُنَّتَہٗ فِیْ بَیْتِہٖ یُوْسَعُ لَہٗ فِیْ رِزْقِہٖ وَیَقِلُّ الْمُنَازَعَۃُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اَھْلِہٖ وَیُخْتَمُ لَہٗ بِالْاِیْمَانِ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص فجر کی دو رکعت سنت اپنے گھر میں پڑھے تو اسکے رزق میں وسعت کردی جائے گی اور اسکے اور اسکے گھر والوں میں منازعات[1] کم ہوجائیں گے (کم کیا ختم ہی ہوجائیں گے) اور تیسرا نفع یہ ہے) کہ اسکا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

---

[1] جھگڑے اختلافات

سبحان اللہ! اس قدر فوائد ہیں محض گھر میں سنت پڑھنے کے تو ظاہر ہے کہ سنت
رفرض پڑھنے کے کتنے فضائل و ثمرات ہوں گے۔ انھیں تینوں ثمرات پر
اغور تو فرمائیے کہ دنیوی و دینی کون سی ضرورت آپکی چھوٹی ہے۔ رزق میں
عت ہوگی آپس کے تنازعات کم ہوجائیں گے یا اسلئے کہ اگر رزق ہو بھی مگر آپس میں
گڑا فساد ہو تو پھر زندگی کرکری رہتی ہے، حیات کا لطف نہیں رہتا سب کچھ
، و دولت ہونے کے باوجود بھی اطمینان خاطر میسر نہیں ہوتا تو ہمارے آقا
ل مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے (آپ پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں) فرمایا کہ
یں ان سنتوں کو پڑھ لینے سے آپس کے منازعات و فسادات کم ہوجائیں گے
ضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری دنیاوی عشرت کا اس طرح انتظام فرمادیا
کتنا آسان طریقہ ارشاد فرمایا۔ اب رہی آخرت کی فلاح تو اسکو بھی بیان فرمادیا
جب ایسا کروگے تو قائمہ ایمان پر ہوگا پھر تو آرام ہی آرام ہے۔ اس طرح فلاح
یا و دین دونوں ہی میسر ہوگئی۔ یہ تو ایک سنت پر عمل کا نتیجہ ہے۔ مسلمانو! اگر حضور
ی اللہ علیہ وسلم کی کل سنتوں پر عمل کروگے تو تم کو کتنے فضائل حاصل ہوں گے اور
ن و دنیا میں کیسی کامیابی و نصرت حاصل ہوگی۔

ب دعا رکی فضیلت ایک اور حدیث سنئے، جس کو علامہ نووی نے کتاب الاذکار
میں ذکر فرمایا ہے۔ عن عمر ابن الخطاب رضی اللہ
ہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من دخل السوق فقال لا الہ الا اللہ
ہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد یحیی و یمیت وھو حی لا یموت
بدہ الخیر و ھو علی کل شئ قدیر۔ کتب اللہ لہ الف الف حسنۃ ومحا عنہ
ف الف سیئۃ و رفع لہ الف الف درجۃ۔ رواہ الحاکم یعنی حضرت عمرؓ سے روایت
ہے کہ جس نے بازار داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھ لی (لا الہ الا اللہ الخ خدا کے سوا
ئی معبود نہیں ہے جو اکیلا ہے، اسکا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کا ہے اور وہی
ق تعریف ہے، وہ جلاتا ہے وہی مارتا ہے، وہ زندہ ہے۔ اس پر موت کبھی طاری

نہیں ہوگی۔ اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے (وہ ہر چیز پر قادر ہے) تو دس لاکھ حسنہ اللہ تعالیٰ سکے لئے لکھیں گے اور دس لاکھ گناہ محو فرمادیں گے اور دس لاکھ درجے بلند فرما دینگے سبحان اللہ کیسی فضیلت اس کلمہ کی ثابت ہوئی

شریعت محمدیہ کی خوبی

اس قسم کی کثرت سے احادیث موجود ہیں اگر سنو اور سمجھو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور احکام کے عاشق ہوجاؤ اسکا طریقہ یہی ہے کہ ان احکام پر غور کرنا چاہیئے جنکو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں تو دیکھو چھوٹے سے عمل پر اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر اجر و ثواب عطا فرمایا ور اسکو سمجھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیوجہ سے جو دشواریاں پہلی امتوں کے لئے تھیں ہ منسوخ ہوگئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ سب نبیوں کے سردار ہیں اسلئے تم لوگ خیرالامم کہے گئے۔ یہ تمہارے لئے کم فضیلت کی بات ہے؟ کیا یہ باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی شریعت مقدسہ پر قربان ہونے کے لئے کم ہیں؟

بربادی کے اسباب

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی اور نافرمانی اختیار کرکے تو بہت کچھ نحوست حاصل کرلی آپس کے تعلقات و معاشرت کے متعلق جو احکام رسول تھے اسکو ترک کرکے دنیا کی خرابی بدلی اتفاق، اتحاد آپس کا رخصت ہوگیا۔ اطمینان قلب جاتا رہا۔ یہ سب پر عیاں[1] اور مشاہد ہے۔ اب آخرت کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے ظاہر ہے کہ یہ نافرمانی جہاں تک پہونچا دے کم ہے۔

تو آؤ اب ہم ملکر اتباع رسول کریں تاکہ سنت کے فیوض و برکات حاصل ہوں اور ہم دین و دنیا کی راحت و اطمینان حاصل کریں جو کچھ دینی و دنیوی خیر ہم کو مل سکتی ہے رسول اللہ صلی اللہ وسلم ہی کے ذریعہ مل سکتی ہے۔ پس متعین ہے کہ اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کریں اور آپ کی معرفت حاصل کریں

(باقی آئندہ)

---

[1] ظاہر اور نظر کے سامنے

اور خدا کی قسم نہ میں جھوٹا ہوں اور نہ کبھی جھٹلایا گیا ہوں لہٰذا میں ہی وہ شخص ہوں
جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ لہٰذا تم سڑک پر
جاکر دیکھو۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ حاجی لوگ تو حج کو جا چکے
ہیں راستہ چلنا بند ہوچکا ہے تو میں ٹیلہ پر چڑھ جاتی اور چاروں طرف دیکھتی
پھر ابوذر کے پاس آکر انکی تیمارداری کرتی۔ یہی سلسلہ چلتا کہ ایک دفعہ
میں نے سواریوں پر کچھ لوگوں کو آتے دیکھا میں نے اپنے کپڑے کو ہلایا اور اشارہ
سے انکو بلایا وہ لوگ تیزی سے میری طرف آئے اور انلوگوں نے مجھ سے کہا کہ
اے اللہ کی بندی تجھے کیا ضرورت پیش آئی؟ میں نے کہا کہ مسلمانوں میں سے
ایک شخص کا انتقال ہونے والا ہے آپ لوگ اسکا کفن دفن کردیجئے۔ لوگوں
نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ میں نے کہا کہ ابوذر۔ لوگوں نے پوچھا کہ
کون ابوذر؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی؟ میں نے کہا ہاں۔
لوگوں نے کہا ارے ان پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں اور فوراً میرے ساتھ
چلے آئے اور ابوذر کے پاس گئے اور سلام کیا انھوں نے مرحبا کہا اور کہا کہ آپ لوگوں
کو خوشخبری ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے ایک
جماعت سے یہ فرمایا تھا جس میں میں بھی موجود تھا کہ تم میں سے ایک شخص جنگل
میں مرے گا جس کے پاس مومنین کی ایک جماعت آپہنچیگی اور اب آج کے دن
ان لوگوں میں سے سب لوگ کسی نہ کسی بستی یا جماعت میں انتقال کر چکے ہیں
سوائے میرے پس میں وہ مرنے والا ہوں اور آپ لوگ عِصَابَۃُ المومنین
ہیں (یعنی آپ لوگ مومنین کی جماعت ہیں) اور اگر میرے پاس کفن کے لئے
کوئی کپڑا ہوتا یا میری بیوی کے پاس ہوتا تو میں اس میں کفن دیا جانا پسند کرتا
لہٰذا اس سلسلہ میں آپ حضرات سے مدد چاہتا ہوں اور آپ کو قسم دیتا ہوں کہ تم میں
سے وہ شخص مجھکو کفن دے جو کبھی امیر رہا ہو یا قاصد رہا ہو یا شناخت کنندہ
ہو یا نقیب رہا ہو اور واقعہ یہ تھا کہ اس قوم میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس نے

ان سب مناصب یا ان میں سے بعض سے حصہ پایا ہو بجز ایک انصاری شخص کے اس نے کہا کہ اے چچا جان میں آپ کو کفن دونگا اس لئے کہ الحمد للہ میں ان چیزوں سے متصف نہیں ہوں جو آپ نے بیان فرمائی ہیں میں آپ کو اپنی اس ذاتی چادر میں کفن دونگا یا دو کپڑے پیش کروں گا یا سوتی دو عبا میں کفن دونگا جس کے سوت کو میری والدہ نے خود کاتا ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا ہاں تم دے سکتے ہو۔ چنانچہ حضرت ابوذر کا انتقال ہوگیا تو ان انصاری نے اور جماعت کے ساتھ جو لوگ آئے تھے مل کر انھیں کفنایا اور یہی لوگ دیندار تھے انھیں دفن کر کے خوش خوش واپس گئے اس بشارت کیوجہ سے جو ابوذرؓ سے اپنے متعلق سنی تھی۔

نوے واں باب

(عبادت میں مشقت اٹھانے کا بیان)

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت معاذ ابن جبلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمکو خیر کے ابواب نہ بتا دوں میں نے عرض کیا کہ ہاں ضرور ارشاد فرمائیے۔ فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے صدقہ دلیل اور برہان ہے اور بندے کا شب کے وسط میں اٹھکر نماز پڑھنا ہر گناہ کو مٹا دیتا ہے۔

حضرت حارث ابی عبیدہ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ روزہ ڈھال ہے جب کہ انسان اسے غیبت وغیرہ کر کے خراب نہ کرے۔

حضرت حسنؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ چار چیزیں آخرت کا تو
ہیں روزہ جو کہ بدن کی صحت کا ذریعہ ہے اور صدقہ جو انسان اور دوزخ
درمیان آڑ ہے اور نماز جو کہ انسان کو اپنے رب کے قریب کر دیتی ہے ا
آنسو جو کہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

فقیہ ابو اللیثؒ فرماتے ہیں کہ کہا گیا ہے کہ طاعت کی اصل تین چ
ہیں خوف و رجا اور محبت۔ خوف کی علامت تو ترک محارم ہے اور رجا کی
علامت طاعت میں رغبت ہے اور محبت کی علامت شوق اور رغبت۔
اسی طرح معاصی کی اصل بھی تین چیزیں ہیں۔ کبر۔ حرص اور حسد۔ چنانچ
کبر تو ابلیس سے ظاہر ہوا تھا جبکہ اسے سجدہ کا حکم دیا گیا تو اس نے تکبر کیا ا
ملعون ہوا۔ اور حرص آدم علیہ السلام سے ظاہر ہوئی جبکہ انھوں نے جنت
میں دائمی قیام کی نیت سے شجر ممنوعہ کھالیا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ جنت سے با
کر دیئے گئے۔ اور حسد آدمؑ کے بیٹے قابیل سے سرزد ہوا اس نے اپ
بھائی کو قتل کر دیا یہاں تک کہ جہنم میں داخل ہوا۔ لہٰذا ہر شخص پر واجب
ہے کہ تمام معاصی سے اجتناب کرے اور عبادت میں خوب کوشش
کرے اور اسکو صرف اللہ تعالےٰ کے لئے کرے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی ا
علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جس شخص نے چالیس دن اللہ تعالےٰ کی عباد
اخلاص کے ساتھ کرلی تو اسکے قلب سے اسکی زبان پر حکمت کے چشمے جا
ہوں گے۔

اور کہا گیا ہے کہ تین اشخاص ہیں جو لوگوں کے قلوب میں اپنے سا
غصہ بوتے ہیں اور ناگواری پیدا کرتے ہیں اور بنی بنائی چیز کو ویران کرتے ہ
ایک تو وہ شخص جو لوگوں کے عیب بیان کرنے میں مصروف ہو۔ دوسرا
شخص جو اپنی کسی بات پر عجب کرتا ہو اور تیسرا وہ شخص جو اپنے عمل میں ریا
اور تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جو لوگوں کے قلوب میں محبت بوتے ہ

اور راحت و عافیت پیدا کرتے ہیں اور آسمان والوں کے نزدیک مرتبہ بناتے ہیں۔ ایک وہ شخص کہ اچھے اخلاق والا ہو۔ دوسرا وہ جو اپنے عمل میں مخلص ہو اور تیسرا وہ شخص جو متواضع ہو۔

حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اپنے نفسوں سے خود حساب لو قبل اسکے کہ تم سے حساب لیا جائے اسلئے کہ یہ تمھارے سلئے زیادہ آسان ہے اور حساب دینے کے وقت کے لئے مددگار ہے اور اپنے نفسوں کو خود وزن کرلو قبل اسکے کہ تمھیں وزن کیا جائے اور بڑی پیشی کے لئے تیار کرلو جس دن کہ تم پیش کئے جاؤگے اور تمھاری کوئی چیز مخفی نہ رہ جائیگی

حضرت یحییٰ بن معاذ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ لوگ تین قسم کے ہیں ایک شخص جس کیلئے فکر معاد فکر معاش سے مانع ہے۔ دوسرا وہ شخص کہ جس کو فکر معاش نے فکر معاد سے غافل کر رکھا ہے۔ تیسرے وہ شخص جسے دونوں کی فکر ہے اور وہ دونوں میں لگا ہوا ہے پس پہلا درجہ تو ان لوگوں کا ہے جو فائزین اور عابدین ہیں اور دوسرا درجہ ہالکین کا ہے اور تیسرا درجہ مخاطرین کا ہے یعنی ایسے لوگ جو خطرے میں ہیں کہ جدھر کا پلہ بھاری ہوگیا اسی میں شمار کئے جائیں گے۔

حضرت حاتم زاہد سے منقول ہے کہ چار چیزیں ہیں جن کی قدر چار ہی شخص جان سکتے ہیں۔ ایک قدرِ جوانی کہ اسے بوڑھا شخص ہی جان سکتا ہے۔ دوسرے قدر عافیت کہ اسے اہل مصیبت ہی سمجھ سکتے ہیں۔ تیسرے قدرِ صحت کہ اسے اہل مرض جان سکتے ہیں۔ چوتھے قدر زندگی کہ اسے موتی ہی سمجھ سکتے ہیں۔

فقیہ ابو اللیث فرماتے ہیں کہ یہ مذکورہ بالا باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ماخوذ ہیں کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔ اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔ اپنی صحت کو بیماری سے پہلے اپنی وسعت اور فراخی کو فقیری سے پہلے اور اپنی فراغت کو مشغولی سے

پہلے اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے لہٰذا ہر انسان کو چاہیے کہ اپنی زندگی کو بہرحال غنیمت سمجھے اور جو وقت اسے مل رہا ہے اسکی ہر گھڑی کو غنیمت جانے اور برابر اسکی فکر میں رہے کہ اب اگلی گھڑی میں میرا کیا حال ہونا چاہیے اور مرنے والوں کی حسرت کو سوچا کرے کہ وہ لوگ دو رکعت نماز پڑھنے یا ایک بار لا الہ الا اللہ کہنے کی مقدار کے بقدر زندگی کی تمنا کرینگے اور وہ انھیں نہ مل سکے گی، اب تم اسے پائے ہوئے ہو لہٰذا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کوشش کرو قبل اسکے کہ تمھارے پاس بھی اس حسرت و ندامت کا وقت آئے۔

حضرت حاتم سے کہا گیا کہ آپ نے اپنے عمل کی بنیاد کس چیز پر رکھی ہے انھوں نے فرمایا کہ چار چیزوں پر، ایک تو یہ کہ میں جانتا ہوں کہ میرے لئے رزق مقرر کر دیا گیا ہے جو کسی دوسرے کو نہیں مل سکتا جس طرح سے کسی دوسرے کا رزق مجھے نہیں مل سکتا بس میں نے اسی پر اعتماد کر لیا اور اسکی طرف سے بے فکر ہو گیا۔ دوسرے یہ کہ میں نے یہ جان لیا کہ کچھ چیزیں مجھ پر فرض ہیں جو مجھی کو ادا کرنی ہیں کوئی دوسرا سے ادا نہیں کر سکتا لہٰذا میں اس میں مشغول ہو گیا۔ تیسرے یہ کہ میں نے یہ سمجھ لیا کہ میرا رب ہر وقت مجھے دیکھ رہا ہے۔ پس میں نے اس سے شرم کی (اور نافرمانی سے بچا) چوتھے یہ کہ میں نے جان لیا کہ اس زندگی کے بعد میری موت کا ایک وقت مقرر ہے اور وہ تیزی سے میری طرف چلا آ رہا ہے پس میں بھی تیزی سے اسکی تیاری کرنے لگا

فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ "میں بھی تیزی سے اس کی طرف چلنے لگا" اسکا مطلب یہ ہے کہ اعمال صالحہ کی تیاری کرنے لگا اور اللہ تعالیٰ کی ممنوعات سے بچنے لگا اور اللہ تعالے سے تضرع اور انکساری کرنے لگا کہ مجھکو اسی حال پر قائم رکھے اور میرا خاتمہ بالخیر فرمائے

اور بعض حکماء نے کہا ہے کہ کوئی انسان عبادت کی حلاوت نہیں پا سکتا تاآنکہ وہ عبادت میں حسن نیت کے ساتھ داخل نہو، اور اس کی توفیق

کو خدا کی جانب سے سمجھے۔ خوف کے ساتھ عمل کرے اور اخلاص کے ساتھ اسے پیش کرے کیونکہ وہ جب اس نیت کے ساتھ داخل ہوگا تو سمجھے گا کہ اللہ تعالے نے اسے اس امر کی توفیق دی اور جب اسے خدا کا احسان سمجھے گا تو اسکے قلب میں شکر کا داعیہ پیدا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس میں زیادتی ہوگی اسلئے کہ فرمایا ہے کہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ کہ اگر تم شکر کروگے تو میں تمھیں وہ نعمت اور زائد دونگا اور اگر کفران نعمت کروگے تو سن لو کہ میرا عذاب بہت سخت ہے اور جب انسان اپنے عمل کو خشیت کے ساتھ کرے گا تو اللہ پر اسکا ثواب لازم ہو جائے گا کیونکہ اس نے فرمایا ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ اللہ نیکو کاروں کے اجر کو ضائع نہیں فرمائے گا۔ چنانچہ دنیا کا ثواب اور اجر یہ حلاوت فی العبادت ہے اور آخرت کا ثواب جنت ہے اور جب اخلاص کے ساتھ اسے پیش کرے گا تو اللہ تعالے اسے قبول فرمائیں گے جسکی علامت یہ کہ اسے اس سے بڑھکر طاعت کی توفیق دی جائیگی۔ اور کہا گیا ہے کہ تین چیزیں دھوکے کی علامت ہیں ایک یہ کہ انسان ایسی چیز جمع کرے جس میں اسے کچھ نفع نہ ہو اور نہ بعد میں اسکے کام آسکے۔ دوسرے یہ کہ اسکے گناہ اتنے زیادہ ہوں سے ہلاک کر کے رکھدیں۔ تیسرے یہ کہ جس عمل سے اسکی نجات ہوتی اسے چھوڑ بیٹھے۔ اور جس شخص کی توجہ اللہ تعالے کی جانب ہو اسکی علامت تین خصلتیں ایک یہ کہ اپنے قلب کو فکر آخرت کے لئے وقف کر دے اور اپنی زبان کو ذکر اللہ کے لئے اور بدن کو خدمت کے لئے۔

اور کہا گیا ہے کہ جو شخص اپنے کو دھوکے میں ڈالے ہوئے ہے اسکی تین نشانیاں ہیں ایک یہ کہ شہوات کی جانب دوڑے اور کھیلنے سے مامون رہے۔ یہ کہ توبہ میں ٹال مٹول کرے یہ سمجھکر کہ ابھی تو بہت دنوں زندہ رہنا ہے۔ تیسرے آخرت میں نجات کی امید رکھے اور دنیا میں عمل سے کورا ہو

بعض حکماء نے فرمایا ہے کہ جو شخص تین چیزوں کا دعویٰ کرے بغیر تین چیزوں کے تو سمجھ لو کہ شیطان اسکے ساتھ مذاق کر رہا ہے۔ ایک وہ جو ذکر اللہ کی حلاوت کا دعویٰ کرے اور ساتھ ساتھ دنیا کی محبت میں مبتلا ہو۔ دوسرے وہ شخص جو خالق کی رضا کا مدّعی ہو اور اپنے نفس پر غصہ نہوا ہو۔ تیسرے وہ شخص جو مخلوق کی تعریف کو پسند کرتا ہو اور اخلاص کا مدعی ہو۔

حضرت ابو نضرۃ سے مروی ہے فرماتے ہیں جس شخص کے اندر چار چیزیں موجود ہوں اور وہ انکیں زیادتی خیر کا ذریعہ نہ بنائے تو ایسا شخص ہے کہ اللہ نے جس کے عمل کو قبول نہیں کیا۔ ایک وہ شخص جس نے غزوہ کیا اور غزوہ سے لوٹ کر خیر میں نہیں لگا تو یہ علامت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اسکا غزوہ قبول نہیں فرمایا (ورنہ خیر کی توفیق ضرور ہوتی) اور دوسرا وہ شخص جس نے رمضان کا روزہ رکھا اور آئندہ اسکے نیک کاموں میں زیادتی نہ ہوئی ہو تو یہ بھی علامت ہے کہ اللہ نے اسکا روزہ قبول نہیں فرمایا۔ تیسرے وہ شخص جس نے فرض حج ادا کیا اور اسکے بعد اسکو زیادتیٔ خیر نہیں ہوئی تو یہ بھی علامت ہے کہ اسکا حج قبول نہیں ہوا۔ چوتھا وہ شخص جو بیمار ہوا پھر صحت پائی لیکن اسکے بعد اسکے عمل خیر میں زیادتی نہیں ہوئی تو یہ علامت ہے کہ اسکا مرض کفارۂ سیئات نہیں ہوا۔

کہا گیا ہے کہ عاقل کو چار چیزیں لازم ہیں تاکہ اسکا عمل صحیح اور درست ہو اور اسکی کوشش بیکار نہ جائے۔ ایک علم تاکہ وہ عمل کیلئے رہنما بنے دوسرے توکل تاکہ عبادت میں اسے یکسوئی نصیب ہو اور مخلوق کیطرف سے بے فکری تیسرے صبر یعنی استقامت تاکہ عمل پورے طریقہ سے اطمینان کے ساتھ ادا کرسکے چوتھے اخلاص تاکہ آخرت کا اجر نصیب ہو۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے بھی اللہ تعالےٰ سے جنت طلب کی اس نے عمل میں خوب کوشش کی اپنے کو لاغر کیا اور پگھلا کر رکھدیا اور

مرتے دم تک اسی پر قائم رہا۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو تم نے نہیں سنا فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا یعنی وہ لوگ جو کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر استقامت برتتے ہیں۔

بعض حکمار نے فرمایا ہے کہ اس شخص کی علامت جو استقامت اختیار کرے یہ ہے کہ وہ مثل پہاڑ کے ہو اس لئے کہ پہاڑ کی چار علامات یعنی صفات ہیں ایک یہ کہ وہ گرمی سے پگھلتا نہیں اور ٹھنڈک سے جمتا نہیں، ہوا اسکو اڑا نہیں سکتی، سیلاب اسکو بہا نہیں سکتا۔ یہی حال اس شخص کا ہے جو مستقیم رہے کہ اسمیں بھی چار صفتیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ جب اس پر کوئی احسان کرتا ہے تو اس احسان کیوجہ سے وہ ناجائز طور پر اسکی طرف مائل نہیں ہوتا دوسرے یہ کہ جب اسکے ساتھ کوئی شخص برائی سے پیش آتا ہے تو یہ اس وقت ایسی کوئی بات نہیں کہتا یا کرتا جو شرعًا جائز نہو۔ تیسرے یہ کہ اسکی نفسانی خواہش اسے خدا کے حکم سے روکتی نہیں۔ چوتھے یہ کہ دنیا کی حقیر چیزیں اسکو اللہ کی طاعت سے نہیں روک سکتیں۔

کہا گیا ہے کہ سات چیزیں ایسی ہیں جو نیکیوں کا خزانہ ہیں اور کتاب اللہ کی رو سے ان میں سے ہر ایک واجب ہے۔ ایک اللہ کی عبادت میں اخلاص اختیار کریں اسکے متعلق حق تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَاءَ (یعنی نہیں حکم دیئے گئے وہ لوگ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس حال میں کہ عبادت کو اسی کے لئے خاص کر دیں اور سب طریقوں سے منہ موڑ کر صرف اسی کی جانب رخ اختیار کریں۔ دوسرے والدین کے ساتھ سلوک کرنا اسکے متعلق فرماتے ہیں کہ اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی میری ہی جانب تمھیں لوٹ کر آنا ہے

(باقی آئندہ)

ایک مقام پر حضورؐ سفر میں تھے اور اونٹ کم تھے اور سوار زیادہ تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باری مقرر کر دی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی دو آدمی مقرر ہوئے، اللہ اکبر غور کیجئے کہ حضور نے کیا مساوات کو عمل میں لاکر دکھایا ہے آج دعوے تو بہت ہیں جن کو سن کر معلوم ہوتا ہے کہ جنید اور شبلی یہی ہیں لیکن کام کے وقت سب سے پیچھے ہیں صاحبو!

ہمارے بزرگوں نے ہمیشہ کام کیا ہے نام نہیں کیا اور آج نام ہی نام مقصود ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کام کیا ہے۔ اور سلف نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ ابھی پچیس تیس برس پہلے لوگ کام کرتے تھے لیکن یہ نام و القاب سکریٹری وغیرہ کہیں نہ تھے، میں ان لفظوں پر اعتراض نہیں کرتا لیکن اگر عمل نہ ہو تو بیشک اعتراض ہے پہلے لوگ جو کچھ کر گئے وہ آج نظر بھی نہیں آتا۔ ہم لوگ آج محض ضابطہ کے مولوی ہیں۔ اور پہلے بے ضابطہ کے مولوی ہوتے تھے لیکن ان کی استعداد وں کا آج عشر عشیر بھی نہیں دیکھا جاتا۔ ہم نے اپنے بزرگوں سے متعلق سنا ہے کہ بازار سے پتے اٹھا کر لاتے تھے ان کو پکا کر کھاتے تھے اور بخاری شریف کو لکھ لکھ کر پڑھتے تھے۔ اور آج تو کتاب میں ایک غلطی نکل آئے تو وہ بھی نہیں بنائی جاتی۔ وجہ یہی ہے کہ وہاں خلوص تھا اور یہاں ضابطہ ہے۔ سو ضابطہ میں خلوص کہاں نام تو سب سے بڑا اور کام کے وقت سب سے پیچھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے کبھی نہیں جتلایا کہ ہم تم کو اپنے برابر سمجھتے ہیں لیکن کر کے دکھا دیا۔ اب کرنے میں تو کم ہیں مگر ظاہر بہت زیادہ کرتے ہیں۔ کیونکہ کام کرتے ہیں محض مخلوق میں نام پیدا کرنے کو اور نام کہنے سے زیادہ ہو گا۔ غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کام کر کے دکھا دیا کہ آپ کے اونٹ میں دو اور شریک تھے حضور نے اس پر یہ عمل کیا کہ تھوڑی دیر خود سوار ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد پھر اترے اور ان سے فرمایا کہ اب تم سوار ہو۔

انھوں نے عذر کیا تو حضور نے فرمایا کہ بھائی تم ہمت میں مجھ سے زیادہ

نہیں اور میں اجر سے مستغنی نہیں ہوں کہ تم تو ثواب لوٹو اور میں ثواب نہ لوں۔ اللہ اکبر کیا ٹھکانا ہے۔

عبدیت کاملہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا کمال یہی عبدیت کاملہ ہے خوب کہا ہے۔

ایک شخص نے ایک نصرانی سے کہا کہ تم جو خدا کہتے ہو عیسیٰ علیہ السلام کو تو ناقص خدا کہو گے اور ہم کہتے ہیں بندۂ کامل تو تم ہی انصاف کر لو کہ کمال کی نسبت کرنا بہتر ہے یا کہ نقص کی نسبت کرنا تو ہم ساری دنیا کے سامنے کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا کمال، کمال عبدیت ہے۔ ہم کسی درجہ میں بھی آپ کے لئے اُلوہیت ثابت نہیں کرتے تو اس عبدیت کاملہ کے سبب آپ اس پر قانع نہیں ہوئے کہ اتنے غیر متناہی کمالات میں اگر ایک چھوٹا سا عمل تناوب[1] رکوب کا کمال نہ ہوا تو کیا حرج ہے۔

حضور کو عشق کامل ہے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ اس لئے آپ سے کوئی ادنیٰ جزو بھی حکم کا ترک نہیں ہو سکا۔ ہم لوگ بے حس ہیں کیونکہ عشق نہیں اس لئے ہم کبھی نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی اختیار فرمایا اور ہماری یہ حالت ہے کہ جتنا جانتے جاویں چاہیئے کہ اجر کی رغبت بڑھتی مگر بالعکس ہم تو مُنیہ میں نفل کی تعریف پڑھنے سے کہ کرنے سے ثواب اور نہ کرنے میں گناہ نہیں۔ بات حاصل ہوئی تھی کہ اس روز سے نفلیں چھوٹ گئیں۔ تو وجہ یہ ہے کہ ہم کو کامل محبت نہیں اور حضور کو محبت کامل ہے اس لئے آپ کا دل ایک ذرا سا درجہ چھوڑنے کو بھی نہیں چاہا یہ کام کہ اپنے ساتھی کو سوار کر دینا بالکل معمولی بات ہے ہم تو اگر میں اپنے کسی شاگرد کے ساتھ ہوں تو باوجود دیکھ ہمارے ذمہ بھی ہے کہ اس کو بھی

---

[1] باری باری سوار ہونا۔

دیں مگر سب سے اول اپنے ہی کو کہتا ہوں کہ اس کو پوچھیں بھی نہیں اور یہ واقعی بات ہے اللہ اکبر کیا چیز ہم میں سے کم ہو گئی۔ ذرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت کی یہ حالت تھی کہ اتنے بڑے کامل اور تعظیم کے معمولی الفاظ کی نسبت بھی فرماتے ہیں۔ کہ ایسا نہ کہو باقی ہماری ہدایت کے لئے اپنے کمالات بھی ظاہر فرماتے ہیں۔

فطری مذاق

یہ دوسری بات ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فطری مذاق یہی ہے کہ آپ نے کبھی مخدوم ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور ہم لوگوں کی تو یہ حالت ہے کہ ذرا سی بات میں زبان پر یہ لفظ آتا ہے کہ تم ہم کو نہیں جانتے ہم کون ہیں۔ اس کے جواب میں ایک حکایت یاد آگئی کہ ایک شخص نے ایک بزرگ سے ان کی ایک نصیحت پر کہا تھا کہ اَمَا تَعْرِفُنِیْ (تم مجھ کو نہیں جانتے اور انھوں نے کہا کہ میں جانتا ہوں۔

اَوَّلُکَ نُطْفَۃٌ مَذِرَۃٌ۔ وَاٰخِرُکَ جِیْفَۃٌ قَذِرَۃٌ۔ وَاَنْتَ بَیْنَ ذٰلِکَ تَحْمِلُ الْعَذِرَۃَ

یعنی اول تیرا ایک نطفہ ہے اور انتہا ایک گندی لاش ہے اور درمیان کی حالت یہ ہے کہ پیٹ میں پاخانہ لئے پھرتا ہے تو میں اول سے آخر تک تمہارے پر بزرول کو جانتا ہوں تو جب کسی کے دل میں ایسا وسوسہ آوے تو خود ہی جواب دے لے۔ خوب کہا ہے ؎

زخاک آفریدت خداوند پاک
پس اے بندہ افتادگی کن چو خاک

" خدائے پاک نے تجھے مٹی سے پیدا کیا ہے اس لئے اے بندے مٹی کی طرح ذلت اختیار کر تکبر نہ کر "

اور واقعی ہمارے پاس فخر کی ہے ہی کیا چیز ہم کو۔ اگر شرافت نسب پر دعویٰ ہے تو اول تو اس کا ثابت ہونا ہی مشکل ہے۔ پھر بعد ثبوت ذرا تاریخ اٹھا کر دیکھئے کہ جن کی طرف منسوب ہیں ان میں سے بہت کی نسبت اہل تاریخ نے کس قدر اختلاف کیا ہے اور اگر سب اجزاء ثابت بھی ہو جاویں تو یہ کیا فخر ہے کہ

م فلاں کی اولاد ہیں جب کہ ہم ویسے نہ ہوں سو

لَئِنْ فَخَرْتَ بِآبَاءٍ ذَوِي نَسَبٍ
لَقَدْ صَدَقْتَ وَلٰكِنْ بِئْسَ مَا وَلَدُوْا

”اگر تم عالی نسب آباؤاجداد ۔ ۔ ۔ ۔ پہ فخر کرتے ہو تو ٹھیک ہے، سچ کہتے ہو لیکن جسے ان لوگوں نے پیدا کیا ہے (یعنی تم) وہ تو برا شخص ہے۔“

تو ایسے شخص کو تو کبھی کہنا ہی نہ چاہیئے کیونکہ یہ ناخلف ہونے کا دعویٰ ہے ہیں یہ نہیں کہتا کہ شریف النسب ہونا کوئی چیز نہیں۔
ضرور ہے آج بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ اس کو مٹاتے ہیں تو یہ بھی غلطی ہے۔ لیکن کہتا یہ ہوں کہ یہ فخر کی چیز نہیں۔ ہاں ایک نعمت ہے اس پر خدا کا شکر کرو لیکن غریبوں پر فخر اور ان کی تحقیر نہ کرو۔ اسی طرح تمام مفاخر کو سمجھ لو۔ غرض ہم کیا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم ایسے ہیں مگر یہ وہ بلا ہے کہ ہم میں سے شاید کوئی اس سے خالی ہو۔

حتیٰ کہ تواضع جو کہ فخر کی ضد ہے ہم اس میں بھی فخر کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور یہ بات آپ کو نئی معلوم ہوگی لیکن بہت پرانی ہے۔ یعنی یہ کہ ہماری تواضع بھی تکبر ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص تعریف کرے تو کہتے ہیں کہ صاحب میں تو محض نالائق ہوں مگر دل سے وہ ہرگز ایسا نہیں سمجھتا۔ چنانچہ جو شخص یہ کہے وہ غور کرکے دیکھ لے کہ دل سے کہتا ہے یا زبان سے۔

اگر محض زبان سے ہے تب تو ظاہر ہے کہ تکبر ہے اور اگر دل سے ہے تو امتحان یہ ہے کہ وہ تعریف کرنے والا ذرا پلٹ کر کہہ دے کہ ہاں جناب آپ بڑے نالائق ہیں مجھ کو معلوم نہ تھا اس لئے تعریف کرتا تھا۔ بس اب دیکھئے ان کی حالت کیا ہوتی ہے۔ حضرت گولی مارنے کو تیار ہو جاویں گے اور عمر بھر کو پس میں بغض ہو جاوے گا۔

پس جب ہماری تواضع بھی تکبر ہے تو تکبر کیا کچھ ہوگا۔ سو ہماری تو یہ حالت ہے
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں باوجودیکہ کون سی خوبی نہ تھی۔

حسن یوسف دم عیسٰی ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

"آپ یوسف جیسا حسن عیسٰی جیسا دم (پھونک) موسٰی جیسا
ید بیضا رکھتے ہیں علیہم السلام، سارے حسین جو خوبیاں رکھتے
ہیں وہ سب آپ کے پاس موجود ہیں۔"

آپ کی یہ کیفیت ہے کہ ہر چیز میں افتقار کا اظہار فرماتے ہیں۔ چنانچہ سواری میں دیکھئے کیا فرمایا اور خیر یہ تو اجر ثواب آخرت کی بات ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک اپنے افتقار کو ظاہر فرمایا ہے کہ بعد کھانے کے فرمایا کرتے تھے غَيْرَ مُوَدَّعٍ وَغَيْرَ مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا۔

اے اللہ ہم اگلے وقت بھی اس سے مستغنی نہیں تو کھانا جو بہت ہی سرسری چیز ہے۔ آپ اس کو بھی نعمت عظمیٰ سمجھتے ہیں اور اس کی طرف بہت احتیاج ظاہر فرماتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مجبور کر کے سوار کیا۔

صحابہ کا ذوق

ادھر صحابہ کا مذاق یہ تھا کہ وہ اصلی عاشق تھے جب انھوں نے دیکھا کہ حضور کو اسی میں راحت ہے بس وہ بھی سوار ہو گئے۔

اور ہماری حالت بزرگوں کے ساتھ یہ ہے کہ ایسے موقع پر اصرار کے ساتھ ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور غضب تو یہ ہے کہ بعضے بزرگوں کی بھی یہ حالت ہے کہ وہ جو اپنے چھوٹوں کے ساتھ تواضع کرتے ہیں تو وہ بھی دل سے نہیں ہوتی، اگر دل سے ہو تو اس میں اثر ایسا ہوتا ہے کہ اکثر تو فوراً ہی مان لیا جاوے اور بعض جگہ چھوٹے تکلف کرتے ہیں۔

میں ایک بزرگ کے پاس گیا وہ پائنتی بیٹھے ہوئے تھے اور مجھے سرہانے

بابا۔ میں نے عذر کیا آخر انھوں نے تندی سے فرمایا ۔ میں بیٹھ گیا۔ اس کے بعد
نے غالباً فرمایا کہ میاں آؤ ہم تم کو ایک حکایت سناویں پھر عالمگیر اور دارا
کا قصہ سنایا کہ یہ دونوں عطائے سلطنت کی دعا کرانے کے لئے ایک دوسرے
بے خبری میں ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان بزرگ نے ان کی شہزادگی
دب سے سرہانہ چھوڑ کر ان کو بٹھانا چاہا۔ دارا شکوہ نے تو تکلف کیا پھر
اس نے درخواست کی تو ان بزرگ نے فرمایا کہ میں تو تخت پر بٹھاتا تھا مگر
ے نہ مانا ۔
عالم گیر کو جب بٹھانا چاہا یہ فوراً سرہانے بیٹھ گئے پھر جب درخواست کی تو
نے فرمایا تم تو تخت ہی پر بیٹھے ہو تو دارا شکوہ کا ادب تو ظاہری تھا اور
بے ادبی یعنی مخالفت اور عالم گیر کا ادب ظاہری تو نہ تھا لیکن باطنی تھا یعنی
نت پھر یہ ... ان بزرگ نے فرمایا کہ جو کچھ اپنا بزرگ کہے اس میں کوئی
ہوتا ہے۔
لیکن یہ موافقت اس وقت ہے جب کہ دل سے ہو، بناوٹ سے نہ ہو،
بزرگوں کا ادب یہ ہے کہ جب وہ دل سے کہیں مان لے مگر ہم نے تو یہ سبق
ا ہی نہیں ۔ الا ماشاء اللہ ہم اپنے استاذ مولانا صاحب کے آنے سے تعظیماً کھڑے
جاتے لیکن جب معلوم ہوا کہ ان کو بار ہوتا ہے تو اس کو ترک کر دیا محبت تو
ہے کہ جس سے ان کو راحت ہو ہمارے استاذ ابتدائی کتابوں کے تھانہ بھون کی
مع مسجد سے جوتہ اپنا لے کر چلے۔ ایک معتقد صاحب آئے اور جوتہ لینے لگے
نھوں نے تواضع سے انکار فرمایا معتقد صاحب نے جھٹکا دے کر چھین لیا
ن میں تو ادب وہی ہے کہ جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سیکھا کہ جو فرمایا
ضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بس بہت اچھا سبحان اللہ عجیب وغریب شان تھی
اشق اسی کو کہتے ہیں ۔
مجھے ایک بزرگ کی حکایت یاد آئی کہ ان کے ایک شاگرد آئے دیکھا کہ شیخ

پر فاقہ ہے وہ فوراً اٹھے اور گھر سے کھانا لائے۔ شیخ نے فرمایا کہ کھانے کی مجھ کو حاجت تو ہے مگر قبول سے ایک امر مانع ہے وہ یہ ہے کہ جب تم اٹھ کر چلے تو مجھ خطرہ ہوا کہ تم کھانا لینے جاتے ہو اور اس سبب سے نفس کو انتظار رہا اور میں قبول ہدیہ کی شرط فرمائی گئی ہے۔

مَا اٰتَاكَ مِنْ غَيْرِ اِشْرَافِ نَفْسٍ فَخُذْهُ

"جو تمہارے پاس آجائے بغیر دلی انتظار کے اسے لے لو۔"

اور مجھ کو اشراف ہو گیا۔ وہ شاگرد معاً کھانا اٹھا کر واپس چل دیئے۔ جب نظر سے غائب ہو گئے پھر لوٹ کر آگئے۔ اور عرض کیا کہ حضرت اب تو نا امیدی ہو گئی۔ اشراف نہ رہا تھا اب لے لیجئے۔ شیخ اور شاگرد دونوں متبع سنت تھے حضرت یہ اتباع سنت ایک ہم ہیں کہ ہم نے سنت میں بھی انتخاب کر رکھا ہے کہ معاشرت کہیں اس کا نام ہی نہیں صاحبو!

سنت تو یہ ہے کہ ہر چیز میں اتباع ہو، چنانچہ ان بزرگ کا اتباع دیکھ ہم ہوتے تو شاید فرض بھی یاد نہ آتا۔ اور سنت تو درکنار مگر انھوں نے کہا اس وقت لینا سنت کے خلاف ہے کیونکہ اشراف نفس ہے اور ان سے بڑھ کر ا کے شاگرد کا ادب اور اتباع سنت دیکھئے کہ پھر اصرار نہ کیا ہم جیسے وہاں ہوتے ہاتھ پکڑتے منت کرتے۔ غرض جس طرح ہوتا ان کے سر کرکے آتے لیکن ان ادب دیکھئے کہ عرض کیا کہ حضرت بہت اچھا اٹھا کر سیدھے گھر چل دیئے۔ آپ ہوں گے کہ عجب بے مروت تھے لیکن سو

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

"اپنے اوپر بزرگوں کو قیاس مت کرو۔"

اس ادب اور خدمت کے جمع کرنے پر ان کو جوش اٹھا اور سینہ سے لگا اور فرمایا کہ واقعی جب کوئی خدمت کرنا چاہتا ہے تو اس کی ہزاروں صورتیں ایک ہم ہیں کہ ستا کر خدمت کرتے ہیں۔

صحابہ کا طرز یہ تھا کہ وہ آپ کی مرضی کو دیکھتے تھے۔ حتیٰ کہ جس وقت ہنسی کا موقع دیکھتے تھے

اس وقت بے تکلفی کا معاملہ کرتے تھے۔۔۔۔ چنانچہ آپ نے ایک صحابی کی کوکھ میں انگلی چبھو دی، انھوں نے کہا کہ میں بدلہ لوں گا۔ آپ نے اجازت دی انھوں نے کہا کہ میرے بدن پر تو کرتہ نہ تھا۔ آپ نے کرتہ اتار دیا وہ دوڑ کر لپٹ گئے اور بوسہ دیا۔ اور عرض کیا کہ میرا تو یہ مطلب تھا۔ تو صحابہ کی حالت یہ تھی۔ اتنے بے تکلف تھے اور ایک قصہ ہے کہ صحابہ میں ایک شخص تھے۔ فارس کے رہنے والے وہ شوربہ اچھا پکاتے تھے۔ ایک بار وہ حضور کی دعوت کرنے آئے۔ آپ نے حضرت عائشہ کے لئے بھی اجازت چاہی، انھوں نے انکار کر دیا۔ آپ نے دعوت سے انکار کر دیا۔ وہ چلے گئے پھر لوٹے اور اسی طرح دو تین بار ہوا۔ تیسری مرتبہ میں حضرت عائشہ کو بھی اجازت دی تو آپ نے اتنا بے تکلف کر رکھا تھا۔ اور اس قدر آپ نے ایک خاص حکمت سے بے تکلف فرمایا تھا اس حکمت کو میں نے کہیں کتاب میں نہیں دیکھا لیکن اب خواب میں اس کا القا ہوا میں نے انگلستان کی ایک شہزادی کو خواب میں دیکھا کہ اسلام پر شبہ کرتی ہے، میں نے کہا کہ وہ کیا شبہ ہے؟

کہا کہ حضور مزاح فرماتے تھے اور یہ متانت کے خلاف ہے اور نبوت کے لئے متانت لازم ہے، میں نے کہا کہ یہ شبہ جب ہو سکتا ہے کہ جب آپ مزاح اور ہنسی کو مقصود سمجھتے ہوں وہ تو ایک حکمت کی وجہ سے تھی کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے ایک رعب عطا فرمایا تھا چنانچہ حضورؐ کی ہیبت مشہور ہے اس حالت میں ممکن نہ تھا کہ لوگ دین کی باتیں پورے طور پر بے تکلف دریافت کرتے۔

اس لئے مزاح کے واسطے سے آپ لوگوں کو بے تکلف بناتے تھے تو اس کی تسلی ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو یہ حکمت تھی کہ ہماری اس بے تکلفی سے محبوب راضی ہوں۔

(بقیہ آئندہ)

علامہ مناوی کہتے ہیں کہ آپ کی کرامتوں میں یہ ہے کہ اہل شرف میں سے ایک شخص
آپ کی اہلیہ سے نکاح کرنا چاہا۔ عصر بعد مقس کی جامع مسجد میں شیخ کی تربت کے
منے کھڑا تھا (اس پر غنودگی سی طاری ہوگئی) تو شیخ نے فرمایا کہ تجھ پر ساری دنیا
ہوگئی۔ تو نے سوائے میری ہم بستر کے اور کسی کو نہ پایا اور اس کے پہلو میں ایک نیزہ
اذہ گھبرا کر جاگ اٹھا تو اس کے پہلو میں زخم جلی ہوئی کلیجی کے رنگ کا نمایاں تھا وہ
وطن لے جایا گیا تو راہ میں مرگیا۔ علامہ مناوی کہتے ہیں کہ یہ اس لئے کہ درویشوں کے
ئے ہوئے زخم کا یہ خاصہ ہے کہ ان پر کبھی کھرنڈ آتا ہے نہ ان میں کوئی دوا فائدہ دیتی
ہے ان میں ان کی روح کارفرما ہوتی ہے اور یہ ایک واقف کار بتا رہا ہے۔

ارباب حکومت میں سے کسی نے کھانے کی تیاری کے وقت پر آپ کے لئے آٹھ گھڑے
بھیجا تھا وہ سب کے سب زمین پر گر کر ٹوٹ گئے اور شہد خریدنے کا وقت نہ رہا
آپ دریائے نیل کی طرف تشریف لے چلے اور فرمایا گھڑے ساتھ لے آؤ۔ گھڑوں کو اسکے
سے بھر دیا تو ان لوگوں نے ان میں شہد پایا اور اس سے کھانا تیار کیا فرمایا اللہ تعالیٰ
شکر ہے کہ اس نے ہم کو حکام کے شہد سے بچا لیا[۱]۔ شیخ محمد بن عنان کی وفات ایک
دس سال کی عمر میں ۹۲۲ھ میں ہوئی اور مقسم کی جامع مسجد میں باب البحر کے قریب
ن ہوئے ہیں نماز جنازہ میں بڑے بڑے امام وقت اور سلطان طومان بائی بھی شریک
۔ سلطان نے شیخ کا پیر کھولا اور اس پر اپنے رخسار ملتا رہا اور یہ دن بھی مصر میں
ے ہجوم کا دن تھا۔

محمد بہاء الدین مجذوب

صاحب کشف ولی متقی تھے جو کہتے تھے اس کے خلاف نہ ہوتا تھا جب کوئی بات

---

[۱] کیونکہ حکام کی آمدنی اکثر مشتبہ ہوتی ہے جبر و ظلم و رشوت وغیرہ کا شبہ ہوتا ہے۔

بیان کی ہے وہ ویسی ہی ہوئی ہے اور جب کسی حاکم کے لئے فرماتے کہ ہم نے تم کو معزول کر دیا ہے تو وہ اسی دن یا اسی ہفتہ معزول ہو جاتا تھا یا یہ فرماتے کہ ہم نے تم کو حاکم مقرر کر دیا تو قریب ہی زمانہ میں وہ مقرر ہو جاتا تھا۔

شعراوی نے بیان کیا ہے کہ یہ آپ کے ساتھ ایک ولیمہ میں شریک تھے آپ نے ایک پانی والا گھڑا اٹھایا اور چھت کی طرف کو پھینک دیا۔ ایک عالم موجود تھے کہنے لگے وہ گھڑا تو توڑ دیا، فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو، اور گھڑا صحیح سالم زمین پر آگیا۔ یہ عالم چند سال بعد شیخ سے ملے تو فرمایا جھوٹے گواہ کو جس نے بلا علم شہادت دی تھی کہ گھڑا ٹوٹ گیا اہلاً وسہلاً آپ کی وفات ۹۲۲ھ میں ہوئی یہ غزی کا بیان ہے۔

محمد رویجل

یہ شیخ بزرگ مجذوب تھے مصر میں ننگے رہتے تھے ایک بھٹیارے کی بھٹی میں سویا کرتے تھے اس میں انگارے ہوتے تھے مگر آپ کو جلاتے نہ تھے۔ شعراوی نے اپنے شیخ شیخ الاسلام شہاب الدین رملی سے نقل کیا ہے کہ مجھ کو جو کچھ علم اور افتاء حاصل ہوا ہے اس کی اصل شیخ محمد رویجل کی دعاء ہے وہ میرے پاس میرے گھر دو پہر کے وقت تشریف لائے سرہانے کھڑے ہوئے اور فرمایا تم پر علم کا فتح باب ہوگا اور چلے گئے۔ اور جب سلطان سلیم بن عثمان کا لشکر مصر میں داخل ہوا تو یہ کہتے پھرتے تھے رویجل کا کیا گناہ ہے کہ لوگ اس کی گردن کاٹتے ہیں۔ اور شیخ محمد بن عنان کی (تربت کی) جالیوں کے پاس گئے، وہاں کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ حضرت رویجل کا کیا قصور ہے کہ لوگ اس کا سر کاٹتے ہیں پھر جامع مسجد سے باب البحر کی طرف سے باہر نکلے تو بولاق کے راستہ میں لشکر نے آپ کا سر قلم کر دیا۔ یہ واقعہ ۹۲۳ھ میں ہوا ہے۔ اور بقرو جزیرہ میں مدفون ہوئے یہ غزی کا بیان ہے۔

محمد بدخشی یا بلخشی

شیخ بزرگ امام عارف صوفی حنفی تھے دمشق میں قیام رکھتے تھے۔ خواجہ محمد قاسم سے جو خواجہ عبید اللہ سمرقندی عارف و سالم کی اولاد سے تھے نقل ہے۔ کہتے ہیں کہ میں مولانا اسمٰعیل شیروانی کی خدمت میں جو خواجہ عبید اللہ کے خاص لوگوں میں سے تھے حاضر ہوا تو آپ نے مجھے مطالعۂ کتب کی ترغیب دی۔ میں نے وقت نہ ملنے کا عذر پیش کیا۔ پھر شیخ محمد اللہ خشنی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا شاید تم مولانا اسمٰعیل کے پاس گئے تھے میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا وہ تم کو مطالعۂ کتب کی ترغیب دیتے تھے۔ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا تم ان کی بات کی طرف التفات نہ کرو میں نے اپنے چچا صاحب کے پاس قرآن شریف سورہ و العادیات تک پڑھا تھا۔ اور اب تک مجھے اس علم کی جس کو مولانا محمد اسمٰعیل کہتے ہیں حاجت نہیں ہوئی اور میں ان کے احوال کو نہیں پہچانتا۔ کبھی تو ان کو اعلیٰ علیین میں دیکھتا ہوں اور کبھی اسفل السافلین میں خواجہ محمد قاسم کہتے ہیں کہ پھر میں مولانا اسمٰعیل صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا شاید تم شیخ محمد اللہ خشنی کے پاس گئے تھے میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا کیا مطالعہ سے منع کرتے تھے۔ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا مطالعہ میں تم کو فائدہ بہت پہنچے گا۔ تمہارے جد اعلیٰ خواجہ عبید اللہ آخر عمر میں تفسیر بیضاوی کا مطالعہ کیا کرتے تھے پھر مولانا اسمٰعیل صاحب نے فرمایا کہ شیخ محمد اللہ خشنی کے ساتھ میرا حال عجیب ہے جب میں ان کی صحبت پسند کرتا ہوں تو اپنے کو ان کی نظر میں اعلیٰ علیین میں دکھا دیتا ہوں اور جب ترک صحبت چاہتا ہوں تو ان کی نظر میں خود کو اسفل السافلین میں دکھا دیتا ہوں۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ مولانا اسمٰعیل شروانی اور مولانا محمد اللہ خشنی دونوں نے خواجہ محمد قاسم کو خیر خواہانہ نصیحت[۱] کی اور اس راستہ کی رہنمائی فرمائی جس میں ان پر معرفت کی راہیں کھولی

---

[۱] لیکن ایسے میں طالب کو بڑی تشویش لاحق ہو جاتی ہے۔ ہر بزرگ کا رنگ الگ الگ ہوتا ہے۔

گئی تھیں۔ مولانا اسمٰعیل صاحب نے طریق مطالعہ و عادت اہل علم کی ہدایت کی اور شیخ بدخشی نے حق تعالیٰ کی طرف بالکلیہ متوجہ ہونے اور اسباب میں سے ہر سبب سے قطع نظر کر لینے کی ہدایت فرمائی۔ اور اس قصہ نے دونوں کے کمال کشف کو کھول کر رکھ دیا۔

شیخ محمد اللہ خشتی کی وفات دمشق میں ۹۲۳ھ میں ہوئے اور مقام سفح میں شیخ محی الدین بن عربی کی پائینتی مدفون ہوئے ہیں اور مولانا محمد اسمٰعیل شروانی علوم عقلیہ و نقلیہ کے امام حنفی المذہب بڑے اولیا میں تھے شیخ عارف باللہ خواجہ عبید اللہ سمرقندی کی خدمت میں رہے انھیں سے تربیت حاصل کی اور اصحاب تکمیل میں ہو گئے۔

جب خواجہ عبید اللہ صاحب کا انتقال ہو گیا تو یہ مکہ مکرمہ چلے گئے و ہیں وطن بنا لیا اور ۹۴۲ھ میں چوراسی ۸۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس سب کو نمزی نے بیان کیا ہے

محمد فرفور

مجذوب اور چیخنے چلانے والے تھے۔ داڑھی منڈی ہوئی رہتی تھی آپ کی کرامتیں بہت ہیں جن میں سے یہ بھی ہے کہ آپ لیموں فروخت کیا کرتے تھے۔ ایک لیموں ایک پیسہ کو دیا کرتے تھے۔ جب کسی کو کوئی بیماری ہوتی اور وہ ان کے لیموں سے کچھ کھا لیتا تھا اچھا ہو جاتا تھا۔ اور ان کے ایک بھائی جامع ازہر کے دروازہ پر سبزی فروخت کیا کرتے تھے جو اس کا ایک پتہ کھا لیتا تھا شفایاب ہو جاتا تھا۔ خاص لوگوں میں سے ایک شخص نے شراب پی لی تھی اس کے گلے میں ایک غدود ہو گیا اور بڑھ گیا حتیٰ کہ سارے حلق تو بند کر دیا خواص نے اس سے کہا کہ ان شیخ کی سبزی کا ایک پتہ جو جامع ازہر کے دروازہ

(بقیہ حاشیہ) بس سے طالب نہ ادھر کا رہتا ہے نہ ادھر کا۔ اس لئے متاخرین حضرات محققین نے ایک وقت میں ایک ہی شیخ کو ضروری بتایا ہے بلکہ زیادہ احتیاط والے بزرگوں نے دوسرے مشائخ کو پاس جانے کو بھی ناپسند کیا ہے سہ: از دو سرا رنگ دیکھ کہ بھلا بھی کھو بیٹھے اور پھر نہ ادھر کا رہے نہ ادھر کا۔ ۱۲

میں بیجتے ہیں لے کر کھا لو اس نے لے کر کھایا تو فوراً ہی وہ غدود گر پڑا اور وہ اچھا ہو گیا۔ شیخ محمد فرفور کا انتقال ۹۲۳ھ میں ہوا ہے۔ اس کو مناوی نے بیان کیا ہے۔

محمد الخراسانی العجم

***

عالم باعمل بے تکلف لطیفہ سنج واعظ سخت سخت دلوں کو موم کر دینے والے تھے۔ آپ کی خرقہ پوشی کی سند شیخ نجم الدین البکری مقیم حلب سے ملتی ہے ابن الحنبل نے ذکر کیا ہے کہ شیخ جلال الدین نصیبی اور شیخ جبرئیل کردی نے جب یہ حلب آئے ان کی کسی حالت پر انکار بھی کیا ہے۔

ص ۱۷۷/۲۶ کل ۲ صفحہ ۲۲ سطر ص ۱۷۷/۲۷

اول الذکر صاحب سے عرض کیا گیا کہ ان سے ملنے میں تو کوئی حرج نہیں ورنہ بغیر ملے انکار کی کوئی وجہ نہیں وہاں پہنچے تو انھوں نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ اگر شیخ بزرگ ہے تو آج ہم کو نان دودھ اور شہد کھلائیں گے اور دو باتیں پوچھیں گے پھر شیخ نے ایسا ہی کیا جو انکے دل میں تھا اور دوسرے صاحب کا یہ قصہ ہے کہ انھوں نے ان شیخ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر داخل ہوئے تو شیخ نے ان سے معانقہ کیا اور انھوں نے شیخ سے عرض کیا کہ حضرت جو کچھ آپ کی غیبت مجھ سے صادر ہوئی ہے مجھے معاف فرما دیجئے میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں ایک غار میں ہوں آپ تشریف لائے اور آپ نے فرمایا منہ کھول میں نے منہ کھولا اور آپ نے میرے منہ میں کوئی ایسی چیز ڈال دی جس کو نہ میں نگل سکا نہ اگل سکا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے میری غیبت کی ہے میں نے توبہ کی پھر جب توبہ کر لی تو وہ چیز جو آپ نے میرے حلق میں ڈال دی تھی ایسی ہو گئی کہ گویا شکر ہے میں نے اس کو نگل لیا آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے حیرانی سے نکال دیا۔ سارا قصہ بیان کر دیا تو حضرت شیخ نے معاف فرما دیا۔

ابن الجلیل نے شیخ الشیوخ موفق بن بی ذر سے نقل کیا ہے کہ وہ ایک دن بین النوم

یقظہ تھے دیکھا کہ ایک پرندہ ان کے مکان پر آٹھہرا اور دیر تک لوٹ پوٹ ہوتا رہا کہتے ہیں کہ میں گھبرا کر جاگ گیا مگر پھر پکڑا سر کے اوپر کو کھینچ لیا تو ایک غیبی آواز آئی کہ یہ شیخ خراسانی کی روح ہے اس کے بعد چند ہی دن گزرے تھے کہ شیخ خراسانی کی وفات ذی الحجہ ۹۳۵ھ میں ہو گئی۔ آپ کے دفن کے دن بہت مجمع تھا اور قبر مبارک پر شہر حلب کے باب الفرج کے باہر عمارت بنا دی گئی ہے۔ جس کو امیر یونس عادل نے بنوایا ہے۔ اس کو غزی نے بیان کیا ہے۔

محمد الشربلینی

***

شیخ بزرگ ولی صاحب کشف بڑے امام اور اولیاء کبار میں سے تھے۔ شرقی نواح مصر کے درویشوں کی ایک جماعت کے شیخ اور صاحب حالات و مکاشفات تھے تمام اطراف زمین پر ایسے کلام فرماتے تھے کہ گویا آپ کی پرورش وہیں ہوئی ہے۔

امام شعرانی کہتے ہیں کہ جب ان کے بیٹے احمد بہت کمزور ہو گئے اور موت کے قریب پہنچ گئے اور حضرت عزرائیل روح قبض کرنے کے لئے آگئے تو آپ نے حضرت عزرائیل[۱] سے فرمایا اپنے رب کی طرف لوٹ جاؤ اور ان سے رجوع کرو کیونکہ اب یہ معاملہ منسوخ ہو گیا ہے حضرت عزرائیل واپس ہو گئے اور میاں احمد تندرست ہو گئے اور اس کے بعد تیس سال تک زندہ رہے۔ آپ کو جس چیز کی گھر وغیرہ کی ضرورت کے لئے حاجت ہوتی ہوا میں کو ہاتھ کر کے لے لیتے اور گھر والوں کو دے دیتے تھے۔

---

[۱] اس میں کوئی استبعاد نہیں ہو سکتا ہے کہ ان کے واسطے پہلے سے یہ مقدر ہو جس کا نہ ان کو علم ہونا ضروری ہو نہ حضرت عزرائیل کو صرف حق تعالیٰ کے علم میں ہو کہ فلاں وقت قبض روح کے لئے فرشتہ بھیجا جائے گا یہ دعا کریں گے اور فلاں وقت تک جو مقررہ موت سے موخر کر دی جائے گی اب یہ مسئلہ موت پر اشکال رہا نہ حضرت عزرائیل کے معاملہ پر۔ ۱۲

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ ایک سیاح سے روایت ہے کہ ان کی اولاد کچھ تو ملک مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے تھی اور کچھ اولاد بلاد عجم میں تھی اور کچھ بلاد ہند میں اور کچھ بلاد تکرور میں تھی۔ آپ ایک ہی وقت میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل وعیال کے پاس ہو آتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرما دیتے تھے اور ہر شہر والے یہ سمجھتے تھے کہ وہ ان ہی کے پاس قیام رکھتے ہیں۔ اور انھیں متفرق صورتوں اور مختلف شکلوں میں آتے جاتے رہنے کی وجہ سے کسی عالم نے ان پر ترک جمعہ کا اعتراض کیا تھا تو پھر ان کو مکہ مکرمہ[ل] میں جمعہ پڑھتے دیکھا۔ آپ کے صاحبزادے احمد فرماتے ہیں کہ آپ اپنی لاٹھی کو فرماتے کہ ایک بہادر انسان کی صورت میں ہو جا تو وہ فوراً اس صورت میں ہو جاتی اور آپ کو اس کو اپنے کاموں میں بھیج دیتے تھے۔ اور پھر وہ لاٹھی کی لاٹھی بن جاتی۔

سید محمد بن ابی الحمائل کہتے ہیں کہ ایک طالب میرے یہاں سے شیخ شربینی کے یہاں بھاگ گیا۔ پھر جب وہ آیا تو میں نے پوچھا کہاں تھا اس نے کہا شربینی صاحب کے یہاں میں نے کہا میں اس وقت تک تجھ کو مارتا رہوں گا جب تک تیرے چلانے پر شربینی صاحب نہ آجائیں۔ میں اس کو مارنے کے واسطے آگے بڑھا تو شربینی صاحب اس کے سر پر کھڑے تھے اور فرمایا کہ میں سفارش کرتا ہوں میں نے چھوڑ دیا تو شیخ غائب ہو گئے اور آپ جب دریا سے عبور کرنا چاہتے اور ملاح کہتا کہ کرایہ لایئے۔ آپ فرماتے اے درویش ہم کو

ل یہ اشکال نہ ہو کہ جمعہ کے دن تو اس جسد پر فرض ہے اگر حسید مثالی نے مکہ مکرمہ میں جمعہ ادا کیا تو فرض ادا نہ ہوگا کیونکہ یہ بھی تو ممکن ہے کہ بطور طی مسافت کے خود یہ جسد مکہ مکرمہ جاتا ہو اور جسد مثالی یہاں رہتا ہو لیکن بزرگوں کے ایسے واقعات سے جو دغاباز مکار بدعمل لوگ حجت لیتے ہیں کہ نماز نہیں پڑھتے اور کہہ دیتے ہیں کہ مکہ مکرمہ پڑھتے ہیں۔ وہ صریح دھوکہ ہوتا ہے۔ یہ مقام سہل حاصل ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کو حاصل ہو جائے جن لوگوں کا یہ مرتبہ ہوتا ہے اور زبان سے دعویٰ کرتے ہیں۔ نہ ان کے حالات ایسے ہوتے ہیں پھر دنیا کو تو دھوکہ دیا جا سکتا ہے۔ مگر حق تعالیٰ کو تو حقیقت معلوم ہے لہٰذا یہ جرم دھوکہ اور غلط دعویٰ غرض متعدد گناہوں کا مجموعہ ہو جاتا ہے اللہ بچائے۔ ۱۲

ہم کو تو اللہ کے واسطے ہی عبور کرا دے تو وہ اس طرف پہنچا دیتا تھا۔ ایک روز اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ تمہارے اس ظلم نے تو ہمیں تنگ کر دیا ہے۔ شیخ نے فرمایا سبحان اللہ اور لوٹے کو جھکایا اور دریا کا تمام پانی اس میں لے لیا یہاں تک کہ کشتی زمین پر کھڑی ہو گئی ملاح نے توبہ کی اور معافی چاہی تو آپ نے لوٹا الٹا کر دیا اور تمام پانی جیسے تھا لوٹ آیا اور جب آپکے گھر مے گیا مہمانوں کے واسطے شہد دودھ وغیرہ کی ضرورت ہوتی آپ خادم کو فرماتے یہ لوٹے لے جاؤ اور دریا کے پانی سے بھر لاؤ وہ بھر لاتا تو اس میں شہد دودھ وغیرہ جس کی ضرورت ہوتی وہی پاتے۔ مکہ مکرمہ کا ایک خطیب آپ پر اعتراض کیا کرتا تھا ایک دن وہ ممبر پر خطبہ پڑھ رہا تھا کہ اس کو حدث ہو گیا یا یہ یاد آگیا کہ احتلام ہو گیا تھا اور اس نے غسل نہیں کیا شیخ تشریف فرما تھے آپ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے آپ کی آستین کو گھونگ کی طرح پایا وہ اس میں گھس گیا تو وہاں پانی اور لوٹا ملا وہاں جا کر پاک ہو کر شیخ کی آستین سے نکل آیا اور اعتراضات سے باز آگیا اور آپ نے ابن عثمان بادشاہ کے فاتح نہ طریق سے مصر میں داخل ہونے کی خبر دو سال پہلے دے دی تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ تم پر داڑھ منڈے چڑھ کر آ گئے مگر لوگ بنی جراکہ (جن کی حکومت اس وقت تھی) کے انتظامات استحکامات کی وجہ سے آپ پر ہنسا کرتے تھے اور آپ مجلس میں بار بار یہ کہا کرتے تھے کہ ۸ صفر ۹۲۷ھ کو اللہ کا ایک بندہ انتقال کرے گا جو شخص اس کے غسل کا کچھ پانی لے لے گا اور اپنے پاس شیشی میں رکھے گا اور برص والے کوڑھی اندھے اور بیمار کو لگا دے گا مرض اور اندھے پن سے شفا ہو جائے گی۔ جس روز ان کی وفات ہوئی اس روز لوگوں کو معلوم ہوا کہ اس سے آپ خود اپنے کو ہی مراد لیتے تھے تو آپ کے غسل کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہیں گرا۔ حالانکہ لوگوں نے تقریباً چار مٹکے آپ کے اوپر بہائے اس وقت یہ کہا جاتا تھا کہ غیبی لوگ آپ کے غسل کا پانی لے جاتے ہیں۔ آپ کی وفات جیسے کہ آپ نے خبر دی تھی ۸ صفر ۹۲۷ھ میں ہوئی ہے اور شربین کی خانقاہ میں دفن ہوئے۔ اس کو غزی نے بیان کیا ہے۔

●

(بقیہ آئندہ)

حامل مضامین تصوف و عرفان ماہنامہ افادات وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

وصیۃ العرفان

الٰہ آباد

چندہ سالانہ
پینتالیس روپیہ
ششماہی
پچیس روپیہ

چندہ سالانہ
غیر ممالک
پاکستان روپے
عرب امریکہ افریقہ
انگلینڈ ۱۰ پونڈ
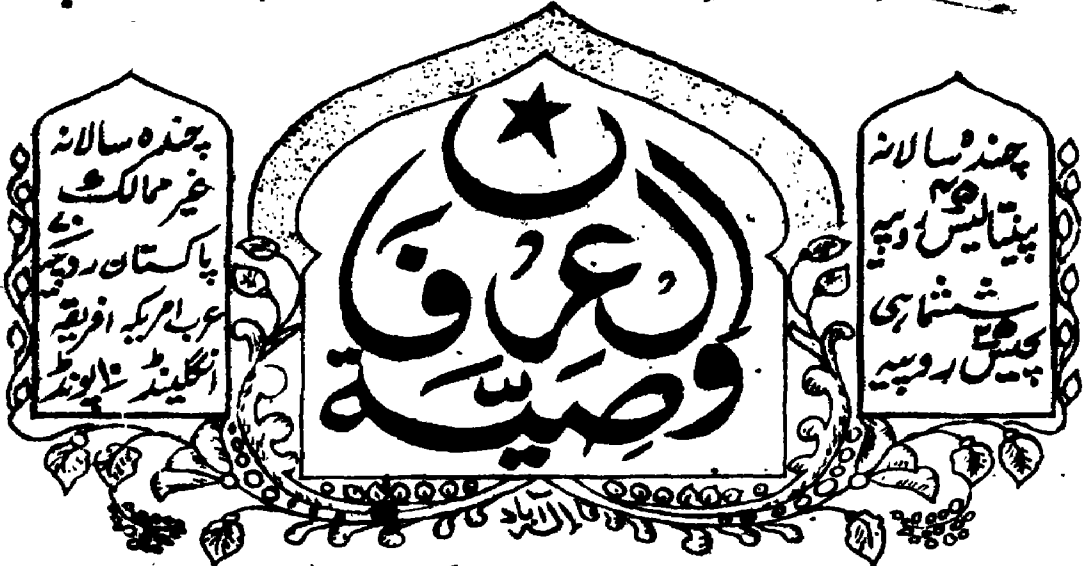
زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مد ظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ چار روپیہ — مدیر: احمد مکین عفی عنہ

شمارہ ۸ — صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق اگست ۱۹۹۱ء — جلد ۱۴

فہرست مضامین

مولوی پبلشر منیر حسن نے باہتمام مولوی عبدالمجید صاحب اکرمی پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

ترسیل زر کا پتہ: مولوی احمد مکین صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد ۲۱۱۰۰۳

پیش لفظ

احباب و قارئین کی دعا، و توجہ کا ثمرہ ہے کہ رسالہ وصیۃ العرفان گذشتہ چند ماہ سے مقررہ وقت پر طباعت و اشاعت کی منزلوں سے گذر کر آپکی خدمت میں پہونچ رہا ہے نظام میں درستگی کیلئے کوششیں جاری ہیں بعض مخلصین کی محنت و توجہ سے الحمدللہ بہت حد تک کامیابی ہوئی ہے دعا فرمائیں کہ رب العزت ہمیشہ اس نظام کو جاری اور قائم رکھے ۔

اللہ کا شکر ہے کہ بعض مخلص احباب کی مساعیٔ مشکورہ سے خریداران رسالہ کا بھی اضافہ ہوا یہ امر ہمارے لئے باعث مسرت و سعادت ہوتا ہے کہ حضرت مصلح الامتؒ کے علوم کی اشاعت کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم ہوں اور بندگان خدا اس چشمۂ فیض سے سیراب ہوں

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ قاری محمد مبین صاحب دامت برکاتہم کو اللہ تعالے صحت و عافیت کے ساتھ با ایں فیوض و برکات سلامت باکرامت رکھے کہ حضرت والا کی سعیٔ بلیغ توجہ اور دل سوزی سے حضرت مصلح الامۃؒ کے علوم ظاہری و باطنی کے سارے چشمے جاری اور مشغول فیض رسانی ہیں ۔ ایک طرف خانقاہ سے عشق و محبت الٰہی ،معرفت خداوندی اور اتباع سنت سنیہ کی تلقین کیجا رہی ہے تو دوسری طرف مدرسہ سے علوم دینیہ کی کی اشاعت ہو رہی ہے اور ادہر رسالہ علوم و معارف کی ضیا پاشی میں مصروف ہے الغرض اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت والا کے زیر تربیت و اہتمام خانقاہ، مدرسہ، رسالہ، دائرۃ الاشاعۃ مختلف شعبوں سے دین متین کی خدمات جلیلہ انجام پا رہی ہیں ۔ سچ ہے ؎

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان خدمات کو قبول فرمائیں اور ہر شعبہ میں ترقی عطا فرمائیں اور جملہ کارکنان ادارہ کو صدق و خلوص اور اپنی محبت و معرفت سے نوازیں اور حضرت مصلح الامتؒ کی تعلیمات عام ہوں، امت مسلمہ کیلئے مشعل راہ اور باعث فلاح دارین بنیں ۔

حضرت والا مدظلہ ۳۰ جولائی کو بمبئی سے الہ آباد تشریف لے آئے ہیں اور الحمدللہ بعافیت ہیں ۔

(یکے از خدام)

(مکتوب نمبر ۶۸۸)

حال: الحمد للہ آپکی خدمت سے واپس ہوکر اس دفعہ جب سے گھر پر آیا ہوں برابر اپنے پڑوسیوں اور تمام دوست و احباب وغیرہ سے حضور والا کی اصلاح کے مطابق بہت عاجزی کے ساتھ فرض نماز کے پڑھنے کے لئے کہا کرتا ہوں اور یہ خاکسار حضرت والا کی دعائے فیض کا طالب دل وجان سے ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے حضور کی خدمت سے از حد فائدہ ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ آپس میں ہم مسلمان بھائیوں سے اچھے اخلاق و عاجزی و انکساری سے پیش آویں مگر نا اتفاقی ہمارے جیسے لوگوں میں پیدا ہوا کرتی ہے پس آپکی دعاؤں کا طالب ہوں کہ جب تک زندہ رہوں اللہ تعالے حضرت والا کی خدمت نصیب فرمائے اور فیض یاب کرے اور خاتمہ ایمان کے ساتھ ہو۔

میں آپ کی خدمت میں جب کبھی آتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی محبت کو ڈھونڈھا کرتا ہوں اور حضرت کے چہرۂ مبارک کو نہایت ہی خلوص کے ساتھ دیکھا کرتا ہوں جس سے کہ اس ناقص کے قلب کی صفائی ہوجایا کرتی ہے اسی وجہ سے میں اپنے دل میں ہر وقت یا جب کبھی ذکر و فکر میں لگا رہتا ہوں تو حضرت والا کے چہرۂ مبارک کا تصور ایسے کرتا ہوں جیسے کہ آپ نماز ادا فرمارہے یا کہ تسبیح وغیرہ لیکر مجلس میں بیٹھے ہیں اور لوگوں کی اصلاح فرمائی جارہی ہے اس ناقص کو بڑا فائدہ ان سب باتوں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگا رہتا ہوں بلکہ بہت سے گناہوں سے اللہ تعالے بچائے رہتا ہے۔

تحقیق: آپ کے حالات سے جی خوش ہوا مزید برکت کی دعا کرتا ہوں۔ رزق میں برکت کے لئے بھی دعا کرتا ہوں۔

(مکتوب نمبر ۶۸۹)

حال: حضرت والا کی برکت سے، واپسی کے بعد احقر کا عجیب حال ہو گیا ہے نفس کی اصلاح کی فکر زیادہ ہو گئی ہے۔ تحقیق: الحمد للہ۔

حال: ہر وقت حضرت والا کا فرمان یاد آتا رہتا ہے جو کچھ حضرت والا نے فرمایا ہے اسکو احقر لکھکر لایا ہے واقعی حضرت والا نے جو کچھ بھی ارشاد فرمایا ہے اس پر عمل کرنے ہی میں فائدہ ہے۔ تحقیق: بیشک۔

حال: احقر بھی عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ حضرت والا احقر کے حالات کی درستگی کے لئے دعاء فرماویں۔ تحقیق: دعاء کرتا ہوں۔

حال: حضرت والا اب تو ہر وقت یہی فکر دامن گیر ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ معاملات کس طرح صحیح کئے جاویں اور مخلوق سے معاملات کس طرح صحیح کئے جاویں ۔

تحقیق: بڑی عمدہ فکر نصیب ہوئی۔

حال: یہ سب حضرت والا ہی کی توجہ اور دعاء سے ہو گا۔ حضرت والا دعاء فرماویں کہ اخلاص پیدا ہو جاوے اور صحیح عمل کی توفیق ہو جائے۔ تحقیق: آمین۔

حال: حضرت والا اب تو زبان بند ہو گئی ہے سوائے یادِ اللہ کے اور دفتر کے کام کے اور کچھ کام کی فرصت ہی نہیں رہی

تحقیق: الحمد للہ کہ بڑی بات نصیب ہوئی

حال: حضرت والا احقر کے لئے دعاء فرماویں تحقیق: دعاء کرتا ہوں

حال: اب تو جس کتاب کو حضرت والا کی اٹھاتا ہے کچھ اور ہی لطف ملتا ہے۔

تحقیق: الحمد للہ

حال: حضرت والا احقر کے حالات کی درستگی کے لئے دعاء فرمائیں۔

تحقیق: دعاء کرتا ہوں۔

(مکتوب نمبر ۶۹۰)

حال : خدمت مقدسہ میں عرض ہے کہ احقر کو ایک قلبی مرض ہے وہ یہ کہ قلب میں وساوس کی بہت کثرت ہوتی ہے حتی کہ احقر انکی تاب نہ لاکر مایوس ودرماندہ ہوجاتا ہے۔

تحقیق : وساوس کیطرف التفات نہ کرو اور بڑھ جاتا ہے پس ذکر اللہ کی کثرت کرو اس سے دور ہوجائے گا۔

حال : دل کی پختگی اور سکون نہیں، ہر دینی امر میں تذبذب رہتا ہے۔ اس کے قبل احقر آنجناب کو مطلع کرچکا ہے کہ احقر تعلیم حفظ قرآن حاصل کررہا ہے اور ہمہ تن اس میں مصروف ہے اسکے باوجود کامیابی نہیں ہورہی ہے بہت سی دعائیں بطور معمول پڑھتا ہے لیکن وساوس کی زیادتی اور یقین کی کمزوری راہ مار دیتی ہے۔

تحقیق : سب ہوجائے گا ذکر اللہ کرو۔ وساوس کیطرف التفات نہ کرو

حال : انتہائی کوشش کے باوجود بھی احقر اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہورہا ہے۔ لہذا حضرت والا احقر کے لئے دعا، فرمادیں کہ احقر کو صدق ویقین حاصل ہوجائے۔ تحقیق : دعا، کرتا ہوں۔ آمین

حال : اور احقر کی تسکین کے لئے کوئی تجویز فرمادیں کہ اسپر کاربند ہوجو احقر کے مرض کے ازالہ کا سبب بنے۔

تحقیق : وقت مقرر کرکے ذکر اللہ کرو۔

(مکتوب نمبر ۶۹۱)

حال : ابھی ابھی والا نامہ نظر نواز ہوا جو حامل الطاف کریمانہ ودعیا ...

آخر میں ایک تازیانہ کبھی تھا جسے میں باعث رحمت سمجھتا ہوں اور حضور کے اس خصوصی برتاؤ سے شاداں ہوں۔ ع

جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

حضرت والا نے فرمایا ہے کہ "بہت دیر میں نسبت باطنی تو نے پوچھا ہے اس سے زیادہ لکھنا نہیں چاہتا" حضرت کے اس بے نیازانہ کلام سے احتیاج میں اور زیادتی پیدا ہوگئی کہ حضور کچھ کبھی فرما دیں، جھڑک دیں لیکن اس در دولت سے بندہ جانے والا نہیں۔ ع

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

مجھے امید ہے کہ حضرت اقدس نسبت باطنی کے متعلق ضرور ارشاد فرمائیں گے کہ درحقیقت یہ کیا ہے۔

الحمدللہ روزانہ مناجات مقبول کی منزل قرآن شریف کا کچھ حصہ اور دوازدہ تسبیح مختلف اوقات میں ادا کر رہا ہوں دعا فرما دیجئے اللہ تعالیٰ مقبولیت عطا فرما دیں اور مجھے صراط مستقیم پر چلائیں اور شیخ والا کی اتباع کامل نصیب ہو

(یہ جواب بھیجا گیا)

تحقیق: آپ نے نسبت باطنی کے متعلق دریافت فرمایا ہے بس یہی دیکھ لیجئے کہ اسکا حصول تو بجائے خود رہا ابھی تک ہم لوگوں کو اسکا علم تک نہیں ہے۔ حالانکہ خود حضرت والا مدظلہٗ نے مضمون ذکر میں اسکو مفصل بیان فرمایا ہے چنانچہ حضرت گنگوہیؒ کا قول نقل فرمایا ہے کہ :-

" وہ کیفیت کہ اپنے آپ کو روبرو مالک معبود کے جانے اور شرم وحیا طاری ہو جائے اسکا نام حضور، یادداشت ہے۔ اسی کو لسان شرع میں احسان کہتے ہیں اور یہی نسبت معتبرہ ہے کہ مسلسل چلی آئی ہے جب اسکا خوب ملکہ ہو جائے تو یہی امر ہے کہ قابل اجازت تلقین

کے بنا تی ہے"۔ انتہی۔

دیکھئے اس سے معلوم ہوا کہ مشائخ کے تعلق اور انکی صحبت کی برکت سے سالک کے قلب میں جلد یا بہ دیر ایک کیفیت حق تعالیٰ کے ساتھ ربط و تعلق کی ایسی پیدا ہو جاتی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ "اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ" کا مصداق ہو جاتا ہے اور اسکو حق تعالیٰ کی جانب توجہ صادق ہو جاتی ہے اب اسکے بعد اس سے جو اعمال، اقوال یا احوال صادر ہوتے ہیں وہ حق تعالیٰ کی محبت اور تعلق اور اسکے حکم و منشار کے عین مطابق صادر ہوتے ہیں۔ اسی کیفیت کا نام "نسبت باطنی" ہے اور یہ اہل نسبت سے ملا کرتی ہے۔

آپ کے مزید افادہ کے لئے تفسیر مظہری سے اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ کی تفسیر نقل کرتا ہوں

یعنی ابتلاء من الله تعالیٰ و اختبار لکم فمن ادی حقوق الله تعالیٰ وحقوق الناس مع کثرۃ العلائق والعوائق بعثه الله تعالیٰ علی منازل الابرار وکان افضل ممن ادی بلا عوائق ومن ثم رجح اهل السنة ان خواص البشر اعنی الانبیاء افضل من خواص الملٰئکة وعوامهم اعنی الاولیاء والصلحاء افضل من عوامهم اذ لا عائق للملائکة من طاعة الله ومن شغله الاموال والاولاد عن طاعة الله تعالیٰ واداء الحقوق وبعثه علی ارتکاب المعاصی وتناول الحرام رده الله الی اسفل السافلین

(تفسیر مظہری)

(یعنی مال و اولاد) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہیں اور ان میں تمھارا امتحان ہے تو جس نے اللہ تعالیٰ کے حقوق اور لوگوں کے حقوق کثرت تعلقات اور موانع کے باوجود ادا کئے اللہ تعالیٰ اسے ابرار کے درجات میں پہونچا دیں گے اور یہ شخص

ان لوگوں سے افضل ہوگا جس نے بغیر موانع کے حقوق ادا کئے
اسی جگہ سے اہل سنت نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ خواص بشر یعنی انبیاء علیہم السلام خواص ملائکہ سے اور عوام بشر یعنی اولیاء و صلحاء عام ملائکہ سے افضل ہیں اس لئے کہ اللہ کی طاعت سے کوئی چیز ملائکہ کیلئے مانع نہیں ہے
اور جس آدمی کو مال اور اولاد نے اللہ تعالیٰ کی طاعت سے غافل کردیا اور اسے حقوق سے روک دیا اور گناہوں پر ابھارا اور حرام کھانے میں لگا دیا اللہ تعالیٰ اسے اسفل السافلین کیطرف لوٹا دیں گے۔

(مکتوب نمبر ۶۹۲)

سوال: چھوٹے لڑکے کو آپ کی دعاء سے حفظ قرآن پاک ختم کراکے فارسی پڑھا کر اب عربی شروع کرادی ہے۔ مگر حضرت! کچھ لوگ اور رشتہ دار قریبی بہت ہی ناراض ہیں اور طرح کے جملے کستے ہیں کہ اس لڑکے کو ملا بناؤ گے مسجد کا۔ لوگ بہت ہی کچھ کہتے ہنستے ہیں۔ لیکن اسکی والدہ اور میں خود بھی یہ چاہتا ہوں کہ یہ عالم با عمل بنے۔ آمین ثم آمین
تحقیق: بہت اچھا ہے۔
سوال: لیکن رشتے دار نہیں چاہتے اور لڑکے کو بھی دینی تعلیم کا بہت ہی ذوق و شوق ہے یہ سب کچھ جناب کی توجہ کا اثر ہے۔ مگر حضرت والا کبھی کبھی طبیعت بہت پریشان ہوتی ہے اسکا علاج کیا کرنا چاہیئے۔
تحقیق: التفات نہ کرو دعاء کیا کرو

شیخ نے ایک شخص کو دیا کہ لو یہ رقم فلاں بقال کو لیجا کر دیدو اور اس سے کہدو کہ فلاں شخص کے ذمہ تمھارا قرضہ آتا ہے یہ اس سلسلہ کی رقم ہے اور اسکی نیت برابر ادا کرنے کی تھی مگر موقع نہ ملتا تھا اسکا عذر قبول کرو۔ اس شخص نے جاکر وہ رقم ادا کردی۔ جب واپسی میں پھر یہ سب لوگ اسکے مکان کے سامنے سے گذرے تو کہنے لگا سبحان اللہ یہ ہیں صوفی لوگ، یہ امین ہیں، یہ صالح ہیں اور ایسے ہیں اور ویسے ہیں انکی تعریف کرنے لگا ظالم۔ دیکھا آپ نے ابھی برائی کر رہا تھا اور اب جبکہ روپیہ وصول ہوگیا تو تعریف شروع کردی۔

اسی سے سمجھ لیجئے کہ روپیہ کے بارے میں کسی کا اعتبار نہیں بالخصوص اس زمانہ میں تو نہ ماں باپ کا اعتبار ہے نہ بہن بھائی کا، روپیہ ملیگا تو سب لوگ خوش رہیں گے ورنہ ناراض۔ یہ سب باتیں میں نے بہت دیکھی ہیں گھر کے گھر اسی میں تباہ ہیں بلکہ یہ کہتا ہوں آج گھروں میں جو بداخلاقی ہے وہ اسی مال کیوجہ سے ہے

خانقاہ کا ایک واقعہ فرمایا کہ ——— کل یہاں ایک واقعہ پیش آیا بار بار اسکو سوچتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے اور حضرت مولانا رحمہ اللہ کا اصول یاد آتا ہے اور سمجھتا ہوں کہ بس اسی میں فلاح ہے اس زمانہ میں مال وغیرہ کے بارے میں مرید کا بھی اعتبار نہیں ایک صاحب بمبئی سے کل آئے خانقاہ میں ٹھیرے جن صاحب سے متعلق کھانے وغیرہ کا انتظام ہے ان سے چائے وغیرہ پی چلتے وقت ان سے حساب پوچھا تو چھ آنے ہوئے تھے انھوں نے بتا دیئے ان صاحب نے ایک روپیہ نکال کر دیا اور کہا کہ یہ لے لیجئے پیسے واپس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ انھوں نے کہا یہ تو نہیں ہو سکتا۔ بزرگوں کے یہاں جو لوگ رہتے ہیں وہ اس لئے تھوڑا ہی رہتے ہیں۔ ہم لوگ اپنے لئے اسکو جائز نہیں سمجھتے ہم اسکو لے نہیں سکتے بالآخر مجبور ہوکر نہایت افسوس کے ساتھ انھوں نے پیسے واپس لئے اور کہا کہ یہ تو عجیب جگہ ہے

ہم نے تو ایسے لوگ کہیں دیکھے ہی نہیں

دیندار امیر

فرمایا کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ بہت سے امیر ہیں اور جنت میں ہیں اور بعض غریب ہیں مگر جہنم میں ہیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی دیکھا اور اب بھی دیکھ رہا ہوں یعنی بہت لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ امیر ہیں اچھا کھا پہن رہے ہیں مگر دین کا کام بھی خوب کرتے ہیں۔ نماز روزہ، زکوٰۃ اور حسن اخلاق سے متصف ہیں تو ظاہر ہے کہ جس طرح یہاں آرام سے ہیں آخرت میں بھی آرام سے رہیں گے اور بہت سے غریبوں کو دیکھتا ہوں کہ گھر میں کھانے تک کو نہیں لیکن انتہائی بداخلاقی اور کبر میں مبتلا ہیں دنیا تو گئی تھی آخرت بھی تباہ کر لیتے ہیں اور بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مطلق امیر غریب سے بڑھا ہوا ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ ایک مسئلہ ہے اس قسم کا کہ غنی شاکر افضل ہے یا فقیر صابر تو بڑے بڑے لوگ بیشک اس طرف گئے ہیں کہ فقیر صابر افضل ہے مگر اسکا یہ مطلب تھوڑا ہی ہے کہ فقیر اگر بددین ہو متکبر ہو وہ بھی امیر سے بڑھا ہوا ہے چاہے وہ کتنا ہی دیندار کیوں نہ ہو۔

فرمایا کہ ———— صوفیوں کے اخلاق کے منجملہ ایک یہ ہے کہ ان حضرات سے کوئی لڑتا ہے ان کو برا بھلا کہتا ہے تو یہ اس سے کچھ نہیں بولتے اور ان کو بولنے کی ضرورت ہی کیا ہے صحیح حدیث میں ہے مَنْ عَادیٰ لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ (جو میرے کسی ولی سے عداوت کرے گا میں اسے جنگ کا الٹی میٹم دیتا ہوں) تو جب اللہ تعالیٰ انکی طرف سے بدلہ لیتے ہیں تو پھر ان حضرات کو ضرورت؟ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے سنا فرماتے تھے کہ ایک بزرگ چلے جا رہے تھے انکو کسی نے کچھ کہدیا ان بزرگ نے اپنے ایک مرید سے کہا کہ اسکو مارو اس نے مارنے میں ذرا دیر کی اتنے میں وہ شخص ٹھوکر کھا کر گرا اور مرگیا۔

ان بزرگ نے ان پر عتاب کیا کہ تم نے اسکی جان لے لی تم سے کہا تھا کہ جلدی سے اسکو مار دو تم نے دیر کی تو اللہ تعالیٰ کے عتاب نے اسکو پکڑ لیا۔

حسن خلق کی تعریف اور اسکے حصول کا طریقہ

فرمایا کہ ــــــــ علمائے طریق نے بیان کیا ہے کہ سالکین کو راہِ حق میں جو موانع پیش آتے ہیں ان میں سے ایک بڑا مانع نفس کا اخلاق رذیلہ مثلاً بخل۔ حسد۔ کبر۔ حرام۔ غیبت۔ کینہ۔ ریاء وکذب۔ طمع وحرص وغیرہ سے ملوث ہونا بھی ہے اسی لئے سلف صالحین نے ان رذائل سے تزکیہ کو سب چیزوں سے مقدم اور سب سے اہم قرار دیا ہے۔ ہم اسوقت اسکے متعلق دو باتیں بیان کرنا چاہتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اخلاق کسے کہتے ہیں اسکی تعریف کیا ہے؟ دوسرے یہ کہ اس سے خلاصی پانے کی آسان صورت کیا ہے یعنی اسکا علاج کیا ہے؟

خلق کی دو قسمیں پس خلق کے بارے میں پہلے یہ سمجھئے کہ دو قسمیں ہیں ایک حَسَن دوسرے سُوء حسن کی مثال جیسے تواضع۔ شکر۔ صبر اخلاص۔ انابۃ الی اللہ۔ توکل۔ رضا بالقضاء وغیرہ اور سوء جیسے تکبر۔ حسد غیبت۔ غصہ۔ حرص وغیرہ۔

خلق صفت قلبی ہے نیز یہ سمجھئے کہ خلق خواہ حسن ہو یا سوء دراصل تو وہ قلب کی صفت اور ایک باطنی شئے ہے لیکن جو شخص کسی خلق سے متصف ہوا کرتا ہے تو اسکا اثر اسکے ظاہر میں بھی نمایاں ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ اس شخص سے اسی کے مناسب افعال کا صدور بھی ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً کسی شخص میں اگر بخل موجود ہے تو اس سے مال کا امساک بھی صادر ہوگا تو چونکہ اس ظاہر کا منشا وہی خلق ہوتا ہے جو کہ قلبی چیز ہے اسلئے

بھی اسکو بھی اسی کے نام سے (تسمیۃ الدال باسم المدلول کے طور پر) تعبیر کر دیتے ہیں اور امساک کو بھی بخل کہہ دیتے ہیں حالانکہ حقیقۃً بخل اسکے منشا ر کا نام تھا۔ پس خلق کے باطنی ہونے کے یہ معنی نہیں کہ ظاہر سے اسکا کوئی تعلق ہی نہیں ہے اور نہ اسکے لئے یہ ضروری ہے کہ جب کوئی خلق کسی میں موجود ہو تو اس سے ظاہر میں بھی کچھ نہ کچھ افعال صادر ہی ہوں ایسا نہیں ہے بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ظاہر میں تو اس شخص سے کوئی فعل نہیں ہو رہا ہے یا وہ بتکلف زبان وغیرہ سے کچھ ظاہر نہیں ہونے دیتا مگر اسکے باطن میں اندر اندر وہ سب کام ہو رہا ہے۔ پس ظاہراً کسی خلق کا کچھ اثر نہ ہوتے ہوئے بھی ایک شخص اس سے متصف ہو سکتا ہے، مثلاً ایک شخص ہے جو خلق حسن سے متصف ہے تو گو ظاہر میں اس سے کسی ایسے فعل کا صدور ہوتا نہ دیکھیں جس سے اسکے اخلاق حسنہ کا علم ہو سکے مگر ہو سکتا ہے کہ اسکو تواضع و توکل اور انابت الی اللہ وغیرہ سب کچھ حاصل ہوا اور ان اخلاق حسنہ میں رسوخ حاصل ہو۔ یہاں ایک بات اور سمجھ لیجئے کہ جس طرح خلق کے وجود کے لئے ظاہراً افعال کا صدور ضروری نہیں اسی طرح کسی سے اگر افعال حسن صادر ہو رہے ہوں تو اسکے لئے یہ لازم نہیں کہ اسکی اصل یعنی حسن خلق اسکے دل میں بھی ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ قلب میں کچھ نہ ہو اور وہ محض تصنع اور ریاکاری کے طور پر ایسا کر رہا ہو جیسا کہ نفاق میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے کیونکہ مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ صالحین اور مخلصین کی شباہت اختیار کرے جو ظاہری سے ممکن ہے لیکن اگر کسی سے برے افعال صادر ہو رہے ہوں تو انکی اصل (یعنی اخلاق ضرور) اسکے دل میں موجود ہوگی یہ نہیں ہو سکتا کہ اسکا منشا ر قلب میں نہو بلکہ قلب میں رذیلہ ضرور ہوگا پس تصنع کا تعلق افعال حسنہ ہی سے ہوا منافقوں میں یہی چیز بدرجہ اتم موجود تھی کہ دل سے کافر تھے مگر زبان اور ظاہر سے مؤمنین و مخلصین کی شباہت اختیار کرتے تھے اور چونکہ یہ محض تصنع تھا اس لئے پکڑے گئے۔

رذائل کا علاج اخلاق رذیلہ کے معالجہ کے متعلق علماء نے فرمایا ہے کہ

سلفِ صالحین کو اس باب میں یہی اسلامی عبادتیں (نماز و روزہ) اور بزرگوں کی مصاحبت ہی کافی ہوتی تھی لیکن بعد میں علمائے فن نے علاج کے بارے میں بڑی بڑی کتابیں تصنیف فرمائیں مگر اسکے متعلق صراط مستقیم میں ہے کہ

ارباب ہمم قاصرہ بمطالعہ آں صحفِ متطاولہ می پندارند کہ ایں حال رجالے است کہ گذشتند و بہ حظیرۃ القدس پیوستند و حقیقتی دیگر داشتند کہ بایں اعمال کثیرہ و مشاق عسیرہ قیام ورزیدند و نحو درا بمحل بعید ازاں می انگارند و بعضی بہ غلط فہمی خود را متخلی ازاں و متحلی با ضداد آں کہ فضائل محضہ اند میدانند

کم ہمت لوگ بڑی بڑی کتابوں کے مطالعہ سے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ احوال عالیہ ان لوگوں کے ہیں جو گذر گئے اور مقبول بارگاہ الٰہی ہوگئے اور درحقیقت وہ اور ہی قسم کے لوگ تھے کہ اتنے زیادہ اعمال کرتے تھے اور بڑی بڑی مشقتیں برداشت کرتے تھے اور اپنے کو اس سے بہت دور سمجھتے ہیں۔ اور بعض لوگ غلط فہمی سے اپنے کو برے اخلاق سے بری اور اسکے خلاف (یعنی اخلاق پسندیدہ) سے اپنے کو مزین اور آراستہ سمجھتے ہیں۔

اسکے آگے فرماتے ہیں :-

پس مناسب حال ابناء روزگار آں است کہ چنانکہ اشغال و مراقبات بنا بر وصول بمعرفت الٰہی می نمایند ہمچنیں مرا برائے ایں امور ہم پیش گیرند و بدون آں وصول را بہ بارگاہ قبولیت غیر ممکن انگارند (صراط مستقیم ص۲۶)

اسلئے ابناء زمانہ کے مناسب حال یہ ہے کہ جس طرح معرفت الٰہی تک پہونچنے کے لئے اشغال و مراقبات کرتے ہیں اسی طرح ان امور کے لئے بھی مراقبہ اختیار کریں اور بغیر اسکے بارگاہ قبولیت میں پہنچنے کو غیر ممکن سمجھیں۔

اس میں مولانا شہید نے متقدمین کے طرق علاج میں ایک امر کا اضافہ فرمایا وہ یہ کہ کبھی کبھی اپنے ان رذائل کا بھی مراقبہ کیا کرے کہ اس سے قلب متاثر ہوگا اور انکا ترک آسان ہوگا اور فرمایا کہ سلف نے جو بڑی بڑی کتابیں

لکھدی ہیں اب تنہا وہ کافی نہیں ہیں ۔

اسی طرح عارف باللہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ہمعات میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ :۔

مبتدی را مشغول بودن بدقائق ریا وغیرآں زیادہ ازآنچہ درظاہر کتب سنت معروف ومشہور است نافع نیست بلکہ حال اورا مختل می سازد واین سخن بداں ماند کہ شخصے پسر خود را چنداں ازگرگ ترساند کہ خواب وے برود واطمینان وے کم گردد بل چارۂ او آنست کہ مداخل قوی گرگ را برائے او مسدود سازد وباحتمالات ضعیفہ مشغول نگردد ہمگی ہمت وے بتقویہ ولد مصروف باشد کہ مرد قوی دفع گرگ از خود می تواند کرد ۔

مبتدی کو ریا وغیرہ کی باریکیوں میں مشغول ہونا اس سے زیادہ جو احادیث کی کتابوں میں مشہور ومعروف ہے نافع نہیں بلکہ اسکے حال میں خلل انداز ہوگی ۔ اسے اس طرح سمجھو کہ ایک شخص اپنے لڑکے کو بھیڑئیے سے اتنا ڈرا دے کہ اسکی نیند اڑ جائے اور اطمینان ختم ہو جائے بلکہ اسکی تدبیر یہ ہے کہ بھیڑئیے کے داخلے کے بڑے راستوں کو تو اسکے لئے بند کر دے اور معمولی احتمالات میں مشغول نہ ہونے دے اور اپنی تمام تر کوشش لڑکے کی ہمت اور قوت بڑھانے میں صرف کرے کیونکہ قوی آدمی بھیڑئیے کو خود ہی دفع کر سکتا ہے ۔

آگے حضرت شاہ صاحبؒ کلی طریقہ کا ر بتلاتے ہیں ۔

وہم احسن وابلغ در تربیت آن ست کہ باذکار واشغال کہ محبت انگیز باشد خاطر را بجانب علوی منجذب سازد مشغول کند وقصد اول تقویت ایں معنی باشد

اسی طرح بہتر اور موثر تربیت کے بارے میں یہ ہے کہ ایسے اذکار واشغال میں جو باعث محبت الٰہی ہوں توجہ کو کشاں کشاں عالم بالا میں پہونچا دیتے ہوں مشغول کرے اور اولین مقصد اسی صفت کو قوت پہنچانا ہو

حضرت مصلح الامۃ کی تحقیق | میں کہتا ہوں کہ رذائل سے خلاصی پانے کا سہل طریق

جو کہ اقرب الی السنۃ بھی ہے وہ دعا اور تعوذ ہے خصال حسنہ کے لئے اللہ تعالےٰ سے دعا کرے اور خصال سئیہ سے پناہ مانگے جتنا وقت اوراد و وظائف میں صرف کرتا ہے اگر اسمیں سے کچھ تھوڑی دیر کے لئے اِسمیں صرف کرے کہ اللہ تعالےٰ سے نہایت لجاجت اور خضوع کے ساتھ ان امور کو طلب کرے تو ناممکن ہے کہ قلب کی اخلاقی حالت نہ بدلے اور اسکو نفع نہو۔

حدیث شریف کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین و دنیا کی کوئی حاجت نہیں چھوڑی جسکا اللہ تعالےٰ سے سوال نہ کیا ہو اور اسی طرح دین و دنیا کی کوئی مضرت نہیں ترک فرمائی جس سے پناہ نہ مانگی ہو آپ کا یہ اسوہ کیا امت کے لئے نہیں ہے؟ پھر لوگ اس طریقہ کو کیوں نہیں اختیار کرتے جو عین سنت کے مطابق ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اَحْسَنْتَ خَلْقِیْ فَاَحْسِنْ خُلُقِیْ (اے اللہ! جیسے تو نے میری صورت اچھی بنائی ہے میرے اخلاق بھی اچھے کردے) اسی طرح آپ بھی کہئے اور اللہ تعالےٰ ہی سے عرض کیجئے

اللّٰھم قنی شر نفسی	اے اللہ مجھے محفوظ رکھ میرے نفس کی برائی سے۔
اللّٰھم ات نفسی تقواھا و زکھا انت خیر من زکاھا انت ولیھا و مولاھا	اے اللہ! دے میرے نفس کو اسکی پرہیزگاری اور اسے پاک کردے تو ہی سب سے بہتر پاک کرنیوالا ہے تو ہی اسکا مالک و آقا ہے
اللّٰھم انی اعوذ بک من علم لا ینفع و قلب لا یخشع و من نفس لا تشبع و من دعوۃ لا یستجاب لھا۔	اے اللہ! میں آپکی پناہ چاہتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے اور اس دل سے جسمیں خشوع نہو اور اس نفس سے جو سیر نہو اور اس دعا سے جو مقبول نہو

باطنی امراض سے نکلنے کے لئے اللہ تعالےٰ سے دل سے یوں دعا کرے:۔

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّیَآءِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْکَذِبِ وَعَیْنِیْ مِنَ الْخِیَانَۃِ فَاِنَّکَ تَعْلَمُ خَآئِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ	اے اللہ پاک کردے میرے دل کو نفاق سے اور میرے عمل کو ریا اور میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے کیونکہ تو جانتا ہے آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں

اسی طرح سب امراض کرے۔

خوش خبری

۱۔ حضرت مصلح الامۃ علیہ الرحمۃ کا نہایت بلیغ معرکۃ الآرا، جامع وبسیط وعظ جو گذشتہ رسائل میں محبت اللہ اور ہوی النفس کے عنوان سے شایع ہو چکا ہے اسکی افادیت کے پیش نظر اب کتابی شکل میں تہذیب وتبویب اور الفاظ مشکلہ کی تشریح کے ساتھ شایع کیا گیا ہے۔

اصل قیمت -/۲۵ روپئے قارئین رسالہ کیلئے خصوصی رعایت -/۱۸ ڈاک خرچ بذمہ خریدار

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرم ہائے سیاہ کو ترے عفو بندہ نواز میں

۲۔ اس پر آشوب اور پر فتن دور میں بندۂ مومن پناہ کہاں تلاش کرے، مسموم فضا خوشگوار کیسے ہو، نفرت وعداوت کی جگہ انسانیت وشرافت کیسے پیدا ہو؟ اللہ کی نصرت وتائید حاصل کرنے کیلئے مطالعہ کیجئے حضرت مصلح الامت کی بے مثال کتاب " درد ودرماں " جو واقعی دور حاضر کے دردوں کا درماں ہے تیسرا ایڈیشن جدید ومفید اضافوں کے ساتھ طبع ہو چکا ہے انشاء اللہ اس کتاب کے مطالعہ سے پریشانیوں اور بے چینیوں کا علاج اور دفع مشکلات کے حقیقی وسائل سے آگاہی نصیب ہوگی

قیمت - -/۱۲ رعایتی -/۱۰ روپیہ

۳۔ اسلامی زندگی کیلئے آداب نبویہ، زندگی کے تمام مسائل طبعی، معاشرتی اور شرعی معاملات مشتمل شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی جامع تصنیف آداب الصالحین کا اردو ترجمہ " اسوۃ الصالحین " کے نام سے تیسری مرتبہ ادارے سے شایع ہو رہا ہے اسکا مطالعہ عوام وخواص کے لئے یکساں مفید ہے۔

قیمت: -/۳۵ رعایتی　یہ رعایت ۳۱ دسمبر ۹۱ء تک جاری رہیگی۔

ایک ضروری گذارش

دائرۃ الاشاعت خانقاہ مصلح الامۃ جو نشر واشاعت کے ذریعہ دین کی خدمت انجام دے رہا ہے اسکے مالی تعاون کے لئے نہ کوئی انجمن ہے نہ افراد کی اعانت بکتابوں کی اشاعت وفروخت ہی ذریعہ آمدنی ہے فی الحال مکتبہ میں دو کتابیں تالیفات حضرت اور ترغیب الفقراء والملوک ترجمہ سلک السلوک خاص تعداد میں موجود ہیں جسکی وجہ سے ایک خطیر رقم منجمد ہے احباب اسکی طرف توجہ فرمائیں۔ اہل خیر حضرات یہ بھی کرسکتے ہیں کہ یہ کتابیں اہل دین اور غرباء طالبین میں تقسیم فرمائیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(مال کی بحث اس وقت دنیا کا اہم ترین مسئلہ بنی ہوئی ہے جہاں تک مال کی ضرورت کا تعلق ہے وہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ لیکن عمومی طور پر اذہان میں شریعت مطہرہ کے متعلق یہ خیال جاگزیں ہے کہ مال اور دنیا قابل مذمت اور قابل نفرت ہیں لیکن اس غلط فہمی کا اصل منشا تعلیمات شرعیہ سے ناواقفیت اور احکام شرعیہ سے جہالت ہے۔ آپ خود غور فرمائیے جب زکوٰۃ و صدقات نافلہ، انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ طاعات مالیہ پر قرآن و سنت میں اجر و ثواب کی بشارت سنائی جا رہی ہے اور انکی ترغیب دلائی جا رہی ہے تو مال جس کے ذریعہ سارے اعمالِ خیر وجود میں آتے ہیں مبغوض کیسے ہو سکتا ہے۔ لہٰذا نفس مال اور دنیا نہ مطلقاً لائق مذمت ہے نہ قابل مدح بلکہ اس کے مدح و ذم کا تعلق اسکے حسن استعمال اور سوء استعمال سے ہے چنانچہ اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق مال کو اپنے دین و آخرت کا معین بنا دے اسکے کسب و تحصیل، حفاظت و صیانت، انفاق و صرف کے متعلق ہدایات ربانی اور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کو پیش نظر رکھے اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات میں مال صرف کرے تو یقیناً یہ مال مدح اور لائق ستائش ہے اسکے برخلاف مال کو اگر غلط طور پر استعمال کیا جائے اور اسکے کسب و تحصیل اور انفاق وغیرہ میں حدود شرعیہ کا لحاظ نہ کیا جائے جائز و ناجائز سے بے پروا ہو کر ظلم و غصب وغیرہ حرام ذرائع سے جیسے بھی ہو مال حاصل کیا جائے اور بے محل اور بے موقع اسے صرف کیا جائے اور مال کے متعلق حقوق اللہ اور حقوق العباد ضائع کر دیئے جائیں اور وہ مال طغیان اور سرکشی میں مبتلا کر دے یا منعم حقیقی سے غافل بنا دے تو ظاہر ہے کہ ایسا مال اور ایسی دنیا قابل صد نفرت اور مذمت ہوگی لہٰذا یہ سمجھنا سراسر غلط فہمی پر مبنی ہے کہ مال اور دنیا مطلقاً مذموم اور واجب الاحتراز ہیں۔

اسکی تشریح جد محترم حضرت معلم الامۃ قدس سرہ کے کلمات طیبات کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے ارشاد فرماتے ہیں۔

مال کی دنیا میں جیسی کچھ ضرورت ہے وہ اظہر من الشمس ہے کیونکہ انسان کے لئے مال قوام زندگی ہے

قال اللہ تعالیٰ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا

(ترجمہ) اور تم کم عقلوں کو اپنے وہ مال مت دو جنکو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لئے مایۂ زندگی بنایا ہے۔ اس میں مال کو قوام زندگی فرمایا گیا ہے (جس کے اوپر انسان کی حیات مادی اور معاشرتی کا دارو مدار ہے) پس اس کے بغیر تو دنیا کی گاڑی چل ہی نہیں سکتی کیونکہ ہمارا کھانا۔ پینا۔ پہننا۔ مکان۔ اثاث البیت۔ غرضکہ ہماری تمام ضروریات زندگی کی تحصیل کا ذریعہ مال ہے۔ لہٰذا مال کی تو اس دنیا میں قدم قدم پر ضرورت ہے اور اسکی ضرورت کا کوئی بھی منکر نہیں نہ کوئی عالم اسکا انکار کرسکتا ہے نہ کوئی جاہل حتیٰ کہ دین و مذہب نے بھی اسکی ضرورت کو تسلیم کیا ہے بلکہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ اسلام میں مال حاصل کرنے کی ترغیب موجود ہے تو غلط نہ ہوگا یہاں میں چند روایات پیش کرتا ہوں جو میرے اس مدعا پر شاہد عدل ہیں۔

مالِ حلال کی ترغیب

(۱) حضرت عمرو بن العاص رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوا بھیجا جب میں حاضر خدمت ہوا تو فرمایا کہ جاؤ کپڑے پہن کر اور ہتھیار سج کر آؤ میں نے تعمیل حکم کی اور پھر حاضر ہوا اس وقت آپ وضو فرمارہے تھے پہلے تو آپ نے مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھا پھر فرمایا اے عمرو میرا خیال ہے کہ تم کو ایک لشکر پر سردار بنا کر بھیجوں تاکہ اللہ تعالیٰ تمھیں مال غنیمت عطا فرمائیں اور خدا کرے تم صحیح سالم رہو۔ اور مجھے تمھارے لئے مال میں رغبت صالحہ ہے یعنی میرا جی چاہتا ہے کہ تمھارے پاس مال دیکھوں۔ حضرت عمرو کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مال کی خاطر تو مسلمان ہوا نہیں میں نے تو اسلام کی خاطر اسلام کو قبول کیا ہے اور اس لئے مسلمان ہوا ہوں کہ (دنیا و آخرت) میں آپکی

بیعت مجھے نصیب رہے ۔ آپ نے فرمایا عَمرُو نِعِمَّا بِالمَالِ الصَّالِحِ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ
یعنی اے عمرؓ انسان اگر نیک اور صالح ہو اور مال بھی اسکو صالح اور طیب ملے تو کیا
صالح شخص کے لئے صالح مال کیا ہی اچھی چیز ہے ۔ دیکھئے اس میں مال حلال
کی ترغیب اور مدح موجود ہے

(۲) ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مَنْ اَخَذَہٗ بِحَقِّہٖ
فَنِعْمَ الْمَعُوْنَۃُ ھُوَ یعنی جو شخص اس مال کو اسکے حق کے ساتھ لے یعنی جائز
طریقوں سے اسکو حاصل کرے اور صحیح مصرف میں اسکو خرچ کرے تو ایک اچھا
معین اور عمدہ مددگار ہے ۔

(۳) حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں دنیا کو جو متاع غرور
(دھوکے کا سودا) فرمایا گیا ہے تو یہ اسوقت ہے کہ یہ طلب آخرت سے انسان کو
روک دے لیکن اگر یہی دنیا اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کیجا نب داعی ہو اور آخرت
کا ذریعہ بنے تو پھر یہی نِعْمَ المتاع و نِعْمَ الوسیلہ بھی ہے یعنی نہایت ہی عمدہ برتنے
کی چیز اور بہت ہی خوب ذریعہ اور وسیلہ ہے ۔

(روح المعانی ص۱۶ پ۲۷)

اب آپ حضرات کے سامنے میں جو مال کی یہ محمودیت احادیث سے ثابت کر رہا ہوں
تو بہت ممکن ہے یہ بات بھی آپ کو نئی معلوم ہو اس لئے کہ دنیا اور مال کے متعلق
مشہور تو یہی ہے کہ دین میں اسکی مطلقاً گنجائش نہیں بلکہ یہ امور دین کے بالکل
منافی ہیں ۔ میں نے اس غلط فہمی کے ازالہ کے لئے اس بحث کو کچھ طول دیدیا ہے
اب اسکے بعد یہ سمجھئے کہ آخر یہ غلط فہمی ہوئی کہاں سے ۔ بات یہ ہے کہ دین کے
پیش نظر مقصودیت کے درجے میں تو صرف آخرت ہے اور دنیا کی حیثیت اسکے
نزدیک صرف وسیلہ کی سی ہے تو اگر کسی نے دنیا سے ایسا تعلق رکھا جو دین کے
لئے معین ہو تو اسوقت تو یہ دنیا نِعْمَ المَعُوْنَۃُ اور نِعْمَ المَتَاعُ وَ نِعْمَ الوَسِیْلَۃُ
اور نِعْمَ المَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ کا مصداق ہوگی یعنی اچھا معین، عمدہ

سامان اور بہترین ذریعہ ہے (رضاء خداوندی کا) نیک آدمی کے لئے مالِ حلال عمدہ چیز ہے اور اگر کسی نے دنیا کو اللہ کی مرضی کے خلاف اور آخرت سے دور کرنے والے طریقوں میں استعمال کیا تو بیشک ایسی دنیا کی تو مذمت کیجائیگی اور اس سے احتراز ہی کیا جائے گا جیساکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ھِیَ لَیِّنٌ مَسُّھَا قَاتِلٌ سَمُّھَا یعنی یہ دنیا ایسی ہے کہ اسکا مَسّ یعنی چھونا تو نرم ہے اور سَمّ اسکا زہر قاتل ہی ہے یعنی بظاہر خوشنما معلوم ہوتی ہے لیکن اسکے اثرات بد مہلک ہوتے ہیں۔

دیکھئے اس میں تصریح ہے کہ مال اور دنیا میں دونوں ہی پہلو ہیں یعنی ایک حیثیت سے اگر یہ قابل مدح چیز ہے تو دوسرے اعتبار سے مستحق ذم بھی ہے لیکن ذم کا اصل منشاء اسکا سوء استعمال ہے ورنہ تو نفس دنیا کوئی قابل مذمت اور نفرت کی چیز نہیں ہے۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ :۔

ولا اری الاستدلال علی رداءۃ الدنیا الا استدلالا فی مقام الضرورۃ نعم ھی نعمت الدار لمن تزود منھا لآخرتہ

دنیا کی مذمت جو شریعت میں وارد ہے تو اسکے متعلق میرا خیال ہے کہ وہ صرف ضرورۃً ہی آئی ہے ورنہ تو یہ ایک اچھی جگہ بھی ہے اس شخص کے لئے جو اس میں رہ کر اپنی آخرت کے لئے توشہ تیار کرے۔

(روح المعانی ص ۲۸۳ پ ۱)

(اب حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے زیرِ نظر مضمون میں کسب مال تحصیل معاش کی اہمیت، تجارت، محنت مزدوری کی ترغیب اور سوال کی مذمت نیز تجارت کے متعلق واضح ہدایات، غیر منقولہ جائداد کے بدلے غیر منقولہ جائداد خریدنے کا حکمت پیغمبرانہ پر مشتمل امر تاکیدی اولاد کے لئے معاش کا اہتمام نیز مال کے انفاق و صرف کے ضوابط اور اسکی ترتیب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اور اسکے جان نثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ارشادات عالیہ اور آثار ائمہ کرام کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے جس کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی واضح ہو جائیگی کہ شریعت مقدسہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور انسان کے تمام معاشرتی امور کے متعلق بھی اسمیں ہدایات موجود ہیں اور حیات انسانی کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہ گیا ہے۔)

معاش و اسباب زندگی

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔

زندگی کا اہم مسئلہ سب سے اہم مسئلہ دنیوی زندگانی میں معیشت یا معاش کا ہے جیسا کہ ظاہر ہے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاد کیطرح ہمارے معاش کا بھی کامل انتظام فرمایا ہے پس اسکا اتباع عین دین ہے مثلاً حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ باب سیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تحریر فرماتے ہیں کہ ۔ وکان الزمھم باصلاح تدبیر المنزل ورعایۃ الاصحاب وسیاسۃ المدینۃ بحیث لا یتصور فوقہ یعرف لکل شیئ قدرہٗ ۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تدبیر منزل اور اصحاب کی رعایت اور سیاست مدینہ کا سب سے زیادہ التزام فرماتے تھے کہ اس سے بڑھکر متصور نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ آپ ہر چیز کی قدر و منزلت پہچانتے تھے۔

اب احادیث سے اس کا ثبوت پیش کرتا ہوں۔

ذریعہ معاش کا اہتمام اور سوال کی مذمت

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان رجلا من الانصار جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسئلہٗ فقال لک فی بیتک شیئ قال بلی حلس نلبس بعضہٗ ونبسط بعضہٗ وقدح نشرب فیہ الماء قال ائتنی بھما قال فاتاہ بھما فاخذھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سوال کرنے کے لئے آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارے گھر میں کچھ ہے؟ کہا ہاں ایک ٹاٹ ہے جسکے بعض حصے کو اوڑھتا ہوں اور بعض کو بچھاتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جسمیں پانی پیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں چیزوں کو میرے پاس لاؤ تو وہ انصاری لائے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو

من يشترى هذين فقال رجل انا اخذهما بدرهم قال من يزيد على درهم مرتين او ثلثا قال رجل انا اخذهما بدرهمين فاعطاهما اياه فاخذ الدرهمين فاعطاهما الانصارى وقال اشتر باحدهما طعاما فانبذه الى اهلك واشتر بالآخر قدوما فأتنى به ففعل فاخذه رسول الله صلى الله عليه وسلم فشد فيه عودا بيده وقال اذهب فاحتطب ولا أراك خمسة عشر يوما فجعل يحتطب ويبيع فجاء وقد اصاب عشرة دراهم فقال اشتر ببعضها طعاما وببعضها ثوبا ثم قال هذا خير لك من ان تجئ والمسئلة نكتة فى وجهك يوم القيامة ان المسئلة لا تصلح الا لذى فقر مدقع او لذى غرم مفظع او دم موجع۔

(ابن ماجہ ص۱۵۹)

اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونوں چیزوں کو خریدتا ہے ایک شخص نے کہا کہ میں اسکو ایک درہم میں لیتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو تین مرتبہ فرمایا کہ کون ایک درہم سے زیادہ دیتا ہے تو ایک شخص نے کہا میں ان چیزوں کو دو درہم میں لیتا ہوں۔ بس حضورؐ نے اسے دیدیا اور دونوں درہم کو لیکر (سائل) انصاری کو دیدیا اور فرمایا کہ ایک درہم سے تم غلہ خرید کر اپنے گھر والوں کو دیدو اور دوسرے سے کلھاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ تو انھوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر آپؐ نے اپنے دست مبارک سے خود اس کلھاڑی میں عمدہ طریقہ سے ایک لکڑی لگادی اور فرمایا کہ جاؤ لکڑیاں جمع کرو اور میں پندرہ دن تک تم کو یہاں نہ دیکھوں (یعنی اس مدت میں یہاں نہ رہنا اور مراد اس سے ترک اکتساب کی ممانعت تھی نہ رویت کی۔ کذا فی المرقات) پس وہ لکڑیاں جمع کرکے بیچنے لگے کچھ دنوں کے بعد اس حال میں آئے کہ دسؔ درہم ان کے پاس ہوگئے تھے تو حضورؐ نے فرمایا کہ اس کے بعض سے غلہ خرید لو اور بعض سے کپڑا خرید لو۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اس بات سے کہ قیامت کے دن تم آؤ اس حال میں کہ سوال کا برا نشان تمہارے چہرے پر ہو۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ؛ بیشک سوال کرنا لائق نہیں ہے مگر ان لوگوں کیلئے جو شدید فقر و فاقہ میں مبتلا ہوں یا جن کے اوپر قرض کا بار گراں ہو۔ یا اس کے ذمہ ایسا خون ہو جو درد و الم میں ڈالنے والا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ قاتل کے خون کردینے کی وجہ سے اسپر دیت لازم آئے اور دیت ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو سوال کرکے ادا کرنیکی اجازت ہے۔

ف۔ اس حدیث سے کس قدر اہتمام نکلتا ہے معاش کے درست کرنے کا نیز اس حدیث سے کس قدر مذمت ثابت ہوتی ہے۔ سوال کرنے کی کہ سوال کرنے کی وجہ سے سائل کے چہرے پر قیامت کے دن بدنما داغ ہوگا۔ ہاں جن مواقع پر از روئے شرع سوال کی اجازت ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

امراء اور غرباء کا سامان تجارت

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال امر رسول الله صلی الله علیه وسلم الاغنیاء باتخاذ الغنم وامر الفقراء باتخاذ الدجاج وقال عند اتخاذ الاغنیاء الدجاج یاذن الله بهلاك القری

(ابن ماجه ص۱۶۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اغنیاء کو امر فرمایا کہ بکریاں رکھیں اور فقراء کو حکم دیا کہ مرغیاں رکھیں۔ نیز فرمایا کہ جب اغنیا بھی مرغیوں کو اختیار کرلیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ قریٰ کو ہلاک ہو جانے کا امر فرما دیں گے۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ مرغیوں کے رکھنے میں زیادہ صرفہ کی ضرورت نہیں ہوتی اور اس کی نسل بھی آسانی سے بڑھ جاتی ہے اور آمدنی کا ذریعہ بہت جلد حاصل ہو جاتا ہے بخلاف بکریوں کے کہ اس کے رکھنے اور اس سے تجارت کرنے کے لئے رقم کثیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس پر اغنیاء ہی قادر ہو سکتے ہیں۔ پس اگر اغنیا بھی مرغیاں پالنے لگیں اور اس کو ذریعۂ آمدنی بنالیں تو پھر غرباء کا ذریعہ معاش ختم ہو جائے گا اور وہ بھوکوں مرجائیں گے۔

ف ۔ سبحان اللہ کیا عمدہ انتظام معاش ہے۔

عن ام هانی ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لها اتخذی غنما فان فیها برکة

حضرت ام ہانی فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بکریاں پال لو اس لئے کہ اس میں برکت ہے۔

(ابن ماجه)

غیر منقولہ جائداد کا خاص حکم

عن حذیفة بن الیمان قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من باع دارا ولم یجعل ثمنها فی مثلها لم یبارك له فیها۔

(ابن ملجه)

حضرت حذیفہ ابن الیمان کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی مکان کو فروخت کیا اور اس کی قیمت اس کے مثل (یعنی غیر منقول شے) میں صرف نہیں کیا تو اس میں برکت نہ ہوگی۔

عن سعید بن حریث قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من باع داراً اوعقاراً فلم یجعل ثمنه

حضرت سعید ابن حریث سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی مکان یا زمین کو فروخت کیا اور اس کی قیمت کو اسی کے مثل شے کے خریدنے

فی مثلہ کان قمن ان لا یبارك فیہ۔　　میں صرف نہیں کیا تو لائق ہے کہ اس بیع میں برکت نہ ہو۔

(ابن ماجہ ص۱۸۲)

مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین و مکانات کو فروخت کرکے اس کی قیمت دوسری چیزوں میں صرف کرنے کو ناپسند فرمایا ہے اس لئے کہ زمین و مکانات مستقل جائداد ہیں ان میں منافع کثیر ہیں اور ضرر کے احتمالات کم ہیں مثلاً سرقہ وغیرہ۔ بخلاف دوسری چیزوں کے کہ اس میں چوری غارت وغیرہ کا خطرہ لگا رہتا ہے۔

ف:۔ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بکری کی تجارت میں برکت اور زمین وغیرہ کی بیع کرکے اس کی قیمت کو دوسری چیزوں میں صرف کرنے سے عدم برکت کو فرمایا تو یہ عین مرضی الٰہی بھی ہوئی مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى تو پھر ان ارشادات پر جو ہمارے معاش کے متعلق ہیں کیوں نہ ایمان لائیں اور کیوں نہ اس پر عمل کرکے فائدہ اٹھائیں۔ اس سے کسقدر معاش کا اہتمام اور شفقت علی الامتہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ اہل و عیال پر مال خرچ کرنا باعث اجر

عن سعد بن ابی وقاص قال مرضت عام الفتح مرضا اشفیت علی الموت فاتانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعودنی فقلت یا رسول اللہ ان لی مالا کثیرا ولیس یرثنی الا ابنتی افاوصی بمالی کلہ قال لا قلت فثلثی مالی قال لا قلت فالشطر قال لا قلت فالثلث قال الثلث و الثلث کثیر انك ان تذر ورثتك اغنیاء خیر من ان تذرھم عالۃ یتکففون الناس وانك لن تنفق نفقۃ تبتغی بھا وجہ اللہ الا اجرت بھا حتی اللقمۃ ترفعھا الی فی امراتك۔

(مشکوۃ باب الوصیۃ)

حضرت سعد ابن ابی وقاص سے روایت ہے کہ میں فتح مکہ کے سال اتنا سخت بیمار ہوا کہ قریب المرگ ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کی غرض سے میرے پاس تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے پاس مال بہت زیادہ ہے اور سوائے ایک لڑکی کے میرا کوئی وارث نہیں ہے کیا میں اپنے کل مال کے (صدقہ کر دینے) کی وصیت کر دوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ پھر دو ثلث کی (حضور نے فرمایا نہ) میں نے کہا پھر نصف کی وصیت کردوں پھر بھی حضور نے نفی ہی میں جواب (اخیر میں) عرض کیا کہ ثلث مال کی وصیت کردوں تو فرمایا ہاں ثلث کی کر سکتے ہو مگر یہ بھی زیادہ ہے (اسلئے کہ) تمہارا اپنے ورثہ کو اغنیاء چھوڑ جانا اس سے بہتر ہے کہ ان کو محتاج چھوڑ جاؤ کہ دوسروں کے دست نگر ہوں۔ اور بلاشبہ تم جو بھی خرچ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کروگے، اس کا ثواب تم کو ملے گا، حتی کہ اس لقمہ پر بھی تم کو اجر ملیگا جو اپنی بیوی کے منہ میں دو۔

(باقی آئندہ)

[illegible]

تیسرے صلہ رحمی کرنا اسکے متعلق حق تعالیٰ فرماتے ہیں وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِی تَسَاءَلُونَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ یعنی اللہ سے ڈرو جسکا واسطہ دے کر تم لوگوں سے سوال کرتے ہو اور رشتہ کا بھی خیال رکھو یعنی صلہ رحمی کرو چوتھے امانت کا اداکرنا حق تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَهْلِهَا ـــــــ یعنی اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو امانت رکھنے والوں کو واپس کرو پانچویں یہ کہ کسی شخص کی اطاعت معصیت کے کام میں نہ کرو حق تعالےٰ فرماتے ہیں کہ وَلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ کہ بعض انسان دوسرے بعض انسانوں کو اللہ کے ماسوا حاکم اور رب نہ بنائیں ۔ چھٹیں کہ اپنے نفس کی خواہشات پر نہ چلے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی یعنی وہ شخص جنتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی پیشی سے ڈرا اور جس نے اپنے نفس کو برائی سے روکا ۔ ساتویں یہ کہ اللہ تعالےٰ کی طاعت میں کوشش کرے اور اللہ تعالےٰ سے ڈرے اور اس سے ثواب کی امید رکھے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ یعنی اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو اسکو خوف و رجا دونوں حالتوں میں پکارتے ہوں اور جو کچھ ہم نے انھیں بخشا ہے ہماری راہ میں اسے خرچ کرتے ہوں ۔ لہٰذا ہر انسان پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور اپنی خطاؤں پر روتا رہے اسلئے کہ معاملہ سخت ہے ۔

حدیث میں روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک بستی کے پاس سے گذرے اس بستی میں ایک پہاڑ میں سے رونے اور چیخنے کی آواز آرہی تھی آپ نے بستی والوں سے پوچھا کہ یہ پہاڑ میں سے رونے اور چیخنے کی آواز کیسی آرہی ہے ؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اے عیسیٰ (علیہ السلام) ہم لوگ تو جب سے آباد ہیں اس بستی میں اسی وقت سے اس پہاڑ سے یہ شوروغل اور رونے کی آواز

سن رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوئے اور عرض کیا کہ اے پروردگار آپ اس پہاڑ کو حکم دیجئے کہ وہ مجھ سے بات کرے اللہ تعالےٰ نے اس پہاڑ کو گویا بنا دیا۔ اس نے کہا کہ اے عیسیٰ آپ مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ تم مجھے اپنے رونے اور چیخنے کا سبب بتاؤ۔ اس نے کہا کہ اے عیسیٰ میں ایک پہاڑ ہوں لوگ میرے پتھر کو تراش کر بت بنائیں گے اور پھر اللہ کو چھوڑ کر اسکی پرستش کریں گے پس مجھے خوف ہے کہ کہیں اللہ تعالےٰ مجھے بھی جہنم میں نہ ڈالدیں کیونکہ میں نے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اس آگ سے ڈرو جسکا ایندھن انسان اور پتھر ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اس پہاڑ سے فرما دیجئے کہ چپ ہو جا اور تسلی رکھ میں نے تجھے جہنم میں جانے سے مستثنیٰ کر دیا۔ پس دیکھو کہ پتھر اپنی سختی اور صلابت کے باوجود اللہ کے عذاب سے کیسا ڈر رہا ہے۔ پس کیا حال ہے اس مسکین اور ضعیف انسان کا کہ وہ دوزخ سے نہیں ڈرتا اور اسکی پناہ اللہ تعالےٰ سے نہیں مانگتا۔

اے ابن آدم دوزخ سے ڈر اور اس سے ڈرنا یہ ہے کہ گناہوں کو ترک کر اس لئے کہ گناہ ہی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عذاب کا سبب بنتے ہیں جس کے سہار کی طاقت تمھارے اندر موجود نہیں ہے۔

اور حضرت انس بن مالک رضؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالےٰ کا یہ قول نازل ہوا کہ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا یعنی اسی طرح سے ہم نے تم کو ایک عادل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے مقابلے میں گواہی دو اور رسول کو تمھارے اوپر گواہ مقرر کیا ہے (جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی دونوں آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور آپ نے فرمایا اے لوگو! اللہ تعالےٰ نے مجھے نبی و رسول

بناکر بھیجا اور اپنے نبی کی امت بننے کے لئے تمھارا انتخاب فرمایا اور مجھکو تمھارا گواہ مقرر کیا اور تمھیں دوسری سب امتوں اور گذرے ہوئے لوگوں کا گواہ مقرر فرمایا۔ یہ سنکر انصار میں کا ایک شخص جسکا نام قیس بن عروہ تھا کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم کیسے امم سابقہ پر گواہی دیں گے درانحالیکہ نہ ہم لوگ انکے زمانہ میں تھے نہ وہ لوگ ہمارے زمانہ میں ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عروہ! جب قیامت کا دن ہوگا اور اور یہ زمین ایک دوسری زمین سے بدل دی جائیگی اور آسمان طے کر دیے جائینگے جس طرح دفتر اور رجسٹر لپیٹ دیا جاتا ہے۔ اور سب مخلوق جمع ہوگی جنمیں سے بعضوں کے چہرے سیاہ ہوں گے اور بعضوں کے سفید ہوں گے۔ چنانچہ یہ سب لوگ چالیس سال تک کھڑے رہیں گے۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگ کس چیز کا انتظار کرتے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک تیز اور بلند آواز کا جیساکہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهُ وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَٰنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا یعنی جس دن کہ لوگ بلانے والے کی پکار پر جاویں گے جس میں کوئی شبہ نہیں ہے اور ساری آوازیں اللہ تعالے کی عظمت کی بنا پر خوف زدہ رہیں گی چنانچہ تم سوائے پھپھساہٹ کے اور کچھ نہ سنوگے یعنی ہونٹ ہلتے ہوں گے اور بول چال نہ سنائی پڑے گی اور اس وقت لوگ ایک ایسی زمین کیطرف چلتے ہوں گے جس پر خوں ریزی نہ ہوئی ہوگی اسکے بعد سب سے پہلے جانور لائے جائیں گے اور بعض کا بعض سے بدلہ چکا دیا جائے گا (یعنی اگر کسی سینگ والے جانور نے دنیا میں کسی بے سینگ والے جانور کو مارا ہوگا تو یہاں اس بے سینگ والے کو سینگ عطا کیجائیگی اور کہا جاویگا کہ آج تو اسکو مار لے) پھر سب جانوروں سے کہا جائے گا کہ تم سب مٹی ہو جاؤ یہی مراد ہے اللہ تعالے کے اس ارشاد کی کہ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنتُ تُرَابًا یعنی کافر کہے گا کہ اے کاش میں بھی مٹی ہو جاتا (یہ خیال اسے جانوروں کے

جماعت۔ اور اپنی دائمی سزا کو دیکھکر ہوگا) پھر ایک ایک نبی اور اس کی
امت کو لایا جائے گا اور ان امتیوں میں حق کے ساتھ فیصلہ کردیا جائے گا اور
ایک فریق کو جنت میں اور ایک فریق کو دوزخ میں بھیجدیا جائیگا پھر منادی
اعلان کرے گا کہ نوح علیہ السلام کہاں ہیں وہ پیش کیے جائیں گے اللہ تعالیٰ
فرمائیں گے کہ اے نوح تم نے رسالت ادا کردی تھی اور امانت پہنچادیا تھا
وہ عرض کریں گے ہاں اے پروردگار میں نے دونوں کام کردیئے تھے اس کے
بعد انکی قوم بلائی جائیگی اور کہا جائیگا کہ اے نوحؑ کی امت یہ نوح موجود ہیں
میں نے انکو تمھاری جانب کلمۂ اخلاص کی دعوت دینے کے لئے بھیجا تھا
انھوں نے تمکو وہ بات پہنچائی یا نہیں وہ لوگ کہیں اے ہمارے پروردگار
مَا جَآءَنَا مِنۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٌ یعنی ہمارے پاس نہ تو کوئی بشیر آیا نہ نذیر
حق تعالیٰ فرمائیں گے اے نوح یہ تمھاری امت تو تمھارا انکار کررہی ہے
پس کیا تمھارے پاس کوئی شاہد ہے جو تمھاری موافقت میں گواہی دے۔ نوح
علیہ السلام عرض کریں گے ہاں محمد علیہ السلام کی امت میری گواہ ہے۔ پس
ایک منادی اعلان کرے گا کہ اے خیر امت جو لوگوں کے پاس بھیجی گئی ہے
اور اے رمضان شریف کے مہینہ کے روزہ رکھنے والو!
اور صفوں سے کچھ لوگ نکلیں گے جنکی نشانی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب
میں یہ بیان فرمائی ہے کہ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ انکی نشانی یہ ہوگی کہ انکے
چہرے (یعنی پیشانی) پر سجدے کی نشانی ہوگی یہ لوگ کہیں گے اے اللہ کیطرف
بلانے والے ہم لوگ حاضر ہیں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے امت محمد! کیا تم نوح
کے متعلق گواہی دے سکتے ہو وہ عرض کریں گے بیشک یا رب ہم گواہی دیتے
ہیں کہ نوح علیہ السلام نے نبوت کا حق ادا کیا اور آپ کی امانت پہنچائی اس پر
نوح علیہ السلام کی امت کہے گی کہ نوح علیہ السلام تو سب سے پہلے صاحب شریعت
نبی تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی تھے پس انکو ان کے متعلق

کیسے گواہی دے رہے ہو جکا زمانہ تم نے پایا نہیں ۔ امت محمدیہ جواب دیگی
کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کتاب نازل فرمائی
تھی یعنی قرآن شریف اس میں موجود ہے کہ اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ الآیۃ
ہم نے ان آیتوں کو پڑھا تھا (اس لئے آج گواہی دے رہے ہیں) اس پر
اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے اے امت محمد! تم سچ کہہ رہے ہو، میں نے اپنے
طور پر یہ قسم کھا رکھی ہے کہ کسی کو بلا دلیل عذاب نہ دونگا پس اے امت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم جاؤ تم لوگ باہم اپنے حقوق کی معافی تلافی کرلو اور میں نے ان حقوق کو جو
میرے اور تمھارے درمیان ہیں سب معاف کر دیا ۔

اکیانوے واں باب
شیطان کی دشمنی اور اسکی خفیہ چالوں کا بیان

فقیہ ابو اللیث سمرقندی اپنے والد رحمۃ اللہ علیہم اور وہ اپنی سند کے ساتھ
حضرت زہری کے واسطے سے حضرت صفیہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان آدمی کے بدن میں خون کیطرح
جاری ساری رہتا ہے ۔ (یعنی جس طرح سے کہ بدن انسان کا کوئی حصہ خون کی
رسائی سے خالی نہیں ہے اسی طرح سے سمجھو کہ اسکے جسم کا کوئی جزو شیطان کے
تصرف سے محفوظ نہیں ہے ۔ آنکھ، کان، ناک، زبان، شرمگاہ، ہاتھ اور پیر
حتیٰ کہ قلب سب پر اسکو دسترس حاصل ہے جس عضو سے چاہے گناہ صادر کرادے
آنکھ کا گناہ بدنظری ہے ۔ کان کا غیبت اور گانا وغیرہ سننا ہے ۔ زبان کا کذب
غیبت چغلی اور جھوٹی قسم وغیرہ کھانا ہے اور قلب کا گناہ بدظنی کرنا ہے اور حق میں
شک و شبہ کرنا و خطرات ردیہ اور وساوس مہلکہ کا شکار ہوتا ہے ان میں سب سے اہم قلب کا گناہ
یعنی شک و شبہ اور خطرات و وساوس ہیں جو کہ بالکل شیطان کی جانب سے پیش آتے ہیں

اسلئے اللہ تعالےٰ نے اس سے محفوظ رہنے کا جو طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم فرمایا حضرت مولف اسکو یہاں بیان فرماتے ہیں

حضرت کلبی ابو صالح سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضہ سورۂ ناس کی یہ تفسیر بیان فرماتے تھے کہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ آپ فرمائیے کہ میں لوگوں کے رب یعنی سید اور مالک کی پناہ چاہتا ہوں مَلِكِ النَّاسِ جو کہ تمام جن وانس کا بادشاہ ہے اِلٰهِ النَّاسِ جو کہ لوگوں کا معبود ہے حضرت ابن عباسؓ الہ کا ترجمہ خالق سے فرماتے ہیں یعنی لوگوں کا خالق ہے مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے اور مراد اس سے شیطان کو لیتے تھے اَلْخَنَّاسِ جو چھپ کر وسوسہ ڈالتا ہے یعنی وہی شیطان اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ٥ جو مخلوق کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے جنوں کے بھی اور انسانوں کے بھی فرماتے تھے کہ یہ وسوسہ ڈالنے والا خناس جنوں کے صدور میں بھی داخل ہوتا ہے جس طرح کہ انسان کے قلوب میں داخل ہوتا ہے پس سب ہی قلوب میں وسوسہ ڈالتا ہے لیکن جب وہ اللہ تعالےٰ کو یاد کرلیتا ہے تو پھر یہ غائب ہوجاتا ہے اور اسکے سینہ سے نکل بھاگتا ہے

(ظاہر ہے کہ شیطان کی اس عملداری کو دیکھکر انسان گھبرا سکتا تھا اسلئے مومن کی تسلی کے لئے مولف نے آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرمایا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (لوگو سنو!) میں داعی (اور مبلغ) بناکر ضرور بھیجا گیا ہوں لیکن کسی کو ہدایت دینا یہ میرے قبضہ میں نہیں ہے۔ اسی طرح سے ابلیس کو اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو بس مزین کرنے کی قوت تو دی ہے باقی یہ کہ جس کو چاہے وہ گمراہ بھی کردے یہ اس کے اختیار کی بات نہیں مطلب یہ کہ شیطان صرف وسوسہ ڈال سکتا ہے اور معصیت کو بنا سنوار کر اور مزین کرکے پیش کرسکتا ہے بس اس سے زیادہ اسکے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے[ہ] (انسان گمراہ خود اپنے

ہ یہ خود بھی بڑی تسکین کی بات ہے اور اس بڑھکر تسلی کی بات یہ ہے کہ قرآن میں اِنَّ کَیْدَ ۲۰

اختیار اور اپنے فعل سے ہوتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ قیامت میں بھی صاف نکل جائیگا اور کہے گا کہ میرا تم پر کچھ زور تھوڑا ہی تھا میں نے تو صرف ایک چیز کو مزین کرکے تمھارے سامنے پیش کیا تم ہی نے اس پر عمل بھی کرلیا لہٰذا اب مجھے ملامت کرنے کے بجائے خود اپنے کو ملامت کرو) جب معاملہ یہ ہے تو آگے مولف رح فرماتے ہیں کہ ۔

انسان کو چاہیئے کہ اپنے نفس سے وساوس کے دفع کرنے میں کوشش کرے اور اپنے حقیقی دشمن کی بھرپور مخالفت کرے اسلئے کہ خود اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا یعنی بلاشبہ شیطان تمھارا دشمن ہے ۔ لہٰذا اسکو اپنا دشمن بناؤ یعنی اپنا مخالف جانو اور اس سے احتیاط رکھو ۔ اسی طرح عاقل کو چاہیئے کہ اپنے دوست اور دشمن کو پہچانے تاکہ دوست کا کہا مانے اور دشمن کی بات کی جانب التفات نہ کرے کیونکہ کہا جاتا ہے کہ :-

مقولہ : جاہل کی چار علامات ہیں (۱) ایک یہ کہ بلاوجہ یعنی بے محل غصہ کرے (۲) دوسرے یہ کہ باطل اور خلاف شرع امور میں اپنے نفس پر چلے (۳) تیسرے یہ کہ بے موقع اور خلاف حق جگہوں پر مال صرف کرے (۴) چوتھے یہ کہ دوست دشمن کی اسکو تمیز نہو بلکہ دوست ہی کو دشمن جانے اور دشمن کو دوست سمجھے اور اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ شیطان کی تو اطاعت کرے اور اللہ تعالےٰ کے احکام کو پس پشت ڈال دے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طاعت کو شیطان کی طاعت سے بدلنا کتنا برا تبادلہ ہے اسی کو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا یعنی کیا تم شیطان اور اسکی ذریت کو دوست بناتے ہو مجھے چھوڑ کر حالانکہ یہ سب تمھارے دشمن ہیں جو لوگ

اَلشَّیْطٰنَ کَانَ ضَعِیْفًا شیطان کی چالیں بودی اور کمزور ہوتی ہیں، پس مسلمان کو اس پر ایمان رکھکر شیطان سے ہار نہ ماننی چاہیئے بلکہ اسکو سزا دینے کی ہمت اور یقین رکھنا چاہیئے

ظالم میں کیا ہی برا ان کا بدلہ ہے یعنی خدا کی ولایت کے بدلے شیطان کی ولایت ان کے حصہ میں آئی جیسے کو تیسا۔

اسی طرح سے عاقل شخص کی بھی چار نشانیاں ہیں۔ (۱) جاہل کے ساتھ حلم سے پیش آنا یعنی اسکی جفا کو برداشت کر لینا اور بردباری اختیار کرنا (۲) لغو اور باطل کام سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا (۳) ضرورت اور موقع پر مال خرچ کرنا (۴) دوست اور دشمن کو پہچاننا اور تمیز کرنا۔

حضرت وہب بن منبہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک بار ابلیس کی ملاقات حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام سے ہوئی اس سے حضرت یحییٰ علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ یہ تو بتاؤ انسانوں کی طبیعتیں تم نے کتنے قسم کی پائی؟ کہا کہ حضرت ایک صنف تو آپ جیسے لوگوں کی ہے ——— یعنی معصوم جو کہ معصیت کرنے پر قادر ہی نہیں ہیں (اسلئے ہمارا ان پر کوئی بس نہیں چلتا)

دوسری قسم انسانوں کی وہ لوگ ہیں جو ہماری مٹھی میں بالکل اسی طرح سے ہیں جیسے بچوں کے ہاتھ میں مٹھائی (ان سے میں بھی خوب متلذذ ہوتا ہوں اور انکی جانب سے میں بالکل بے فکر ہوں اس لئے کہ پورے طور پر میرے ہی اختیار میں انکی نکیل ہوتی ہے جدہر چاہتا ہوں گھماتا رہتا ہوں)

تیسری قسم انسانوں کی ایسی ہے جو ہم پر سب قسموں سے بھاری پڑتی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم بڑی بڑی مشکلوں سے تو ان پر قابو پاتے ہیں اور بالآخر اپنا مقصد حاصل بھی کر لیتے ہیں یعنی ان سے گناہ کرا دیتے ہیں لیکن ادہر انکو اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا ہے اور وہ توبہ و استغفار کر کے ہماری کل محنت پر پانی پھیر دیتے ہیں (اور میں جھنجھلا کر رہ جاتا ہوں) اب ایسوں سے نہ تو مایوس ہی ہوتے بنتا ہے (کیونکہ گناہ تو کر ہی لیتے ہیں) اور نہ ہماری مراد ہی پوری ہوتی ہے (کہ ظالم توبہ کر کے سب کاموں کا ناس مارد[یتا ہے]

اسلئے یہ صنف ہمارے اوپر بہت سخت ہے اور ان سے ہمارا ناک میں دم ہے)

صحابہ کا یہ مشرب تھا کہ

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو
جاں شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو

"اگر آپ زندہ رکھیں آپ کی عطا و نوازش ہے اور اگر مار ڈالیں تو جان آپ پر فدا۔ دل آپ کی محبت میں مبتلا ہو چکا ہے جو کچھ بھی کریں مرضی آپ کی۔ (مجھے اس میں کچھ دخل نہیں)

وہ ہر چیز میں حضور کی مرضی کو دیکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے ارادوں کو فنا کر دیا تھا تو صحابہ نے دیکھا کہ حضور اس پر راضی ہیں کہ ہم سوار ہوں تو سوار ہو گئے تو حضور میں اتنی تواضع بڑھی ہوئی تھی کہ اتنے اجر کی ضرورت کو بھی ظاہر فرما دیا۔

توکل کے معنی

تو ہم کو بھی اجر کی ضرورت ہے تو اس کی بہتر تدبیر کرو جیسے کہ روٹیوں کے لئے تدبیر ہے۔ ہمارے بھائیوں کو روٹیوں کے لئے تو یہ شعر یاد ہے کہ ؎

شرط عقل ست جستن از درہا

"عقل کا تقاضہ ہے کہ اسے رزق کے دروازوں سے تلاش کیا جائے۔"

لیکن آخرت کی روٹیوں کے لئے کچھ بھی یاد نہیں۔ حالانکہ خدا نے یہاں کی روٹیوں کے لئے تو یہ فرمایا ہے۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔

"زمین پر کوئی ایسا چلتا پھرتا نہیں ہے کہ اللہ کے ذمہ اس کا رزق نہ ہو۔"

اور وہاں کے لئے ارشاد ہے

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا۔

"جس نے نیک عمل کیا اپنے لئے کیا اور جس نے برائی کی

اپنا برا کیا۔"

تو یہاں کے لئے تو اس قدر فکر اور وہاں کے لئے متوکل تو اگر ایسا بڑا توکل ہے تو دنیا کے لئے توکل کیجئے تو یہ الٹا توکل کہ آخرت کے ساتھ ہے اور پھر یہ توکل بھی تو نہیں کہ عمل کو چھوڑ بیٹھے ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھے رہے توکل کی حقیقت وہی ہے جو توکیل کی ہے تو جب آپ کسی کو وکیل بناتے ہیں تو کیا آپ بے فکر ہو جاتے ہیں۔

اب اگر وکیل کہے کہ شاہد لاؤ اور آپ کہیں کہ جناب اب مجھ سے کیا واسطہ جب کہ میں آپ کو وکیل بنا چکا ہوں تو ہر شخص آپ کو نادان کہے گا۔ تو وکیل بنانے کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کام کو یہ نہیں سمجھ سکتا اس کو دوسرے کے سپرد کر دیا ہے کہ اس کے بتلانے کے موافق کرتا رہے، پس توکل بھی یہی ہے کہ خدا کے سپرد کام کر کے تدبیر کرو اور وہ جو بتلاتا جاوے کرتے جاؤ اب توکل اس کو سمجھا ہے کہ ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ رہیں۔

غرض توکل یہ ہے کہ جو خدا نے بتلایا ہے وہ اس کے بتلانے سے کرو مثلاً یہ بتلایا ہے کہ جو نماز پڑھے گا وہ جنت میں جاوے گا تو نماز پڑھو خلاصہ یہ ہے کہ اجر کی سب کو ضرورت ہے تو اس کی بتلائی ہوئی تدبیر اختیار کریں اور وہ تدبیر اور طریقہ وہ ہے جو اس مقام پر ذکر فرمایا ہے۔

فاتقوا اللہ ما استطعتم الخ۔

پس اس میں ایک امر تو یہ ہے کہ خدا سے ڈرو جتنا تم سے ہو سکے، دوسرا امر فرمایا ہے کہ سنو اور تیسرا امر ہے اطاعت کرو اور چوتھا یہ ہے کہ خرچ کرو تمہارے لئے بہتر ہو گا اور یہ یا تو اخیر کے ساتھ ہے یا سب کے ساتھ ہے پس یہ چار امر ہیں اور ظاہر میں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ امور سب الگ الگ ہیں تو اگر ایسا ہوتا بھی تو بھی مضائقہ نہ تھا لیکن واقع میں اس میں ربط بھی ہے اور اس سب مجموعہ سے مقصود ایک ہی چیز ہے جو کہ اصل ہے یعنی اطاعت

اور یہ دوسرے اور امر کے طرق ہیں۔

آج کل کا تقویٰ

تفصیل اطاعت کی یہ ہے کہ اول دیکھا جاوے کہ ہماری ترکیب کتنے اجزاء سے ہے تو انسان میں دو چیزیں ہیں ایک جوارح ایک قلب یا ایک ظاہر اور ایک باطن تو خدا نے اس اطاعت کی تفصیل فرمائی کہ اول اتقوا اللہ فرمایا ہے۔ یہ تو قلب کے متعلق ہے نہ جیسا کہ آج کل ہمارے بھائیوں نے تقویٰ کو خاص پانی کی احتیاط میں لیا ہے نفس بھی بڑا سمجھدار ہے کہ پانی میں تقویٰ تجویز کیا۔ کیونکہ پانی سستا ہے۔ اسی واسطے ہمارے بھائیوں نے کبھی کھانے میں تقویٰ نہیں تجویز کیا۔ پانی کی دو قسمیں کیں طاہر نجس۔ لیکن کھانے کی ایک قسم ہے کہ سب حلال ہے۔ بہن کا رکھ لو وہ بھی حلال ہے چندہ کا روپیہ کھا جاؤ وہ بھی حلال ہے البتہ اگر اس میں گھی نہ ہو تو وہ حرام ہے چنانچہ رڑکی میں ایک واعظ صاحب گئے ایک شخص نے ان کی دعوت کی۔ کہنے لگے کہ بھائی میں تو ایک خاص قسم کا کھانا کھایا کرتا ہوں اور اس کو ہماری ماما پکا سکتی ہے اس لئے میں دوسری جگہ نہیں جا سکتا نقد دیدو مگر اس نے کھانے ہی پر اصرار کیا۔ آخر کھانا بھیجنے کی اجازت دی گئی وہ کھانا لایا تو واعظ صاحب نے اس کو مسجد میں رکھ کر سب نمازیوں کو دکھلایا کہ دیکھو بھائی یہ دعوت کا کھانا۔ گھی کتنا کم ہے۔ بوٹیاں پلاؤ میں بھی نہیں ہیں۔ غرض وہ رسوا کیا کہ خدا کی پناہ۔ وہاں سب لوگوں نے مولویوں کو برا بھلا کہا مگر واقع میں وہ مولوی نہ تھے یعنی وہ صاحب علم نہ تھے کیونکہ علم کے ساتھ اگر تقویٰ بھی نہ ہو۔ تاہم وہ ایک کمال ہے اور صاحب کمال میں خواہ وہ کمال کیسا ہی ادنیٰ درجہ کا ہو، ایک طرح کی انسانیت اور غیرت ہوتی ہے۔

حتیٰ کہ ایک بڑھئی جو کہ ادنیٰ درجہ کا ہے اس میں بھی ایک شان استغناء کی ہوتی ہے تو جب بڑھئی کے پیشہ میں یہ شان ہے تو کیا علم دین میں کچھ بھی نہ ہوگا۔ باقی اس کا کچھ علاج ہی نہیں کہ کوئی راہ نجات دیکھ کر واعظ ہو جاوے

اور جہلا اس کو عالم سمجھنے لگیں۔

اس کا علاج صرف یہ ہے کہ آپ کسی مولوی کا وعظ اس وقت سنیں جب اس کے پاس کسی مسلم عالم کی سند دیکھ لیں اور میں اس مشورہ سے ان کی روزی نہیں مارتا وعظ سننے سے منع کرتا ہوں باقی خالی لینا دینا تو تم ان کو پہلے دے دیا کرو، تو غرض یہ ہے کہ یہ لوگ مولوی نہیں اور میں تو کہا کرتا ہوں کہ لوگوں نے مولویوں کو دیکھا نہیں کیونکہ آپ نے ان کے دروازوں پر جانا چھوڑ دیا۔ انھوں نے آپ کے دروازوں پر آنا چھوڑ دیا اور نام کے مولویوں کا تو یہ حال ہے کہ میں کیا بتاؤں کہ ایک جگہ دیکھا کہ کرایہ پر ایک مولوی صاحب جھگڑ رہے تھے کہ اتنا کرایہ دو اور بلانے والے حساب کتاب بتلا رہے تھے۔

غرض ایسے پیشہ ور لوگوں کی نظر اس پر ہے کہ کھانا کیسا تھا۔ اور ہمارے لینے کو اسٹیشن پر آئے تھے یا نہیں تو غرض جب لکھے پڑھوں کی یہ حالت ہے تو عوام الناس اور دنیاداروں کی شکایت کیا۔ ان کو زیادہ حق ہے کہ حلال ہونے کا معیار صرف یہ سمجھیں کہ اس میں کمی ہو البتہ پانی کا تقویٰ سہل تھا اس کو اختیار کر لیا اور وہ بھی ہندوستان میں ہے۔

میں نے حج کے سفر میں دیکھا کہ ایک صاحب نے جو کہ یہاں بڑے متقی تھے، وہاں پانی سے استنجا بھی چھوڑ دیا تھا تو آدمی حد سے زیادہ نہ بڑھے۔ شریعت نے اعتدال سکھایا ہے۔ غرض پانی میں اس لئے تقویٰ ہوتا ہے کہ وہ بہت ہے اور کھانا بہت کہاں اور پھر حلال کہاں اس لئے اس میں حلال و حرام کے قصہ ہی کو حذف کر دیا اور خواہشوں کو خوب وسعت دے دی۔ حتیٰ کہ ہمارے بھائی بعض ایسے بھی ہیں کہ وہ بغیر گوشت کے کھانا ہی نہیں کھاتے مگر صاحبو! دنیا کی لذات سب ہیچ ہیں خواہ وہ کھانے کی ہوں یا نگاہ کی یا ہاتھ کی، لوگ ان کو خفیف سمجھتے ہیں خصوص تمتعات شہوانیہ کو لیکن ان کے بارہ میں کسی نے خوب کہا ہے

لب برلب دلبران مہوش کردن
آہنگ سر زلف مشوش کردن
امروز خوش ست لیک فردا خوش نیست
خود را چو خسے طعمۂ آتش کردن

" چاند جیسے معشوقوں کے لب پر بوسہ دینا اور ان کی زلف تابدار سے کھیلنا اور اسے بگاڑ دینا۔ یہ سب آج اچھا لگ رہا ہے۔ لیکن کل روز قیامت یہ بات اچھی نہ ہوگی کہ خس و خاشاک کی طرح[1] آگ کی خوراک بنیں۔"

یعنی کل کو جہنم میں جھلکنا اچھا نہ لگے گا

ایک بزرگ کو کسی بادشاہ نے لکھا کہ ہم مرغ کھاتے ہیں اور تم خشک روٹی ہم حریر پہنتے ہیں اور تم گدڑی تو تم سخت مصیبت میں ہو۔ ہمارے پاس آجاؤ ہم خوب خدمت کریں گے۔ انھوں نے جواب میں لکھا سو

خوردن تو مرغ مسمن و مے
طعمۂ ما نانک جوین ما
پوشش توا طلس و دیبا حریر
بخیہ زدہ خرقۂ پشمین ما

" تمہاری غذا فربہ مرغ اور جام مے ہے۔ ہماری خوراک صرف جو کی روٹی، تمہاری پوشاک اطلس دیبا و حریر کی ہمارا پشمینہ کا خرقہ معمولی سلائی کا ہے۔

آخر میں فرماتے ہیں سو

---

[1] جلنا

ہمیکشد ہمین ست کہ مے بگذرد
راحت تو محنت دوشین ما
باش کہ تا طبل قیامت زنند
آں تو نیک آید و یا این ما

"آخر دونوں ہی چیزیں گزر جائیں گی، تمہارا عیش و عشرت بھی اور ہماری گزشتہ محنت و مشقت بھی۔
ذرا صبر کرو اور قیامت کا طبل بجنے دو دیکھ لوگے کہ تمہارا عیش بہتر ثابت ہوتا ہے یا ہماری کلفت اور رنج"

یعنی اس روز معلوم ہوگا کہ وہ حالت اچھی تھی یا یہ۔ حضرت! نہ تو تمام عمر کباب پیٹ میں رہتا ہے نہ سوکھے ٹکڑے تو انجام پر نظر کیجئے تو تقویٰ تو اس میں زیادہ ہونا چاہیئے۔

نیز پانی میں تو وسعت بھی ہے۔ اگر کہیں حنفیہ کے ہاں تنگی ہے تو شافعی او مالک کے یہاں وسعت ہے۔ بخلاف کھانے کے کہ مثلاً رشوت چاروں ہی مذہب میں ممنوع ہے۔ تو جہاں وسعت تھی وہاں تو یہ تنگی اور جہاں تنگی تھی وہاں یہ وسعت۔

تقویٰ کی حقیقت

سو تقویٰ حقیقت میں یہ نہیں جس کو لوگوں نے تجویز کیا ہے تقویٰ وہ ہے کہ جو حدیث میں ہے۔

اَلَا اِنَّ التَّقْوٰی ھٰھُنَا وَاَشَارَ اِلٰی صَدْرِہٖ ۔

ہاں ظاہری درستی بھی اس پر مرتب ہوتی ہے تو اصل لغت میں اس کی حقیقت ہے ڈرنا اور شریعت میں ایک مضاف الیہ کی تخصیص ہے کہ خدا سے ڈرنا لیں تقویٰ تو افعال قلوب سے ہے تو فاتقوا اللہ میں تو یہ فرمایا کہ قلب کو درست کرو جو کہ قلب کی اطاعت ہے۔ اس کے بعد فرمایا ہے واسمعوا، یہ جوارح کا فعل اور اس کی اطاعت ہے بس حاصل یہ ہوا کہ تم ظاہر اور باطن دونوں کو

اطاعت میں مشغول کرو۔

یہ ہے اصلاح مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نے تو صرف ظاہر کی درستی پر اکتفاء کیا ہے کہ داڑھی اور پاجامہ درست کرلیا اور دوسروں پر ہزاروں طعن کریں گے اگر چہ قلب کی حالت کیسی ہی ہو۔ حدیث میں ہے کہ ایک قوم ہوگی کہ

یَلْبَسُوْنَ جُلُوْدَ الضَّانِ وَاَلْسِنَتُھُمْ اَحْلٰی مِنَ السُّکَّرِ وَقُلُوْبُھُمْ اَمَرُّ مِنَ الذِّیَابِ

"وہ بھیڑ کی کھال پہنیں گے ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہونگی اور ان کے دل بھیڑیوں سے زیادہ تلخ ہوں گے۔

اور یلبسون کے یا تو یہ معنی ہیں کہ فقیرانہ لباس پہنیں گے یا یہ کہ ظاہر میں ایسے نرم بنیں گے مگر قلوب ان کے گرگ سے سخت ہوں گے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں سو

از بروں چوں گور کافر پر حلل
واندروں قہر خدائے عزوجل

"ان کے باہر کا حال ایسا ہے جیسے کافر کی قبر کہ باہر سے مزین ہے اور اندر خدائے عزوجل کا قہر نازل ہو رہا ہے۔

کہ ظاہر تو ایسا اور باطن ایسا خبیث تو ایک طبقہ ایسا ہو گیا اور دوسرا ایک طبقہ ان کا مقابل ہے کہ سو

در عمل کوش ہرچہ خواہی پوش

"عمل میں کوشش کرو پھر جو چاہو پہنو۔"

لیکن کبھی انھوں نے زنانے کپڑے نہیں پہنے۔ صاحبو! اس مقابل کے دعوے کی دو جزو ہیں۔ ایک تو یہ کہ ظاہر میں کیا رکھا ہے تو اس کی تو نصوص سے غلط ہو گئی، دوسرا جزو یہ کہ باطن ٹھیک ہونا چاہیئے تو یہ درست مگر یہ غلط کہ ان کا باطن درست ہے کیونکہ ظاہر تابع باطن کے ہوتا ہے اگر باطن

درست ہوتا تو ظاہر جو کہ تابع ہے وہ کیسے نہ درست ہوتا اگر آپ کسی حاکم کے سامنے جاویں اور آپ کی محبت وعظمت سے پر ہے تو وہ حاکم کہے گا کہ ہرگز نہیں ممکن نہیں کہ قلب میں محبت وعظمت ہو اور پھر گردن نہ جھک جاوے تو اگر ظاہر خراب ہے تو یہ دلیل ہوسکتی ہے اسکی کہ باطن ہرگز درست نہیں ۔

مرزا قتیل کی ایک حکایت یاد آئی کہ یہ نہایت آزاد تھے لیکن صوفی المشرب اور کلام بھی صوفیانہ مذاق کا ہوتا تھا ۔ کسی ایرانی کو ان کے کلام سے دھوکہ ہوا کہ یہ شخص صاحب حال ہے اور مرزا سے ملاقات کا شوق ہوا ۔ آخر وہ دہلی آئے اور آکر اس حالت میں دیکھا کہ بیٹھے ریش ترشوا رہے ہیں اس ایرانی نے کہا کہ آغا ریش می تراشی (جناب آپ ڈاڑھی منڈوا رہے ہیں) مرزا قتیل نے جواب دیا کہ بلے ریش می تراشم لیکن دل کسے نمی خراشم ۔ آج کل یہ بہت زبان زد ہے کہ بس کسی کو آزار مت دو، یہی سب کچھ ہے اور شعر سب نے یاد کر رکھا ہے سو

مباش درپئے آزار ہر چہ خواہی کن
کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

"کسی کے رنج کے درپے نہ رہو پھر جو چاہو کرو ۔ کیونکہ ہماری شریعت میں دل آزاری سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں ۔

اس مسافر نے فی البدیہہ یہ جواب دیا کہ آرے دل رسول اللہ می خراشی ۔ (جی ہاں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل کھا رہے ہیں) کیونکہ حدیث میں ہے کہ ہفتہ میں دو مرتبہ آپ پر اعمال پیش ہوتے ہیں اس سے مرزا قتیل پر ایک حالت طاری ہوئی اور آنکھیں سی کھل گئیں ہوش آیا تو بزبان حال کہا کہ سو

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرا با جان جاں ہمراز کردی

" خدا تمہیں جزاء خیر دے ۔ تم نے تو میری آنکھیں کھول دیں اور مجھے میرے محبوب کا ہمراز بنادے ۔"

ڈاڑھی منڈا رہا ہوں لیکن کسی کا دل نہیں دکھاتا ہوں ۔　　　(بقیہ آئندہ)

محمد بن عبد الرحیم المنیر البعلی

امام شعرانی کہتے ہیں کہ آپ کی کرامتوں میں یہ ہے کہ جب آپ کا نزع شروع ہوا میں نے بھائی ابو العباس حریثی اور بھائی ابو العباس غمزی کو اطلاع کی۔ سب نے کہا کہ ہم بھی ان کی عیادت کے لئے چلیں گے۔ اور یہ طے ہوا کہ فجر کے بعد جو کچھ منٹ پہلے پہنچ جاوے وہ باب النصریہ پر انتظار کرے۔ میں پہنچا تو بواب نے کہا کہ ایک جماعت یہاں ٹھہری تھی کچھ دیر انتظار کرکے خانقاہ کے راستہ پر چل دی مجھے خیال ہوا کہ یہ شیخ ابو العباس غمزی ہوں گے۔ میں ان کے پیچھے چل دیا۔ راہ میں ایک درویش کہ جس کی وضع قطع اہل یمن کی سی تھی ملا اس نے پوچھا کہ کہاں کا قصد ہے۔ میں نے کہا منیر صاحب کا اس نے کہا میرا بھی ارادہ ہے میرا گدھا لنگڑا سردی کا زمانہ چھوٹا سا دن تھا، سورج بلند ہوا تو ہم حضرت منیر صاحب کی خدمت میں پہنچ گئے۔ میں حاضر ہوا تو حضرت شیخ صاحب کو نزع میں پایا تین روز سے بات بھی نہیں کرسکے تھے۔ فرمایا کون ہو عرض کیا عبد الوہاب فرمایا بھائی تم نے مصر سے آنے کی تکلیف اٹھائی ہے۔

میں نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر میرے لئے کئی دعائیں کیں۔ جن میں سے ایک یہ بھی تھی۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ دنیا و آخرت میں تمہارے ساتھ بہترین ستاری فرمائیں۔

ظہر کے بعد میں نے رخصت کی اجازت لی اور عصر کے بعد تک خانقاہ میں حاضر ہوگیا۔ پھر حضرت ابو العباس آئے اور یہ خیال کیا کہ میں اب تک شیخ کے پاس نہیں گیا ہوں۔ فرمایا چلو میں نے عرض کیا میں تو شیخ کے پاس ہو آیا ہوں سلام کر آیا ہوں اور علامت یہ ہے کہ ان کے سر کے نیچے سرخ رنگ کا تکیہ ہے تو یہ حضرت شیخ کی ہی کرامت تھی کہ مصر سے اس قدر دور کی مسافت

کہ عادۃً مسافروں کے اخیر میں پہنچتا ہے۔
علامہ مناوی کہتے ہیں کہ یہ ان بزرگوں میں سے ہیں جو عرفہ کے دن عرفات میں گنہگار حاجیوں کے باب میں شفاعت کرتے ہیں۔ اور ایسے تھے کہ جو شخص ان کو ستاتا تھا بہت جلد ہلاک ہو جاتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ امام نودی کی کتاب الروضہ کو حفظ کیا کرتے تھے۔ اپنی خانقاہ سے قاہرہ روز آتے اور ابن امام الکاملیہ کے درس میں حاضر ہوتے اور باوجود بعد مسافت کے اسی روز اپنی خانقاہ واپس ہو جاتے تھے۔
غزی کہتے ہیں کہ یہ شافعی المذہب تھے انھوں نے چھیالیس حج کئے ہیں اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے قیام کے زمانہ میں اس خوف سے کہ ان پاک مقامات پر پاخانہ کی ضرورت نہ واقع ہو صرف تین کھجوریں کھاتے تھے اور کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ یعنی شہاب بشاوی نے بار بار بیان کیا ہے کہتے تھے کہ مجھ سے میرے والد شیخ یونس نے بیان کیا ہے وہ فرماتے تھے کہ مجھ سے شیخ منیر کی صاحبزادی نے نقل کیا ہے اور یہ بہت صادق البیان تھیں کہ ان کے والد نے شیخ عارف سید محمد بن عراق کے پاس جو حجاز میں تھے اپنے وطن بعل کا ایک تھان کپڑے کا لپٹا ہوا بھیجا۔ جب ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا لا الہ الا اللہ شیخ شمس الدین نے ہمارے لئے کفن بھیجا ہے پھر آپ نے خشک کھجور کے چند بڑے بڑے دانہ ان کو بھیجے جب وہ شیخ شمس الدین کے پاس پہنچے تو انھوں نے دیکھ کر بہت تعجب کیا اور فرمایا اس تعداد میں ہماری عمر کے سال باقی رہ گئے پھر ۹۳۱ھ میں آپ نے رحلت فرمائی اور بلبیس کی جانب اپنی خانقاہ میں دفن کئے گئے

محمد السروی

مشہور بہ ابن ابی الحمائل عارفین کے استاد اولیاء کاملین کے امام تھے شنا

وغیرہ نے ان سے علم حاصل کیا ہے۔

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ میں نے خود ان سے سنا ہے نقل فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ فارسکور کی جامع مسجد کے مینارہ میں تھا کہ کچھ ہوا میں آنے والے درویشوں کی ایک جماعت گزری تو مجھے بھی اڑنے کی دعوت دی۔ میں بھی ان کے ساتھ اڑنے لگا۔ مجھے اپنے حال پر عُجب پیدا ہوا تو میں وساط کے دریا میں گر پڑا اگر میں خشکی سے قریب نہ ہوتا تو غرق ہوگیا ہوتا وہ سب چلے گئے اور مجھے چھوڑ گئے امام شعرانی فرماتے ہیں کہ مجلس ذکر میں جب ان پر سخت حال کا غلبہ ہوتا تھا ٹکڑے ٹکڑے ہو ہو جاتے تھے۔ دیواروں پر لاتیں مارنے لگتے تھے اور فرماتے ہیں کہ مجھ سے شیخ یوسف الحریثی نے بیان کیا ہے کہ میں نے خود شیخ محمد السروی کو دیکھا ہے کہ فارسکور کی جامع مسجد میں ان پر ایک حالت طاری ہوئی تو آپ نے پانی کا بھرا ہوا مٹکا جس میں تقریباً تین قنطار[1] پانی تھا ایک ہاتھ پر اٹھا لیا مسجد میں لئے لئے پھرے گئے۔

علامہ منادی کہتے ہیں کہ آپ بڑے عالی ہمت اور بڑے ہوا میں اڑنے والے ہ۔ ایک شہر سے دوسرے شہر میں اڑ کر چلے جاتے تھے۔ شب میں ان پر حال کا بہ ہوتا تھا تو غیر عربی عجمی ہندوستانی اور توبہ وغیرہ زبانوں پر تکلم فرماتے اور کبھی رنی نلت قاق قاق کہتے رہتے۔ اور کچھ ایسے لوگوں سے جو نظر نہیں آتے تھے باتیں با کرتے تھے اور غلبہ حال کے وقت جو کچھ کہہ دیتے تھے ایسے ہی ہو جاتا تھا۔ مصر ں تشریف لائے اور زاویۃ الحمرا اور پھر زاویہ ابراہیم المواہبی میں سکونت رکھی اور ہیں انتقال فرمایا۔

ایک حاکم نے اصرار کر کے آپ کو بلایا اور اپنی جگہ بٹھایا آپ نے چھت بندکی

---

[1] قنطار ایک ہزار اوقیہ اور اوقیہ سات مثقال اور مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے تو اسی کے سیر سے قنطار تیس سیر تیرہ چھٹانک ہوا اور تین قنطار دو من اٹھارہ سیر سات چھٹانک ہوا۔ ۱۲

کی طرف دیکھا تو فرمایا یہ چھت بند ہماری خانقاہ کے لئے مناسب ہے اور اس وقت تک خانقاہ تعمیر نہیں کرائی تھی جب تعمیر کرائی کسی کو چھت بند خریدنے کے لئے بھیجا تو اس نے بازار میں وہی چھت بند بکتے پایا وہ خرید لایا وہی چھت بند اب تک ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جب درویش پر حال کا غلبہ ہوتا اور پھر فرو ہو جاتا ہے اس کی حالت شیر کی سی ہو جاتی ہے۔ وہ ہر شئے کو پھاڑ کھانے کو دوڑتا ہے حتیٰ کہ بیوی بچوں تک کو (یعنی اس حالت کے لطف کے جاتے رہنے سے اس کے ہوش و حواس بحال نہیں رہتے)۔ اور آپ مریدوں کے لئے دلائل الخیرات کی منزلوں کو ناپسند فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس سے دلوں کا انجلاء لاالہ الااللہ جیسا نہیں ہوتا۔ اور فرماتے ہم نے کسی طالب کو نہیں دیکھا جو دلائل الخیرات کی منزلوں کے پڑھنے سے رجال مقبولین کے مقام کو پہنچ گیا ہو۔

ایک شہر والوں نے آپ سے خربوزوں کے کھیت میں چوہوں کی کثرت کی شکایت کی۔ فرمایا اس کے نقیب میں یہ نداء دو کہ محمد بن ابی الحمائل کا حکم یہ ہے کہ تم لوٹ جاؤ تو اس کھیت میں ایک بھی چوہا نہ رہا۔ ان کے شہر والوں نے سنا تو اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا اصل اجازت ہے وہ نہیں ہوئی (یعنی کوئی ذرہ بغیر حق تعالیٰ کی اجازت کے حرکت نہیں کر سکتا۔ یہ چوہے بھی اجازت سے کرتے تھے میں نے دعا کی اور وہ اجازت نہ رہی تو یہ باز آ گئے۔ یہ بزرگ ہوا میں اڑتے تھے اور پانی کے مٹکے اٹھا لیتے تھے اور کھلم کھلا پانی کے اوپر ایسے چلے جاتے تھے کہ نظروں سے غائب ہو جاتے تھے۔ پھر دونوں ہاتھ خون سے تر بتر کئے ہوئے واپس آتے اور فرماتے کہ ہم ایک شخص کے لئے گئے تھے جس کو دریائے شور میں

لہ یعنی جو صرف منزلیں پڑھ لیتا ہو اور ذکر کی کثرت نہ رکھتا ہو وہ مقبولین کے پایہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ لاالہ الااللہ افضل ترین ذکر ہے جو حدیث میں ثابت ہے اور دلائل ماثور نہیں ہے گو ثواب درود شریف کا ملے گا۔ ۱۲

گرفتار کر رکھا تھا۔ ہم نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور کافروں کی ایک جماعت کو قتل کر ڈالا ہے
آپ کی وفات مصر میں ۹۴۳ھ میں ہوئی ہے اور اپنی خانقاہ میں دونوں شہر پناہوں
کے درمیان دفن ہوئے ہیں۔

محمد الشناوی

بڑے عارفین اور کامل و مکمل مرشدین میں سے تھے۔ امام شعرانی کہتے ہیں کہ آپ
کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ نے میلہ کو جو حجاج بن یوسف کے شہروں میں
ہوتا تھا۔ باطل کر دیا کیونکہ اس میں ایک بڑی مخلوق مرجاتی تھی اس لئے کہ حجاج بڑا
دشمن اور ظالم تھا۔ ان شہروں پر مسلط تھا سلطنت کی باگ ڈور اور میلہ کے تمام
لشکر اس کے ہاتھ میں تھے اس پر کسی کا رعب نہیں تھا تمام شہروں سے لوگوں کو
زبردستی لے جاتا تھا کہ وہ پیاس سے مرجائیں۔

شیخ شعادی نے فقراء و مساکین پر ترس کھا کر اس کا مقابلہ کیا حجاج کے دل پر ان
کا اثر ہوا اور اسے خیال ہو گیا کہ شیخ ان شہروں میں اس کا جو کچھ معمول ہے اسے
باطل کر دیں گے تو اس نے ایک کھانا زہر ملا کر تیار کرایا اور شیخ اور ان کی جماعت کے
سامنے پیش کیا جب سب لوگ کھانا کھانے بیٹھ گئے تو وہ کھانا شیخ کی برکت سے
کیڑے ہی کیڑے بن گیا۔

امام شعرانی کہتے ہیں کہ جب میں نے آپ کو سیدی محمد بن ابی حمائل کی خانقاہ
میں رخصت کیا تو فرمایا یہ آخری ملاقات نہیں ہے ایک مرتبہ ملاقات اور ضرور ہوگی
جب آپ کی وفات قریب ہوئی تو مجھ کو رویا سے علم ہوا کہ میرے دل میں ایک
وارد نے ورود کیا اور یہ کہا کہ محلہ روح کو چلو میں اپنے دل کو اس خیال پر عمل
کرنے سے روک نہ سکا۔ آخر شیخ کے اس فرمانے کی تصدیق کے لئے کہ ایک مرتبہ
اور ملاقات ضرور ہوگی چل دیا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نزع کی حالت

شروع ہو چکی تھی آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی توجہ اور عنایت سے پلک جھپکنے کی مقدار بھی خالی نہ چھوڑیں اور اپنے سامنے تمہاری ستاری فرمائیں پھر اسی رات آپ کی وفات ہو گئی اس کو تو طبقات میں فرمایا ہے اور کتاب المنن میں فرمایا ہے کہ آپ کے پاس چند مہمان پچاس شخص تھے قریب ریف سے آ گئے پھر اس کو جامع الازہر کے پاس کے لوگوں نے سن لیا تو وہ بھی آ گئے۔ یہاں تک کہ آپ کے شیخ شیخ محمد السروی کی خانقاہ بھر گئی پھر گلیوں میں لوگوں کے واسطے بوریئے بچھائے گئے اور گلیاں بھی پر ہو گئیں آپ نے اپنے شیخ کے خادم سے فرمایا تمہارے پاس کچھ کھانا بھی ہے اس نے عرض کیا کہ میرا اور میری بیوی کا کھانا ہے فرمایا تم اس میں سے جب تک میں نہ آ جاؤں پیالہ میں نہ نکالنا پھر آپ نے اپنی چادر اس برتن پر ڈھانک دی۔ جس میں کھانا تھا اور چمچے سے نکالنا شروع کیا۔ حتیٰ کہ تمام حاضرین خانقاہ اور تمام باہر کے لوگوں کو وہ کھانا کافی ہو گیا۔

امام شعرانی کہتے ہیں کہ یہ میں نے بچشم خود دیکھا ہے۔ غزی کہتے ہیں کہ ان کو حضرت احمد بدوی سے بہت زیادہ عقیدت تھی اور ان سے نسبت تامہ حاصل تھی یہ بارہا ان سے گفتگو کیا کرتے تھے اور وہ قبر کے اندر سے جواب دیا کرتے تھے۔

شعراوی کہتے ہیں کہ میں نے خود سنا ہے کہ یہ حضرت احمد سے باتیں کرتے تھے اور وہ قبر کے اندر سے جواب دے رہے تھے۔ طبقات وسطیٰ میں بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ خود سنا ہے کہ یہ حضرت احمد بدوی سے کسی مصر کی ضرورت میں مشورہ کر رہے تھے اور شیخ احمد نے قبر کے اندر سے جواب دیا کہ سفر کر جاؤ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔ آپ کی وفات ۹۳۲ھ میں ہوئی اور جملہ زوایا میں اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے ہیں۔ آپ کی قبر معلوم ہے اس کی زیارت کی جاتی ہے۔

الحمدللہ جمال الاولیاء جلد اول پوری ہوئی

(بقیہ اتباع سنت بسلسلۂ گذشتہ)

شیخ و مرشد جو بنایا جاتا ہے تو اسی لئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کرائے اور شیخ کی جو اتباع کیجاتی ہے تو اسی لئے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ہے اور اتباع کے طریقوں کو جانتا ہے۔

اصل چیز اتباع ہے

صحابہ رضنے جو حضورؐ کی زیارت کی تھی تو محض جسم کی نہیں بلکہ آپ کے علوم و معارف کو پہچانا تھا اسکے مطابق عمل کیا تو صحابہ کو اس قدر فضیلت حاصل ہوئی یوں جسم مبارک کی زیارت میں کفار ومنافقین سبھی برابر تھے مگر تصدیق وایمان نہ لائے اس لئے انکو اس زیارت نے کیا نفع دیا بلکہ اور زیادہ لائق عذاب اور مستحق عقاب ہوئے

صحابہ رضنے جیسی کچھ اتباع یا اطاعت کا نمونہ امت کے سامنے پیش کیا اسکی نظیر تو مل ہی نہیں سکتی۔

بعد میں بھی آپ اولیا اللہ کے حالات کو ملاحظہ فرمائیے کہ کیسی اتباع ہر امر میں فرمائی ہے۔ بزرگوں میں یہی دستور رہا ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ متبع رہا ہے اسی کو کام کرنے کی اجازت دی ہے۔ دراصل یہ حضرات اولیاء اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں چنانچہ صاحب ترصیع الجواہر المکیہ فرماتے ہیں المشیوخ نواب اللہ مشائخ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں۔ حضرت مولانا روم فرماتے ہیں ؎

نائب است او دست او دست خداست

(وہ خدا کا نائب ہے اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے)

سنئے! کسی کا کلام یا کسی شاعر کا شعر خواہ کتنا ہی عمدہ ہو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے مستغنی نہیں ہوسکتا اگر آپ کو فصحاء و شعراء کے کلام سے ذوق ہو بھی جائے اور اسکی معرفت تام حاصل ہو جائے جب بھی آپ کلام اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں غور و تدبر سے مستغنی نہیں ہوسکتے اس کا

مطالبہ بحالہ قائم رہے گا اللہ تعالے کا راستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اتباع و فرماں برداری سے طے کر سکتے ہیں اس پر اللہ تعالے نے مہر لگا دی ہے اور اپنی کتاب میں قیامت تک کے لئے فرض فرما دیا ہے اس لئے آپکا اتباع ہر امر میں لازم ہے باقی کسی اور کی اتباع اسی صورت میں کریں گے جبکہ وہ متبع رسول ہو یعنی اپنی رائے و فکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے و فکر میں فنا کر چکا ہو اگر اپنی رائے و فکر کو دخل دیتا ہے تو اسکی اتباع جائز نہیں یہ کلام بہت طویل ہے کہاں تک لکھا جائے اسکے لئے دفتر کا دفتر بھی کافی نہ ہوگا۔

بہر حال اس مختصر کلام سے اتنا تو سمجھ ہی لیا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا اتباع ہر مسلمان کے لئے لازم ہے اس سے کسی کو چارہ نہیں جیسا کہ حضرت غوث اعظم قطب الاقطاب سیدنا عبدالقادر صاحب جیلانی رح کا کلام نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ میں اللہ تعالے نے اپنے قرب خاص سے فائز ہونے اور مقبولیت و محبوبیت کا درجہ پانے کے لئے اتباع رسول کو فرض کر دیا اور سب راستوں کو بند فرما دیا چنانچہ سید الطائفہ حضرت جنید رح فرماتے ہیں کہ اَلطُّرُقُ کُلُّھَا مَسْدُوْدَۃٌ اِلَّا مَنِ اقْتَفٰی اَثَرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ یعنی راستے سب کے سب بند ہیں مگر اس کے لئے راستہ مفتوح جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلے۔ بغیر اسکے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں کوئی شخص نہیں پہونچ سکتا۔ اسی کو تو حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی رح اپنی کتاب بوستان میں فرماتے ہیں ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

حامل مضامین تصوف وعرفان ماہنامہ افادات وصی اللٰہی کا واحد ترجمان

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ چار روپیہ — مدیر: احمد مکین عفی عنہ

شمارہ ۹ — ربیع الاول سنہ ۱۴۱۲ھ مطابق ستمبر سنہ ۱۹۹۱ء — جلد ۱۴

فہرست مضامین

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام مولوی عبدالمجید صاحب اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے
چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اس جہان رنگ و بو میں فکر دنیا کے ساتھ ساتھ فکر آخرت بھی نہایت اہم اور ضروری ہے اس جہان بے ثبات کو آراستہ کرنے اور سنوارنے کی فکر ہے تو اس عالم دوام کے حسن و تزئین کیلئے مزید فکر و اہتمام کرنا چاہیئے۔ انسان کا فطری و طبعی تقاضا ہے کہ وہ خود اپنے اور اپنی آل و اولاد کی بہتری کا حال و مستقبل میں خواہاں ہوتا ہے بلکہ والدین کا فرض اور ان پر اولاد کا حق ہے کہ سب سے پہلے انکی صلاح و فلاح کی فکر کرے اسکے بعد دوسری طرف متوجہ ہو

اولاد کی محبت اور انکی بھلائی کی فکر، انکی آسائش اور فراخیٔ رزق کی دعا، مقام نبوت و رسالت کے بھی منافی نہیں ہے، اللہ کا خلیل جہاں اپنے رب کے حکم کے آگے اپنے لخت جگر کو قربان کرنے کیلئے تیار و آمادہ ہے وہیں دوسری طرف اپنی اولاد کی دنیوی آسائش و راحت اور امن و عافیت کے لئے دعائیں کر رہا ہے، یہی داعیۂ شفقت و محبت تھا کہ دنیا سے رخصت ہوتے ہوتے اپنی اولاد کو وہ چیز دینا چاہتے ہیں جو انکی نظر میں سب سے قیمتی شے اور سب سے بڑی نعمت ہے یعنی "اسلام" حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور یعقوب علیہما الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ اے میرے بیٹو! اللہ نے تمھارے لئے دین کو منتخب فرمالیا ہے پس تمھیں ہر حالت میں اسلام ہی پر مرنا چاہیئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت میں نعمت اسلام کی بقا و دوام کے لئے بار بار التجائیں کیں رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ۔

یہی وہ جذبہ اور تڑپ، خوف خدا اور فکر معاد تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بوقت دم واپسیں بیٹوں سے استفسار فرمایا مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ۔ اولاد کی شفقت و محبت کا تقاضا ہے کہ جسطرح انکی دنیوی پرورش اور دنیاوی آرام و راحت کا انتظام کرتے ہیں اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ ان پر لازم ہے کہ اولاد کی نظری عملی اور اخلاقی تربیت کریں۔ اولاد کی سچی محبت اور اصلی خیر خواہی یہی ہے۔ یہاں کے علاوہ وہاں کے لئے بھی اعلیٰ مرتبہ اور اچھا رتبہ حاصل کرنے کے لائق بنا سکے۔

یہ کہاں کی دانائی ہے کہ دھوپ و گرمی سے بچانے کیلئے ساری توانائی صرف کرے اور دائمی آگ اور عذاب الیم سے بچانے کیلئے کوئی توجہ نہ کرے۔ ارشاد ربانی ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا ط

(ادارہ)

اللہ تعالیٰ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں فرماتے

فرمایا کہ حدیث شریف میں یہ جو ارشاد فرمایا گیا ہے کہ لَا یُقْبَلُ الصَّلٰوۃُ بِغَیْرِ طُهُوْرٍ (نماز بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوتی) تو اس کی وجہ یہ ہے کہ طہارت دو قسم کی ہوتی ہے ایک ظاہری اور ایک باطنی۔ اور باطنی طہارت ایمان کو کہتے ہیں اور یہ مسلّم ہے کہ سب اعمال کے لئے ایمان شرط ہے۔ چنانچہ بدون ایمان کے کوئی عمل مقبول نہیں اسی طرح صلوٰۃ کی مقبولیت کے لئے طہارت ظاہری بھی شرط ہے بغیر اسکے نماز درست نہ ہوگی ایمان کو طہارت کہنے کی دلیل یہ آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (مشرکین پلید ہیں لہٰذا مسجد حرام کے اندر نہ آنے پائیں) یہاں فلا یقربوا کو نجس ہی پر مرتب فرما رہے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ شرک نجاست ہے اور ایمان طہارت ہے یہیں سے اس حدیث کا مطلب بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اَلطُّهَارَةُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ طہارت نصف ایمان ہے وہ اسی لئے کہ ظاہری طہارت ہے۔

فراست مومن

فرمایا کہ مومن کے اندر ایک نور ہوتا ہے اور وہ اس سے اسی طرح ادراک کرتا ہے جس طرح ظاہری آنکھ سے دیکھا جاتا ہے اور جانتے ہیں یہ کیوں ہوتا ہے یہ اسی طہارت کا اثر ہے۔ فراست مومن کے بارے میں ان بزرگ کا واقعہ سنایا جنھوں نے ایک نہایت حسن الصورت اور حسن المنظر جوان کی بابت فرمایا کہ یہ یہودی ہے اور شیخ کا یہ کہنا سارے مریدین کو شاق گذرا تھا لیکن بعد میں نکلا یہی کہ وہ یہودی تھا۔ فراستِ مومن کی آزمائش کرنے آیا تھا۔ تصدیق

ہونے پر مسلمان ہوگیا۔

یہ واقعہ سنا کر فرمایا کہ دیکھئے ایک شخص غیر ہے اس پر تو شیخ کی کرامت کا یہ اثر ہوا کہ وہ مسلمان ہوگیا اور جو ہر وقت کے حاضر باش مرید تھے وہ اسی کیوجہ سے منکر ہو گئے اور ایسے منکرین اور بداعتقاد ہر زمانہ میں بزرگوں کے پاس جمع رہتے ہیں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ یہ لوگ ظاہر بیں ہوتے ہیں اور انکی نظر ظاہر ہی میں مقصور رہتی ہے لہٰذا وہ ظاہر کے خلاف جو بات بھی دیکھتے ہیں اسکا انکار کرجاتے ہیں یہ اعتقاد اور عقل کی کمی ہے کیونکہ اگر اعتقاد ہوتا تو سمجھتے کہ ہوگی کوئی بات جو ہماری سمجھ میں نہیں آتی ہے نہ سہی باقی اس معاملہ میں ہوگی شیخ کی کوئی مصلحت اور اگر عقل ہوتی تو کم از کم یونہی سوچتا کہ اگر کسی معاملہ میں ہماری عقل کے خلاف ان سے کوئی بات نہ ہو تو ان کی عقل اور ہماری عقل میں فرق ہی کیا ہوا اور اگر ہماری عقل سے بالاتر کوئی بات ہو تو ہمکو اسکو بلا چون وچرا مان لینا چاہیئے اور اسی موقع پر اعتقاد اور بداعتقادی کا بھی اندازہ ہوتا ہے کیونکہ اگر عقل کی موافقت کیوجہ سے مانا تو اعتقاد کو بلا وجہ تکلیف دینے کی ضرورت ؟ اعتقاد تو اسی جگہ کے لئے ہے جہاں عقل سے اسکی مزاحمت ہو، آج لوگ اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

بزرگوں کے یہاں آدمی جائے اور انکی کوئی بات یا معاملہ اپنی عقل وفہم کے خلاف پائے تو اگر اپنی عقل سے اسکی تاویل نہ کرسکے تو سب سے آسان یہ بات ہے کہ انھیں حضرات سے اسکو پوچھ لے یہ حضرات بتا دیتے ہیں۔ ادب سے پوچھ لے کہ آپ نے میرے ساتھ فلاں معاملہ فرمایا کیا مجھکو ماننے والا نہیں سمجھتے لیکن بے ادبی نہ کرے یا انکار نہ کرے۔

باطن پر کلام کی ضرورت

فرمایا کہ باطنی امور پر کلام کرنا نہایت ضروری ہے اگر علماء اس پر

کلام نہ کریں گے تو مسلمانوں میں سے یہ چیز ہی ختم ہو جائیگی اور صرف ظاہر ہی ظاہر رہ جائے گا۔ آخر جس طرح لوگ نماز روزہ کو علماء ہی کے بتانے کی وجہ سے جانتے ہیں تو کیا اگر علماء ان کو باطن کی باتیں بتلائیں تو وہ نہ مانیں گے ضرور مانیں گے۔

مناسبت اور اسکی تحصیل کا طریقہ

فرمایا کہ پہلے وقت میں بزرگوں کے پاس رہنے والے خدام اور انکے گھرانے کے بچوں کو ایسے ایسے باریک مسئلے معلوم تھے کہ اب مولویوں کی سمجھ میں مشکل سے آتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ بات سمجھ میں آتی ہے مناسبت سے اور مناسبت پیدا ہوتی ہے کسی کام کو بار بار کرنے سے اور جس کام کو کیا ہی نہ جائے اس سے اجنبیت رہیگی پھر مناسبت کہاں آج لوگوں کو دین ہی سے مناسبت نہیں رہ گئی ہے

پیغمبر کے حکم کی اہمیت

فرمایا کہ تیسری بار حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ جو فرما دیا کہ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ (یہ وقت ہمارے اور تمھارے درمیان جدائی کا ہے) تو یہ انھیں کے حکم پر عمل کیا اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرما دیا تھا کہ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّي عُذْرًا (اگر میں اسکے بعد کسی چیز کے بارے میں پوچھوں تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھئے بیشک آپ میری طرف سے عذر کو پہونچ چکے ہیں) یہ ہی تھی پیغمبر کی نہی پر عمل کرنا ضروری تھا حضرت خضر علیہ السلام کو جب معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باتوں کا بڑا احترام فرماتے تھے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے مامور تھے اس لئے ان سے اس قسم کا برتاؤ کیا۔

حسن خلق کی اہمیت

محرومی کی اصل وجہ رذائل ہیں

علماء محققین نے بیان فرمایا ہے کہ سالکین پر فیض رحمانی کے نزول اور عنایات یزدانی کے ورود کا ایک بڑا مانع انکے نفوس بہیمیہ کا رذائلِ اخلاق مثلاً بخل و حسد و کبرو حرام و غیبت و کینہ و ریاء و کذب و طمع و حرص وغیرہ سے ملوث ہونا ہے پس جبتک ان میں سے کل یا بعض موجود ہوں گے انکا قلب مصفیٰ نہوگا اور فیض رحمانی اور عنایت یزدانی کا نزول نہوگا۔ اور یہ اسلئے کہ ان میں بعض صفات تو بہائم کی ہیں اور بعض صفات کفار کی ہیں اور ان دونوں کو اللہ تعالیٰ سے کچھ تعلق نہیں ہے لہٰذا جو شخص ان صفات سے متصف ہوگا وہ کبھی فیض و عنایات ربانی سے محروم رہے گا۔

حاصل اسکا یہ ہوا کہ انسان نیک اور صالح ہو نہیں سکتا جبتک کہ اپنے اخلاق کی اصلاح نکرے جیساکہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ لوگ جنت میں کس چیز کی وجہ سے زیادہ جائیں گے: تو فرمایا کہ تقوی اللہ اور حسن خلق (اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور اچھے اخلاق) علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ تَقْوَی اللّٰہ، صَلَاحُ مَا بَیْنَ عَبْدٍ وَّ رَبِّہٖ کا نام ہے (یعنی تقویٰ ان معاملات کے درست کرنے کا نام ہے جو اللہ اور اسکے بندے کے درمیان ہیں) اور حسنَ الخُلُق، صَلَاحُ مَا بَیْنَ عَبْدٍ وَّ النَّاس کا۔ (یعنی حسن خلق ان معاملات کی درستی کا نام ہے جو بندے اور دوسرے لوگوں کے درمیان ہیں) اور اسی مجموعہ کا نام صلاح ہے۔ تَفْسِیْرُ الصَّالِحِ اَلْقَائِمُ بِمَا یَجِبُ عَلَیْہِ مِنْ حُقُوْقِ اللّٰہِ وَحُقُوْقِ عِبَادِہٖ (صالح اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے ذمہ کے واجب شدہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی کا اہتمام رکھتا ہو)۔

نیز علماء فرماتے ہیں کہ تحلی بالفضائل اور تخلی عن الرذائل (فضائل اخلاق سے آراستہ ہونا اور اخلاق رذیلہ سے پاک ہونا) بمنزلہ چوبدار اور نقیب کے ہیں کہ خود بخود انسان کو مقام مقصود تک پہونچا دیتے ہیں اور کبھی اس بارگاہ سے (اسی حسن خلق کیوجہ سے) ایک ایسا جذب ہوتا ہے کہ اعمال کی مشقت بھی زیادہ نہیں اٹھانی پڑتی اور انسان فائزالمرام ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ:۔ انسان اپنے حسن خلق کی وجہ سے آخرت کے بڑے بڑے درجات اور اشرف ترین منازل حاصل کرلیتا ہے حالانکہ عبادت میں وہ ضعیف ہوتا ہے۔ اسی طرح سے اپنے سوء خلق کیوجہ سے جہنم کے نچلے طبقہ کا مستحق ہوجاتا ہے حالانکہ وہ عبادت گذار ہوتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات اور علماء کی تشریحات سے حسن خلق کے درجات کا کچھ اندازہ ہوتا ہے مگر آج مسلمانوں نے دین میں سے جس شعبہ کو سب سے زیادہ فاسد کرلیا ہے باوجودیکہ وہ نہایت اہم تھا وہ یہی اخلاق ہے۔ نماز، روزہ۔ تسبیح وتلاوت۔ ذکر و وظائف کی جانب تو کچھ توجہ بھی ہے لیکن حسن خلق کی حقیقت اور مفہوم تک معلوم نہیں تا بعمل چہ رسد۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکا تعلق انسان کے باطن سے ہے اور لوگوں کی نظر صرف ظاہر پر مقصور ہے اسلئے باطن انکی سمجھ ہی میں نہیں آتا میرا خیال ہے کہ لوگوں کی اسی بد اخلاقی کیوجہ سے نہ صرف یہ کہ انکا دین درست نہیں رہا بلکہ آج انکی دنیا کی تباہی کا سبب بھی یہی بد اخلاقی ہی ہے۔

مدار فلاح ــــــ پس اس زمانہ میں دینی و دنیوی ہر قسم کی فلاح کا حصول موقوف ہے اخلاق کی اصلاح پر، اور اصلاح اخلاق موقوف ہے رذائل کے علم اور انکی حقیقت کے پیش نظر ہونے پر، اور اسکے پہچاننے اور اصلاح کرنے کا باب گو نہایت وسیع ہے اسکے متعلق بعض علماء نے بڑی بڑی کتابیں لکھدی ہیں لیکن اپنے بعض اکابر نے فرمایا کہ اخلاق کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ جہاں اور ذرائع اختیار کرے جو محققین نے بیان کئے ہیں وہیں اسکے ساتھ ہی ارکان رذائل کا مراقبہ کیا کرے کہ اسکی وجہ سے انکا علم آسانی کے ساتھ ہوجائیگا۔

اور پھر ترک بھی سہل ہو جائیگا۔ مراقبہ سے ان حضرات کی مراد یہی ہے کہ انکی حقیقت اور ان کے نفع و نقصان کو سوچے اور اس فکر میں لگا رہے کہ میرے اندر ان میں سے کون کون سی چیزیں موجود ہیں پھر انکا تدارک کرے۔

میں کہتا ہوں ان رذائل سے خلاصی پانے کا اسہل طریق جو اقرب الی السنة بھی ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دل سے دعا کرے اور نہایت آہ و زاری کے ساتھ عرض کرے کہ اَللّٰهُمَّ اَحْسَنْتَ خَلْقِیْ فَاَحْسِنْ خُلُقِیْ (یا اللہ اچھی بنائی ہے تو نے صورت میری پس اچھی کر دے سیرت میری) اور یہ کہے کہ اَللّٰهُمَّ قِنِیْ شَرَّ نَفْسِیْ، اَللّٰهُمَّ قِنِیْ شَرَّ نَفْسِیْ، اَللّٰهُمَّ قِنِیْ شَرَّ نَفْسِیْ (محفوظ رکھ مجھے میرے نفس کی برائی سے۔ محفوظ رکھ مجھے میرے نفس کی برائی سے۔ محفوظ رکھ الخ) اور یوں کہے اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكّٰهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا (اے اللہ دے میرے نفس کو اسکی پرہیزگاری اور پاک کر دے اسے تو ہی سب سے بہتر اسکو پاک کرنے والا ہے۔) اور یہ کہے کہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى (یا اللہ! میں آپ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور سیر چشمی کا سوال کرتا ہوں)

شیخ کی دار و گیر

فرمایا کہ علماء نے لکھا ہے کہ شیخ کو اختیار ہے کہ ریاضت شاقہ کے ذریعہ طالب کے نفس کو فنا کرے۔ میں کہتا ہوں کہ جس طرح نفس ریاضت سے فنا ہوتا ہے اسی طرح سخت و سست کہنے سے بھی مر جاتا ہے بلکہ ہزار ریاضت ایک طرف اور شیخ کی سرزنش ایک طرف جتنا فائدہ اس سے ہوتا ہے کہ کسی کو کہدیا جائے کہ تم بیوقوف ہو اتنا مجاہدہ سے اس زمانہ میں نہ ہوگا۔ پس آج مشائخ کو بھی یہی چاہیئے کہ طالبین کے نفس کو اسی طرح ماریں۔

(مکتوب نمبر ۶۹۳)

سوال: حضرت کی خدمت عالیہ میں اس حقیر سراپا تقصیر کی مؤدبانہ التجا ہے کہ اسکے لیئے دعا فرماتے رہیں کہ اپنے شیخ کے قدموں میں رہ کر غایت اخلاص اور صداقت کے ساتھ اسکی زندگی گذر جائے۔ تحقیق: دعا کرتا ہوں۔

سوال: اپنے شیخ کی تعلیمات کو سمجھکر اس پر عمل کرنے کی توفیق کامل عطا فرمائے مجھ گنہگار کی بھی اپنے خالق و مالک کی جناب میں دعا رہا کرتی ہے کہ یا اللہ صبر و شکر کے ساتھ کسی ایسے راستہ پر لگا دیجئے جس سے آپکی رضامندی اور خوشنودی نصیب ہو جائے اور اس بڑے دن کی رسوائی اور ذلت سے مالک یوم الدین کی پناہ عظیم میں امان مل جائے۔ آمین۔ تحقیق: آمین

سوال: حضرت والا دامت برکاتہم کی ذات والا صفات سے متعلق عوام کی عقیدت و ارادت اپنی جگہ پر مسلم ہے ہر شخص خواہ کسی جماعت یا پارٹی سے متعلق ہو حضرت کا نام نامی ادب و احترام سے لیتا ہے۔ اس حقیقت سے کسکو انکار ہو سکتا ہے کہ حضرت والا کو مسلمانوں کی موجودہ حالت سے روحانی تکلیف ہے جو سوہان روح بنی رہتی ہے جس کی اصلاح کے لئے حتی المقدور انتھک سعی فرماتے رہتے ہیں اور عامۃ المومنین کے حالات کو اسوۂ حسنہ کا آئینہ دار دیکھنا چاہتے ہیں کہ کس طرح امت مرحومہ کے زندگی کی گاڑی جو اپنی صحیح لائن سے ہٹ کر تیزی کے ساتھ ہلاکت و تباہی کے عمیق گڈھے میں جارہی ہے صراط مستقیم پر لگ جائے۔

تحقیق: آپ نے بہت اچھا لکھا دل بہت خوش ہوا

سوال: بحمد اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ والے بہت خوش قسمت تھے جسکا احساس بفضلہ تعالیٰ یہاں کے بچے بچے کو ہے۔ یہ کوئی قصہ کہانی نہیں بلکہ حقیقت ہے جو ناچیز خادم کے مشاہدہ میں آچکی ہے۔ اس گنہگار نے حضرت

کی جوتیوں کے طفیل اتنا ضرور حاصل کیا ہے کہ اسکو موجودہ سیاست اور اکھاڑ بازی سے نفرت ہو گئی ہے اس لئے ہر طبقہ کے لوگوں سے ملنے کا موقع ملتا ہے چنانچہ حضرت کی تشریف آوری کے سلسلے میں جس سے کبھی بات ہوتی ہے خواہ وہ کسی ذات یا پارٹی سے تعلق رکھتا ہو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت والا باوجود ضعف اور مشاغل کثیرہ کے ہر ماہ تشریف لاتے رہے اور اہل ۔۔۔ کے دینی و دنیاوی حالات کی اصلاح فرماتے رہے اور ہماری بداخلاقی اور معاملات کی زبوں حالی پر تنبیہ فرماتے رہے اس سلسلۂ خیر کے بند ہو جانے کا صدمہ یہاں کے ذرہ ذرہ کو ہے اور ارمان کے ساتھ پوچھتے ہیں کہ حضرت والا کب تشریف لائیں گے ۔

(مکتوب نمبر ۶۹۴)

حال : الحمد للہ ثم الحمد للہ حضور والا کی عنایات خصوصی اور توجہ کاملہ کا مورد ہونے کی برکت سے اس دفعہ خصوصی طریقہ سے ایمانی انشراح اور حلاوت کے ساتھ صحبت بابرکت سے منتفع ہوا کاش کہ جو ایمانی دولت نصیب ہوئی ہے وہ قلب کی گہرائیوں میں دوامًا رچ جاتی اور اس میں ترقی تا دم آخر میسر ہوتی رہتی ۔ اللہم زد فزد ۔ آمین ۔ تحقیق : آمین

حال : مقصود حقیقی کی تحصیل کے لئے اللہ و رسول اور حضور والا سے سچی اور پختہ نسبت سے متصف ہونے کے لئے یہ اشد ضروری ہے کہ خبث باطنی سے بھی قلب کو مطہر رکھا جائے اور ان کے مقتضائے اعمال نمیمہ ۔ غیبت و شکایت اور سوءظن ۔ دوسرے بھائیوں کے عیوب کے تجسس سے ہوش و گوش اور لسان کو محفوظ رکھا جائے ۔

تحقیق : اور کیا نہایت ضروری ہے ۔

حال ، مقتضائے خلوص یہی ہے کہ مہلکات قلبی سے مکمل اجتناب کیا جائے

ورنہ منجیات اور حلاوۃ ایمانی سے حرمان ہوگا۔ تحقیق : اور کیا۔

ال : حق تعالیٰ اس نامراد دنی النفس ذلیل وخوار کو حضور والا ہی کی خصوصی شفقتوں اور عنایات کریمانہ کا مورد ہونے کی برکت سے بامراد اور بافلاح فرمائیں۔ آمین۔ تحقیق : آمین

ال : الحمدللہ ثم الحمدللہ حضور والا کے عنایات خصوصی کی برکت سے یہ حقیقت بھی قلب میں جاگزیں ہے کہ راہ طریق میں اول قدم اور آخر قدم بامراد اور بافلاح ہونے کے لئے قولاً عملاً ذوقاً شوقاً ظاہراً و باطناً جملہ امور میں اللہ و رسول سے سی لون سے کبھی اپنے نفس کو مقدم کرنا تو زہر اور مہلک تو ہے ہی فساداتی ب ولہجہ اور بالمقابل ادراک وفہم سے متصف رہنا ہی بے ادبی اور حرمان کا رجب ہے۔ تحقیق : اور کیا۔

ل : بعینہ ایک طالب صادق کے لئے اپنے شیخ سے مقصود حقیقی کی تحصیل کے لئے ستفادہ سے مستفیض ہونے کے لئے یہی فنائیت مطلوبہ واحد راستہ ہے۔ مکس کے ظہور کی صورت میں ہلاکت اور محرومی ناگزیر ہے۔ العیاذ باللہ۔
ہق : بیشک

ل : حضرتا ! یہ ناکارہ خدمت بابرکت میں بجان و دل ملتجی اور مستدعی ہے کہ حضور والا دل سے یہ دعا فرما دیں کہ حق تعالیٰ حضور والا سے لگے لپٹے ہوئے س بے شعور سیہ کار کو شعور اور ظرف عطا فرما دیں تاکہ یہ ناکارہ کام کا مسلمان ر دنیا سے رخصت ہو اور جملہ امور معالیہ سے متصف فرما دیں۔ اور جملہ مہلکات ے بچالیں۔ تحقیق : آمین۔

ا : اور ایسی فکر اور جد و جہد کی توفیق سے نواز دیں کہ اللہ و رسول اور حضور والا ے ایک سچی اور پختہ نسبت سے متصف ہوکر مابقی حیاۃ گمنام بنکر مرضیات میں گذار لیجا ٔنس و شیطان کے ظاہری و خفیہ شرور سے مامون عنداللہ رہے اور حضور والا ، توسل سے بالآخر فضل الٰہی کا مورد بن کر نجات پائے۔ آمین۔ تحقیق : آمین

(مکتوب نمبر ۶۹۵)

حال : حضرت خادم کا دل اس بات سے خوش ہوتا ہے اور اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا ہے کہ جو جو باتیں حضرت اقدس کی خدمت میں خادم نے تحریر کیا ان سب کا شافی جواب خادم کو ملتا رہا اور جو جو امراض لکھتا رہا ان کی جلد سے جلد اصلاح ہوتی گئی اسلئے خادم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ حضرت اقدس کے فیوض و برکات زیادہ سے زیادہ خادم کے نصیب میں آتے رہیں اللہ کا شکر ہے کہ حضرت کی ذات بابرکات سے خادم کو خوب فائدہ پہنچ رہا ہے اللہ تعالیٰ آئندہ بھی زیادہ سے حضرت اقدس کے فیوض و برکات خادم کو عطا فرماتے رہیں ۔ خادم حضرت اقدس سے تعلق کر کے بہت خوش اور مطمئن ہے ۔ خادم اکثر خواب میں کبھی نہروں کبھی دریا و سمندر میں نہاتے اور انکو پار کرتے دیکھتا ہے جس سے خادم کے دل میں ایک طرح کا خوف بھی پیدا ہوتا ہے اور ایک عجیب لذت بھی ملتی ہے ۔ اسکے علاوہ کبھی کبھی دودھ پیتا بھی خواب میں خود کو خادم دیکھا کرتا ہے ان سب خوابوں سے خادم کے دل و جان میں ایک عجیب نشاط اور تازگی پیدا ہو جاتی ہے

تحقیق : آپ کے حالات سے جی خوش ہوا اللہ تعالیٰ برکت عطا فرما دے اور خواب جو دیکھا کرتے ہیں بہت اچھا ہے

(مکتوب نمبر ۶۹۶)

حال : عرض خدمت مبارک میں یہ ہے کہ احقر کے معمولات میں بوجہ سستی کے اکثر ناغہ ہوتا ہے

تحقیق : سستی عذر نہیں ہے اس سے ناغہ کرنا جائز نہیں ہے بیماری البتہ حائل ہو ... جس سے احقر بے حد پریشان ہے تقریباً ایک ہفتہ اپنے نفس پر

ہمت سے معمولات کو ادا کر رہا ہے۔
تحقیق: یہ قبض ہے اس میں معمولات کا ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ حالت قبض میں ترقی (اسی) سے ہوتی ہے
حال۔ حضرت اقدس کی خدمت میں درخواست ہے کہ معمولات کو مداومت کے ساتھ ادا کرنے کے لئے دعاء فرمائیں تحقیق: دعاء کرتا ہوں۔
حال: گذشتہ عریضہ میں احقر نے حضرت اقدس سے قناعت کی حقیقت کے متعلق پوچھا تھا جس پر حضرت والا نے ارشاد فرمایا تھا کہ حرص مال کا کم کرنا اور جتنا ملے اس پر راضی رہنا۔ حضرت من! حرص مال کم کرنے کا طریقہ احقر کو معلوم نہیں، اسکا طریقہ حضرت اقدس ارشاد فرمائیں گے تو انشاء اللہ اسپر عمل کرونگا
تحقیق: آپ کے اندر یہ مرض نہیں ہے اسکی فکر نہ کرو
حال: نیز دعا فرمائیں کہ اللہ تعالے استقامت فی الدین کی دولت نصیب فرمائیں۔ تحقیق: دعاء کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۶۹۷

حال: دس بارہ دن سے حضرت والا کی خدمت میں بعض حوادث کے متعلق دعاء و توجہ کے لئے خط لکھنے کا برابر تقاضا دل میں ہو رہا تھا لیکن انہی حوادث وغیرہ سے موقعہ ہی نہیں ہو رہا تھا تاہم الحمدللہ کہ دست پیر از غائباں کوتاہ نیست کے مطابق حضرت اقدس کی کرامت آمیز برکت سے حق تعالے نے تمام مشکلات کو آسان فرما دیا۔ تحقیق: الحمدللہ
حال: ایک تو مولوی ۔ ۔ ۔ سلمۂ کیطرف سے بعض بدعنوانیوں کا مظاہرہ ہوا میں نے حضرت والا کی تعلیم کے مطابق حسن اخلاق کا جواب دیا تو وہ بہت شرمندہ ہوئے انکا خیال تھا کہ انکی اتنی بڑی بدعنوانی پر میں بہت ہی برہم ہو جاؤنگا انھوں نے اس وہم پر ایک اچھا محاذ قائم کرنا چاہا تو میں نے

ن سے صاف عرض کر دیا کہ خود تمھاری درخواست پر کہ "مجھ سے کچھ کوتاہی سرزد ہو تو خوب تنبیہ کیا کرو" میں گرفت کرتا رہا اس میں میری کوئی غرض نہیں ہے اب جبکہ میرا کچھ بتلانا تمکو خراب معلوم ہوتا ہے تو میں کیوں مفت میں دردِسر لوں اب تم نے محض وہمی خیالات سے دو تین دن سے جو کچھ کیا ہے الحمدللہ میرے شیخ کی تعلیم کی برکت سے ان تمام حرکتوں کی برداشت اللہ نے دی ہے۔ ایسے ہی امتحان کے موقع پر شیخ سے صحیح تعلق ہو تو دستگیری ہوتی ہے خالص تمھارے ہی مصالح کے لئے تمھارے بڑوں کی تنبیہ کی تمکو برداشت نہیں ہوتی ہے۔ تم چاہتے ہو کہ تمھارے والدین اور تمھاری سسرال کے لوگ سب کے سب تمھارے تابع بنکر رہیں کوئی تمھاری طبیعت کے خلاف کچھ نہ کہے جانتے ہو اسکی وجہ کیا ہے؟ بات یہ ہے کہ انسان بداخلاقیوں کا پتلا ہے تاوقتیکہ شیخ محقق سے صحیح تعلق قائم نہو کوئی چیز اسکی بداخلاقیوں کا مداوا نہیں ہوسکتی۔ تمھارا حال یہ ہے کہ کبھی کبھی دو مہینوں تین مہینوں میں ایک رسمی خط وہ بھی میرے خاطر لکھکر مطمئن ہو جاتے ہو یہ بھی یہ بھی کوئی طریقہ ہے؟ دل سے اصلاح چاہنے والوں کا تو طرز ہی اور ہوتا ہے

تحقیق: بیشک

حال: اگر اب تک کچھ خلوص پیدا کرتے اور دل سے اصلاح کے طالب ہوتے تو کچھ سے کچھ بن جاتے دیکھو اب بھی موقعہ ہے کچھ حاصل کرلو اپنے کو مٹانے کی ضرورت ہے۔ تحقیق: بیشک

حال: نفس کو چھوڑنے کی ضرورت ہے جو شخص اپنے بڑوں سے نہیں دبتا آخر اپنے چھوٹوں سے دبنا اسکو نصیب ہوتا ہے۔ جسکو اپنے بڑوں کی باتوں کی تاب نہیں ہوتی ایک دن آخر وہ تمام باتیں اپنے چھوٹوں سے سننے کی نوبت آتی ہے ؎

اسکی راتوں کا انتظام نہ پوچھ
جس نے ہنس ہنس کے دن گذارے ہیں

تحقیق: بیشک

حال : اپنی بد اخلاقی کا جواب حسن اخلاق اور ہمیشہ کے معمول کے خلاف دیکھکر بہت پریشان اور نادم ہوئے ۔ تحقیق : الحمدللہ

حال : وعدہ کیا کہ میں اب سے بالالتزام حضرت والا سے خط وکتابت کروں گا اور پھر کبھی اس قسم کی بد اخلاقی نہ کروں گا ۔ تحقیق : خیر

حال : میں نے ان سے کہا کہ کوئی انسان بد اخلاقی کو پسند نہیں کرتا لیکن طبیعت کے ہیجان کے وقت بے اختیار سا ہو جاتا ہے پھر ایک وقت تقاضائے طبیعت پر عمل کرلیتا ہے ۔ تحقیق : بالکل ٹھیک ہے ۔

حال : تو دوبارہ اسکو روکنے سے اپنے آپ کو عاجز سا سمجھنے لگتا ہے حضرت والا نے خود تمھارے نام کے والا نامہ میں ایک جگہ ارشاد فرمایا تھا کہ غصہ کے مقتضیٰ پر عمل کرکے باہر سے تقاضے کو کمک پہونچاتے ہو پہلے کبھی ایسے بارہا وعدے کئے ہو اگر پھر ایسا موقع درپیش ہو تو اسوقت سنبھلنے کی کیا سبیل ہوگی جب تک طبیعت کے تقاضے کے خلاف عمل نہ کروگے اور ایک عرصہ تک یہی دستورالعمل نہ ہو فائدہ نہ ہوگا ۔ تحقیق : بیشک ۔

حال : اور وہ کبھی شیخ کی تعلیم کے مطابق ؎

ایں نفس را نکشد اندر جہاں ہیچ چیزے جز کہ سایہ ہمرہاں

اب الحمدللہ بظاہر کچھ فکر پیدا ہوئی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ تحقیق : الحمدللہ

حال : اور حضرت والا سے خط وکتابت کا سلسلہ بھی شروع کردیا ہے ۔

تحقیق : ہاں ہاں ۔

حال : حضرت والا دعا فرمائیں ۔

(مکتوب نمبر ۶۹۸)

حال : عرصہ سے حضرت والا کی خدمت میں ندامت وشرمندگی سے

ولیفہ لکھنے کی ہمت نہ ہوئی لیکن قلب پر برابر کچوکے لگتے رہے اور کسی پہلو چین نہ آیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت اقدس کے تکدر کا سبب خیال جاتا ہے دل مجھ پر ہزار نفریں کرتا ہے ۔ بس اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتا ہوں کہ اللہ پاک مجھکو اس لائق بنا دے کہ حضرت والا کا دل میری طرف سے منشرح ہو جائے ۔ حضرت والا بھی اپنے اس نالائق و ناکارہ غلام کے لئے دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ سچی توبہ کی توفیق ارزانی فرمائیں اور بربادیوں سے نکلنے کی بھی توفیق ارزانی فرمائیں

تحقیق

مزاج خیریت سے رہنے کہاں پاتا ہے ، آپ لوگ اسکو خیریت سے رہنے بھی کب دیتے ہیں ۔ یہ آپ نے صحیح فرمایا کہ — قلب پر برابر کچوکے لگتے رہے اور کسی پہلو چین نہ آیا ۔ یہ تو لازمۂ انسانیت ہی ہے کہ آدمی جب کسی جگہ کچھ دنوں رہتا سہتا ہے تو اس سے ایک گونہ تعلق خاطر ہو ہی جاتا ہے ، پھر اس کے فوت ہو جانے پر دل کچوٹتا بھی ہے ۔ بس اسی سے سمجھ لیجئے کہ کسی توقع پر لوگوں کو یہاں رکھا جاتا ہے اور جب آپ لوگوں کو پر پرزے نکل آویں تو سب لوگ اپنی اپنی راہ لیں اس سے بھی کسی کو تکلیف ہوتی ہوگی یا نہیں ؟

توبہ کو لکھا ہے تو ٹھیک ہے توبہ کیجئے ۔ دعاء کیجئے اور میرے لئے بھی دعاء فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے لوگوں کے دھوکے سے بچائے رکھے ۔

دیکھئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کو کل مال بلکہ نصف مال کے صدقہ کی بھی وصیت سے منع فرمادیا اور یہ علت بیان فرمائی کہ اپنی اولاد کو مفلس اور محتاج چھوڑنے سے یہ بہتر ہے کہ غنی اور مالدار چھوڑ جاؤ تاکہ وہ لوگ سوال کی ذلت سے محفوظ رہیں۔
اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا منجملہ اخبار بالغیب کے تھا اس لئے کہ حضرت سعدؓ کی اس مرض میں وفات نہیں ہوئی بلکہ شفا ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو دس سے کچھ زیادہ بیٹے اور بارہ لڑکیاں عطا فرمائیں۔ ظاہر ہے کہ اگر سب مال کی وصیت کر دیتے تو ان بچوں کا کیا حشر ہوتا

تعلیمِ رسالت کی جامعیت

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اہل وعیال پر احسان اور انفاق سے اجر ملتا ہے اور یہی مفہوم ہوا کہ اولاد کے لئے مال کا ذخیرہ کرنا اور ان کی معیشت کا انتظام کرنا شرعاً مطلوب ہے۔ نیز اس ارشاد نبوی میں معاش کے متعلق نہایت حزم[ف] و احتیاط کی تاکید و تعلیم ہے۔
مندرجہ بالا احادیث سے آپ کو اندازہ ہوا ہوگا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حسن معاش بھی سکھلایا ہے۔ چونکہ معاش[ع] کا زیادہ تعلق مال ہی سے ہوتا ہے اس لئے اس کے کسب کا طریقہ بھی تبلایا ہے اور کسب کی بے انتہا ترغیب دی ہے۔ یہاں تک کہ یہ فرما دیا ہے کسب الحلال فریضۃ[ف] بعد الفریضۃ۔ یعنی رزق حلال کا کسب[ع] دوسرے فرائض کی بعد ایک فریضہ ہے

حضرات صحابہ تجارت، زراعت، مزدوری سبھی کام کرتے تھے

تو دیکھئے جیسے صوم وصلوٰۃ حج وغیرہ کو فرض کرکے ہمارے معاد وآخرت کا انتظام فرمادیا ویسے ہی کسب مال طیب کو فریضہ فرماکر ہماری دنیا اور معیشت کا کامل انتظام فرمادیا۔
چنانچہ صحابہ تجارت بھی کرتے تھے زراعت بھی کرتے تھے کچھ نہیں کر سکتے تھے تو اجرت ہی پر کام کرکے رزق حلال وطیب حاصل کرتے تھے۔

ف کسب حلال کی فرضیت اس آیت سے بھی مفہوم ہوتی ہے کُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اکل من الطیبات کا امر فرمایا تو یہ فرض ہوا اور اکل من الطیبات موقوف ہے کسب طیب پر پس اس سے کسب حلال کی فرضیت بھی نکل آئی اس لئے کہ مقدمۃ الواجب واجبٌ۔ منہ مدظلہ العالی

ف بیدار مغزی۔ ع خرچ کرنا۔
ع وہ چیز جس سے گذر بسر کی جاوے۔ ع کمانا

حضرت علیؓ کا کسب بامشقت

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق ایک روایت ابن ماجہ میں آئی ہے، سنیئے :-

عن ابن عباس قال اصاب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصاصۃ فبلغ ذلک علیا فخرج یلتمس عملا یصیب فیہ لیقیت بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتی بستانا لرجل من الیھود فاستقی لہ سبعۃ عشر دلوا کل دلو بتمرۃ فخیرہ الیھودی من تمرۃ سبع عشرۃ عجوۃ فجاء بھا الی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں فقر و فاقہ کی نوبت آ پہونچی تھی۔ اس کی خبر حضرت علی کو ملی وہ فوراً کسی کام کی تلاش میں باہر نکل پڑے تاکہ اس کی اجرت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے طعام کا انتظام کریں۔ بالآخر ایک یہودی کے باغ میں آئے وہاں سترہؔ ڈول پانی یہودی کے لئے نکالے اور ہر ڈول کے عوض ایک کھجور اس سے طے پائی تو یہودی نے عجوہ کھجور سے عمدہ عمدہ چنکر سترہؔ کھجوریں دیں اس کی اجرت لاکر حضرت علی نے خدمت اقدس میں پیش کردیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو قبول فرمایا اس سے اس کا استحسان ثابت ہوا۔

وعن ابی ھریرۃ قال جاء رجل من الانصار فقال یارسول اللہ مالی اری لونک منکفئا قال الخمص فانطلق الانصاری الی رحلہ فلم یجد فی رحلہ شیئا فخرج یطلب فاذا ھو بیھودی یسقی نخلا فقال الانصاری للیھودی اسقی نخلک قال نعم قال کل دلو بتمرۃ واشترط الانصاری ان لا یاخذ خدرۃ ولا تارزۃ ولا حشفۃ ولا یاخذ الا جلدۃ فاستقی بنحو من صاعین فجاء

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری حضور کی خدمت میں آئے اور کہا یا رسول اللہ کیا بات ہے کہ آپ کے چہرۂ مبارک کو متغیر دیکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا بھوک، یہ سنکر انصاری اپنے قیام گاہ پر آئے وہاں بھی کچھ نہ پایا تو طلب کرتے ہوئے باہر نکلے پس ایک یہودی کو دیکھا کہ اپنے کھجوروں کی آبپاشی کر رہا ہے تو یہودی سے کہا کہ میں تمہارے کھجوروں میں پانی دیدوں؟ اس نے کہا ہاں۔ تو انصاری نے کہا کہ ہر ڈول کے عوض ایک کھجور اجرت ہوگی اور یہ شرط کیا کہ وہ کھجور اندر سیاہی والی یا خشک یا بے بیج کی نہ ہونی چاہیئے بلکہ خوب نفیس ہونی چاہیئے وہی لوں گا۔
تو انھوں نے قریب دو صاع اجرت کے بقدر آب پاشی کی اور وہ کھجوریں حضور کی خدمت میں پیش کردیں۔

و الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔　　(اس حدیث سے بھی اس عمل کا استحسان ثابت ہوا۔)
(ابن ماجۃ ص۱۷۵)

سبحان اللہ حضرات صحابہ کو کس قدر اخلاص اور تعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ حضرت علیؓ کو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصاصۃ و فاقہ سن کر رہا ہی نہیں گیا اور فوراً کسب مال و طعام کے لئے گھر سے باہر نکل پڑے اور ایک یہودی کے باغ کی آبپاشی کر کے سترہ کھجوریں حاصل کیں اور خدمت اقدس میں لاکر پیش کر دیا۔ **مخلص سے اظہار حال کا جواز**۔

انصاری کا اخلاص دیکھئے کہ چہرۂ انور کو متغیر دیکھ کر بیتاب ہوگئے اور وجہ تغیر دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے غایت اخلاص و محبت کو دیکھ کر بلا تکلف اظہار حال فرما دیا۔

پس اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ مخلص حقیقت حال سے سوال کر سکتا ہے یہ اخلاص کے منافی نہیں ہے اور مخلص سے صحیح حال کا اظہار بھی جائز ہے کچھ مضائقہ نہیں۔

نیز ان دونوں روایتوں سے ضرورت پر کسب حلال کی انتہائی فضیلت اور اہمیت ثابت ہوئی کہ ہمارے اکابر نے اس سے ذرا بھی تکلف نہ فرمایا اور بے جھجک کسب الحلال فریضۃ پر عامل ہوئے۔ پھر ہم لوگ ان اکابر کی کیوں نہ اتباع کریں۔

ان چند احادیث مذکورہ سے آپ لوگوں کو اندازہ ہوا ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک معاش کا کس درجہ اہتمام تھا اور امت کے تدبیر معاش میں کس قدر سعی بلیغ فرمائی۔ کسب حلال و حرام ہی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ دنیوی زندگی کے لئے جو تجارت نافع ہے اس کو اختیار کرنے کی ترغیب دی اور غیر نافع تجارت سے منع فرمایا۔

نیز جس بیع میں برکت ہوتی ہے اسکو اور جس میں برکت نہیں ہوتی اس سے بھی آگاہ فرمایا۔ اس سے اس منصب کے لئے جو شفقت لازم ہے وہ ثابت ہوتی ہے اس طرح یہ معاش بھی معاد کی طرح عبادت بن جاتا ہے۔ **طلب معاش کے متعلق اقوال صحابۂ کرام**۔

اب ہم صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال جو یقیناً آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں کنز العمال سے نقل کرتے ہیں جس سے ہمارے اس مضمون کی مزید تائید و توضیح ہو جائیگی۔

عن امامۃ الباھلی عن ابی بکر الصدیق قال دینك لمعادك و　　روایت ہے حضرت امامہ باھلی سے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تمہارا دین تو تمہارے

بلاغ لمعاشك ولاخير في امرئ لا مال له	معاد (آخرت) کے لئے معین ہے اور تمہارے دراہم (اموال) تمہارے معاش کیلئے معین ہیں جسکے پاس مال نہیں اس سے کسی خیر کی توقع نہیں۔

تزیین انسانی

عن علی قال خیارکم من لم يدع آخرته لدنياه ولا دنياه لآخرته	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سب سے عمدہ شخص وہ ہے کہ دنیا کی خاطر اپنی آخرت کو نہ چھوڑے اور آخرت کے لئے اپنی دنیا کو نہ چھوڑ بیٹھے۔
عن حذیفة قال لیس خیارکم من ترك الدنيا للآخرة ولا من ترك الآخرة للدنيا ولكن خياركم من اخذ من كل۔	حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں بہتر شخص وہ نہیں ہے جو آخرت کے لئے اپنی دنیا کو ضائع کردے اور نہ وہ جو دنیا کی خاطر آخرت سے بے ہاتھ ہوجائے بلکہ بہتر وہ ہے جو (آخرت و دنیا) ہر ایک سے حصہ لے۔
عن حذیفة قال خیارکم الذين ياخذون من دنياهم لآخرتهم ومن آخرتهم لدنياهم۔ (کنز العمال)	حضرت حذیفہ ہی سے روایت ہے کہ تم میں کے بہترین وہ لوگ ہیں کہ اپنی دنیا سے آخرت کیلئے بھی کچھ حصہ رکھیں اور اپنی آخرت میں سے دنیا کے لئے بھی۔
قال عمر بن الخطاب انی لاکرہ ان اری احدکم سبھللا لا فی عمل دنیا ولا فی عمل آخرة۔ (السمیرالمهذب)	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں معطل آدمی کو دیکھنا پسند نہیں کرتا جو کہ نہ تو دنیا ہی کے کام میں ہو اور نہ تو آخرت ہی کے۔

صحابہ کرام کے ان ارشاداتِ گرامی سے معلوم ہوا کہ دنیا کی مطلقاً جو مذمت کی جاتی ہے صحیح نہیں ہے بلکہ اس دنیوی زندگی کے لئے مال ضروری اور لابدی ہے۔ کھانا پینا مکان اثاث البیت[1] غرضکہ ہماری تمام ہی ضروریات زندگی کی تحصیل کا ذریعہ مال ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَاۤءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا۔ (اور تم کم عقلوں کو اپنے وہ مال مت دو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زندگی کا قوام بنایا ہے)

یعنی مال جس کو اللہ تعالیٰ نے سامان معیشت بنایا ہے اس کی پوری حفاظت کرنی چاہئے اور اندیشۂ ہلاکت سے بچانا چاہیئے اور نا سمجھ لڑکوں کو دینے میں تلف[2] وضیاع کا اندیشہ ہے۔

---

[1] گھر کا سامان۔ [2] بربادی اور نقصان۔

اس لئے کہ جب تک ان کو نفع ونقصان کا خیال وہوش نہ ہوجائے انھیں کا مال ان کو نہ دو کہ بیجا تصرف کرکے ضائع کردینگے۔ یہاں اولیاء کو خطاب ہے اور اَمْوَالَکُمْ سے مراد یتامیٰ ہی کا مال ہے جوکہ اولیاء کی ولایت[له] میں ہے۔ توجب مال قوام وسامان معیشت ہے پس دنیا میں تو اس کے بغیر گاڑی چل ہی نہیں سکتی۔ قدم قدم پر اس کی ضرورت ہے۔ نیز دینی بہت سے احکام اسی مال سے متعلق ہیں۔ مثلاً زکوٰۃ، حج وصدقات فی سبیل اللہ ونفقات مفروضہ وغیرھا توبغیر مال کے آدمی بہت سے فرائض وفضائل کے حاصل کرنے سے محروم رہتا ہے بلکہ اس کے فقدان کی صورت میں دین وایمان کو بھی کھو بیٹھتا ہے۔

مال اور اسکی حفاظت سُفیان ثوریؒ کی نگاہ میں:-

چنانچہ حضرت سفیان ثوری کا اثر آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

وعن سفیان الثوری قال کان المال فیما مضی یکرہ فاما الیوم فھو ترس المومن وقال لولا ھذہ الدنانیر لتمندل بنا ھؤلاء الملوك وقال من کان فی یدہ من ھذہ شئ فلیصلحہ فانہ زمان ان احتاج کان اول ما یبذل دینہ وقال الحلال لا یحتمل السرف۔ (رواہ فی شرح السنۃ)

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ مال پہلے زمانہ میں ناپسند کیا جاتا تھا مگر اب تو مومن کا ڈھال ہے (یعنی اسی کے ذریعہ سے بہت سی معصیت سے محفوظ رہ سکتا ہے اور اپنی عزت وآبرو کو برقرار رکھ سکتا ہے) اور یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ دنانیر (روپیہ پیسہ) ہمارے پاس نہوں تو بادشاہ لوگ ہمکو رومالی بنالیں (مطلب یہ کہ ان لوگوں کے نزدیک ذلیل وخوار ہوجائیں) اور یہ بھی فرمایا کہ جس کے ملک میں کچھ بھی دینار ہوں تو چاہیئے کہ اسکی اصلاح کرے (یعنی اسکو تلف نہ کرے بلکہ تجارت سے اسکو بڑھائے) اسلئے کہ یہ (ایسا بددینی کا) زمانہ ہے کہ اگر کوئی مفلس ومحتاج ہوگا تو (تحصیل دنیا کے لئے) سب سے پہلے اپنے دین ہی کو صرف یعنی ضائع کردیگا۔ اور فرمایا کہ مال حلال اسراف کا احتمال نہیں رکھتا ہے۔ یعنی اسکی خاصیت یہ ہے کہ وہ اسراف کے طور پر اور بلاضرورت شرعیہ کے صرف نہیں ہوتا۔

احوال کا فرق:-

حضرت سفیان ثوری کے اس اثر سے معلوم ہوا کہ ہم کو اصحاب خیرالقرون کی ریس نہیں کرنی چاہیئے اسلئے کہ وہ حضرات کامل الایمان تھے۔ زمانہ خیر وصلاح کا تھا۔ مگر اب وہ زمانہ نہیں رہا، لوگوں کے حالات متغیر ہوگئے، ایمان میں ضعف ہوگیا، فقر کی تلخی کا تحمل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے دین وایمان کی سلامتی اسی میں ہے کہ مال پاس رہے ورنہ ایمان ہی کھو بیٹھیں گے۔

له سرپرست ته نگراں

ذرا اس بات پر بھی غور فرمایئے کہ حضرت سفیان ثوری اپنے زمانہ کا یہ حال بیان فرمارہے ہیں جو زمانۂ رسالت و دور صحابۂ کرام کے قریب تر تھا جب اتنی قلیل مدت میں حالات تنے بدل گئے تھے تو اب اس زمانہ کے بدترین حالات کا پوچھنا ہی کیا ہے۔ پس جس بناء پر حضرت سفیانؒ نے اپنے زمانہ میں مال کی ضرورت محسوس کیا تو پھر ہمارے اس فاسد زمانہ میں کیسی کچھ ضرورت ہوگی ظاہر ہے۔

نیز اس ارشاد سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مال کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ بیجا صرف نہیں کرنا چاہیئے اور نہ فضول رکھنا ہی چاہیئے بلکہ اس کو کسی کاروبار میں لگاکر بڑھانا چاہیئے۔

سبحان اللہ کیا ہی خوب نصائح ہیں اگر ان پر عمل پورا ہوجائے تو آج ہماری دنیا بھی ٹھیک ہوجائے اور دین بھی۔ یہ ہمارے اکابر کے ارشادات ہیں جو آپ کے سامنے ہیں۔ یہ حضرات ہم سے دین و دیانت میں بہت زیادہ تھے۔ اس کو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں تو پھر ان کے اقوال کو جو ہمارے معاش کی اصلاح کے لئے ہیں کیوں نہیں مستحضر[1] رکھا جاتا اور کیوں نہیں ان کو شائع کیا جاتا تاکہ امت سمجھے کہ شریعت میں معاد کے علاوہ معاش کے متعلق بھی احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ کا اچھا خاصہ ذخیرہ ہے۔ علی فکریؒ کا محققانہ کلام:۔

سمیر المہذب جو ایک مصری عالم علی فکری کی تصنیف ہے اسمیں اخلاق و معاش اور اقتصاد وغیرہ پر اچھی خاصی بحث کی ہے اور آیات و احادیث کو موقع موقع سے لائے ہیں مجھے یہ کتاب بہت پسند ہے اس کتاب میں (الجد والسعی) کے عنوان سے ایک طویل مضمون لکھا ہے جس میں آیات و احادیث اور آثار صحابہ سے کسب[2] و عمل[3] کی فضیلت و ضرورت کو ثابت کیا ہے اور کسل[4] و بطالت کی مذمت اور اس سے تحذیر[5] کی ہے۔ سبھی مضمون اچھا ہے مگر نتیجہ کے طور پر اخیر میں چند سطر لکھا ہے اس لئے اسکو نقل کرتا ہوں۔

والنتیجة ان حظ الانسان من المکافاة والنجح فی الدنیا والآخرة سیکون علی قدر ما یبذل له من العمل والسعی خیراً او شراً قلیلاً او کثیراً وجاء هذا المعنی ایضاً ان الله یعطی العبد علی قدر

حاصل کلام یہ ہے کہ انسان کا عمل و سعی جس درجہ کی ہوگی اسی کے بقدر دنیا و آخرت میں اسکو اجر و کامیابی حاصل ہوگی اگر سعی و عمل اچھا ہے تو نتیجہ بھی اچھا حاصل ہوگا اور اگر برا ہے تو نتیجہ بھی برا ہوگا اور اگر کم ہے تو کم اور زیادہ ہے تو نتیجہ بھی زیادہ ملے گا۔ جیسا کہ منقول ہے کہ اللہ تعالے بندے کو اس کے شوق و ہمت کے بقدر عطا فرماتے ہیں۔ نیز

---

[1] یاد [2] تحصیل مال، محنت و مشقت [3] کاہلی اور بیکاری [4] بچنے کی تاکید

همته ونهمته ومما ورد فی السنة النبوية من التنويه بشان العمل ان النبی صلی الله عليه وسلم كان جالسًا مع اصحابه ذات يوم فنظروا الی شاب ذی جلد وقوة قد بكر يسعی فقالوا ويح هذا لو كان شبابه وجلده فی سبيل الله ای فی الطاعات البدنية من صلوة وصيام وجهاد فقال صلی الله عليه وسلم لا تقولوا هذا فانه ان كان خرج يسعی علی ولده الصغار فهو فی سبيل الله وان كان خرج يسعی علی ابوين شيخين كبيرين فهو فی سبيل الله وان كان خرج علی نفسه ليعفها فهو فی سبيل الله وان خرج يسعی رياءً ومفاخرةً فهو فی سبيل الشيطان۔

حدیث شریف میں عمل کے اہتمام کے سلسلہ میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حضرات صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ لوگوں کی نظر ایک جوان پر پڑی۔ جو ہاتھ پاؤں کا قوی اور مضبوط تھا۔ صبح ہی صبح کام کے لئے نکل پڑا تھا۔ سب حضرات کہنے لگے اس کا ناس ہو کاش یہ اپنی اس جوانی اور قوت کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتا یعنی طاعات بدنیہ کرتا، نماز پڑھتا، روزہ رکھتا اور جہاد کرتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کہو اس لئے کہ یہ شخص اگر بوڑھے والدین اور چھوٹے بچوں کی خاطر کسب کے لئے نکلا ہے تو یہ نکلنا فی سبیل اللہ ہی ہے اسی طرح اگر اپنے نفس پر صرف کرنے کے لئے نکلا ہے تاکہ اس کی عفت کو قائم رکھ سکے (یعنی ذلیل نہ ہو) تو یہ نکلنا بھی اللہ ہی کے راستہ میں نکلنا ہے ہاں اگر محض ریا و تفاخر کے لئے کسب کرنے جا رہا ہے تو یہ فی سبیل الشیطان ہوگا۔

اس حدیث سے ہمارا مدعا جس کا ہم اوپر بیان کر آئے ہیں ثابت ہوا کہ کسب اپنے بچوں کے لئے اور اپنے والدین کے لئے اور اپنی ذات کے لئے سب فی سبیل اللہ ہے۔ البتہ شرط اس کی یہ ہے کہ یہ سعی حسن نیت اور قصد صالح پر مبنی ہو ریا و تفاخر اس کا سبب نہ ہو۔ اور ایسا بھی نہ ہو کہ امور معاش[1] میں ایسا انہماک[2] ہو جائے کہ امور معاد[3] بالکل نسیا منسیا[4] ہو جائیں اس لئے کہ یہ منجملہ علامات نفاق وضعف ایمان کے ہیں پس چاہیئے کہ شرع کے مطابق راہ اعتدال کی اختیار کرے اور اپنے ارادہ کو ہر امر میں خیر رکھے۔ اگر ایسا ہوگا تو امر دنیوی میں بھی اس کو ثواب ملے گا اور اس کے اخلاص کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی نصرت شامل حال ہوگی۔

اخلاص کی برکت اور نصرتِ الٰہی:۔ چنانچہ حدیث شریف ہے کہ:۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ثلاثة كلهم حق علی الله عونه الغازی فی سبيل

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین اشخاص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر ان کی مدد لازم ہے۔ راہ خدا میں جہاد

---

[1] دنیاوی اسباب [2] شدید مصروفیت [3] آخرت کے معاملات [4] یکسر فراموش

اللہ والمکاتب الذی یرید الاداء — کرنیوالا، اور وہ مکاتب جو بدلِ کتابت کی ادائگی کا ارادہ رکھتا ہے
والناکح الذی یرید التعفف۔ — اور وہ شخص جس کا ارادہ نکاح سے محض تعفف[1] کا ہو۔

دیکھئے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ جیسے غازی فی سبیل اللہ کی منجانب اللہ مدد ہوتی ہے اسی طرح جو شخص اپنے بدل کتابت کے ادا کرنے کا ارادہ کرتا ہے یا نکاح سے تعفف کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ اس کی نصرت لازم ہو جاتی ہے۔

چنانچہ ہمارے سلف صالحین کی ان کے اخلاص و صدق کی وجہ سے مختلف طریقوں سے نصرت ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کا قصہ سنیئے۔

دینار کا قصہ :۔

ابن ماجہ میں روایت ہے کہ :۔

عن المقداد بن عمرو انہ خرج ذات یوم الی البقیع وھو المقبرۃ لحاجتہ وکان الناس لا یذھب احدھم فی حاجتہ الا فی الیومین والثلاثۃ فانما یبعر کما تبعر الابل ثم دخل خربۃ فبینا ھو جالس لحاجتہ اذ رأی جرذا اخرج من جحر دینارا ثم دخل فاخرج اخر حتی اخرج سبعۃ عشر دینارا ثم اخرج طرف خرقۃ حمراء قال المقداد فسللت الخرقۃ فوجدت فیھا دینارا فتمت ثمانیۃ عشر دینارا فخرجت بھا حتی اتیت بھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرتہ خبرھا فقلت خذ صدقتھا یا رسول اللہ قال ارجع

حضرت مقداد بن عمرو بیان فرماتے ہیں کہ وہ ایک روز بقیع (ایک قبرستان کا نام ہے) کی جانب قضائے حاجت کیلئے تشریف لے چلے (اس وقت عام طور پر لوگ دو تین روز کے بعد قضائے حاجت کیلئے جایا کرتے تھے اس لئے کہ اونٹ کی مینگنی کی طرح خشک پاخانہ ہوتا تھا) اور ایک کھنڈر میں داخل ہوگئے تو اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چوہے نے اپنے سوراخ سے ایک دینار باہر نکالا پھر اپنے سوراخ میں گھس گیا اور پھر ایک دینار باہر لایا اسی طرح سترہ دینار نکالے پھر اس نے ایک سرخ کپڑے کا کونا نکالا۔

حضرت مقداد فرماتے ہیں کہ میں نے اس کپڑے کو کھینچ لیا اس میں بھی ایک دینار پایا۔ اس طور پر میں نے اٹھارہ دینار پورے کرلئے پھر اس کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ سے اس کا واقعہ بتلا کر عرض کیا کہ آپ اس کا صدقہ جو کچھ ہو لے لیجئے یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو لے جاؤ اس میں کچھ بھی صدقہ نہیں (اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے)

(باقی آئندہ)

[1] پاک دامنی

ایک حکیم نے فرمایا کہ میں نے بہت غور و فکر کیا کہ آخر یہ شیطان انسان کے پاس کس دروازے سے آتا ہے؟ تو اس نتیجہ پر پہونچا کہ وہ دس دروازوں سے داخل ہوتا ہے۔

(۱) ایک تو یہ کہ وہ حرص و سوءظنی کے دروازے سے داخل ہوتا ہے چنانچہ میں نے سد باب کے طور پر اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور قناعت اختیار کیا (قناعت کی وجہ سے حرص کا خاتمہ ہوگیا اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد حاصل ہونے کی وجہ سے سوءظن کی جڑ کٹ گئی) لیکن پھر میں نے خیال کیا کہ آخر یہ علاج جو میں نے تجویز کیا ہے کتاب اللہ سے بھی اسکا کچھ ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟ تو الحمد ملتہ مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ملا کہ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا (یعنی کوئی مخلوق زمین پر چلنے والی نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ اسکی روزی ہے)

(۲) دوسرے میں نے یہ دیکھا کہ وہ بقاے زندگی اور طول امل (منصوبہ) کے خیال کی راہ سے انسان کے اندر داخل ہوتا ہے (چنانچہ موت کا دور ہونا اور شیخ چلی کے سے خیالات اور آرزوؤں کا ایک لا متناہی سلسلہ لا کھڑا کر کے دین سے اور خدا تعالیٰ سے بعید رکھتا ہے اور انسان کو ان میں اس طرح پھنسا لیتا ہے کہ موت آجاتی ہے اور ان سے رہائی نہیں ہوتی) جب میں نے اس کے گمراہی کا یہ دروازہ دیکھا تو پھر میں نے بھی اسکا مقابلہ اس طرح سے کیا کہ اچانک موت آجانے کے اندیشہ سے قلب کو بھر لیا جس کی وجہ سے طول امل اور طول اجل کے خیالات کا قلع قمع ہوگیا لیکن میں نے یہ سوچا کہ آخر کس آیت سے اس پر استدلال کروں یعنی آیت قرآنی مل جاتی تو تقویت کا سبب بنتی تو مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ملا کہ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ بس میں نے اسکے ذریعہ سے ان خیالات کو کچل کر رکھدیا فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ

(۳) تیسرے میں نے یہ دیکھا کہ یہ شیطان انسان کے پاس آرام طلبی اور نعمت یابی کی راہ سے بھی آتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کسیکو راحت و انعام

عطا فرماتے ہوتے ہیں تو بجائے اسکے کہ وہ شکر ادا کرتے ہوئے منعم حقیقی کیخدمت کے لئے اور مستعد ہو جاتا ہوتا یہ ہے کہ وہ اور سست اور کاہل ہو جاتا ہے یا آرام اور راحت حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ زیادتی دنیا کے چکر میں رہتا ہے اور خدا کی یاد کے لئے اسکو فرصت ہی نہیں رہتی) تو میں نے زوال نعمت اور فنائے دنیا کا مراقبہ کیا اسکو خوب مستحضر کرلیا اور نفس کو یہ سمجھایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ یعنی تم سے آخرت میں دنیوی نعمت کا بھی سوال ہوگا کہ انکا کیا حق ادا کیا تھا تو یاد رکھو جس قدر نعمت زیادہ ہوگی اسی قدر سوال زیادہ ہوگا اور جواب کے خراب ہونے کا اندیشہ رہے گا۔ پھر میں نے اسکے متعلق بھی آیت قرآنی تلاش کی تو مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ملا ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا الآیۃ (یعنی آپ ان کفار کو چھوڑ دیئے کہ خوب کھالیں اور امور دنیا سے نفع اٹھالیں اور انکو ان کے طول امل نے خدا اور آخرت سے غافل بنا رکھا ہے اچھی بات ہے ان کو اپنے اس کئے کا انجام معلوم ہوا جاتا ہے۔ (سورۂ حجر رکوع ۱)

اور حق تعالیٰ کا یہ فرمان ملا کہ أَفَرَأَيْتَ إِن مَّتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ثُمَّ جَاءَهُم مَّا كَانُوا يُوعَدُونَ (شعراء) اچھا اب یہ بتایئے کہ اگر ہم ان کو چند سال تک متاع دنیا سے تمتع اٹھانے کا موقع دے بھی دیں تو پھر اس کے بعد آخر ایک نہ ایک دن وہ شئے موعود تو آکر رہے گی (مطلب یہ کہ زندگیوں کا طویل ہونا انسان کو موت سے اور خدا کی پیشی سے تو نہ بچا سکے گا)۔

پس ان دو آیتوں کے ذریعہ میں نے اپنے نفس سے راحت طلبی اور نعمت پروری کے جذبات کا خاتمہ ہی کرلیا اور الحمد للہ کہ اس طرح سے انکا بھی انسداد ہوگیا

(۴) چوتھے یہ کہ میں نے یہ بھی غور کیا کہ یہ انسان میں عجب اور پندار کی راہ سے بھی آتا ہے پس میں نے اسکا علاج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا استحضار اور ان کے ہی احسان و انعام کے تصور نیز انجام کا خوف اور خاتمہ

کے اندیشے کو اپنے اوپر مسلط کر لینے کے ساتھ کیا (یعنی نفس کو یہ سمجھایا کہ تم جن چیزوں کو اپنا کمال سمجھ رہے ہو اور اسکی وجہ سے اس پر پھول رہے ہو تو اپنی اور ان کمالات کی حقیقت پیش نظر کر پھر اسکے حصول اور بقا میں تمھارا کتنا اختیار ہے اسکو سوچو اور شئی مستعار کو اپنی ملک کہنے سے شرماؤ اور ڈرو کہ ایسا نہو کہ مالک کی نظر پھر جائے اور وہ اپنا عطیہ سلب فرمالیں اور پھر تم کورے کے کورے رہ جاؤ اس سے الحمدللہ بات اسکی سمجھ میں تو آگئی) لیکن میں نے چاہا کہ اس باب میں بھی قرآن سے تائید ہو جاتی تو اچھا تھا چنانچہ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نظر سے گذرا کہ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ یعنی ایک جماعت شقی ہوگی اور ایک سعید ہوگی اور مجھے نہیں معلوم کہ میں کن میں ہوں گا۔

پس میرے اتنا کہنے سے وہ پاش پاش ہی تو ہو کر رہ گیا اور اس طریقہ سے الحمدللہ میں اس رذیلہ سے بھی نکل گیا

(۵) پانچویں یہ کہ دیکھا میں نے کہ اس کے داخل ہونے کا ایک دروازہ اپنے (مسلمان) بھائیوں کو حقیر جاننا اور انکے احترام میں کمی کرنا بھی ہے تو میں نے اسکا کاٹ یہ کیا کہ نفس کو ان کے حق کو پہنچوایا اور قلب میں انکا احترام پیدا کیا اور اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کو پیش نظر کیا کہ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ یعنی عزت تو بس اللہ تعالےٰ کے لئے اور اسکے رسولؐ کے لئے اور اہل ایمان کے لئے ہے (اور نفس کو اس طرح سے قائل کیا کہ دیکھو جب مؤمن کے لئے عزت ہونے کو اللہ تعالےٰ فرمارہے ہیں تو تجھے کسی مومن کو حقیر و ذلیل سمجھنے اور اسکی تخفیف کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے۔ پس اس آیت سے میں نے اس برائی کا خاتمہ ہی کر لیا۔

(۶) چھٹے یہ کہ میں نے دیکھا کہ وہ انسان کے پاس حسد کے باب سے بھی آتا ہے (یعنی خدا کے بندوں میں سے کسی سے اسکو حسد ہو جاتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اسکو جو نعمت حاصل ہے مال، کمال یا حال، وہ زائل ہو جائے

بس اسی جلن اور اسی ادھیڑ بن میں رہتا ہے اور اپنے دین کا ناس مار لیتا ہے ۔
ابلیس کی اس گمراہی کا خاتمہ میں نے یوں کیا کہ اس کے سامنے انصاف اور اللہ کی تقسیم پر راضی رہنے کو پیش کیا اور اسکو یہ سمجھایا کہ اسے نادان تو جو اس شخص سے حسد کرتا ہے تو یہ تیری ناانصافی کی بات ہے اور اسکو تو خدا تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے لہٰذا تیرا اس پر حسد کرنا گویا خدائی تقسیم پر اعتراض کرنا ہے (معاذاللہ)

اب خیال تو کرو یہ بات کہاں تک پہنچی ہے اور حق تعالیٰ کا یہ ارشاد قرآن سے نکالکر اسکو سنا دیا کہ فرمایا نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (یعنی دنیوی زندگی میں لوگوں میں انکے اسباب معیشت کو ہم نے تقسیم کیا ہے اور جس کے مناسب حال جو سمجھا اور جتنا سمجھا اسکو دیا ۔
بس یہ سنکر وہ ٹھنڈا ہوگیا اور الحمدللہ اس طرح سے حسد کی آگ بجھ گئی

(۷) ساتویں یہ کہ میں نے دیکھا کہ یہ شیطان آدمی میں ریاکاری اور ستائش پسندی کی راہ سے بھی آتا ہے (یعنی عمل کر کے مخلوق کے دکھلاوا اور انکی تعریف کا اسپر منتظر رہتا ہے) تو میں نے قلب میں اخلاص پیدا کر کے اس رذیلہ کا انسداد کر دیا (یعنی نفس کو سمجھایا کہ دین کا کام مخلوق کے لئے کرنے سے آخر کیا فائدہ ؟ کام اسکے لئے کرنا چاہیئے جس سے بدلہ ملتا ہے اور خدا کی طاعت مخلوق کے لئے کرنا کس قدر شرم کی اور افسوس کی بات ہے قیامت میں اللہ تعالے ریاکاروں سے فرما دیں گے جاؤ جن کے لئے کام کیا تھا آج انہیں سے بدلہ بھی لو اس وقت کیا رہ جائیگی بر سر محشر رسوا ہو جاؤ گے) اور اللہ تعالے کا یہ ارشاد اسکو سنایا کہ اللہ نے فرما دیا ہے فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۝ یعنی جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی آرزو رکھتا ہو اسکو چاہیئے کہ عمل صالح کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ گردانے (اسمیں تحصیل اخلاص اور ترک ریا ہی کا حکم ہے) اس آیت سے میں نے اسکے جذبۂ ریاکاری اور تعریف پسندی پر ضرب کاری لگا کر اسکا قلع قمع ہی کر دیا ۔ فالحمد

للّٰہ علیٰ ذٰلک ۔

(۸) آٹھویں یہ کہ میں نے دیکھا کہ وہ بخل کے راستہ سے بھی انسان میں داخل ہو جاتا ہے ۔ چنانچہ میں نے مخلوق کے ہاتھ میں آج جو کچھ ہے وہ فنا ہو جانے والا ہے اس بات کو اسکو سمجھایا اور اس پر بھی اسکا عقیدہ جما دیا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے (یعنی آدمی تو یہ سمجھتا ہے کہ خدا کی راہ میں ہم جو کچھ خرچ کریں گے وہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا اور گویا معاذ اللہ ضائع ہے اور جو مال روکے رہیں گے وہ محفوظ اور باقی رہنے والا ہے تو اسکی خام خیالی ہے معاملہ برعکس ہے یعنی جو مال وغیرہ دابے رہے گا جمع کئے رہیگا وہ ایک دن فنا ہونے والا ہے اور جو کچھ خدا کی راہ میں خرچ کردے گا گویا خدا کے پاس جمع کردے گا وہ باقی رہنے والا ہے) اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نکال کر رکھ دیا کہ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ یعنی جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے بس اس سے اُسکے ولولۂ بخل پر اوس ہی تو پڑ گئی ۔ الحمد للہ ۔

(۹) نویں یہ کہ میں نے دیکھا کہ وہ انسان کے پاس کبر و نخوت کی راہ سے بھی آتا ہے تو اسکا علاج یہ کیا کہ میں نے تواضع اختیار کی اور اپنے اندر سے بڑائی اور بزرگی کا یکسر خاتمہ کر دیا اور اسکی تائید قرآن شریف کی اس آیت سے ہوئی ، ارشاد فرماتے ہیں اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۝ یعنی بلاشبہ ہم نے (اے بنی آدم) تم سب کو ایک مرد (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) اور ایک عورت (یعنی حضرت حوا علیہا السلام) سے پیدا کیا ہے (گویا اس طور پر تم سب برابر ہو) باقی خاندان اور قبیلے جو تم میں ہم نے بنا دیئے ہیں تو محض اس لئے تاکہ تم میں پہچان قائم ہو جائے (چنانچہ سید عبد اللہ ، شیخ عبد اللہ اور عبد اللہ خاں میں تم آسانی تمیز کر سکتے ہو) اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم اور مرتبہ پانے والا وہی شخص

ہے جو متقی ہو یعنی عمل والا ہو اور خدا سے ڈرتا ہو۔

الحمدللہ کہ علاج نافع ہوا اور تیر نشانہ پر لگا یعنی نفس کی سرکشی اور بڑائی کا خاتمہ ہوگیا اور تواضع پیدا ہوگئی اور تقویٰ کا خیال ہوگیا۔

(۱۰) دسویں یہ کہ میں نے دیکھا کہ وہ انسان کے پاس طمع کی راہ سے بھی آتا ہے یعنی دوسروں پر نظر کرتا ہے مخلوق سے توقع باندھتا ہے خدا پر آسرا رکھنے کے بجائے انسان سے آسرا لگائے رکھتا ہے تو اسکی کاٹ میں نے یہ کی کہ نفس کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ انسانوں سے تو بس انس بھر رکھے باقی ثقہ اور اعتماد، آسرا اور بھروسہ، توقع اور نظر اللہ ہی پر کرے۔ چنانچہ مجھے اس مضمون کی آیت قرآنی بھی مل گئی، ارشاد فرماتے ہیں کہ وَمَن يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (یعنی جو شخص اللہ سے ڈرے گا اور اس کو اپنا ملجا و ماویٰ گردانتے ہوئے اسی سے اپنی حاجت کہے گا اور ہر جانب سے صرف نظر کرکے بے چین اور مضطر ہوکر اسی کی جانب رجوع کرے گا اور اسی سے دعا کرے گا) تو اللہ تعالےٰ اسکے لیے (حاجت براری کی) کوئی نہ کوئی سبیل نکال ہی دیں گے اور ایسی جگہ سے روزی عطا فرما دیں گے جہاں سے اسکو شان و گمان بھی نہ ہوگا چنانچہ الحمدللہ نفع ہوا اور میں مخلوق کی جانب طمع کے رذیلہ سے بھی نکل گیا۔

سبحان اللہ! ان بزرگ کا یہ مقولہ قرطاس قلب پر آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ بڑے ہی کام کی بات نہایت ہی دلکش عنوان سے بیان فرمائی اللہ تعالےٰ عمل کی توفیق بخشیں۔ اجمالاً وہ ابواب عشرہ یہ ہیں:۔ حرص[۱] و سوء ظن بقائے[۲] حیات اور طول امل۔ راحت[۳] طلبی اور نعمت یابی۔ عجب[۴] و پندار، تخفیف[۵] و تحقیر مسلم۔ حسد[۶]۔ ریا[۷] و مدح خلق۔ بخل[۸]۔ کبر[۹]۔ طمع[۱۰] از خلق۔

فائدہ: صاحب مقولہ نے یہ دس ابواب جو بیان فرمائے ہیں تو ان کے ذوق کے اعتبار سے یہ انکا اپنا انتخاب ہے اور اس میں شک نہیں کہ بہت خوب ہے۔ تاہم ابلیس کے آنے کے چور دروازوں کا کچھ ان ہی پر انحصار

نہیں ہے ۔ مواقع اور مذاق کے اختلاف سے ان کے بیان میں بھی اختلاف ہوسکتا ہے ۔ چنانچہ ایک بزرگ یہ فرماتے ہیں کہ ؎

خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ ده چیز بروں کن از دروں سینہ
حرص[1] و امل[2] غضب[3] دروغ[4] و غیبت[5] بخل[6] و حسد[7] ریار[8] و کبر[9] و کینہ[10]

یعنی اگر تم چاہتے ہو کہ تمھارا دل مانند آئینہ کے صاف و شفاف ہو جائے تو ان دس چیزوں کو اپنے سینہ سے نکالو ۔ حرص ۔ امل ۔ غضب ۔ دروغ غیبت بخل ۔ حسد ۔ ریار ۔ کبر ۔ کینہ ۔

اسی طرح سے کہا گیا ہے کہ ؎

خواہی کہ شوی بمنزل قرب مقیم نہ چیز بہ نفس خویش فرما تعلیم
صبر[1] و شکر[2] و قناعت[3] و علم[4] و یقین[5] تفویض[6] و توکل[7] و رضار[8] و تسلیم[9]

ان نو باتوں کی تعلیم کرو ۔ صبر ۔ شکر ۔ قناعت ۔ علم ۔ یقین ۔ تفویض ۔ توکل رضار و تسلیم ۔

بات سب کی ایک ہے اور عنوان مختلف ۔

روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ ابلیس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایسے وقت پہونچا کہ آپ اپنے رب سے مناجات میں مشغول تھے ۔ ایک فرشتہ نے اس سے پوچھا کہ او بے مسخرے تیرا برا ہو حضرت موسیٰ کے پاس وہ بھی ایسی حالت میں کیوں آیا ان سے تیرا کیا مقصد حاصل ہوگا اس نے جواب دیا کہ مجھے ان سے بھی اسی چیز کی امید ہے جو میں نے ان کے والد محترم حضرت آدم سے اسوقت توقع رکھی تھی جبکہ وہ جنت میں تھے (چنانچہ میں کامیاب ہوگیا تھا اس طرح شاید یہاں بھی کامیاب ہو جاؤں ۔ تو جب امید بندھی ہے تو کیوں باز رہوں ۔)

مقولہ : کہا جاتا ہے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو ابلیس اپنے سب لشکر کو حکم دیتا ہے کہ ہاں اب تم سب لوگ تمام روئے زمین پر پھیل جاؤ اور جہاں جہاں

لوگ نماز پڑھنے جا رہے ہوں ایک ایک تم میں سے ان کے پاس پہونچ جاؤ اور
اپنی پوری کوشش تو اسی امر کی کرو کہ کوئی نماز نہ پڑھنے پائے چنانچہ اپنے امیر کا یہ حکم
پاکر ہر شیطان ایک ایک شخص کے پاس آتا ہے جو نماز پڑھنے کا ارادہ کرتا ہے
اور اسکو مختلف دنیوی مشاغل میں لگا دیتا ہے تاکہ وہ نماز سے رہ جائے اگر اس پر
نہیں قادر ہوتا (یعنی وہ مرد مسلمان نماز کا پابند ہوتا ہے لہٰذا سب کام چھوڑ کر نماز
کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے) تو پھر اسکو یہ سمجھاتا ہے فلاں کام کرنا ہے ذرا جلدی نماز پڑھ لیں
چنانچہ اس سے رکوع، سجدہ، قرأت، تسبیحات وغیرہ جلدی جلدی ادا کرا دیتا ہے
یعنی تعدیل ارکان فوت کرا کے اسکی نماز کو ناقص بنا دیتا ہے) اور اگر اس پر
قادر نہیں ہو پاتا تو نماز ہی میں اسکے قلب کو امور دنیا کی جانب مشغول کر دیتا
ہے (چنانچہ نیت بندھی ہوتی ہے رکوع وسجدے بھی لمبے لمبے ادا ہوتے
ہیں اور بدن مسجد میں ہوتا ہے لیکن قلب بازار میں، تجارت میں، کھیتو
باڑی میں، کچہری میں اور مقابل کو شکست دینے کی تدابیر سوچنے میں لگا ہوتا
ہے) اس طرح سے اسکا خشوع ختم کر دیتا ہے اور اسکی نماز کو بے روح
بنا دیتا ہے اور اگر کوئی بدنصیب شیطان ان درجات ثلاثہ میں سے کسی درجہ
پر بھی قادر نہیں ہو پاتا (یعنی جس کے اوپر یہ جاکر مسلط ہوا ہے اس نے مثلاً
اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرکے نماز بھی پڑھی اور خشوع و خضوع کے سا تھ
پڑھی) تو ابلیس حکم دیتا ہے کہ اس شیطان کے ہاتھ پیر باندھکر اسکو سمند
میں ڈالدیا جائے۔ اور جو اُن میں سے کوئی بھی کارنامہ کرکے آتا ہے تو د
ابلیس کیجانب سے نوازا جاتا ہے اور مستحق انعام واکرام قرار دیا جاتا ہے

فائدہ: دیکھا آپ نے شیطان کی عداوت کہ اسکو مسلمان کی نماز اور عبادت
سے کسقدر دشمنی ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ نماز اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے
اسی لئے ابلیس کو مبغوض ہے اور شاید یہی وجہ ہو کہ ہر زمانہ میں یہ ابلیسی لشکر نما
نمازیوں کا دشمن رہا کیا ہے۔

اب سمجھ میں آگیا ہوگا کہ مباش در پے آزار ہر چہ خواہی کن کا کیا مطلب ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہ ستاؤ، تو مطلب یہ ہوگا کہ خلاف شریعت نہ کرو، پس یہ بالکل غلط ہے کہ ظاہر میں کیا رکھا ہے، اور اگر غور کرو تو اس کے معنیٰ تو یہ نکلتے ہیں کہ ہمارا قلب تو عبد ہے اور جوارح عبد نہیں، یہ تو ایسی مثال ہے کہ آدھا علہ درست ہو اور آدھا درست نہ ہو تو خدا تعالیٰ نے ہم کو دو علے دیئے ہیں۔ ایک ظاہر، ایک باطن، تو اطاعت میں سب ہی مقید ہیں چنانچہ خداوند جل جلالہٗ نے اِتَّقُوْا (ڈرو) کے ساتھ اِسْمَعُوْا (سنو) فرما کر ظاہر فرمادیا کہ دونوں ہی درست ہوں اور اسی میں مقابلہ کے طور پر سارے جوارح مراد لے لیے۔ کیونکہ جارحۂ سمع و دیگر جوارح میں کوئی وجہ فرق کی نہیں، پھر اس کے بعد اَطِیْعُوْا (اطاعت کرو) فرمادیا کہ کوئی کسی خاص عمل کی تخصیص نہ سمجھ جاوے اور اَطِیْعُوْا (اطاعت کرو) میں ایک بات ہے طالب علموں کے سمجھنے کی۔ وہ یہ کہ اطاعت مشتق طوع سے ہے اور طوع کہتے ہیں رغبت کو تو ترجمہ اس کا یہ ہے کہ خوشی سے کہنا مانو، اور خوشی قلب میں ہوتی ہے، اور کہنا ماننا جوارح کو بھی عام ہے، پس اس میں بھی جمع بین الظاہر والباطن ہوگیا۔

اطاعت کی اقسام

آگے ارشاد ہے اَنْفِقُوْا خَیْرًا لِاَنْفُسِکُمْ اس میں دو باتیں ہیں، ایک تو یہ کہ طاعات دو قسم کی ہیں، ایک مالی، ایک بدنی، ہر چند کہ اَطِیْعُوْا (اطاعت کرو) میں سب آگئے ہیں لیکن چونکہ حرص ہم میں غالب ہے، چنانچہ اکثر کا مذاق یہ ہے کہ ؎

گر جاں طلبی مضائقہ نیست　　در زر طلبی سخن درین است

اگر جان مانگو تو جان دینے میں مضائقہ نہیں　　ہاں اگر سیم و زر مانگو تو غور طلب بات ہے

اللہ میاں سے لوگوں کو ایسی محبت ہے جیسے ایک بخیل کو اپنے دوست سے تھی کہ مانگنے پر بھی انگوٹھی نہ دی۔ اور اس کی اس مصلحت کے جواب میں کہ اس کو دیکھ کر تمہیں یاد کیا کروں گا یہ کہا کہ جب اپنا ہاتھ خالی دیکھنا یاد کر لیا کرنا کہ ہم نے انگوٹھی مانگی تھی نہیں دی، تو ایسی ہی محبت اللہ میاں سے بھی آج کل مسلمانوں کو ہے۔ مجھے یاد آگیا کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انھوں نے بیہودہ موقع پر دس ہزار روپے دیئے اور ایک دینی موقع پر سو روپے دیئے۔ حالانکہ وہ موقع ایسا تھا کہ اسلام

گھر دیدیں لیکن خیر کچھ تو دیں اور انفاق فی سبیل اللہ (راہ خدا میں خرچ کرنا) کی ایک ایسی صورت ہے کہ کچھ بار ہی نہیں پڑتا جس کو میں نے اٹاوہ میں لکھا تھا کہ تمھارے گھر میں بہت سی چیزیں بیکار ہوں گی تو تم فی سبیل اللہ وہی دیدو اُس میں تمھارا کیا حرج ہے۔ بحمد اللہ اس پر لوگوں نے عمل کیا اور لکھا تھا کہ ٹھیلے کے ٹھیلے آتے ہیں اور اس میں ایک ذرا اور توسیع کر لو اس طرح کہ ایک تو وہ چیزیں ہیں جو ناکارہ ہیں ان کے متعلق تو تجویز پیش کر ہی چکا اور ایک وہ ہیں کہ ہیں تو کام کی لیکن ان کی سال سال بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ مثلاً میز، کرسی، پلنگ حتیٰ کہ بعض ایسی چیزیں بھی ہیں کہ ان کا ہونا معلوم بھی نہیں کہ آیا ہمارے گھر میں ہے بھی یا نہیں۔ تو اگر ایسی چیزیں نکل جاویں تو کیا حرج ہے۔ ایسی اشیاء کی نسبت خوب کہا ہے ؎

حرص قانع نیست صائب ورنہ اسباب معاش … انچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست

اے صائب حرص (صاحب حرص کو) قناعت نہیں ہے ورنہ اسباب معاش اور گذر بسر کے ذرائع جنھیں ہم ضروری سمجھتے ہیں ان میں اکثر غیر ضروری ہیں

تو ان کو بھی دیدیا جاوے، اس میں کیا مشکل ہے، غرض عبادت مالیہ میں چونکہ غلبۂ حرص سے ہمارا یہ مذاق ہے اور اس میں ہمت کم ہے اس لئے عبادتِ مالی کو علیحدہ بھی ذکر فرمایا اور اس پر وعدہ فرمایا خیر کا۔ اور ایک بات میری سمجھ میں یہ آئی کہ خداوند کریم کا کلام طب کامل ہے۔ طب میں ایک تو دوا ہوتی ہے اور ایک پرہیز۔ قرآن شریف میں ہر جگہ اس بات کی رعایت کی ہے۔ یہاں وہ اس طرح ہے کہ ہمارے اکثر امراض کا سبب ہے حب دنیا (وقت زیادہ نہیں ہے ورنہ میں مفصل ذکر کرتا) اور دنیا میں بھی سب سے زیادہ محبوب ہے مال کہ اکثر گناہوں کا ذمہ دار یہی ہے، تو خدا تعالیٰ نے اِتَّقُوْا (ڈرو) سے پرہیز بتلایا ہے کہ یہ پرہیز کرو ورنہ اطاعت کہ دوا ہے اس کے اثر کی گاڑی چلے گی نہیں۔ چنانچہ مشاہدہ ہے کہ ہم میں جب تک حب مال ہے اس وقت تک ہم اطاعت شروع کرتے ہیں لیکن چلتی نہیں جیسے ٹھیلی ہوئی گاڑی کہ جہاں چھوڑ دی وہاں ہی رک گئی۔ تو اب تو ہم اپنے کو ٹھیل رہے ہیں کہ گھسیٹ کر اٹھایا تو تہجد کیلئے اٹھے اور نہ اٹھایا تو نہ اٹھے دل میں شوق نہیں ہے اور واقعی اکثر کام شوق ہی سے ہوتے ہیں اسی کو کہتے ہیں ؎

عنایۂ قلندر رسے زدار بمن نمائی … کہ درازو دور دیدم رہ و رسم پارسائی

اے رشک مجھے قلندروں کا راستہ دکھلایئے (یعنی عشق و محبت کا) اس لئے کہ نری پارسائی کی راہ (یعنی بدون محبت) تو مجھے

بہت دور دراز معلوم ہوتی ہے) تو نری پارسائی بدون شوق کے چلتی نہیں بلکہ وہ حالت ہوتی ہے کہ ؎

بزمیں چو سجدہ کردم ز زمیں ندا بر آمد — کہ مرا خراب کردی تو بسجدۂ ریائی

بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند — تو بروں درچہ کردی کہ درون خانہ آئی

(جب میں نے زمین پر سجدہ کیا تو زمین سے یہ ندا آئی کہ ریاکاری کے سجدہ سے تو نے مجھے ناپاک کر دیا۔ طواف کعبہ کے ارادہ سے جب میں چلا تو مجھے حرم میں جانے کا راستہ نہ دیا اور کہا کہ حرم سے باہر کونسا (بھلا) کام کیا ہے کہ حرم میں آنا چاہتے ہو)

تو یہ حالت ہے ہمارے اعمال کی جب قلب میں کوئی حصہ محبت کا نہ ہو اور وہ اس وقت آتی ہے کہ غیر کی محبت نکلے۔ ایک بزرگ کا قول ہے ؎

حب حق ہو دل میں یا حب پسر — جمع ان دونوں کو تو ھرگز نہ کر

آجکل کا تصوف

اکثر طبائع میں یہ حب غیر برنگ حب مال زیادہ ظاہر ہوا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے ایک لطیف طریقہ بتلایا ہے اس کے نکلنے کا کہ خرچ کیا کرو وَاللّٰہِ العظیم کوئی بتلا نہیں سکتا کیا خبر ہو سکتی ہے کسی کو معانی کے خواص کی۔

صاحبو! حکماء صرف خواص اجسام کو دریافت کر سکے، مگر انبیاء علیہم السلام نے خدا کے بتلانے سے معانی کے خواص کو بتلایا ہے۔ مثلاً حب مال کے خاصہ کو دیکھ کر اس کا علاج بتلایا ہے کہ خرچ کیا کرو اور علاج بھی کیسا آسان کہ جس میں نہ محنت ہو نہ مشقت، ہر شخص کر سکے وہ تعلیم نہیں جو غیر محقق کی ہوتی ہے کہ اس میں ایسی سخت شرطیں لگاتے ہیں کہ خدا کی پناہ ایسے لوگوں کی تعلیم پر یہ یاد آتا ہے کہ ؎

خستگاں را چوں طلب باشد و قوت نبود — گر تو بیداد کنی شرط مروت نبود

(پریشان حال لوگوں کو جب طلب ہو اور قوت نہ ہو پھر بھی اگر ظلم کرو تو یہ مروت کے خلاف بات ہوگی) اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ اس کا ایک بندہ ایسا بھی ہے جو اس تک پہونچنے کے قابل نہیں حالانکہ وہاں سفرۂ[1] عام ہے۔ اور اس میں اس کی پوری رعایت ہے کہ ؎

طفل را گر ناں دہی بر جائے شیر — طفل مسکیں را ازاں ناں مردہ گیر

چار پارا قدر طاقت بار نہ — بر ضعیفاں قدر قوت کار نہ

(شیر خوار بچے کو اگر بجائے دودھ کے روٹی کھلاؤگے تو بیچارے لڑکے کو روٹی دیکر مار ہی ڈالوگے۔ جانور

---

[1] عام دستر خوان۔

پر بھی بوجھ لادو جتنا اٹھا سکیں کمزوروں کو اتنا ہی کام سپرد کرو جتنی ان کی قوت ہو)
تو جو مشائخ غیر محقق ہیں ان کے ہاں محض روٹیاں ہیں دودھ نہیں وہ بچہ کو بھی روٹی کھلاتے ہیں اور قرآن وسنت میں تو سب کچھ ہے۔ کیا یہ غضب نہیں کہ سب کو ایک ہی لکڑی سے ہانکا جاوے تصوف یہ ہے جو آج گم ہے۔ کیونکہ اب تو ہر شخص کو ایک ہی لکڑی سے ہانکتے ہیں کہ بیوی کو چھوڑ دو اولاد کو عاق کر دو، گو بعض ایسے بھی ہیں جوان تعلقات سے مجرد رکھے جاتے ہیں، مگر بعض ایسے بھی ہیں کہ نوکری بھی کریں اور صوفی بھی بنیں۔ میں نے اس کو خاص طور سے اس لئے ذکر کیا کہ آجکل لوگ اپنے کو تحصیل کمالات باطن سے اس بنا پر بہت معذور سمجھتے ہیں کہ نہ تو ہم سے نوکری چھوڑی جاوے گی نہ بیوی چھوڑی جاوے گی، سو بے فکر رہو یہ چیزیں نہیں چھڑائی جاویں گی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ رشوت سے روکا جاوے گا نیز آپ پر محنت شاقہ نہ ڈالی جاوے گی، جتنی قوت ہو اتنا ہی بتلایا جاوے گا۔ چنانچہ جو محقق ہیں وہ دماغی قوت اور فرصت کو دیکھ کر تعلیم کرتے ہیں اور سب کو الگ الگ بتلاتے ہیں اور اسی وجہ سے تصوف کی تعلیم مخفی ہے کہ ہر ایک کا حال جدا ہے۔ تو علانیہ تعلیم میں احتمال ہے کہ ایک طالب براہِ ہوس دوسرے کی تعلیم پر بلا اجازت عمل کرنے لگے۔ یہ وجہ ہے اس کے مخفی تعلیم کی نہ اس وجہ سے جو کہ مشہور ہے کہ تصوف کے مسائل سینہ بسینہ علاوہ شریعت کے چلے آتے ہیں۔ دوسری اس میں یہ حکمت ہے کہ خلوت کی بات خصوصیت کی سمجھی جاتی ہے اور اُس کی قدر زیادہ ہوتی ہے۔ تو بہر حال محققین کے یہاں ہر شخص کو اس کی حالت کے موافق تعلیم دی جاتی ہے۔ قوی کو اُس کے موافق، ضعیف کو اُس کے موافق

جب اس میں اس قدر سہولت ہے تو یہ دولت اصلاحِ باطن ہر شخص کو حاصل ہو سکتی ہے چنانچہ حبِ دنیا کو نکالنے کے لئے ظاہراً کیسی مشکل پیش آئی تھی مگر خدا تعالیٰ نے اس کا بھی کیسا آ طریقہ بتلا دیا کہ خرچ کیا کرو تو اب کیسی جامع تعلیم ہو گئی کہ مرض بتلایا دوا بتلائی پرہیز بتلا دیا ان کو اس جگہ جمع کر دیا گیا اور ہر ایک میں مناسب اور مفید رعایتیں فرمائیں۔ میں ہر ا مفصل ذکر کرتا مگر وقت گذر گیا ہے اور مجملاً ذکر بھی ہو گیا ہے اس لئے میں سب کا قدرے قد بیان کرتا ہوں۔

پس اِتَّقُوا اللّٰہَ (اللہ سے ڈرو) میں یہ قید لگائی کہ مَا اسْتَطَعْتُمْ (جہاں تک ہو سکے جس سے معلوم ہوا کہ ہم کو اسی قدر کا مکلف کیا گیا ہے جس قدر طاقت ہو۔ اگر اس پر کوئی کہنے

ہم کو تو صرف ایک ہی وقت کی نماز کی طاقت ہے تو جواب یہ ہے کہ تم نے صرف اسی کو دیکھا ہے ، دوسرے مقام کو نہیں دیکھا کہ حق تعالیٰ نے پانچ وقت کی نماز کا مکلّف فرمایا اور پھر اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (اللہ تعالیٰ کسی پر محنت نہیں ڈالتے مگر اس کی برداشت کے موافق) اس سے صاف معلوم ہوا کہ جتنے کا مکلّف فرمایا ہے اس کی طاقت ضرور ہے پس اب جو یہاں فرمایا مَا اسْتَطَعْتُمْ تو مطلب یہ ہوا کہ جتنا تم کو بتلایا سب کرو اور یہ عنوان دل بڑھانے کے لئے فرمادیا جیسے کوئی نوکر سے کہے کہ تم سے یہ کام تو ہوسکتا ہے تو جو ہوسکتا ہے وہ تو کردو گویا تصریحاً متنبہ کیا کہ تم سے یہ ہوسکتا ہے، تو یہ شبہ تو دفع ہوگیا۔

عدم توجہی

اب ایک اور شبہ رہا کہ یہ تو مشاہدہ ہے کہ نہیں ہوسکتا تو یہ دعویٰ مشاہدہ کا بالکل غلط ہے۔ بات یہ ہے کہ آپ ہمّت نہیں کرتے اس لئے کچھ ثقل (بوجھ) معلوم ہوتا ہے جس کو آپ نے سمجھ لیا کہ نہیں ہوسکتا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ آپ کو رات کے وقت خفیف ترشح (ہلکی بارش) میں پیاس لگے مگر سردی کی وجہ سے آپ کو باہر جانا ایسا دشوار ہوا کہ یوں سمجھے کہ ہم جا ہی نہیں سکتے لیکن رات کو دو بجے کے وقت ایک سوار آیا اور پروانہ دیا کہ کلکٹر صاحب نے بلایا ہے۔ پس آپ نے معاً حکم دیا کہ گھوڑا کسو اور بارانی پہنکر دو میل چلے گئے اور راستہ میں رعد و برق بھی ہوا سب کچھ ہوا مگر گئے ضرور، تو اگر اس وقت پانی پینے کے لئے باہر نکلنا مشکل تھا تو اسی وقت دو میل چلنا کیسے آسان ہوگیا۔ تو بات یہ ہے کہ فرق فقط ہمّت کا ہے کہ اوّل پیاس کے وقت عزم و ارادہ نہ کیا تھا اور اب ارادہ کیا ہے تو جتنے کاموں کو آپ کہہ رہے ہیں کہ نہیں ہوسکتا، ان سب میں آپ نے ارادہ ہی نہیں کیا۔ بس یہ ہے وجہ۔

حضرت مولانا استاذنا کی حکایت یاد آئی کہ نماز کے بارہ میں ایک حدیث ہے کہ ایسی نماز ہو کہ جس میں حدیث النفس، وسوسہ نہ لاوے وہ حدیث سبق میں آئی۔ ایک طالب علم نے کہا کہ حضرت کیا ایسی نماز ہوسکتی ہے۔ مولانا نے کیا خوب فرمایا کیا کبھی ارادہ کیا تھا کہ نہیں ہوئی یا ویسے ہی سمجھ لیا کہ نہیں ہوسکتی کرکے تو دیکھا ہوتا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ تمام اعمال میں پورا تقویٰ اختیار کرو اور وہ سب استطاعت میں ہے مگر شرط ارادہ ہے۔ آگے فرمایا ہے :-

وَاسْمَعُوْا (سنو) اس سے ایک مسئلہ مستنبط کرتا ہوں کہ احکام کا سننا بھی ایک بہت بڑا مقصود ہے ہم میں جو زیادہ کمی ہوئی ہے اس کا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ علم حاصل کرنے کی طرف توجہ نہیں اور ہے بھی تو صرف علم معاش کی طرف، اور میں معاش سے منع نہیں کرتا لیکن اتنا شکوہ ضرور ہے کہ باوجودیکہ معاد غیر محدود غیر منقطع ہے۔ اور معاش محدود و فانی ہے، پھر غضب ہے کہ غیر محدود تو آپ کی نظر میں وقعت نہ رکھے اور محدود وقعت رکھے حتیٰ کہ اس کے احکام کو معلوم بھی نہ کیا جاوے۔ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر عمل کی بھی نیت نہ ہو تب بھی علم حاصل کرو چاہیے تو عمل بھی کرنا لیکن یہ اخیر بات ہے کہ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تب بھی علم حاصل کیجئے بہت بڑی بڑی خرابیاں دور ہو جاویں گی. مثلاً عقائد کی، کیونکہ ان میں تو کچھ کرنا ہی نہیں پڑتا، دوسرے اعمال پر یہ اثر ہوگا کہ کبھی توفیق ہوئی عمل کی تو راہ تو معلوم ہوگی، مثلاً کسی کو خارش ہو اور وہ علاج کرنا نہ چاہے تب بھی نسخہ تو ضرور ہی حاصل کرے۔ تیسرے یہ نفع ہے کہ اب تو گناہ کرتے ہیں مگر گناہ نہیں سمجھتے جس میں ایمان جانے کا اندیشہ ہے اور بعد حصول علم گناہ تو سمجھے گا تو اس سے جرم قدرے خفیف ہو جاوے گا اور جرم کا خفیف ہو جانا گو سبب برارت نہ ہو، خود یہ بھی ایسا مقصود ہے کہ اگر کسی مقدمہ میں پیروی کرنے سے جرم سے بری ہونے کی تو توقع نہ ہو مگر خفیف ہو جانے کی امید ہو تب بھی اپیل کریں گے۔ تو معلوم ہوا کہ خفیف ہونا بھی مقاصد میں سے ہے۔

پس علم سے یہ فوائد ہیں۔ اور میں یہ نہیں کہتا کہ سب مولوی بنیں بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ سب لوگ مولوی نہ بنیں، لوگ مولویوں کو ناحق . . . . ہی بدنام کرتے ہیں کہ یہ سب کو مولوی بنانے کی فکر میں ہیں، مگر یاد رکھو کہ ہم سب کو مولوی نہ ہونے دیں گے، کیونکہ مولوی بننے کے معنی ہیں مقتدا بننا اور اس کے لئے ہر شخص اہل نہیں، بلکہ اس کے لئے چند شرطیں ہیں کہ اس میں مثلاً تحمل اور وقار بھی ہو، اس میں شانِ استغنار بھی خاص طور سے ہو اور یہ سب سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ اسکی حالت طبیب کی سی ہے جس کے لئے یہ امر مضر ہے کہ دوائیوں کی دوکان بھی رکھے کہ اس سے شبہ خود غرضی کا ہوتا ہے۔ ہم لوگوں میں کثرت سے تملق اور حرص ہے تو اگر ایسا شخص مقتدا ہو جاوے تو قوم کے لئے بُرا نمونہ ہو جاوے گا، اس کی وہ حالت ہوگی کہ ؎

زیاں میکند مرد تفسیر داں کہ علم و عمل میفروشد بہ ناں

(قرآن کی تفسیر جاننے والا آدمی سراسر اپنا نقصان کرتا ہے جو کہ اپنا علم وعمل دونوں روٹی کے لئے بیچ دیتا ہے یعنی دنیا طلبی میں لگ جاتا ہے) ایسا شخص اگر کہیں سفر میں ہو اور اس کو روپیہ کی ضرورت ہوئی تو وہ ضرور وعظ کہکر مانگ لے گا۔ بخلاف صاحب استغنار کے کہ گو حاجت اس کو بھی ہوتی ہے لیکن اس کی غیرت اس کو ظاہر نہیں ہونے دیگی۔

مجھے اس پر ایک شہزادہ کا قصہ یاد آگیا جو ایک شخص نے بیان کیا تھا کہ ایک والی ملک جو لکھنؤ میں تھے ایک جلا وطن شدہ شہزادۂ ایران سے دوچار ہوگئے، شہزادہ نے نواب صاحب کی دعوت کی، نواب صاحب نے درخواست کی کہ کبھی ہماری ریاست میں آئیے۔ چنانچہ اتفاق سے یہ شہزادہ ایک سفر میں بالکل مفلس ہوگیا اور اس وقت نواب صاحب کی وہ درخواست یاد آئی اور اس ریاست میں بحال خستہ پہونچے۔ نواب صاحب نے ان کی یہ حالت دیکھ کر براہِ ترحم یہ شعر پڑھا ؎

آنکہ شیراں را کند روبہ مزاج ۔۔۔ احتیاج ست احتیاج ست احتیاج

(جو چیز کہ شیروں کو روباہ مزاج بنا دیتی ہے "لومڑی جیسا خوشامد پسند" وہ چیز ضرورت ہے ضرورت ہے ضرورت) وہ شہزادہ مارے غیرت کے آگ بن گیا اور فی البدیہہ نہایت تندی کے ساتھ جواب دیا ؎

شیر نر کے می شود روبہ مزاج ۔۔۔ میزند بر کفش خود صد احتیاج

(شیر نر کب اور کیسے روباہ مزاج ہو سکتا ہے۔ وہ تو صدہا ضرورت کو اپنے جوتے کی نوک پر مار دیتا ہے) اور فوراً واپس ہوگیا، نواب صاحب دوڑے کہ خدا کے لئے ذرا ٹھہریئے مگر نہیں ٹھہرا۔ حضرت! غیرتِ علمی تو اس سے بڑھ کر ہوتی ہے اور ایک شرط مقتدا ہونے کی یہ ہے کہ اس کو حق میں خوف کسی سے نہ ہو، اُس کی شان ہو کہ ؎

موحد چہ بر پائے ریزی زرش ۔۔۔ چہ فولاد ہندی نہی بر سرش

(ایک موحّد کی یہ شان ہوتی ہے کہ چاہے اُس کے پاؤں پر سونا بکھیر دو چاہے ہندی تلوار اسکے سر پر رکھ دو)

امید و ہراسش نباشد ز کس ۔۔۔ ہمیں ست بنیاد توحید و بس

(اس کو نہ کسی سے امید ہوتی ہے نہ کسی کا ڈر اس کے دل میں ہوتا ہے، یہی چیز توحید کی بنیاد ہے اور بس)، تو کیا ہم میں ہر شخص ایسا ہے جو ان شرائط کا جامع ہو ہرگز نہیں، جب ہر شخص ایسا نہیں تو آپ ڈریں نہیں کہ ہم سب کو مولوی بناتے ہیں۔

حصولِ علم ہاں سب کو عالم ضرور بنانا چاہتے ہیں لیکن عالم ہونے کے لئے عربی پڑھنا ضروری نہیں بلکہ احکام کا دریافت کرنا کافی ہے۔ بس اتنا سب کے لئے بیشک ضروری ہے کہ احکام کو معلوم کریں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ پڑھ سکتے ہیں وہ تو یہ کریں کہ ایک نصاب مقرر کرکے اس کو روزانہ سبقاً سبقاً کسی عالم سے پڑھ لیں۔ اور جو لوگ لکھے پڑھے نہیں ہیں وہ یہ کریں کہ ہفتہ میں دو مرتبہ ایک ایک آدمی پچاس پچاس آدمیوں کو لے کر بیٹھ گیا اور آدھ گھنٹہ کوئی دینی کتاب سنا دی۔

اب رہی عورتیں سو یا تو ان کو مرد پڑھا دیں یا ان کو کتاب سنا دیا کریں اور عمر بھر اسی طرح شغل رکھیں، بتلائیے کیا مشکل کام ہے۔ یہ تو روزمرہ مسائل سننے کا طریقہ ہے۔ دوسرے یہ کام کیجئے کہ جو کام کرنا ہو علماء سے دریافت کرکے کیجئے، اگر کوئی مل جاوے تو وہاں دریافت کیجئے یا مراسلت (خط و کتابت) کے ذریعہ سے۔ اس سے احکام معلوم ہوتے رہیں گے۔ پس اس طریقہ سے علم حاصل ہو جانا کتنا آسان، اس طریقہ سے دو برس میں ہر شخص عمل کے لئے مولوی ہو سکتا ہے لیکن وعظ نہ کہنا چاہئے کہ یہ نازک کام ہے اس کے لئے اتنی معلومات کافی نہیں، اس لئے وعظ تو وہی کہیں جو باقاعدہ علوم حاصل کئے ہوئے ہوں۔ تو اِسْمَعُوْا (سنو) سے یہ مسئلہ مستنبط ہوا۔ اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس کے بقاء کی بھی ضرورت ہے، کیونکہ یہ سب طرق علم کے وجود پر موقوف ہیں تو اگر اس کا سامان بقاء نہ ہو تو یہ سلسلہ بھی گم ہو جاوے گا اور اس کا کوئی طریقہ سوائے اس کے نہیں کہ ہر شہر میں ایک مدرسہ ہو جس میں نصاب عربی کی تکمیل ہو، خیر اگر اس کی ہمت نہ ہو تو کم از کم ہر شہر میں ایک عالم ہی رہے گو اس وقت آپ ان سے فائدہ نہ اٹھاویں لیکن تب بھی رہنا ضروری ہے اور ان عالم سے ایک کام تو یہ لیں کہ چھوٹے بچوں کو ان کے سپرد کریں، دوسرے یہ کہ ان سے مسائل پوچھیں اور محلہ در محلہ ان سے ضروری وعظ کہلائیں۔ اَطِیْعُوْا (اطاعت کرو) کے متعلق اتنا کہنا ضروری ہے کہ جب اس کے معنی خوشی سے ماننے کے ہیں تو آپ پر واجب ہوا کہ آپ خوشی سے تمام

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ

کمالاتِ اشرفیہ

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مرتبہ

مولانا محمد عیسیٰ صاحب نور اللہ مرقدہٗ

مقدمہ

بعد الحمد والصلوۃ یہ تراب نعال اقدام رجال عرض گذار ہے کہ مقبولانِ الٰہی کے ذکر احوال کے محمود ومفید ہونے کے اثبات میں ان آیات کا جابجا منتشر ہونا، واذکر فی الکتاب مریم، واذکر فی الکتاب ابراھیم، واذکر فی الکتاب موسیٰ، واذکر فی الکتاب اسمٰعیل، واذکر فی الکتاب ادریس، واذکر عبدنا داؤد ذا الاید، واذکر عبدنا ایوب، واذکر عبدنا ابراھیم واسحاق ویعقوب اولی الایدی و الابصار، واذکر اسمٰعیل والیسع وذا الکفل وکل من الاخیار وغیرہا اجمالاً دلیل کافی ہے۔ موقع پر یاد آجانے سے غوائلِ نفس سے بچ جانا، ملفوظات ومقولات کے جاننے سے بہت سے غلط خیالات کا رفع ہو جانا، بہت سے دستور العمل اور طُرق سلوک کے معلوم ہو جانا، بہت سی علمی پیچیدگیاں حل ہو جانا جو تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے تفصیلاً برہان وافی ہے، اسی لئے اس کی تدوین ہمیشہ اکابر کا معمول رہا ہے۔ اور اکثر اپنے خاص خاص بزرگوں کے حالات کو تدوین کے لئے اختیار کرتے رہے ہیں۔ اور اس میں ایک خاص نفع یہ بھی ہے کہ ان خاص حضرات کے زمانہ کے قریب کے لوگوں کے طبائع و مذاق واستعداد کے اعتبار سے یہ حالات خاصہ اصلاحِ قلب وتہذیب نفس میں بوجہ تناسب زیادہ معین ہوتے ہیں۔

اسی طرح اس چودھویں صدی میں چونکہ یہ امر بفضلہ تعالیٰ محتاج دلیل نہیں رہا کہ حضرت اقدس قطب العارفین مجدد الملۃ والدین حکیم الامۃ بالیقین مولانا ومقتدانا مرشدی ومولائی وسیلۃ یومی وغدی جناب مولوی حاجی حافظ قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب حنفی وچشتی امدادی تھانوی لازالت شموس فیوضہم بازغۃ وشآبیب رحمۃ اللہ علیہم فائضۃ حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وارث وجانشین ہیں، نیز حضرت کا وجود باجود مرکز رشد وہدایت وسرچشمہ علم وحکمت ہے

بالخصوص امراضِ روحانی کی تشخیص اور ان کے معالجہ میں تو وہ خداداد ملکہ اور دستِ شفا حاصل ہے کہ حضرتِ حق کے جانب سے حکیم الامۃ کا لقب عام طور سے قلب میں القا فرما دیا گیا ہے ذٰلک فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ بنابریں احقر نے چاہا کہ حضرت ممدوح الذکر کے چند ایسے واقعات و حالات و ملفوظات کو اختصار کے ساتھ بطور نمونہ از خروارے یکجا جمع کر دیئے جاویں جن سے سالکین کو طریق میں خاص طور پر اور عوام کو معاشرت میں عام طور پر اعانت ہو اور جو فی الحقیقت حضرت والا کے سوانح کا جزو اعظم بن سکیں۔

اس تالیف میں ہر واقعہ کو ترتیبی نمبر سے شروع کیا ہے اور چونکہ شان علم و تربیت و تحقیق و حکمت حضرت والا اطال عمرہٗ کے کمالات کا خاص جزو ہے اور سالکین کے استفادہ کے لئے خاص چیز ہے اس لئے اس کمال کا ایک خاص باب اول ہی میں رکھا گیا ہے اور ہر ہر واقعہ کی فہرست بھی لکھ دی گئی ہے۔ اور دوسرا باب دیگر کمالات کا جدا قائم کیا گیا ہے۔ اور اس کے ختم پر فہرست بڑھا کر وہ واقعہ کلیات کمال میں سے جس کلی کی جزئی معلوم ہوئی اس کی تصریح کر دی کہ رہروان کو اقتصار و استفادہ سیر میں جو مقصود اصلی تدوین سے ہے سہولت ہو اور اس مجموعہ کا نام کمالات اشرفیہ رکھتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس کو نافع و مقبول فرما دیں۔

اور حضرت والا کے وجود باجود کو بایں فیوض و برکات تا مدت مدید بعافیت تمام سلامت باکرامت رکھیں اور ہم لوگوں کو اخذ فیوض کی توفیق دیں، آمین ثم آمین واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

ماخذ ان ملفوظات کا حسب ذیل رسالے ہیں :۔

مواعظ مختلفہ ۔ حسن العزیز ۔ التشرف ۔ تربیت السالک ۔ الافاضات الیومیہ ۔ اشرف المعمولات ۔ امداد الفتاویٰ ۔ کمالات امدادیہ ۔

محمد عیسیٰ عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بابِ اوّل

شانِ تربیت وعلم وتحقیق وحکمت

(۱) فرمایا کہ حقیقت محبت کی میلان قلب ہے اور یہ درجہ طبعی اور غیر مامور بہ ہے مگر نعمت اور وہبی ہے۔ پھر اس میلان کے آثار میں سے رضائے محبوب کو رضائے غیر محبوب پر ترجیح دینا ہے اور یہ محبت عقلی اور مامور بہ ہے پھر اس ترجیح کے اقسام ہیں باعتبار محل ترجیح کے چنانچہ ایک قسم ہے ایمان کو ترجیح دینا کفر پر، اور یہ ادنیٰ درجہ ہے محبت کا بدون اس کے بندہ مومن نہیں ہے۔ اور دوسرے اقسام میں دوسرے احکام کو ترجیح دینا غیر احکام پر اور احکام کے درجات کے اعتبار سے اس کے درجات ہیں، کوئی اوسط اور واجب، کوئی اعلیٰ و مستحب۔

(۲) ایک صاحب نے کہا کہ جس زمانہ میں کوئی تکلیف نہ ہو اس وقت تو طبعی محبت بھی اللہ سے ہوتی ہے، اور تکالیف کی حالت میں چونکہ ان کا صدور منجانب اللہ متیقن ہے اس لئے عقلی محبت رہ جاتی ہے۔ بعض اوقات تو ایسے شبہات پیدا ہوتے ہیں جن کا اظہار کفر ہے۔ فرمایا کہ ایسے تغیرات لوازم قطع مسافت سے ہیں جیسے سفر میں تعب بھی ہوتا ہے، آبلے بھی پڑتے ہیں، ٹانگوں میں درد بھی ہوتا ہے مگر بعد وصول منزل مقصود کے سب کا تدارک کر دیا جاتا ہے۔

(۳) ایک شخص نے دریافت کیا کہ کوئی بیعت تو ایک شیخ سے ہے اور تعلیم دوسرے شیخ سے باجازت یا بلا اجازت شیخ اوّل کے حاصل کرتا ہے۔ تو وہ اپنے لئے افید وانفع وافضل ہونیکا

اعتقاد کس کے ساتھ رکھے، فرمایا ثانی کے ساتھ، مگر اول کو اس نفع کا سبب بعید یعنی سبب السبب سمجھے اور اس کے ساتھ گستاخی نہ کرے۔

(۴) فرمایا کہ طبعی آمادگی اور رضا جہاد کیلئے واجب نہیں کیونکہ یہ اختیار میں نہیں صرف عقلی رضا واجب ہے جو اختیاری ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر شریعت کا حکم ہو کہ موقع قتال میں ثابت رہے خواہ کیسی ہی وحشت اور دہشت ہو تب بھی وہاں سے نہ ہٹیں گے خواہ جان ہی جاتی رہے تو بس ادائے واجب کے لئے اتنا عزم کافی ہے۔

(۵) فرمایا کہ میرے نزدیک بجائے قنوت نازلہ کے یہی بہتر ہے کہ ہر نماز پنجگانہ کے بعد دعا کیا کریں یہ عجیب وغریب طریق ہے نیز اسلم واسہل۔ اس میں خفا بھی ہے اور قنوت نازلہ میں تو دوسروں کو یاد دلانا بھی ہے کہ ہمیں فکر و اندیشہ ہے۔

(۶) فرمایا کہ اصل تدبیر مصائب وتکالیف کی تو اصلاح اعمال ہے اگر ایسا کریں تو چند روز میں انشاء اللہ اس کی برکت سے دشمن خائف ہو جاویں۔

(۷) مخترع طریقوں کے متعلق فرمایا کہ ایسے وقت میں شریعت میں دو ہی صورتیں ہیں قوت کے وقت مقابلہ اور عجز کے وقت صبر و دعا۔ خدا معلوم یہ تیسری صورت بجوشی گرفتار ہو جانے کی کہاں سے نکالی۔ بس یورپ ہی سے سبق لیا ہے۔

(۸) فرمایا کہ جو خدا کے بندے ہیں اور مقبولان حق ہیں ان کو جو طاعت حق میں لطف حاصل ہوا ہے تو ان کو ان ممالک دنیا کی پرواہ نہیں رہی اور اگر یہ ممالک ان کو ملتے بھی ہیں تو وہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ بس وہ ذوق طاعت عطا فرما دے اور جاہ وحشم دنیا کی ہمیں ضرورت نہیں۔ اسی لئے وہ فقر و فاقہ میں بالاختیار رہتے ہیں اور بزبان قال وحال یہ اشعار پڑھتے ہیں ؎

لیک ذوق سجدۂ پیش خدا — خوشتر آید از دو صد دولت ترا
بس بنالی کہ نخواہم ملکہا — ملک آں سجدہ مسلّم کن مرا
بادشاہان جہان از بدرگی — بو نہ بردند از شراب بندگی
ورنہ ادہم وار سرگرداں شدند — ملک را برہم زدندے بیدرنگ

(۱) لیکن ذوق وحال کے ساتھ جو سجدہ خدا کے سامنے ہوتا ہے وہ تمھیں اس سے زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ

دوسو (یعنی ہزاروں) دولتیں تمھارے پاس ہوں (۲) ایسے وقت میں نالہ و فریاد کرتے ہو کہ نہیں نہیں مجھے ملک نہیں چاہئے، مجھے تو وہی لذتِ سجدہ ہی عطا فرمایئے (۳) دنیا کے بادشاہ اپنی بدذاتی (کم بختی) سے بندگی کے شراب کی بو بھی نہ پاسکے (۴) ورنہ وہ بھی حیران و سرگرداں ہو کر ملک کو بے کھٹک خیرباد کہہ دیتے)

(۹) فرمایا کہ جس کو اکثر جھوٹ بولنے کی عادت ہو، بہت بڑا علاج اس کا یہ ہے کہ جب کذب (جھوٹ) صادر ہو فوراً اپنی تکذیب مخاطب کے سامنے کرے کہ یہ بات میری کذب ہے۔

(۱۰) فرمایا کہ غیبت کرنے سے بُرا بھلا کہنے سے جو نفرت اس غیبت کرنے والے سے ہوجاتی ہے، اور جو انقباض اس سے ہوجاتا ہے وہ قابلِ ملامت نہیں، کیونکہ طبعی وغیراختیاری ہے لیکن تکلف سلام و کلام کرتے رہنے سے چند روز میں وہ اثر دل میں بھی ضعیف ہوجاتا ہے۔

(۱۱) فرمایا کہ اگر اس کا التزام کرلیں کہ جب کسی پر غصہ آجاوے تو مغضوبٌ علیہ کو کچھ ہدیہ دیا کریں گو قلیل ہی مقدار ہو تو زیادہ نفع ہو۔

(۱۲) فرمایا کہ امورِ غیراختیاریہ کے مقتضا پر عمل کرنا بعض اوقات مذموم ہوتا ہے۔ اور اختیاری ہوتا ہے اس کا ترک بالاختیار واجب ہے (مثلاً بدنظری کا میلان)

(۱۳) اگر اپنی خوبی اور دوسرے کی زشتی پر نظر پڑے تو یہ سمجھنا واجب ہے کہ ممکن ہے کہ اسمیں کوئی ایسی خوبی ہو اور مجھ میں کوئی ایسی زشتی ہو کہ اس کی وجہ سے یہ شخص مجھ سے عنداللہ اچھا ہو، بس کبر سے خارج ہونے کے لئے اتنا کافی ہے۔

(۱۴) فرمایا کہ بارادۂ استعانت و استغاثہ یا باعتقاد حاضر ناظر ہونے کے یا رسول اللہ کہنا منہی عنہ ہے اور بدون اس اعتقاد کے محض شوقاً و استلذاذاً مأذون فیہ ہے۔

(۱۵) فرمایا کہ بڑی ضرورت اس کی ہے کہ ہر شخص اپنی فکر میں لگے اور اپنے اعمال کی اصلاح کرے۔ آجکل یہ مرض عام ہوگیا ہے عوام میں بھی خواص میں بھی کہ دوسروں کی تو اصلاح کی فکر ہے اور اپنی خبر نہیں۔ دوسروں کی جوتیوں کی حفاظت کی بدولت اپنی گٹھری اٹھوا دینا کیسی حماقت ہے۔

(۱۶) فرمایا کہ میں تو اُس کو بہت ہی بڑا فضلِ خداوندی سمجھتا ہوں کہ جس کو اپنوں کی معیت نصیب ہوجاوے ورنہ یہ زمانہ بہت ہی پُرفتن ہے۔ دوسری جگہ جاکر وہ حالت رہتی ہی نہیں۔ اکثر

[illegible] پر غصہ کرنا [۳] برائی [۴] ممنوع [۵] اسکی اجازت ہے۔

تجربہ ہو رہا ہے۔

(۱۷) فرمایا کہ مقصود سلوک رضائے حق ہے اس کے بعد دو چیزیں ہیں طریق کا علم اور اس پر عمل سو طریق صرف ایک ہی ہے یعنی احکام ظاہرہ و باطنہ کی پابندی اور اس طریق کا معین دو چیزیں ہیں۔ ایک ذکر جس پر دوام ہو سکے۔ دوسرے صحبت اہل اللہ کی جس کثرت سے مقدور ہو۔ اور اگر کثرت کے لئے فراغ نہ ہو تو بزرگوں کے حالات و مقالات کا مطالعہ اس کا بدل ہے۔ اور دو چیزیں طریق یا مقصود کی مانع ہیں معاصی اور فضول میں مشغولی اور ایک امران سب کے نافع ہونیکی شرط ہے یعنی اطلاعِ حالات کا التزام۔ اب اس کے بعد اپنی استعداد ہے۔ حسب اختلاف استعداد مقصود میں دیر سویر ہوتی ہے۔ یہ خلاصہ ہے سارے طریق کا۔

(۱۸) فرمایا کہ غصہ کا ایک مجرب علاج یہ ہے کہ مغضوب علیہ کو اپنے پاس سے جدا کر دیا جاوے یا اس کے پاس سے خود جدا ہو جاوے اور فوراً کسی شغل میں لگ جاوے۔

(۱۹) فرمایا کہ علاج بدنگاہی کا یہ ہے کہ بزرگوں کے تذکرہ کی کتابیں پابندی سے دیکھو، اور کسی وقت خلوت میں معاصی پر جو وعیدیں اور عقاب وارد ہوا ہے اس کو سوچا کرو اور وسوسۂ معصیت کے وقت بھی ایسی ہی استحضار کی تجدید کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ نفس سے تقاضا جاتا رہے گا۔ اور اگر خفیف میلان ہو تو اس کا مقابلہ ہمت سے کرو۔ بدون ہمت کے کوئی تدبیر کافی نہیں۔

(۲۰) فرمایا کہ رسوخ سے مقصود عمل ہے۔ عمل سے رسوخ مقصود نہیں۔ اگر عمل بلا رسوخ ہوتا رہے مقصود حاصل ہے۔ اس لئے کسی محمود کیفیت کے راسخ نہ ہونے پر رنج نہ کرے ہاں عمل میں کوتاہی نہ ہونے پاوے۔

(۲۱) فرمایا کہ جب کوئی مرض یاد آجاوے اس کو فوراً نوٹ کرلے اور ایک ہفتہ تک دیکھے کہ وہ زائل ہوا یا نہیں۔ اگر زائل نہ ہوا ہو تو نفس کو اور مہلت نہ دے بلکہ مصلح کو اطلاع کردے۔

(۲۲) فرمایا کہ اعتقاد کبر کا علاج یہ ہے کہ اس احتمال کو مستحضر کرے کہ ہم کو عنداللہ کسی کے رتبہ کا کیا پتہ ہے اور اپنے عیوب کو بھی پیش نظر کرے ممکن ہے کہ ان میں کوئی خوبی ایسی بھی ہو جس کا مجھ کو علم نہیں اور وہ حق تعالیٰ کو پسند ہو۔ اور اپنے اندر ایسے عیوب ہوں جن پر مواخذہ ہو جاوے اور عمل کبر یہ ہے کہ برتاؤ تحقیر کا ہو۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ان میں جو اہل حق ہیں ان کی مدح زبان سے اور اکرام

بتاؤ سے کیا جاوے ، اور جو اہل باطل ہیں ان کی بلا ضرورت محض مشغلہ کے طور پر غیبت وغیرہ
نقل نہ کی جاوے ۔

(۲۳) فرمایا کہ اخلاق رذیلہ کا مختصر علاج یہ ہے کہ تامل وتحمل ، یعنی جو کام کرے سوچ کے
کرے کہ شرعاً جائز ہے یا نہیں اور جلدی نہ کرے بلکہ تحمل سے کام کیا کرے ، یا اطلاع واتباع
یعنی اپنے احوال و اعمال سے شیخ کو مطلع کرتا رہے اور اس کی تجویز پر عمل کرے یا انقیاد واعتماد یعنی
اپنے شیخ کی اطاعتِ کاملہ کرے اور جو کچھ کہے اس پر اعتماد کرے ۔

(۲۴) فرمایا کہ امام راتب[1] جب تک معزول نہ ہو اس سے افضل کو بھی حقِ امامت نہیں
ہاں اس کے اذن سے جائز ہے ۔

(۲۵) فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ کسی بندہ کے ساتھ خیر چاہتے ہیں اور مجاہدۂ اختیاریہ سے
اس کو قاصر و عاجز دیکھتے ہیں تو ایسے اسباب غیب سے پیدا فرمادیتے ہیں جس سے اس کے امراضِ نفسانیہ
حبّ جاہ وغیرہ کا علاج ہو جاتا ہے ، مثلاً اس پر کوئی مرض مسلّط ہو جاتا ہے یا کوئی عدو مسلّط
ہو جاتا ہے جو اس کو ایذائیں خصوص بدنامی کی ایذا پہونچاتا ہے جس کی روایات کو اگر کوئی غلط سمجھتا ہے
تو دوسرا صحیح سمجھتا ہے اور اس طرح سے وہ رُسوا ہو جاتا ہے جو اوّل اوّل نفس کو بے حد ناگوار ہوتا ہے
مگر جب وہ صبر و رضا اختیار کرتا ہے تو پھر تو اس میں ایسی قوت تحمل کی ہو جاتی ہے کہ نہایت ہمت کے
ساتھ یہ کہنے لگتا ہے ؎

ساقیا برخیز و درده جام را — خاک بر سر کن غمِ ایام را
گرچہ بدنامی است نزدِ عاقلاں — مانمی خواہیم ننگ و نام را

(۱۔ اے ساقی اٹھ شراب کا جام دے اور غمِ ایام کے سر پر خاک ڈال دے ۔ ۲۔ یہ بات اگرچہ عقلاء
کے نزدیک بدنامی کی ہے مگر ہم نہ نام کے خواہاں ہیں نہ ننگ و عار سے ہراساں) پھر اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ
یُسْرًا[2] کے موافق اس کو قبول عام و عزت نصیب فرماتے ہیں جس میں اس کو ناز نہیں ہوتا ، جس قدر رفعت
بڑھتی جاتی ہے نیاز میں ترقی ہوتی جاتی ہے ۔ بس جاہ عظیم میسر ہوتی ہے اور جاہ پسندی فنا ہو جاتی ہے

(باقی آئندہ)

---

[2] بیشک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے ۔ [1] مقرر

حامل مضامین تصوف وعرفان ماہنامہ افادات وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ | مدیر: احمد مکین عفی عنہ | پانچ روپیہ

شمارہ ۱۰ | ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق اکتوبر ۱۹۹۱ء | جلد ۱۴

فہرست مضامین

اعزاز علی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام مولوی عبدالمجید صاحب اسرار کریمی پریس الہ آباد سے
چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد سے شایع کیا

پیش لفظ

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً

اگرچہ زینت چمن گلہائے رنگا رنگ سے ہوا کرتی ہے، لیکن کچھ مخصوص باغیچے ایسے بھی ہوا کرتے ہیں جن کو ایک ہی قسم کے گل و بوٹے سے مزین و آراستہ کرتے ہیں، اس امتیازی وصف کی بنا پر وہ اوروں سے ممتاز اور نمایاں رہتے ہیں۔

اس گلستاں کا زائر جب ہر چہار سمت ایک ہی رنگ، ایک ہی بو اور ایک ہی گل، ایک ہی برگ اور ایک ہی پیچ و خم دیکھتا ہے تو وہ فضا اور ماحول اس پر اس طور سے اثر انداز ہوتی ہے کہ وہ خود کو بھی اسی رنگ و بو کا ایک حصہ بنا لیتا ہے اور یک رنگی کے غلبہ سے احساس دوئی مٹ جاتا ہے

"جمال ہم نشین در من اثر کرد" کے نشہ میں مخمور و سرشار ؎

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق

کا آئینہ دار بن کر صراط مستقیم پر شاداں و فرحاں گامزن ہو جاتا ہے، پھر تو طبیعت کی لطافت اس کو عصیاں کی کثافت سے دور رکھتی ہے اور معصیت کی بو اس کے لئے ناقابل برداشت ؎

تجھ کو دیکھا تو سیر چشم ہوئے

تجھ کو چاہا تو اور چاہ نہ کی

"بیشک خدا کے رنگ سے بہتر کوئی اور رنگ نہیں ہو سکتا" اس لئے اس کے محبوب و مقرب بندے اس رنگ میں خود کو اس طور پر رنگتے ہیں کہ ہر قدم، ہر روش، ہر ادا اور ہر جگہ وہی ایک رنگ جھلکتا ہے، اس کے افعال و اقوال مکمل طور پر تعلیمات قرآنیہ و سنت نبویہ کے آئینہ دار ہوتے ہیں ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

زیر مطالعہ رسالہ محی السنۃ عارف باللہ حضرت اقدس مصلح الامت قدس سرہٗ کے علوم و معارف اور مزاج و مسلک کی ترجمانی اور ماحیٔ بدعت، مجدد الملت حکیم الامت حضرت تھانوی

مواعظ وملفوظات کی اشاعت کیلئے مخصوص ہے، اس انفرادی وصف کی بنا پر نمایاں خصوصیت کا
ں ہے۔ الحمد للہ اس کی خصوصیت اور مضامین کے اشاعتی سلسلہ کو اہل علم اور ارباب بصیرت نے ہمیشہ
استحسان دیکھا اور اس کی افادیت اور تاثیر کے معترف ہیں۔
چنانچہ رسالہ "وصیۃ العرفان" کے ایک قدیم قاری اور حضرت حکیم الامت وحضرت مصلح الامت علیہما الرحمۃ کے
مات کے عاشق وشیدا بیرون ملک سے رقم فرماتے ہیں :-

"بحمد اللہ رسالہ وصیۃ العرفان" جلد یا بدیر پابندی سے نظر نواز ہو رہا ہے" اور اب تو . . .
. . . . اپنے محنت وسعی سے ماشاء اللہ پہلے سے بہتر مضامین کے انتخاب فرماتے ہیں
خصوصاً حضرت مجدد تھانوی قدس سرہ کے مواعظ کا سلسلہ بھی شروع کیا ہے، صفحات کی تنگی
کی وجہ سے مزید مضامین کی گنجائش بھی تو نہیں ہے، ورنہ . . . . درخواست
کرتا کہ حضرت مجدد تھانوی رح کے کم ازکم دس یا پانچ ملفوظات ماہنامہ میں جگہ پالیتے تو ہم پسماندگاں
کے لئے مزید دواعئ اعمال صالحہ کا ذریعہ بن جاتا، ویسے بھی جتنا کام ہو رہا ہے وہ . . . .
لگن اور مجدد تھانوی رح کی تعلیمات کا "حریص" ہونا ثابت کرتا ہے۔ (اللہم زد فزد)"

راہ حق کے متلاشی اور رضائے الٰہی کے جویا جب اپنے اعتماد اور اطمینان کا اظہار اور افادیت
رار کرتے ہیں تو یہ اظہار ہمارے لئے حوصلہ افزائی کا باعث ہوتا ہے اور اس اعتماد کو بحال کرتا ہے کہ
نہ ہم صحیح خطوط اور راہ مستقیم پر گامزن ہیں۔
حضرت حکیم الامت مجدد الملت علیہ الرحمۃ کے زیر نگرانی مرتب شدہ کتاب "جمال الاولیاء" ماہ بماہ شائع
اختتام پذیر ہوئی، اس کے بعد "کمالات اشرفیہ" کی اشاعت شروع کیگئی ہے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ
وظات کا یہ مجموعہ اس ملک میں نادر وکم یاب ہے، انشاء اللہ یہ سلسلہ بھی سلسلۃ الذہب ثابت ہو کر
نافع اور افادیت عامہ کا باعث ہوگا، اس کتاب کے مرتب حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب علیہ الرحمۃ
حضرت مجدد الملت حکیم الامت قدس سرہ اس کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

"احقر نے چاہا کہ حضرت ممدوح الذکر کے چند ایسے واقعات وحالات، ملفوظات کو اختصار
کے ساتھ بطور نمونہ از خروارے یکجا کر دیئے جائیں، جن سے سالکین کو طریق میں خاص طور پر
اور عوام کو معاشرت میں عام طور پر اعانت ہو، اور جو فی الحقیقت حضرت والا کے سوانح کا

جزوِ اعظم بن سکیں"

بلاشبہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے دین حنیف کی تائید و تجدید کیلئے مجدد الملت حضرت حکیم الامت قدس سرہ کا انتخاب کیا تھا

" حضرت والاؒ کا ہر لفظ صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگا ہوا، ہر کلمہ شراب عشق حقیقی میں ڈوبا ہوا، ہر فقرہ حقائق و معانی کے عطر سے معطر، اور ہر جملہ ہدایت و ارشاد سے مملو ہوتا تھا جس سے حضرت والاؒ کا مذاق و مسلک، طرز تعلیم و تربیت بھی معلوم ہوتا تھا، اصلاح اخلاق اصلاح نفس اور نکات تصوف کے مختلف علمی و عملی، عقلی و نقلی معلومات و تجربات کے بیش بہا خزائن بھی حاصل ہوتے تھے، جن کی قسمت میں سعادت دارین لکھی ہوتی تھی وہ بصد شوق اس دربار میں حاضر ہوتے تھے اور اپنا دامنِ دل ان کے جواہرات سے بھر کر لیجاتے تھے" [۱]

نہ حسنش غایتے دارد، نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

باسمہٖ سبحانہٗ

ضروری اعلان

جن حضرات کے پاس رسالے کے بنڈل جاتے ہیں اُن میں سے کچھ حضرات کا پرانا حساب کئی سالوں کا باقی چل رہا ہے، اُن حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اپنا پرانا حساب اسی سال ۱۹۹۱ء میں صاف کر دیں۔ جنوری ۱۹۹۲ء میں جن حضرات کا پرانا چندہ باقی رہیگا اُن کے رسائل ہم بند کرنے پر مجبور ہونگے، رسالہ مالی مشکلات سے گزر رہا ہے۔ یوماً فیوماً بڑھتی ہوئی گرانی ہمارے لیے مزید باعثِ تشویش ہے کیونکہ ہمارے وسائل بالکل محدود ہیں ــــ نیز یہ کہ تمام بنڈل والے حضرات ۱۹۹۲ء کا پیشگی چندہ جنوری ۱۹۹۲ء میں ہی وصول کر کے بھجوا دیں تو عین کرم ہوگا کیونکہ رسالے کے اخراجات اسی پیشگی چندے سے ہی پورے ہوتے ہیں، ہمیں امید ہے کہ تمام حضرات تعاون فرمائینگے

فقط والسلام، امانت علی

---

[۱] فہرست تالیفات حکیم الامت

اعلان

مسلسل بڑھتی ہوئی گرانی اس حد تک پہونچ چکی ہے کہ رسالہ کی لاگت، رسالہ کی قیمت فروخت سے کہیں زیادہ ہوچکی ہے اور رسالہ خسارہ پر چل رہا ہے اور مقروض بھی ہے ان ناسازگار حالات کے تحت ہم نہایت افسوس کے ساتھ با دلِ ناخواستہ اس کا چندہ بڑھانے پر مجبور ہیں۔ چنانچہ جنوری ۱۹۹۲ء سے رسالہ کا سالانہ چندہ 55/- کر دیا گیا ہے اور ششماہی چندہ 30/- اور فی پرچہ قیمت 5/- ہوگی، غیر ملکی چندہ میں فی الحال تبدیلی نہیں کی جارہی ہے۔ امید ہے کہ اس اضافہ کو گوارہ فرماکر تعاون فرمائیں گے۔

ہم اس حقیقت کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ رسالہ خود کفیل کبھی بھی نہ ہوسکا۔ اس کو دفتر میں کام کرنے والے حضرات اور مضامین مرتب کرنے والے حضرات ہمیشہ حسبۃً للہ کام کرتے آئے ہیں۔ یہ رسالہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے چل رہا ہے، لیکن چونکہ ہم اسباب اختیار کرنے کے بھی مکلف ہیں اسی لئے اتنا عرض کرنے کی جرأت کر رہے ہیں، ورنہ ع

گفتگو آئین درویشی نہ بود

اس لئے تمام خریداران رسالہ سے گذارش ہے کہ وہ اپنا سالانہ چندہ دسمبر ۱۹۹۱ء یا جنوری ۱۹۹۲ء تک ضرور ارسال فرمادیں۔ اور جن حضرات نے ۱۹۹۱ء کا چندہ ابھی تک نہیں بھیجا ہے وہ فوراً بھیجدیں، کیونکہ رسالے کے اخراجات چندہ سے ہی پورے ہوتے ہیں۔ ہم اپنے خریداران سے اس تعاون کی بجا طور پر توقع رکھتے ہیں رسالہ کی اشاعت بھی نہایت محدود ہے اس لئے اس کی اشاعت کی توسیع میں بھی حصہ لینے کی درخواست ہے، اگر ہر خریدار کم از کم ایک ایک اور خریدار بنادے تو شاید رسالہ خود کفیل ہوسکے۔ نیز ادارہ کے پاس پرانے رسائل کافی تعداد میں موجود ہیں جو اپنی افادیت اور اپیل میں پوری قوت اور کشش رکھتے ہیں اسلئے مخیر حضرات انکو خرید کر اپنے اپنے حلقہ میں تقسیم کرسکتے ہیں، یہ بھی ایک صدقہ جاریہ کی صورت ہوسکتی ہے اور رسالہ کیساتھ تعاون بھی۔ ایک رسالہ کی قیمت -/۲ ہے　فقط والسلام۔

امانت علی عفی عنہ

محبت کا کرشمہ | فرمایا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک صاحب کو یہ لکھدیا کہ ؎

ما بندگیٔ خویش نمودیم ولیکن   خوئے بد تو بندہ نیاز خریدن

(جو خدمت مجھے کرنی تھی کردی، لیکن تمہاری بداخلاقی بندہ کو اپنا نہیں سکی)

اس کا ان پر بیحد اثر ہوا، ہر وقت ہائے مولانا۔ ہائے مولانا کہتے تھے، حضرت کو علم ہوا ان کو خط لکھا کہ صدق مؤثر ہوتا ہے چنانچہ مجھ پر بھی مؤثر ہوا، لہٰذا میں خدمت کیلئے حاضر ہوں پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس طرح رہتے تھے کہ حضرت نے گھر میں پیرانی صاحبہ کو فرمادیا تھا کہ یہ ہمارا محب ہے آدھی روٹی ہم کھائیں گے آدھی روٹی اس کو دیں گے، پھر اس کے بعد کہتے تھے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا کرم ہے جو چیز ہوتی ہے اس میں میرا اور میرے بچوں کا بھی حصہ لگتا ہے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ محبت وہ چیز ہے کہ محبوب سے اقرار کرا کے چھوڑتی ہے۔

خدائی مار | فرمایا کہ بداخلاقی کو یوں سمجھو کہ یہ ایک خدائی مار ہے اس کی وجہ سے عقلوں پر پتھر پڑ گئے ہیں لوگ تو کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں بدمعاملگی زیادہ ہے۔ یہ غلط ہے، اس کا سبب بھی بداخلاقی ہی ہے، اخلاق میں وسعت ہو تو کتنی بدمعاملگیاں اس سے ختم ہو جائیں، مگر افسوس تو یہ ہے کہ اخلاق کا نام ونشان نہیں اور اپنی اس بیماری کا علم بھی نہیں، مرض تو وہ ہے جو فرعون میں تھا، مگر اس سے بھی جاہل اور ناآشنا ہیں، حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم یہ چاہو کہ مال سب کو پہونچا سکو تو اس پر قادر نہ ہوسکو گے، ہاں البتہ اخلاق میں اتنی وسعت ہے کہ تم اس میں سے سب لوگوں کو حصہ دے سکتے ہو۔

دورِ حاضر کا مرض | فرمایا کہ آجکل کے لڑکوں کا ایک مرض آزادی ہے، اور آزادی کے معنی یہ ہیں کہ اپنے نفع ونقصان کے خیال سے بھی آزاد ہوگئے ہیں، بس یہ چاہتے ہیں کہ جو ہمارا جی چاہے کریں کوئی ہم سے ہماری مرضی کے خلاف کسی چیز کا مطالبہ نہ کرے، یہ آج کل کی نئی امت کا عام مرض ہے۔

فرمایا کہ لوگوں کو ہوائے نفسانی سے محبت ہے لہٰذا جو شخص ان باتوں (نفس) سے منع کرتا ہے تو اسکے دشمن ہو جاتے ہیں، کسی کو سخت وغیرہ کہکر لوگ جو بدنام کرتے ہیں تو یہ کچھ اس وجہ سے نہیں کہ واقعی دل سے بھی اس کو ایسا ہی سمجھتے ہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ جس ماحول سے خود گذر رہے ہیں اور جن ظاہری اخلاق کے خود پابند ہیں، چاہتے ہیں کہ سب لوگ ایسے ہی ہوں، اب اگر کسی کو اس کے خلاف پاتے ہیں تو اس کے مخالف ہو جاتے ہیں، بس اس کے مصداق ہیں کہ ؎

ناصحا مت کر نصیحت دل مرا گھبرائے ہے　　　　میں اُسے سمجھوں ہوں دشمن جو مجھے سمجھائے ہے

آج کل جو رسمی اخلاق ہیں وہ حقیقۃً بداخلاقی ہیں اور جس کو اہل زمانہ بداخلاقی کہتے ہیں حقیقۃً وہی اخلاق ہیں، مگر بات یہ ہے کہ ان باتوں کا یہ وقت نہیں ہے، اس لئے یہ باتیں سمجھ میں نہیں آتیں، بمبئی میں ایک بزرگ رہتے تھے وہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے، بس میں بھی آج یہی کہتا ہوں

بلبل اندر خزاں بشاخ کہن　　　　قصۂ نوبہار میگوید

(بلبل موسمِ خزاں میں پُرانی شاخ پر بیٹھ کر موسمِ بہار کا قصہ بیان کرتی ہے، دلیکن اسکو سنتا کون ہے)

اخلاق کسے کہتے ہیں | وَنَعْنِیْ بِالْاَخْلَاقِ مَا هُوَ مِنْ اَعْمَالِ الْقُلُوْبِ الخ (اخلاق سے اعمال قلوب مراد ہوتے ہیں) اور قلب بغیر شرکت جوارح و اعضاء ظاہرہ کے ان کا مرتکب ہو کر گنہ گار ہوتا رہتا ہے اور ارادہ و اختیار سے ہوتا ہے، یہ قلبی معاصی کہلاتے ہیں۔ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ (اس کا قلب گنہ گار ہے) کا مصداق یہی اعمال ہیں۔ یہ تقریر بعینہٖ اخلاق حمیدہ میں بھی جاری ہوتی ہے، یعنی اخلاقِ حمیدہ اعمالِ قلوب ہیں جو بغیر شرکت جوارح و اعضائے ظاہرہ کے صادر ہوتے ہیں اور ان کا فاعل اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے، اور یہ سب اختیار و ارادہ سے ہوتا ہے، یہ قلب کی مستقل طاعات ہیں اور باطنی کہلاتی ہیں۔

یہ معنیٰ ہیں اخلاق کے اعمال قلوب ہونے کے گو اس کا ظہور گاہے گاہے جوارح سے بھی ہوتا ہے کیونکہ جو چیز قلب میں ہوگی وہ ضرور ظاہر ہوگی، مگر یہ اس کے اعمال قلوب ہونے کے منافی نہیں۔

ہماری غرض اس سے یہ ہے کہ آج کل جن باتوں کی اخلاق کہہ کر مدح کی جاتی ہے ان کا تعلق قلب سے نہیں ہوتا، لہٰذا وہ اخلاق نہیں، اخلاق کی نقل بلکہ ریا و تصنع ہے، اسی طرح جو بُری چیزیں اعضاء و لسان سے صادر ہوتی ہیں ان سب کا منشا قلبی اخلاق ہیں۔

فرمایا کہ طبقات کبریٰ میں ہے مَا قَطَعَ مُرِيْدٌ وِرْدَهٗ اِلَّا قَطَعَ اللّٰهُ عَنْهُ الْاِمْدَادَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ (جس مرید نے کسی دن اپنا ورد (معمول) چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ اُس دن اسکی امداد و اعانت چھوڑ دیتے ہیں۔

فرمایا مَنْ لَّا يَنْفَعُ لَحْظُهٗ لَا يَنْفَعُ لَفْظُهٗ (جس کا دیکھنا مفید نہیں اس کی گفتگو بھی مفید نہیں اور جس کا دیکھنا مفید اس کا کلام اور زیادہ مفید ہوگا۔

لذت طلب | فرمایا ؎

اگرچہ عشق میں آفت بھی ہو بلا بھی ہے — مگر برا نہیں یہ درد کچھ بھلا بھی ہے

آخر سوچنا چاہئے کہ اس کے اندر صرف بلا ہی ہے یا او بھی کچھ ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باوجودیکہ جانتے تھے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رویت نہیں ہوگی پھر بھی رَبِّ اَرِنِیْ کہہ کر سوال کر ہی دیا، اس طلب اور اظہار محبت میں کچھ لذت رہی ہوگی تو رویت اور دیدار میں کیا کچھ ہوگی۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخصوصین کو جو لذت معرفت و قرب عطا فرماتے ہیں اس کی وجہ سے بلا، بلا نہیں معلوم ہوتی، سب ناگواریاں پسندیدہ ہوجاتی ہیں، ظاہراً بلا ہوتی ہیں ورنہ حقیقت میں بلا نہیں ہوتیں۔ چنانچہ سب سے زیادہ ابتلا حضرت ایوب علیہ السلام کو ہوا تھا، مگر صبح و شام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی مزاج پرسی ہوتی تھی، صبح کی مزاج پرسی کی لذت میں دن بھر کی تکلیف فراموش ہوجاتی، اور شام کی مزاج پرسی کی لذت میں رات بھر کی تکلیف بھول جاتے۔

اس ابتلا میں ثابت قدم رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی تعریف بایں کلمات فرمائی ہے

نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ (اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع ہوتے تھے)

سلوک کیلئے قبض و بسط لازم | فرمایا کہ قبض و بسط طریق کا ارکان میں سے ہیں ہر سالک کو ان کا پیش آنا ضروری ہے اور یہ ذکر و شغل کرنے والے سننے سب کچھ ہیں مگر سمجھتے نہیں حالانکہ اس راہ میں بہت سی منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے، عقبات پیش آتے ہیں انھیں طے کرنا پڑتا ہے، اس لئے مرید کو چاہئے کہ شیخ کی خدمت میں عرض کرے، حسب حال تدابیر سے کام لے، اسی سلسلہ میں فرمایا کہ امام غزالیؒ کو دس سال تک قبض کی کیفیت رہی، مگر کوئی معمول نہ چھوٹا، قبض میں حالت زار و نزار ہوتی جاتی تھی، لوگ ترس کھاتے تھے ایک نصرانی حکیم نے دیکھا تو کہا کہ ان کو کوئی جسمانی بیماری نہیں ہے، ان کو عشق کی بیماری ہے عشق مخلوق نہیں بلکہ عشقِ خالق۔ یہ سنکر وہ بیہوش ہوگئے اور دیر تک بیہوش رہے۔

(باقی آئندہ)

(مکتوب نمبر ۶۹۹)

حال : حضرت والا اس وقت میں سخت پریشانی میں مبتلا ہوں وہ یہ کہ تہجد اکثر قضا ہوجاتی ہے حتیٰ کہ کبھی کبھی فجر بھی قضا ہو جاتی ہے۔ اس سے پہلے بہت ہی کم بلکہ بالکل نہیں ہوتی تھی۔ اب کیا وجہ ہوئی سمجھ میں نہیں آتا حضرت والا مرض سے اطلاع فرمائیں۔

تحقیق : جب فجر نیند کے غلبہ سے قضا ہو جاتی ہے تو پھر تہجد قضا ہو جاتی ہے تو کیا تعجب ہے؟ اسکا اہتمام کرو فجر کا تو کرو ہی کیونکہ فرض ہے اور دن کو سو رہا کرو

حال : اور باوجود کوشش کے تلاوتِ قرآن پاک نہیں ہو سکتی حالانکہ کلام پاک یاد ہے پھر بھی تلاوت نہیں کر سکتا

تحقیق : یہ غلط ہے کر سکتے ہو

حال : مجھے سخت پریشانی اور افسوس معلوم ہوتا ہے ارادہ مکمل کرتا ہوں مگر پورا ہو سکتا نہیں میں نے عرصہ سے بیڑی چھوڑنے کا ارادہ کیا اور چند بار حضرت والا سے دعا بھی کرایا مگر میری کم ہمتی کے باعث بیڑی چھوٹتی نہیں خدا معلوم کس معصیت کے سبب کم ہمتی ہو گئی۔ حضرت والا دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرماویں۔

تحقیق : دعا کرتا ہوں۔

حال : اور ہماری دینی پریشانیوں کو دور فرماویں اور دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ تلاوت قرآن پاک اور تہجد وغیرہ کی توفیق عطا فرماویں۔ تحقیق : آمین

(مکتوب نمبر ۷۰۰)

حال : حضرت کی خدمت بابرکت سے الگ ہوتے ہی معلوم ہونے لگا کہ جیسے جنت کی راحتوں سے الگ ہو گیا ہوں تمام جہان سونا سونا اور بے رونق مثل تارزار کے نظر آیا تحقیق الحمد للہ

حال : سوائے حضور کے در دولت کے راحت و سکون دبیاری کہیں نظر نہیں آئی۔ حضور کی مجلس میں جیسے سبھی بیدار تھے اور وہاں سے الگ ہو کر کل جہاں ما خند

غفلت کدہ ہے۔ اب کہیں دل نہیں لگتا اب دل کو الگ رہ کر سکون نہیں اپنے بھی بیگانے معلوم ہونے لگے کہ غفلت کی باتوں میں منہمک نظر آتے ہیں اور اسی طرف توجہ کی دعوت دیتے ہیں۔ تحقیق: الحمدللہ علیٰ احسانہ۔

سوال: بڑی فکر یہ دامنگیر ہے کہ اپنی حفاظت کا سامان کس طرح کروں، حضور نے شفقت اور محبت اور توجہ سے جو آٹھ نو دن تربیت کی اور تعلیم دی ہے اور جو کچھ بیداری عطا کی ہے اور جو تعلق قلب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ عنایت فرمایا ہے اسکی حفاظت کس طرح کروں۔ قلب کو جگائے ہوئے ہوں، تھوڑی تھوڑی دیر میں ناپتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا تعلق کم تو نہیں ہوگیا۔

تحقیق: الحمدللہ کہ یہ بات نصیب ہوئی۔

حال: دو رات گذر چکی اور آج دن بحمداللہ حضور کا عطا کردہ رابطۂ قلبی حق تعالیٰ کے ساتھ ہنوز باقی اور قائم ہے۔ تحقیق: الحمدللہ

حال: حضور کا ارشاد سچا ہے کہ ایک بار ہر بار سے زیادہ اچھی حالت لیکر جا رہے ہو۔ وہ ارشاد اب یہاں آکر اور قوی طور سے صحیح پاتا ہوں۔ تحقیق: الحمدللہ

حال: اس رابطۂ قلبی کو ذکر لسانی کے ذریعہ سے قائم رکھنے کی کوشش میں برابر لگا ہوا ہوں

تحقیق: الحمدللہ

حال: حضور کی صحبت قدسی تو یہاں میسر نہیں ہے اب یہی طریقہ ذکر قلبی کے حصول اور حفاظت کا ہے کہ ذکر لسانی توجہ کے ساتھ کرتا رہوں اور قلب کو بھی شریک ذکر رکھوں

تحقیق: ہاں ہاں۔

حال: اور حضور کے ارشادات کو یاد رکھوں۔ اللہ تعالیٰ اس دولت کی اور میری حفاظت فرمائیں۔ اور حفاظت کے سامان بہم فرمائیں۔ تحقیق: آمین

حال: یکم جولائی تک تو چھٹی ہے اس کے بعد پھر بلیا ہر رہی دورہ کا چکر ہے اور اسکے سارے نشیب و فراز، فیض آباد۔ غازی پور اور بلیا کے دورہ کا حکم ہوا کہ کم از کم ۲۰ دن باہر رہو سفر ملاکر ۲۴ دن، ابھی کوئی حکم اس محکمہ سے تبادلہ کا نہیں ہوا اور نہ کوئی خبر ہے۔

حضور کی خدمت میں جلد جلد حاضری اسوقت اس رابطہ قلبی کے رسوخ و بقا کے لئے
از حد ضروری ہے اگر خدا نخواستہ اس محکمہ میں رہنا ہوا تو پھر ۲۸ جولائی تک دورہ سے
فارغ ہوکر حاضری کا موقع ہوگا پروگرام بن گیا ہے۔
حضور کی دعا سے امید ہے کہ انشاء اللہ جلد ہی اس کام سے چھٹکارا مل جائے گا
اور میں اور سب گھر والے حتیٰ کہ بچے بھی درود شریف اور لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھکر
روز دعا مانگ رہے ہیں اور دل ہر آن اللہ تعالیٰ کی رحمت کا متلاشی ہے اور حکم تبارک کا
منتظر ہے اللہ تعالیٰ اس مشکل کو حل کردیں۔ تحقیق: آمین
حال: حضور والا سے استدعا ہے کہ ذکر قلبی کے حصول اور بقا اور رسوخ کی دعا فرمائیں
تحقیق: دعا کرتا ہوں
حال: اور اسکی حفاظت اور مضبوطی کے لئے اور جو ذرائع ہوں وہ اس حقیر کو بتلا دیں۔
سب سے موثر اور واحد ذریعہ تو بس حضور کی خدمت میں حاضری ہے۔ تحقیق: بیشک
حال: اللہ تعالیٰ آپنے حبیب کے طفیل میں جلد جلد نصیب فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔ تحقیق: آمین

(مکتوب نمبر ۱۰۷)

حال: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ کبھی (جو انتخابی سلسلہ میں کام سپرد کیا گیا تھا)
اچھی طرح انجام پا گیا باوجود سخت محنت کے کہ ۷ بجے صبح سے لیکر ۱۰ بجے شب تک
کام کرنا پڑتا تھا پھر کھانا پکانا پڑتا تھا، اللہ تعالیٰ کے فضل سے تراویح اور دیگر معمولات
میں کوئی فرق نہیں آیا اگر کبھی سستی پیدا ہوتی تو دل کہتا کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کے حکم کے اتباع
میں اتنی محنت اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے اتباع میں جو تمہارا سراسر فائدہ ہے سستی!
تحقیق: سارے خط کی یہی روح ہے، یہی کرنا چاہیئے دیکھو اللہ تعالیٰ سے بدظن نہونا چاہیئے
حال: اپنے مالک سے یہ سلوک! پھر ہمت بندھ جاتی اور بغیر تکان کے سب کام کر لیتا
اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ تحقیق: الحمدللہ۔
حال: ۲۴ گھنٹہ میں بعض مرتبہ یکایک چونک جاتا ہوں دل کہتا ہے کہ کیا کر رہے ہو

رکر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے اسی وقت دل پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے
۔ دنیا کی ہر چیز سے دل اچٹ جاتا ہے ۔ تحقیق : الحمد للہ

ال : معلوم ہوتا ہے ہر چیز ہی غیر کی ہے ۔ وحشت طاری ہوتی ہے پھر تھوڑی سی دیر بعد حالت بدل جاتی ہے یہ لکھ رہا ہوں خیال تو ہے لیکن وہ کیفیت نہیں عجیب طرح سے احساس ہوتا ہے بیان کرتے نہیں آتا ایسا کیوں ہے ۔

قیق : خدا کی طرف سے تنبیہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ غفلت سے بیدار کرتے ہیں

(مکتوب نمبر ۲۰۷)

سال : حضرت والا جب کبھی خط لکھنے کا ارادہ کرتا ہوں دل پر ایک ہیبت طاری ہو جاتی ہے کہ حضرت کی خدمت میں کون کونسی برائی پیش کروں پوری کی پوری برائیاں ہی موجود ہیں سمجھ میں ہی نہیں آتا اسی سبب سے ایک ہیبت طاری ہو کر اس سے ناغہ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہی سے امید ہے کہ حضرت کی دعا کی برکت سے اصلاح کی فکر پیدا ہو جائے اور ساتھ ہی میں کبھی ہمت اور کوشش کرتا ہوں

حضرت والا ! واقعی مجھ سے غلطی ہو گئی ۔ حضرت والا کی ذات با برکت ہمارے لئے غنیمت کبریٰ ہے ۔ اللہ ہی سے امید ہے کہ مجھکو حضرت والا سے اصلاحی تعلق بلا ناغہ پیدا ہو جائے ہمیشہ یہی حالت ہے کہ چار دن خط لکھکر پھر درمیان میں ناغہ ہو جاتا ہے یہ میری انتہائی بدبختی ہے ۔ بہرحال اب اللہ ہی پر توکل کر کے خط و کتابت کا سلسلہ شروع کر رہا ہوں اور بالکل عزم بالجزم کر لیا ہوں کہ اس راہ میں جو کبھی سختیاں پیش آئیں چاہے کتنی گرفتیں ہوں ثابت قدم رہوں گا اور حضرت والا کے دامن اصلاح کو ہاتھ سے نہیں چھوڑوں گا ۔ انشاء اللہ ۔

حضرت والا ! چند باتیں خدمت میں پیش کرتا ہوں وہ یہ کہ بعض وقت یہ حالت ہوتی ہے کہ حقوق کے متعلق جتنا اہتمام حقوق العباد کے ساتھ رہتا ہے غیر اختیاری طور پر اللہ تعالیٰ کے حقوق کا اتنا اہتمام نہیں ہوتا ، رات دن انھیں کے حقوق کو پورا کرنے کی

پوری کوشش رہتی ہے تب بھی یہی سمجھتا ہوں کہ کچھ بھی حق ادا نہیں ہوا لیکن حقوق اللہ کا اتنا اہتمام اور التزام دل میں محسوس نہیں ہوتا بعض وقت اس قسم کے خیالات آنے پر یہ ذہن میں آتا ہے کہ حقوق العباد ہی حقوق اللہ کا ذریعہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں ماں باپ وغیرہ کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا ہے تو حقوق العباد ہی حقوق اللہ کا ذریعہ ہے کیونکہ بعض دفعہ اساتذہ، ماں باپ، بچوں کا اتنا اہتمام رہتا ہے کہ انکو خوش رکھنا اور انکو کسی قسم کی تکلیف نہ دینا اور ان سے قول وفعل میں نرمی اختیار کرنے کا خیال ہر وقت رہتا ہے، باوجود اللہ تعالیٰ کے حقوق واحسانات ظاہری و باطنی مدنظر رہنے کے پھر بھی کوتاہی ہو جاتی ہے۔ اس اعتبار سے حقوق العباد کا زیادہ خیال رہتا ہے اس لئے بہت پریشانی ہوتی ہے اور فرق سمجھ میں نہیں آیا کیا حقوق العباد ہی کو حقوق اللہ کا ذریعہ سمجھکر بجالانا ٹھیک ہے یا میرے نفس کا دھوکا ہے جو تقاضا نیت سے اس قسم کا خیال دل میں آرہا ہے امید ہے کہ حضرت والا (۳) کے متعلق کچھ اصلاح فرمائیں گے کہ حقوق اللہ کی ادائیگی کن باتوں پر ہوتی ہے۔

فیق : الحمدللہ کہ آپ کو اپنی کوتاہی کا احساس ہوا خدا کرے اس احساس کے مطابق عمل کی توفیق ہو۔

آپ نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بارے میں جو دریافت کیا ہے تو یہ سمجھئے کہ دونوں کے حدود ہیں اور دونوں ہی کی ادائیگی کا اللہ تعالیٰ نے امر فرمایا ہے جیسے صوم صلوٰۃ و زکوٰۃ کا امر فرمایا ویسے ہی اہل وعیال کا نان ونفقہ بھی اللہ تعالیٰ ہی نے فرض فرمایا ہے تو جس طرح بندہ نماز روزہ سے قرب اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرتا ہے ویسے ہی اسکو نان ونفقہ کی ادائیگی میں بھی اجر وثواب ملتا ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کا امر سمجھکر کرتا ہے یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں ان احکام پر عمل کرنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کے حقوق کو ادا کرنا ہے۔ ہاں مگر یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ حقوق العباد کی ادائیگی اور اسکی تدبیر میں اس قدر انہماک اور اشتغال نہ ہونا چاہیئے کہ فرائض و واجبات کے ترک کا سبب وباعث بن جائے اور اللہ جل شانہ کی سخط وغضب کا موجب بن جائے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ

عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ یعنی اے ایمان والو تم کو تمھارے مال و اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں اور جو ایسا کرے گا ایسے لوگ ناکام رہنے والے ہیں۔

قاضی ثناء اللہ صاحب اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں لا تلھکم ای لا تشغلکم اموالکم واولادکم ای تدبیرھا والاھتمام بھا یعنی تمکو اموال و اولاد کی تدبیر اور اہتمام اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ کردے فاولئک ھم الخاسرون۔ حیث باعوا الجلیل والباقی بالحقیر الفانی یہ لوگ خاسر اس وجہ سے ہیں کہ ان لوگوں نے عظیم اور باقی رہنے والی چیز کو حقیر اور فانی ہو جانے والی شے کے عوض فروخت کر دیا ہے۔

بس اسکو سمجھئے اور اس کے مطابق عمل کیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(مکتوب نمبر ۷۰۳)

حال: میں نے پیشتر ایک کارڈ ارسال کیا اس میں یہ تحریر کیا تھا کہ طلب صادق پیدا نہیں ہوتی۔ آپ نے جواب طلب فرمایا کہ طلب صادق کیسے پیدا ہوتی ہے اور طلب صادق کسے کہتے ہیں اور اللہ کے بندوں نے کس طرح پیدا کی؟

حضرت میں نے اس خیال سے تحریر کیا تھا کہ دن میں ارادہ کرتا ہوں کہ شب میں زیادہ سے زیادہ عبادت کروں لیکن جب شام ہوتی ہے تو کاہلی پیدا ہو جاتی ہے کچھ نہیں پاتا دن میں پڑھنے وغیرہ میں لطف نہیں آتا نماز بھی صحیح معنی میں ادا نہیں ہوتی اور نہ خشوع وخضوع اور خوف پیدا ہوتا ہے۔ دل یہ چاہتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ وقت عبادت الٰہی میں گذاروں لیکن کچھ بھی نہیں ہوتا اس وجہ سے میں نے یہ سمجھا کہ طلب صادق پیدا نہیں ہوئی

حضرت میں تحریر میں اس بات کی کوشش کرتا ہوں اور خیال رکھتا ہوں کہ کوئی نامناسب بات تحریر میں نہ آئے لیکن علمی استعداد کم ہونے کی وجہ نیز جاہل ہونے کی وجہ سے غلطی ہو جاتی ہے حضرت والا سے توقع ہے کہ اس نااہل کی غلطی کو معاف فرمادیں گے

میرا صرف یہ منشار ہے کہ کس طرح سے خدا تک رسائی ہو جس مقصد کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہے اس میں پوری کامیابی حاصل ہو اسی وجہ سے جناب والا کا دست مبارک اپنے ہاتھوں سے مضبوط پکڑا اور یہ سمجھ لیا کہ دنیا کے اندر آپ کا ثانی نہیں ہے جو ہماری خدا تک رسائی کرا سکے اللہ تعالے کے بندوں نے اپنی تمام عمر نفس کشی کر کے اور محنت شاقہ کر کے خدا کا قرب حاصل کیا ہے۔

تحقیق: بھائی بندے کے اندر یہ جذبہ اور تمنا ہونا ہی چاہیئے کہ اپنے پروردگار سے رابطہ اور تعلق کو استوار کرے بیشک دنیا میں انسان اسی لئے بھیجا گیا ہے کہ اپنے خالق اور مالک کو پہچانے اور اسکی اطاعت کرے۔ مگر تعلق کے پیدا کرنے اور اطاعت کرنے میں بندہ خود مختار نہیں ہے۔ اللہ تعالے نے احکام نازل فرمائے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے اپنے اوامر و نواہی کو بتلایا ہے پس اسی کی اتباع سے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل ہوگی آپ کے محض سر کھپانے اور پریشان ہونے سے کچھ نہیں ہوگا میں لوگوں سے برابر بیان کرتا رہتا ہوں کہ بھائی اللہ تعالے نے پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے اور اسکے لئے وضو فرض فرمایا ہے پس یہی تم لوگ اعتقاد اور خلوص سے کرو تو کامیاب ہو جاؤ وضو کی نیت کرو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھکر وضو شروع کرو پھر نماز کبھی دل سے ادا کرو۔ فرائض سے پہلے اور بعد میں نوافل مسنون ہیں اسکو ادا کرو انشاء اللہ تعالیٰ اسی سے سب کچھ حاصل ہو جائیگا۔ آپ نے وضو اور نماز کی فضیلت کے متعلق احادیث سنی ہی ہوں گی تو آخر کیوں نہیں اس پہ ایمان لاتے اور اس پر عمل کرتے۔ پس تہجد اور طویل طویل وظیفہ کے پیچھے پڑے ہیں وہ ہوتا نہیں تو ملول ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو آسانی فرمائی ہے مگر ہم لوگ اپنے اوپر دشواری ہی کو پسند کرتے ہیں اور اسی میں کامیابی سمجھتے ہیں تو جاؤ لگے رہو۔ ہاں جس کو توفیق ہو اور تہجد و وظائف پر قادر ہو تو کرے مگر جو شخص قادر نہیں تو پھر اس کے پیچھے کیوں پڑا ہے۔

اس کو سمجھئے اللہ تعالیٰ مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔

(مکتوب نمبر ۷۰۴)

حال: اللہ کا شکر ہے کہ معمولات پابندی سے پورے ہو رہے ہیں کسی قسم کا تردد اور انتشار نہیں ہے بہت سکون اور اطمینان ہے ہر کام بسہولت ہوتا جا رہا ہے۔ بہتر انیس تسبیح اور ذکر الٰہی ہے۔ بہرحال انس ذکر ہی سے ہے اس میں کمی ہوئی کہ قدرے اضطراب بڑھا۔ اس طرح حضرت والا کی دعا اور توجہ کی برکت راہ پر لگائے رکھتی ہے

تحقیق: الحمدللہ۔

حال: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں کچھ نہیں کر رہا ہوں اور نہ میرے بس ہی میں ہے رحمت حق متوجہ ہے وہی دستگیر ہے۔ تحقیق: بیشک

حال: مخلوق سے تھوڑا سا بھی تعلق مضطرب کئے بغیر نہیں رہتا۔ بچوں تک کے معاملہ میں ڈر لگا رہتا ہے کہ ضرورت سے زیادہ دل انکی طرف متوجہ نہ ہو جائے مبادا انس میں فرق پڑ جائے

تحقیق: الحمدللہ۔

حال: اللہ تعالےٰ اس درجہ اپنی یاد غالب کر دیں کہ پھر کوئی چیز مخل نہو۔ تحقیق: آمین

حال: کسی مخلوق کا ڈر یا اس سے امید نہیں معلوم ہوتی نہ لومۃ لائم کا اندیشہ ہی۔ اپنے کام میں لگا ہوں۔ کسی سے مطلب نہیں دل کا اطمینان کر لینے کے بعد چاہتا ہوں کہ با اصول رہوں۔ تحقیق: الحمدللہ، بارک اللہ۔

حال: پھر کسی کی پرواہ نہیں کرتا یوں مخلوق کسی سے راضی کب رہتی ہے۔ بڑی بیحیائی ہے کہ مخلوق کو راضی کرنے کی فکر میں خالق کو ناراض کر دیا جائے۔ تحقیق: بیشک۔

حال: حضرت والا دامت برکاتہم دعا فرمائیں کہ طلب میں صدق اور عمل میں اخلاص ہو اللہ تعالیٰ دین کی ایسی سمجھ دیں کہ اعمال ظاہری و باطنی کی حدود کا علم اور وجدان صحیح حاصل ہو جائے۔ یاد الٰہی میں وہ اُنس اور لذت ملنے لگے کہ پھر بیاں کا مزہ پھیکا معلوم ہو۔ نیز نعمائے آخرت پر یقین اتنا ہو جائے کہ شہوات کی لذت کا تصور سرد ہو جائے۔ تحقیق: آمین

حال: بچوں کے لئے عافیت اور دین پر پختگی کے لئے دعا فرمائی جائے۔ تحقیق: دعا کرتا ہ

بما لاعبد تتہ فیھا بارك الله لك فیہا ثم قال لعلك ابتعت یدك فی الجحر قلت لا والذی اکرمك بالحق قال فلم یفن اخرھا حتی مات۔
(ابن ماجہ ص۱۹۳)

پھر آپ نے ان سے فرمایا کہ شاید تم نے سوراخ میں اپنا ہاتھ ڈالکر نکالا ہو میں نے کہا نہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کا حق کیساتھ اکرام کیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ (اس میں اتنی برکت ہوئی) کہ ختم نہیں ہوا حتیٰ کہ خود ان صحابی کا انتقال ہوگیا۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک کا یقین محکم:-

ایک اور قصہ حضرت عبداللہ ابن مبارک کا سنئے جس کو حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۱ر شعبان ۵۴۵ھ کو مدرسہ میں جمعہ کے دن کی مجلس میں بیٹھتے ہی یہ حکایت بیان فرمائی کہ:-

حکی عن عبد الله بن مبارك رحمۃ الله تعالی علیہ انہ جاء الیہ فی بعض الایام سائل یسألہ شیئاً من الطعام فلم یحضر عندہ شئی سوای عشر بیضات فامر جاریتہ بان تعطیہ ایاھا فاعطتہ تسعۃ وخبأت واحدۃ فلما کان وقت غروب الشمس جاء رجل ودق الباب وقال خذ واحنی ھذہ السلۃ فخرج علیہ عبد الله رضی الله تعالی عنہ واخذھا منہ فرای فیھا بیضاً نعدہ فاذا ھو تسعون بیضۃ فقال لجاریتہ این البیضۃ الاخری کم اعطیت السائل فقالت اعطیتہ تسعۃ وترکت واحدۃ نفطر علیھا فقال لھا غرمتنا عشرۃ۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ایک دفعہ کوئی سائل آیا اور ان سے کھانا طلب کیا حضرت شیخ کے پاس اس وقت سوائے دس انڈوں کے اور کچھ موجود نہ تھا۔ اپنی خادمہ کو حکم دیا کہ ان انڈوں کو اسے دے دو۔ تو اس نے نو ہی انڈے سائل کو دیئے اور ایک کو چھپا لیا جب غروب آفتاب کا وقت ہوا تو ایک آدمی آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ یہ ٹوکری لے جائیے تو حضرت عبداللہ بن مبارک باہر تشریف لائے اور اس ٹوکری کو لے لیا دیکھا تو اس میں انڈے تھے اس کو شمار کیا تو نوتے انڈے نکلے آپ نے خادمہ سے دریافت کیا کہ ایک اور انڈا کہاں ہے؟ تونے سائل کو کتنے انڈے دیئے تھے؟ اس نے کہا میں نے اس کو نو انڈے دیئے تھے ایک کو بچا لیا تھا تاکہ ہم لوگ اس سے افطار کریں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا ارے تونے میرے دس کا نقصان کیا۔

اس قصے کو حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرما کر بہت محظوظ ہوئے اور

...کلمات فرمائے ـــ

حضرت سیدنا عبد القادر جیلانیؒ کے کلمات حکمت:-

ھکذا کانوا فی معاملتھم ربھم عز وجل کانوا یؤمنون ویصدقون بما ورد فی الکتاب والسنۃ کانوا منذ القرآن لا یخالفونہ فی حرکاتھم وسکناتھم واخذھم وعطائھم عاملوا ربھم عز وجل فربحوا فی معاملتہ فلزموھا رأوا ابابہ مفتوحا فدخلوہ ورأوا باب غیرہ مغلوقا فھجروہ ووافقوہ فی غیرہ ولم یوافقوا غیرہ فیہ ووافقوہ فی بغضہ لمن یبغض وفی حبہ لمن یحب۔

یہ معاملہ تھا ہمارے اسلاف کا اپنے پروردگار کے ساتھ جو چیزیں کتاب وسنت میں وارد ہیں ان پر دل سے ایمان وتصدیق کرتے تھے ان حضرات کا عمل قرآن پر تھا اس لئے اپنے حرکات وسکنات، لین دین میں ذرا بھی مخالفت نہیں کرتے تھے ان لوگوں نے اپنے رب سے ایک معاملہ کیا تھا جس میں نفع پایا تو اس معاملہ کو لازم پکڑ لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے دروازہ کو کھلا ہوا دیکھا تو اس میں داخل ہو گئے اور دوسروں کا دروازہ بند پایا تو اسکو چھوڑ دیا ان حضرات نے غیر اللہ کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی موافقت کی اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں غیروں کی کچھ پروانہ کی جس سے اللہ تعالیٰ بغض رکھتے ہیں ان سے بغض رکھنے میں اللہ کی موافقت کی اور جس سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں اس سے محبت رکھنے میں بھی پوری موافقت کی۔

(فتح الربانی ص۱۱۴)

سبحان اللہ کیا عمدہ واقعہ ہے ایمان وایقان اور تصدیق کامل کا۔ یہ تھے ہمارے اکابر۔ انکی باتوں سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

ترتیب انفاق:-

اب معاملہ انفاق کا رہجاتا ہے تو اس کے بارے میں میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسب سے بھی زیادہ اہم ہے اور اس طرح اس کو عمل میں لانا کہ تمام اہل حقوق کی رعایت ہو جائے دشوار امر ہے۔ آج جو گھر گھر اختلاف اور باہمی نزاع دیکھ رہے ہیں یہ سب تعلیم نبویؐ پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ ہے اور عمل علم کی فرع ہے جب علم ہی نہیں تو عمل کیسے ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بھی مبسوط کلام فرمایا ہے اور ان میں ترتیب بیان فرمائی ہے ہم اسکو بیان کرتے ہیں۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال عندی دینار فقال انفقہ علی نفسک قال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آئے اور عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار ہے۔ آپ نے فرمایا اپنی ذات پر خرچ کرو کہا میرے پاس ایک دوسرا دینار ہے تو فرمایا اسکو اپنی اولاد پر خرچ

عندی اٰخر قال انفقہ علی ولدك قال عندی اٰخر قال انفقہ علی اهلك قال عندی اٰخر قال انفقہ علی خادمك قال عندی اٰخر قال انت اعلم۔

کرو۔ اس نے کہا میرے پاس ایک تیسرا دینار بھی ہے تو حضور نے فرمایا اسکو اپنی بیوی کی ضروریات میں لگا دو۔ اس نے پھر کہا میرے پاس اسکے علاوہ، ایک اور دینار بھی ہے تو فرمایا اسکو اپنے خادم پر خرچ کرو۔ پھر عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار اور بھی ہے تو فرمایا تم زیادہ جانتے ہو۔ یعنی عزیز و قریب میں جو زیادہ مستحق ہوں ان کو دے دو۔

اس سے نفقات میں ترتیب مفہوم ہوئی اس طرح سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماد الاہم فالاہم کو مقدم فرمایا ہے چنانچہ دیکھئے کہ سب سے پہلے اپنے نفس پر صرف کرنے کو فرمایا اسلئے کہ ظاہر ہے کہ ہر انسان پر اپنے نفس کی کفالت ضروری ہے، وہ خود نہیں کرے گا تو اور کون کرے گا اس کے بعد اولاد کو فرمایا کیونکہ معصوم بچے بہ نسبت بیوی کے نفقہ کے زیادہ محتاج ہیں بیوی تو طلاق کے بعد دوسرا نکاح کرکے اپنے نان و نفقہ کا خود انتظام کرسکتی ہے مگر اولاد تو بالکل ہی بے دست و پا ہیں باپ ہی کے اوپر ان کے طعام و کسوہ کا مدار ہے۔ اولاد و بیوی کے بعد خادم پر صرف کرنے کو فرمایا ہے اس لئے کہ اس نے بھی اپنے کو حوالہ کردیا ہے تو پھر اس کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ سبحان اللہ کیا عمدہ ترتیب ہے کہ عقلی اور طبعی لحاظ سے بھی نہایت مناسب ہے۔

عن ابی هریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دینار انفقتہ فی سبیل اللہ و دینار انفقتہ فی رقبۃ و دینار تصدقت بہ علی مسکین و دینار انفقتہ علی اهلك اعظمها اجراً الذی انفقتہ علی اهلك۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دینار جس کو تم نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور وہ دینار جس کو تم نے کسی غلام کے آزاد کرانے میں صرف کیا اور وہ دینار جس کو تم نے کسی مسکین پر صدقہ کیا۔ اور وہ دینار جس کو تم نے اپنے اہل و عیال پر صرف کیا ان سب میں از روے اجر کے اعظم وہ ہے جس کو تم نے اپنے اہل و عیال پر صرف کیا۔

کس خرچ میں اجر و ثواب زیادہ ہے

دیکھئے۔ جس طرح پہلی حدیث سے اپنی ذات اور اولاد و زوجہ و خدام کے نفقات کے درمیان ترتیب مفہوم ہوئی اسی طرح اس حدیث سے اہل و عیال اور دوسرے امور خیر میں انفاق کے درمیان بھی ترتیب معلوم ہوئی اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل و عیال کے نفقہ کو اعظم اجراً فرمایا۔ پس اس سے دوسرے تمام نفقات پر اس کی تقدیم کی ترغیب نکلی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہمارے عمل کے لئے کافی ہے مزید علت وسبب معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم علماء نے اس کی علت بھی بیان فرمائی ہے اس لئے اس کو بھی سمجھ لیجئے۔

صاحب مرقات تحریر فرماتے ہیں قِیْلَ لِاَنَّہٗ فَرْضٌ وَقِیْلَ لِاَنَّہٗ صَدَقَۃٌ وَصِلَۃٌ۔ یعنی ازروئے اجر کے اعظم اس لئے ہے کہ اہل وعیال کا نفقہ فرض ہے اور دوسرے انفاقات نفل ہیں اور ظاہر ہے کہ فرض کا اجر وثواب نفل کے اجر سے بڑھ کر اور بڑا ہے۔

نیز اگر ضرورت سے زیادہ بھی دیدیا جائے تو وہ نفل ہوگا اور اس نفل میں دو جہت ہے۔ ایک تو صدقہ ہونے کی دوسرے صلہ رحمی کی بخلاف اور نوافل کے کہ اس میں محض صدقہ ہی ہونے کی جہت ہے تو اس اعتبار سے بھی اہل وعیال پر انفاق کا زیادہ ثواب ملے گا۔

دوسرے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ اَلصَّدَقَۃُ عَلَی الْمِسْکِیْنِ صَدَقَۃٌ وَّھِیَ عَلٰی ذِی الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَۃٌ وَصِلَۃٌ۔ یعنی مسکین محتاج تصدق تو محض صدقہ ہی ہے اور ذی رحم پر صدقہ کرنے میں دو چیزیں ہیں۔ ایک تو صدقہ، دوسرے صلہ رحمی۔

نیز ایک دوسری حدیث سنئے جس کو ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے اس میں اپنے نفس اور اہل وعیال پر خرچ کرنے کو صدقہ فرمایا گیا ہے۔ وھو ھذا

عن المقدام ابن معد یکرب	حضرت مقدام ابن معد یکرب سے روایت ہے
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی
قال ما کسب الرجل کسبًا اطیب من	کی سب سے طیب کمائی اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔
عمل یدہ وما انفق الرجل علی نفسہ	اور جو کچھ آدمی اپنے نفس اور اہل وعیال وخا
واھلہ وولدہ وخادمہ فھو	پر صرف کرتا ہے وہ سب
صدقۃ۔	صدقہ ہے۔

بہر حال ان مذکورہ احادیث سے انفاق میں ترتیب معلوم ہوئی جس کا لحاظ ہر مسلما کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ فقہائے کرام جو احادیث کے مطالب اور ارشادات نبویہ کے مناشی کو ہم سے کہیں زیادہ سمجھتے ہیں انھوں نے مصارف زکوۃ میں ترتیب کا لحاظ رکھا ہے اور الاقرب فالاقرب کو افضل قرار دیا ہے۔

فقہاء کی تشریحات:-

صاحب مراقی الفلاح مصارف زکوۃ کے باب میں تحریر فرماتے ہیں۔

والافضل صرفها للاقرب فالاقرب من کل ذی رحم محرم منه ثم الی جیرانه ثم لاهل محلته ثم لاهل حرفته ثم لاهل بلدته۔

اور افضل یہ ہے کہ زکوٰۃ کو اپنے رشتہ داروں میں اقرب فالاقرب پر صرف کرے اسکے بعد اپنے پڑوسیوں کو دے، اسکے بعد اپنے محلہ والوں کو، اسکے بعد اپنے ہم پیشہ کو، اسکے بعد اپنے شہر والوں کو

وقال الشیخ ابوالحفص الکبیر رحمه الله لا تقبل صدقة الرجل و قرابته محاویج حتی یبدأ بهم فیسد حاجتهم۔

شیخ ابوالحفص کبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آدمی کا صدقہ قبول نہیں کیا جاتا جب کہ اس کے رشتہ دار محتاج ہوں تا آنکہ انھیں لوگوں سے ابتدا کرے اور ان کی حاجت پوری کرے۔

نیز فرماتے ہیں کہ:۔

کرہ نقلها بعد تمام الحول لبلد آخر لغیر قریب واحوج واورع وانفع للمسلمین بتعلیم۔

سال پورا ہونیکے بعد زکوٰۃ کا دوسرے شہر کی طرف نقل کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ دوسرے شہر کے لوگ رشتہ میں قریب اور زیادہ محتاج اور زیادہ پرہیزگار اور مسلمانوں کیلئے تعلیم کے ذریعہ زیادہ نفع بخش نہ ہوں۔

(قوله انفع للمسلمین بتعلیم) قال فی المعراج التصدق علی العالم الفقیر افضل ای من الجاهل الفقیر ولا یکره نقلها من دار الحرب الی دار الاسلام ولو مع وجود المصرف هناك۔

قولہ انفع الخ
معراج میں ہے کہ عالم فقیر پر صدقہ کرنا بہتر ہے۔ یعنی جاہل فقیر سے اور زکوٰۃ کا دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف منتقل کرنا مکروہ نہیں اگرچہ دارالحرب میں مصرف ہو۔

قال فی النهر والاولی صرفها الی اخوته الفقراء ثم اولادهم ثم اعمامه الفقراء ثم اخواله ثم ذوی الارحام ثم جیرانه ثم اهل سکته ثم اهل ربضه

نہر میں ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ زکوٰۃ کو اپنے محتاج بھائیوں پر صرف کرے پھر ان کی اولاد پر اسکے بعد اپنے ماموؤں پر، پھر اس کے بعد دوسرے رشتہ داروں پر، اس کے بعد پڑوسیوں پر، اسکے بعد محلہ والوں پر اور پھر اپنے شہر والوں اور اسکے گردونواح والوں پر۔

(قوله لا تقبل صدقة الرجل)

(قولہ لا تقبل الخ) یعنی اس پر ثواب نہ ہوگا۔

ای لا یثاب علیھا وان سقط الفرض — اگرچہ فرض ساقط ہو جائے گا۔ (شامی میں ہے)

قال الشامی عن ابی ھریرۃ مرفوعاً الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال یا امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم والذی بعثنی بالحق — حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو دین حق دے کر بھیجا ہے

لا یقبل الصدقۃ من رجل ولہ قرابۃ محتاجون الی صلتہ ویصرفھا الی غیرھم والذی نفسی بیدہ لا ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ اھ رحمتی۔ — اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کا صدقہ نہیں قبول فرماتے جس کے رشتہ دار اور اہل قرابت صدقہ کے محتاج ہوں اور وہ غیروں پر خرچ کرے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہ فرمائیں گے۔

والمراد بعدم القبول عدم الاثابۃ علیھا وان سقط بھا الفرض لان المقصود منھا سد خلۃ المحتاج وفی القریب جمع بین الصلۃ والصدقہ۔ — عدم قبول سے مراد اس پر ثواب نہ ملنا ہے۔ اگرچہ فرض ساقط ہو جائے گا۔ کیوں کہ زکوٰۃ سے مقصود محتاج کی حاجت روائی ہے اور قریب میں صلہ رحمی اور صدقہ دونوں ہی جمع ہو جاتے ہیں۔

حضرت مصلح الامۃ کی تحقیق

فقہائے کرام کی ان تصریحات سے اندازہ ہوا ہوگا کہ یہ حضرات سنت کی کس قدر رعایت فرماتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا ہوگا کہ شریعت میں انفاق کا کیسا کامل انتظام فر[مایا] گیا ہے۔ ہاں البتہ اہل وعیال پر زکوٰۃ کی رقم کو صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ زکوٰ[ۃ] کے مصرف فقراء و مساکین ہیں۔

اور غنی کی اولاد غنی ہی کے حکم میں ہوتی ہے اس لئے مصرفِ زکوٰۃ نہیں بن سکت[ی] مگر دوسرے نفقات جو زکوٰۃ کے علاوہ ہیں ان میں اقرب فالاقرب کا لحاظ ضروری ہوگا۔ سب سے زیادہ قریب اپنا نفس ہے پھر اہل وعیال، پھر دوسرے عزیز واقارب تو بہ[ر حال] آدمی انفاق کی تقدیم وتاخیر میں اسی ترتیب کا مکلف ہوگا جیسا کہ احادیث میں مصرح ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل وعیال پر خرچ کر[نے] کی جو اس قدر ترغیب دی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جیسے شرک، زنا، بغ[ض]

غارت وغیرہ بہت کبائر میں لوگ مبتلا تھے۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی بددینی اور ضلالت شائع تھی کہ اولاد کو فقر و فاقہ کے خوف سے قتل کر دیتے تھے۔ اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہو سکتا ہے کہ ان ننھے معصوم بچوں کے ساتھ اس قسم کا دل خراش معاملہ کیا جائے۔ بے شک جب قوم گمراہ ہو جاتی ہے تو اس کی طبیعت، اس کا مزاج، اس کی فہم و احساس سبھی فاسد ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس فعل شنیع سے منع کرنے کے لئے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی۔ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ۔ یعنی اپنی اولاد کو فقر (فی الحال یا آئندہ) کے خوف سے قتل نہ کیا کرو ہم ان کو اور تم کو دونوں ہی کو رزق دیتے صاحب روح المعانی نے اس آیت کے تحت بہت ہی عمدہ بات تحریر فرمائی ہے اس کو نقل کرتا ہوں۔

فجملۃ نحن الخ استیناف مسوق لتعلیل النھی وابطال سببیۃ ما اتخذوہ سببا لمباشرۃ المنھی عنہ وضمان منہ تعالیٰ لارزاقھم ای نحن نرزق الفریقین لا انتم فلا تقدموا علی ما نھیتم عنہ بذلک۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نحن نرزقکم وایاھم جملہ مستانفہ ہے اس میں قتل کی ممانعت کی علت بیان کیگئی ہے اور جس چیز کو منھی عنہ کے ارتکاب کا سبب ٹھرایا تھا اسکو باطل کر دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ضمان ہے کہ تم کو اور تمہاری اولاد کو ہم ہی رزق دینگے نہ کہ تم لوگ پس جس چیز سے تم کو روکا گیا ہے اسکی طرف اقدام مت کرو۔

(روح المعانی ص۴۳ ج-۸)

تو جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی شد و مد سے حسن معاشرت اور شفقت علی الاولاد کی ترغیب دی ہے تو اب، ہم لوگوں کو بھی چاہیئے کہ حضور کے ان ارشادات عالیہ کو جو ہماری گھریلو زندگی کی اصلاح کے واسطے ہیں جس سے ہم کو دنیا میں راحت اور سکون میسر ہو سکتا ہے اور ہمارا گھر جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔ امت کے سامنے لادیں اور بیان کریں اس لئے کہ ہو سکتا ہے زمانۂ رسالت کے بُعد کے سبب جاہلیت کے حالات میں لوگ مبتلا ہو جائیں۔ چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ آج کل دوست و احباب کی خاطر تواضع میں اپنی وسعت سے زیادہ صرف کر دیا جاتا ہے۔ خواہ اولاد گھر میں فاقہ مست ہی کیوں نہ ہو۔ میں یونہی نہیں لکھ رہا ہوں مجھے بہت سے تجربات ہیں۔ حالات سامنے ہیں اس لئے سمجھ بوجھ کر عرض کر رہا ہوں۔

انفاق میں اعتدال اور حسنِ انتظام :-

اب سنئے جیسے مصارف انفاق میں ترتیب کا لحاظ ضروری ہے اسی طرح اہل حقوق پر صرف کرنے میں اعتدال بھی ضروری ہے۔ نہ اتنی تنگی کرے کہ اہل حقوق ضیق اور تنگی میں مبتلا ہو جائیں۔ اور نہ اتنی وسعت کرے کہ اسراف منہی عنہ تک نوبت پہونچ جائے بلکہ آمدنی کے موافق خرچ کرنا چاہئے اور آئندہ کے لئے بھی آمدنی کا کچھ حصہ بچاکر پس انداز کرنا چاہئے۔ اسی کو اقتصاد کہتے ہیں جو نہایت اہم اور دشوار مسئلہ ہے اور یہی تدبیر منزل کی اصل واساس ہے۔ اگر اقتصادی حالت درست ہے تو تدبیر منزل درست ہے اور اگر اس میں قصور و فساد ہے تو پھر تدبیر منزل بھی خراب و فاسد ہوگی

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی جیسے اور صفات بیان فرمائی ہیں اس میں سے ایک انفاق میں توسط و اعتدال کی بھی مدح فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ -

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما۔

(انفاق مال میں ان کا طریقہ یہ ہے کہ) نہ وہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا (اس افراط و تفریط) کے درمیان میں ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی اس مضمون کی آیات ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ تو اس کے متعلق کثیر ہیں۔ چنانچہ سمیر المھذب میں ہے۔

والاحادیث الحاثۃ علی الاقتصاد کثیرۃ منھا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من اقتصد اغناہ اللہ ومن بذر افقرہ اللہ۔

اقتصاد پر ابھارنے والی بہت سی احادیث ہیں ان میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو شخص میانہ روی اختیار کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ غنی فرما دینگے اور جو فضول خرچی کریگا اس کو محتاج بنا دینگے۔

نیز ارشاد ہے کہ

ما عال من اقتصد ومعنی (عال) افتقر واحتاج "التدبیر نصف المعیشۃ"

جو میانہ روی اختیار کرے گا محتاج و فقیر نہیں ہوگا اور یہ بھی حضور نے فرمایا (انفاق میں) تدبیر نصف معیشت ہے۔

ما احسن القصد فی الغنی وما احسن القصد فی الفقر وما احسن القصد فی العبادۃ۔

نیز ارشاد ہے کہ اعتدال غنی کی حالت میں بھی بہترین ہے اور فقر کی حالت میں بھی نہایت عمدہ ہے اور عبادت میں بھی قصد اور اعتدال ہی احسن ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْہَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِہَا یعنی اس شخص سے بڑھکر کوئی ظالم نہیں جو اللہ کے بندوں کو اللہ کی مسجدوں سے روکے اور ان مساجد کی تخریب میں سعی کرے۔

اور ہو سکتا ہے کہ اسی محبوبیت کا یہ اثر ہو کہ فرمایا کہ میں بندے سے سب سے زیادہ قریب اسکے سجدہ کی حالت میں ہوتا ہوں جبکہ وہ نماز میں سجدہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمکو اپنی پسندیدہ نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرماویں۔ (از مترجم)

---

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابلیس نے تو یہ کہا ہے کہ لَاَقْعُدَنَّ لَہُمْ صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِیْمَ یعنی میں بنی آدم کو بہکانے کی خاطر آپ کے سیدھے راستہ پر جا بیٹھونگا یعنی اسلام کے ہر شعبے اور ہر سڑک پر پہونچکر ان کے گذرنے کا انتظار کروں گا اور جہاں کوئی مسلمان چلتا ہوا نظر آجائے گا تو اس پر راستہ ہی بند کر دوں گا اور اس سے بچانے کی سعی کرونگا پھر اتنا ہی نہیں بلکہ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّہُمْ مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْہِمْ یعنی پھر میں اسکے پاس سامنے کی راہ سے آونگا مراد اس سے آخرت ہے جو سامنے ہے کیونکہ ہر شخص اسی کیجانب سفر کر رہا ہے۔ اور اسکی راہ سے آنے کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو اسکے متعلق گمراہی میں ڈالوں گا یہاں تک اس کے بارے میں شک میں پڑ کر بہت سے اسکا انکار ہی کر دینگے (اور کہیں گے کہ لَاجزاء ولاحساب یعنی نہ جزا ملنی ہے نہ حساب کتاب ہونا ہے چنانچہ ہم نے بعض جاہلوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ ؎

اب تو آرام سے گذرتی ہے آخرت کی خبر خدا جانے

کہ اسکو مقام انکار ہی میں پڑھتے ہیں۔

وَمِنْ خَلْفِہِمْ مراد اس سے آخرت کے مقابلہ میں دنیا ہے جو کہ پیچھے ہے یعنی اور ان کے پیچھے سے بھی آونگا اس طرح سے کہ دنیا کو ان کے لئے اس طور پر مزین کرونگا کہ وہ لوگ اسکے عاشق ہو کر اسی سے دل لگالیں گے اور

بغیر اسکے انکو چین نہ آئیگا

وَعَنْ اَیْمَانِہِمْ اسی طرح سے ان کے دائیں جانب سے یعنی دین اور طاعت کی راہ سے بھی ان کے پاس آؤنگا

وَعَنْ شَمَائِلِہِمْ یعنی اور ان کے بائیں جانب یعنی معاصی کی راہ سے بھی ان کے پاس آؤنگا۔

وَلَا تَجِدُ اَکْثَرَہُمْ شَاکِرِیْنَ اور رب کو اپنی طرح سے بہکاؤں گا کہ آپ ان بنی آدم میں سے اکثر کو اپنی نعمتوں کا شکر گذار نہیں پائیں گے یعنی کھائیں گے آپ کا اور گائیں گے ہمارا۔ یہ آپ نے فرمایا ہے مگر طاعت میری کریں گے

(۲) ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یَا بَنِیْ آدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطَانُ کَمَا اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِنَ الْجَنَّۃِ یعنی اے آدم کی اولاد دیکھو شیطان تمکو فتنہ میں نہ ڈالدے جس طرح کہ آخر تمھارے باپ آدم کو جنت سے نکلوا ہی دیا۔

(۳) ایک اور آیت میں فرماتے ہیں کہ اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَاءِ (یعنی شیطان تمکو امور خیر میں خرچ وغیرہ کرنے میں) فقر وفاقہ سے ڈراتا ہے (مال خرچ کروگے تو فقیر ہو جاؤگے) اور بری باتوں کا تمکو حکم کرتا ہے۔

(۴) اسی طرح سے ایک اور جگہ فرماتے ہیں اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا یعنی شیطان تمھارا دشمن ہے لہٰذا تم بھی اسکو اپنا دشمن جانو اور اسکو اپنا دشمن رکھو۔

(آگے مولف فرماتے ہیں کہ) دیکھو اللہ تعالیٰ نے شیطان کی عداوت کو بنی آدم کے ساتھ کیسا بیان فرمایا ہے کہ وہ انکا دشمن ہے اور چاہتا ہے کہ جس طرح خود گمراہ ہے انکو بھی گمراہ کر کے جہنم میں اپنا رفیق بنائے۔

لہٰذا ہر عاقل پر لازم ہے کہ اسکے اندر ابلیس کا جو آلۂ کار (اور ایجنٹ) موجود ہے

یعنی اسکا نفس اسکا خوب مجاہدہ کرے تاکہ شیطان سے رہائی نصیب ہو بنی آدم میں اسکی سواری آدمی کا نفس ہی ہوتا ہے جب اسکی اصلاح کرلی تو گویا شیطان کے اڈے اور مورچہ ہی کو فتح کرلیا۔ بلاشبہ یہ ابلیس مومنین کا کھلا دشمن ہے اللہ تعالےٰ اسکے شر سے بچائے۔

اب یہ سمجھو کہ شیطان تو انسان کا دشمن ہے ہی مومن کے لئے علاوہ اسکے اور بھی دشمن ہیں جیسا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ :۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن پانچ شدائد اور دشواریوں میں گھرا ہوتا ہے :۔

۱۔ ایک تو کوئی مومن ہی اسکا حاسد ہوتا ہے (جسکی وجہ سے وہ ایک ضیق میں رہتا ہے)

۲۔ دوسرا منافق جو اس سے بغض رکھتا ہے (جسکی وجہ سے وہ تکلیف میں رہتا ہے)

۳۔ تیسرا کوئی دشمن ہوتا ہے جو ہروقت اس سے جنگ ہی ٹھانے رہتا ہے (جسکی وجہ سے وہ پریشان رہتا ہے کہ وہ نہ تو چین سے رہتا ہے نہ اسکو رہنے دیتا ہے)

۴۔ چوتھے یہی شیطان جو ہروقت اسکو گمراہ کرنے کی فکر اور تدبیر میں رہتا ہے۔ (جسکی وجہ سے اسکو ہروقت بیدار اور چوکنا رہنا پڑتا ہے۔

۵۔ پانچواں دشمن مومن کا خود اسکا نفس ہے جو کہ ہلاکت میں گرانے کے لئے ہروقت کوشاں رہتا ہے اور مومن بس اللہ تعالیٰ کی اعانت ہی سے محفوظ رہتا ہے ورنہ تو اس مار آستین اور ہروقت کے ساتھی کے وار سے بچنا بڑا ہی مشکل ہے کیونکہ نفس کو وہی چیزیں پسند ہیں جنمیں انسان کی ہلاکت ہے۔

جب صورت حال یہ ہے کہ مومن ہر چہار طرف دشمن کے نرغہ میں گھرا ہوا ہے تو اسکو چاہیئے کہ بس اللہ تعالیٰ ہی سے مدد چاہے تاکہ انکی مدد پاکر اپنے دشمنوں کے مقابلے میں قوی ہوجائے اور اسکو ان امور کی توفیق ہو جو حق تعالےٰ کو پسند ہوں

اور انکی مرضی کے مطابق ہوں اسلئے نفس ہو یا شیطان یا اور کوئی دشمن ان سب سے مقابلہ اسکے لیے بالکل آسان ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ آسان فرما دیں

حضرت عبدالرحمن بن زیاد بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ ایک بار مسجد میں تشریف فرما تھے کہ انکے پاس ابلیس ایک رنگین ٹوپی پہنکر حاضر ہوا اور جب قریب آیا تو اپنے سر سے ٹوپی اتار کر نیچے رکھدی اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو سلام کیا۔ حضرت نے پوچھا تو کون ہے؟ کہا میں ابلیس ہوں۔ دریافت فرمایا یہاں میرے پاس تو کیوں آیا تیرا کیا مقصد ہے؟ کہا کچھ نہیں چونکہ اللہ تعالیٰ کے آپ مقبول بندے ہیں اور خدا تعالیٰ کے یہاں آپ کا خاص مقام ہے اسلئے سلام کرنے آگیا ہوں اور کچھ کام نہیں۔ فرمایا کہ یہ ٹوپ (رنگین) جو سر پر رکھے ہوئے تھا اور ابھی اتار دیا ہے یہ کیا ہے؟ کہا کہ یہی تو میرا ہتھیار ہے۔ اس سے بنی آدم کے قلوب کو اچکتا ہوں یعنی انھیں گمراہ کرتا ہوں۔

حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا اچھا یہ تو بتا کہ وہ کون سا گناہ ہے کہ جب انسان اسکا مرتکب ہوتا ہے تو تیری اس پر چیرہ دستی اور غلبہ بڑھ جاتا ہے؟ کہا کہ جب اسکے نفس میں عجب پیدا ہوتا ہے۔ اور جب[۲] وہ اپنے عمل کو زیادہ سمجھنے لگتا ہے اور جب[۳] وہ اپنے گناہوں کو بھول جاتا ہے (یہ تین وقت ایسے ہوتے ہیں کہ) میرا اس پر قابو اور غلبہ پانا آسان ہو جاتا ہے اور میں آسانی اسکو شکار کرلیتا ہوں۔

حضرت وہب بن منبہؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ جو کچھ سوالات کریں انکے جوابات دے۔ چنانچہ وہ ایک شیخ یعنی بوڑھے آدمی کی صورت ہاتھ میں لاٹھی لیئے ہوئے حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا مجھے ابلیس کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہاں کیوں آیا ہے؟ کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں آپکی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے سوالات کا جواب دوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو تو راندۂ درگاہ ہے، اچھا یہ بتلا کہ میری امت میں تیرا دشمن

کون ہے؟ عرض کیا کہ حضور پندرہ قسم کے لوگ ہیں جنکو میں اپنا حریف اور دشمن سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہیں :-

۱ــــ ایک تو (بے ادبی معاف) حضور اقدس ہی کی ذات والا صفات ہے

۲ــــ سلطان عادل (کہ اسکے عدل کیوجہ سے ملک میں فساد پیدا کرنے سے عاجز رہتا ہوں۔

۳ــــ تیسرے غنی متواضع کہ پاس دولت بھی موجود ہے مگر اسکا کوئی اثر و عمل مزاج میں نہیں بلکہ طغیان کے برعکس سراپا متواضع

۴ــــ چوتھے سچا اور دیانت دار تاجر کہ میں اس سے بھی عاجز ہی ہوں ورنہ تواگر فاجر تاجر مجھے مل جائے تب تو بازار کو فاسد ہی کر کے رکھدوں۔

۵ــــ عالم خاشع یعنی خدا سے ڈرنے والا عالم کہ اس کے پیش بھی میری دال نہیں گلتی ورنہ تو اگر دنیا دار اور بیباک قسم کے علماء مجھے مل جاتے ہیں تو میرا کام انھیں کے ہاتھوں ہوجاتا ہے

۶ــــ خیرخواہ مومن یعنی جس شخص کے اندر دوسروں کے ساتھ خیرخواہی کا جذبہ ہو

۷ــــ رحم دل مسلمان۔

۸ــــ وہ گنہگار جو گناہ سے توبہ کرلے اور پھر اپنی توبہ پر قائم رہے ایسے شخص سے بھی میرا ناک میں دم ہے۔

۹ــــ وہ لوگ جو حرام سے بچنے والے ہیں۔

۱۰ــــ پاکی پر مداومت رکھنے والا مسلمان یعنی جو ہمیشہ طہارت پر رہتا ہو غسل کی حاجت ہو تو غسل کرے ورنہ ہمیشہ با وضو رہتا ہو۔

۱۱ــــ وہ مسلمان جو کثرت سے صدقہ خیرات دیتا ہو

۱۲ــــ بارھویں وہ مومن جو حسن الخلق ہو یعنی جس کے اخلاق اچھے ہوں

۱۳ــــ وہ مسلمان جو لوگوں کو نفع پہونچانے والا ہو۔

۱۴ــــ قرآن پڑھا ہوا مسلمان (خواہ حفظ ہو یا ناظرہ) جو کہ اسکی تلاوت پر مداوم ہو

یعنی برابر اسکی تلاوت کرتا ہو

۱۵ ۔۔۔ پندرھویں وہ لوگ جو شب بیدار اور تہجد گذار ہیں اپنے مولیٰ کے آگے کھڑے ہوتے ہیں اور اسکی عبادت کرتے ہیں جبکہ سب لوگ ایسے وقت میں سوتے ہوتے ہیں ۔

یہ پندرہ صفت آپ کے امت کے لوگوں کی ایسی ہے جو مجھ پر بھاری پڑتے ہیں اور میں ان کو اپنا دشمن جانتا ہوں ۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا کہ اچھا یہ بھی بتلا دے کہ میری امت کے کن کن لوگوں سے تیری دوستی ہے ؟ کہا دس قسم کے لوگوں سے

۱ ۔۔۔ ایک تو ظالم اور نا انصاف بادشاہ ۔
۲ ۔۔۔ دوسرے غنی شخص جو کہ متکبر ہو ۔
۳ ۔۔۔ تیسرے خیر متدین تاجر ۔
۴ ۔۔۔ شراب پینے والا انسان
۵ ۔۔۔ چغلخوری کرنے والا شخص
۶ ۔۔۔ زنا کا ارتکاب کرنے والا ۔
۷ ۔۔۔ یتیم کا مال کھانے والا ۔
۸ ۔۔۔ نماز میں سستی کرنے والا
۹ ۔۔۔ نویں زکواۃ روکنے والا امیر ۔
۱۰ ۔۔۔ شیخ چلی کیطرح ادہر ادہر کے لمبے چوڑے خیالات پکانے والا ۔

(یہ سب لوگ میرے بھائی اور دوست ہیں کیونکہ جن مصیبتوں میں یہ لوگ مبتلا ہیں وہ میرا سبز باغ اور زریں جال ہے جب یہ لوگ اس میں آ گئے تو اب جاتے کہاں ہیں)

روایتوں میں آتا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص برصیصا نامی بہت عابد وزاہد تھا لوگوں سے دور ایک گرجے میں رہا کرتا تھا مستجاب الدعوات تھا اس

لوگ اپنے مریضوں کو اسکے پاس لاتے وہ دعا کر دیتا تھا مریض شفایاب ہوجاتے تھے (اس کے اس زہد وعبادت اور لوگوں کے بڑھتے ہوئے میلان کو دیکھکر) ابلیس کو بڑی پریشانی ہوئی چنانچہ اس نے اپنے چیلوں (یعنی شیاطین کو بلایا اور ان سے کہا کہ اس شخص کو کون مفتون کرے گا دیکھو اسکی وجہ سے لوگ خدا کے اور اس کی ولایت کے قائل ہوتے جارہے ہیں اس کے ماننے والے بڑھیں گے تو تمھارا سارا مشن ہی فیل ہوجائے گا۔ یہ سنکر ان شیاطین میں سے ایک سرکش بولا کہ حضور میں اس کام کا بیڑا اٹھاتا ہوں اور اگر میں نے اسکو مفتون نہ کردیا تو آپ کا دوست نہیں مجھے اپنی دوستی سے نکال دیجئے گا۔ ابلیس نے اس سے کہا کہ شاباش! جاؤ اپنا کام شروع کردو۔

وہ فوراً یہ سنکر سیدھے بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کے محل میں پہونچا اس کی ایک نہایت ہی حسین وجمیل لڑکی تھی ایسی کہ اس زمانہ میں اسکی نظیر موجود نہ تھی وہ محل میں اپنے ماں باپ بھائی بہن کے درمیان بیٹھی تھی کہ اس نے جاکر اس پر اپنا اثر کیا اور اسکو اچانک ایسا دورہ پڑا کہ اسکی چیخ وپکار اور حرکات ناشائستہ نیز تبدیلِ صورت سے سب لوگ ڈر گئے چنانچہ اسکے بعد سے وہ دیوانوں کی طرح رہنے لگی۔ لوگوں نے سمجھا اسے جنون ہوگیا ہے۔ اس درمیان وہی شیطان ایک انسان کی صورت میں شاہی محل میں آیا اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ شہزادی کی طبیعت کچھ خراب ہے اگر آپ لوگ چاہتے ہیں کہ اس مرض جنون سے وہ افاقہ پا جائے تو مجھے ایک بزرگ کا علم ہے اور سیکڑوں مریضوں کا تجربہ ہے آپ لوگ اسکو بھی انکے پاس لیجائیے بہت اللہ والے ہیں اللہ تعالےٰ نے انکی دعا اور پھونک میں بڑا اثر دیا ہے ایک روز میں آپکی بچی اچھی ہوجائیگی۔ چنانچہ لوگ اسکو برصیصا کے پاس لے گئے اس نے دعا کردی وہ لڑکی ہوش میں آگئی اور اسکا جنون ختم ہوگیا مگر ادھر لوگ اسکو گھر واپس لے آئے ادھر اسی شیطان نے پھر اس پر اپنا اثر کردیا لڑکی پھر دیوانی ہوگئی نہ کھانے کا ہوش نہ کپڑے کا گھر والے مرض

سے لوٹ آنے کی وجہ سے بہت پریشان ہوئے کہ ایک دن وہی شیطان پھر آدمی کی صورت میں انکے پاس آیا اور صورت حال معلوم کر کے ان سے کہا کہ اسکا مرض سخت ہے اور دورہ شدید ہے لہٰذا آپ لوگ اسکے معاملہ میں جلدی نہ کیجئے اور اگر کر سکتے ہوں تو یہ کیجئے کہ اسکو چند دن کے لئے اسی راہب کے یہاں چھوڑ آیئے اور ہوسکتا ہے کہ وہ آسانی سے اس پر راضی نہو مگر آپ بادشاہ ہیں اصرار کیجئے گا تو اسکو مجبور ہونا پڑے گا۔

چنانچہ لوگ پھر اسکے پاس لے گئے اور اپنے ارادہ کا اس سے اظہار کیا اس نے انکار کیا لوگوں نے اصرار کیا اور زبردستی اس مریضہ کو راہب کے گرجے میں چھوڑ آئے۔ برصیصا بدستور اپنے کام میں لگا رہا دن کو روزہ رکھتا ساری رات نماز میں گذارتا۔ ادہر شیطان نے اس لڑکی کو پریشان کرنا (یعنی اس پر آسیبی اثر ڈالنا) موقوف رکھا یہاں تک کہ راہب جب کھانے کے لئے بیٹھتا (یعنی روحانی امور سے فارغ ہو کر نفسانی کام میں لگا تو شیطان نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے لڑکی پر پھر آسیبی حملہ کیا جسکی وجہ سے وہ اچھلی کودی اور اسکا چہرہ کھل گیا عابد کی نظر اسکے چہرے پر پڑی حسن تو تھا ہی مفتون ہوگیا اور دیر تک اس کو تکتا رہا اسی طرح سے روزانہ اسکا نظارہ کرلیتا تھا یہاں تک کہ ایک دن علاوہ چہرے کے اسکے بدن کے بعض حصہ پر بھی نظر پڑ گئی اس نے ایسا بدن کا ہے کو کبھی دیکھا ہوگا صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا یہاں تک کہ اسکے ساتھ مبتلا ہوا اور لڑکی حاملہ ہو گئی

اسکے بعد شیطان ایک ناصح اور خیر خواہ کی صورت میں پھر برصیصا کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ یہ تو بہت برا ہوا کہ بادشاہزادی حاملہ ہوگئی ہے جب بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوگی تو آپ کے لئے سزائے موت دھری ہے لہٰذا آپ اگر اپنی جان کی خیر چاہتے ہوں تو میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ اسکو قتل کر دیجئے اور گرجے کے پچھواڑے دفن کرا دیجئے اور جب وہ لوگ اسکو لینے آویں تو کہہ دیجئے گا کہ بھائی اسکا مرض بہت شدید تھا اور اسکا وقت مقرر آ چکا تھا اسلئے وہ تو انتقال کر گئی۔

اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ محبت دل میں پیدا کر و تاکہ کہنا ماننا خوشی سے ہو۔ اور اس کے پیدا ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ عمل شروع کر دیں، اول تکلف ہوگا پھر اس کی برکت سے محبت بڑھنے لگے گی اور راز اس میں یہ ہے کہ سہولت ہوگی ظاہر سے بھی باطن میں مدد ملتی ہے۔ دیکھو اسی ظاہر کی برکت ہے کہ اس سے شدہ شدہ ایسی محبت پیدا ہو جاتی ہے کہ ہماری نماز گو کوئی نماز نہیں، مگر باوجود اسکے یہ حالت ہے کہ اگر کوئی پکا نمازی ہو اور وہ غریب ہو، اس سے کہا جاوے کہ سو روپیہ دیں گے آج کی نماز قضا کر دو تو ہرگز نہ راضی ہوگا۔ تو دیکھئے عمل کی ظاہری پابندی سے بھی قلب میں محبت پیدا ہوگئی تو سب اعمال کو بتکلف کیا کیجئے اس سے محبت پیدا ہوگی اور اس محبت کے قائم رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ اہل اللہ کی صحبت اختیار کیجئے زیادہ نہ ہو تو کم از کم ہفتہ میں ایک ہی بار یا مہینہ میں ایک بار کسی اہل اللہ کے پاس بیٹھئے اس میں خاصیت ہے کہ اس کے اندر جو چیز ہے وہ شدہ شدہ آپ کے اندر بھی آوے گی اور ہیں آپ سے دنیا کے کام نہیں چھڑاتا اپنی فرصت کے وقت جا کر ان کے پاس رہیئے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ان کے ملفوظات ہی پڑھیئے، لیکن محض تذکرہ اور فن کی کتابوں کی طرح نہ دیکھیئے گا۔ اس طریقہ سے محبت قائم رہتی ہے اور بڑھتی بھی ہے۔

تیسری چیز جس سے محبت بالخاصہ بڑھتی ہے وہ ذکر اللہ ہے گو تھوڑی ہی دیر اللہ اللہ کرے اور اسی میں سے کچھ وقت نکال کر نفس کا محاسبہ کیا کیجئے کہ تو نے یہ یہ نافرمانی کی ہے ایک وقت تجھ کو خدا کے سامنے جانا ہے، پھر خدا کے عذاب کو یاد کرے اور توبہ کرے کہ مجھے نافرمانی سے بچا لیجئے۔ یہ وہ طریقہ ہے کہ اس میں نہ نوکری چھوٹے نہ تجارت اور اپنی اولاد کے لئے بھی یہی کیجئے۔

صحبت علماء | بلکہ ان کے لئے اور بھی زیادہ ضروری ہے کیونکہ آپ نے پھر بھی بزرگوں کی آنکھیں دیکھی ہیں اس لئے آپ میں زندقہ (بد دینی) تو نہیں ہے اور ان نوعمروں میں زندقہ ہے کہ تمسخر کرتے ہیں، مگر اس میں اوّل خطا ماں باپ کی ہے۔

مجھے ایک لڑکا ملا بریلی میں جسے اس کے دادا نے اس غرض سے پیش کیا کہ اس کو نماز کی فہمائش کر دیں میں نے نرمی سے پوچھا کہ جب خدا تعالیٰ کا حکم ہے پھر تم کیوں نہیں پڑھتے۔ اس نے بیدھڑک کہا کہ صاحب مجھ کو خود خدا ہی کے وجود میں شک تھا۔ میں نے اس کے دادا سے کہا کہ تم نماز کو لئے پھرتے ہو اس کو ابھی مسلمان بنانے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد وہ آبدیدہ ہوا اور کہا کہ یہ سب وبال باپ پر ہوگا۔

کہ مجھ کو فلاں کالج میں بھرتی کیا اور میں کیا بتلاؤں کہ وہ کہاں پڑھتا تھا۔ ایک اسلامی کالج میں پڑھتا تھا، اسی لئے کہا کرتا ہوں کہ گورنمنٹ اسکول میں پڑھنے سے اس قدر بے دینی نہیں ہوتی جس قدر وہاں ہوتی ہے۔

غرض یہ حالت ہوگئی ہے نئی تعلیم کی، سو یہ ماں باپ کے ذمہ ہے، اس لئے میں کہتا ہوں کہ ان بچوں کو زیادہ ضروری سمجھ کر علم دین پڑھائیے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کیجئے کہ سال میں کم سے کم ہفتہ دو ہفتہ کسی اہل اللہ کے پاس ان کو ضرور رکھئے وہاں یہ حالت ہوتی ہے

گر تو سنگ خارۂ و مرمر شوی — چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی
صحبت نیکاں اگر یک ساعت ست — بہتر از صد سالہ زہد و طاعت ست
ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا — گو نشیند در حضور اولیاء

(۱۔ اگر تم کھردرے پتھر ہو یا چکنے جب کسی صاحب دل کے پاس پہونچ جاؤ گے تو پتھر نہیں رہجاؤ گے، بلکہ ہیرا اور جواہر بن جاؤ گے۔ ۲۔ نیکوں کی صحبت اگر ایک ساعت کے لئے بھی میسر آجائے تو وہ سو سال کے زہد و طاعت سے کہیں بہتر ہے۔ ۳۔ جو خدا کے ساتھ ہم نشینی چاہتا ہے، تو اس سے کہدو کہ اللہ والوں کے پاس بیٹھا کرے۔) اور اس کے مقابل کی صحبت میں اس کا مقابل دوسرا اثر ہے۔

تا توانی دور شو از یارِ بد — یارِ بد بدتر بود از مارِ بد

(جہانتک ہوسکے بُرے ساتھی اور دوست سے دور رہا کرو کیونکہ بُرا ساتھی زہریلے سانپ سے بھی زیادہ بُرا اور نقصان دہ ثابت ہوگا) خصوص جہاں تمام عمر کی صحبت ہو یعنی تعلق نکاح اور آجکل اسی میں زیادہ بے احتیاطی ہے۔

ایکبار بعض انگریزی خواں میری اس بات سے خفا ہوگئے کہ میں نے یہ بیان کیا تھا کہ لڑکی کے نکاح کے پیغام کے وقت یہ بھی تو تحقیق کر لیا کرو کہ لڑکا مسلمان بھی ہے یا نہیں، کیونکہ ان نوعمروں میں ایسی بے باکی ہے کہ بعض اوقات ان کے بعض کلمات سے کسی طرح ایمان نہیں رہ سکتا، ان بچوں کیلئے بہت ہی ضروری ہے کہ کسی کے پاس رہیں یہ ایسی مفید چیز ہے کہ اگر اعمال میں بھی کوتاہی ہو تب بھی وہ مسلمان تو ہوگا، چنانچہ میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں کہ عمل میں آزاد اور عقیدے میں نہایت پختہ، تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ کسی مولوی کی صحبت میں رہے ہیں، تو صحبت سے عقائد درست رہتے ہیں۔

حضرت : عمل دوسری چیز ہے لیکن اصل دین وہ ہے جو قلب میں رچ جائے سو یہ صحبت پر موقوف ہے۔ تو بچوں کے لیے آپ ضرور ایسا کیجئے ورنہ کل کو آپ پچھتائیں گے اور روئیں گے جب ان کی حالت تباہ دیکھیں گے۔ چنانچہ ایک صاحب بیرسٹری پاس کرکے آئے اور نماز کی تاکید پر باپ کو یہ جواب دیا کہ کس کی نماز پڑھوں باپ نے کہا کہ جس نے تم کو پیدا کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھ کو تو تم نے اور میری ماں نے پیدا کیا۔ باپ روئے اور کہا کہ میں نے چالیس ہزار روپیہ میں جہنم خریدا ہے اور اگر آج نہ روئے تو کل قیامت میں رونا پڑے گا۔ جب دیکھا جاوے گا کہ لڑکا کندۂ جہنم ہے میں انگریزی کو منع نہیں کرتا بلکہ میں تو اس وقت نماز روزہ کو بھی نہیں کہتا صرف یہ کہتا ہوں کہ کسی اہل اللہ کی صحبت میں رہنے کا اہتمام کچھ کرلو پس یہ ہے حاصل مجموعہ ذرائع محبت کا جس سے حقیقت اطاعت کی میسر ہوگی یعنی بتکلف عمل کرنا اور صحبت اہل اللہ کی اختیار کرنا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس وقت آپ احکام کو خوشی سے قبول کریں گے پھر نماز کا قضا ہو جانا ایسا گراں ہوگا کہ جیسے بیٹا مرجائے، اور یہی تو وجہ ہے کہ سلف کی اگر تکبیر اولیٰ قضا ہو جاتی تھی تو لوگ تعزیت کرتے تھے تو آپ کی بھی یہ حالت ہو جائے گی کہ ؎

بر دلِ سالک ہزاراں غم بود   گر ز باغِ دل خلالے کم شود

(سالک کے دل پر ہزاروں غم چھا جاتے ہیں اگر اس کے دل کے باغ سے تنکے کے برابر بھی کوئی چیز کم ہو جاتی ہے) اب بتلائیے اس میں کونسی دشواری ہے ہم تو يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ[1] پر عمل کرکے طریق کی تعلیم کرتے ہیں لیکن اب بھی اگر کوئی نہ کرے تو ہم کہیں گے کہ ؎

اُس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر   تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

یہ اَطِيعُوا کے متعلق ہے۔

حبِّ مال | اَنْفِقُوا (خرچ کرو) کے متعلق میں اتنا کہتا ہوں کہ اکثر خرابیاں حبِ مال سے ہوتی ہیں چنانچہ اسراف بھی حبِ مال سے ہوتا ہے اور اس کا عکس بھی ہوتا ہے اور بخل بھی اسی سے ہوتا ہے اس کا خصوصیت کے ساتھ علاج ہونا چاہئے۔ آگے فرماتے ہیں وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں)

---

[1] اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتے ہیں

یہ خاص متعلق مال ہی کے ہے کہ جو شخص بخلِ نفس سے بچا لیا جاوے اُس کو فلاح ہوگی، حرص و بخل سے بچنے کی خاص کر کے ترغیب دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے زیادہ مفسدہ ہوتا ہے اور اس میں ایک نکتہ بھی ہے کہ شُحَّ نَفْسِہٖ فرمایا اَلشُّحّ نہیں فرمایا وہ نکتہ اسی مجلس میں قلب میں آیا ہے وہ یہ کہ نفس کا لفظ جو بڑھا دیا ہے اُس میں یہ امر بتلا دیا کہ حرص ایک تو یہ ہے کہ اُس کی ذات میں ہو دوسری یہ ہے کہ حاجت کی وجہ سے ہو، تو روپیہ تو کسی کو بُرا نہیں لگتا اور اگر کہو کہ بعض کو روپیہ بھی بُرا لگتا ہے تو وجہ یہ ہے کہ اوّل سے بڑی چیز مل گئی مثلاً دنیا کی جاہ یا آخرت کی نعمت، سو جب دیکھتے ہیں کہ اس جگہ مال لینے سے دین ضائع ہوتا ہے یا اس کی ذلت ہوتی ہے تو وہاں مال مبغوض ہوتا ہے ورنہ فی نفسہ مال مرغوب ہے پس اگر نفس کا لفظ نہ ہوتا تو لوگ مر جاتے کیونکہ سب میں کم و بیش حرص ضرور ہے تو نَفْسِہٖ بڑھا کر بتلا دیا کہ اگر حاجت کے موافق حرص رہے تو وہ ذات میں نہیں ہے اس لئے اس سے بچنا ضروری نہیں، ہاں حاجت سے قطع نظر خود جب ذات ہی میں اُس کی محبت ہو تو وہ حالت خطرناک ہے اور اس تحقیق سے ایک بڑے جھگڑے کا فیصلہ ہو گیا کہ علماء میں اور اہل دنیا میں بڑا جھگڑا ہے، ترقی کی بابت کہ ترقی کریں یا نہ کریں پس فیصلہ یہ ہوا کہ حاجت کی قدر تو جائز لیکن اس کو خود مقصود سمجھنا ناجائز، جس کا حاصل دوسرے عنوان میں یہ ہے کہ طلب دنیا یعنی دنیا کمانا تو بُرا نہیں ہے، لیکن حبِّ دنیا بُرا ہے۔ ہمارے حضرت نے اس کی ایک مثال دی ہے کہ مال مثل پانی کے ہے اور قلب مثل کشتی کے اور ؎

آب در کشتی ہلاکِ کشتی ست — آب اندر زیر کشتی پشتی ست

(کشتی کو اندر پانی بھر جانا کشتی کی ہلاکت کا پیغام ہے، اور پانی کشتی کے نیچے رہنا اس کے لئے قوت اور چلنے میں آسانی کا ذریعہ ہے) یعنی یہ کہ پانی کشتی کا معین بھی ہے اور اس کو ڈبونے والا بھی ہے اس طرح کہ کشتی سے باہر رہے تو معین ورنہ مہلک، اسی طرح مال ہے کہ اگر مال قلب سے باہر صرف ہاتھ میں ہے تو معین اور اگر قلب کے اندر اس کی محبت گھس گئی ہے تو مہلک، اور اسی کو کہا ہے ؎

مال را گر بہرِ دیں باشی حمول — نِعْمَ مَالٌ صَالِحٌ گفت آں رسول

(مال کو اگر دین بچانے کے لئے اٹھا رکھو تو بہتر ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ عمدہ مال ہے) حدیث میں ہے نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ (اچھا مال نیک اور صالح آدمی

کے لئے بہترین چیز ہے) ایسی حالت میں وہ لوگ مال اقارب کو دیں گے، چندہ دیں گے،
حاصل فیصلہ کا یہ ہوا کہ علماء حب دنیا کو منع کرتے ہیں، کسب دنیا کو منع نہیں کرتے تو
حاجت[1] کا مضائقہ نہیں، شح نفس[2] بُرا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس راز کو خوب سمجھا کہ جب فارس کا خزانہ آپ کے سامنے
یا تو آپ نے آیت زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ (لوگوں کے دلوں میں خواہشات کی
محبت رچا بسا دی گئی ہے) پڑھی اور فرمایا کہ اے اللہ اس سے معلوم ہوا کہ ہم میں اسکی
رغبت پیدا کی گئی ہے تو ہم اس کا ازالہ تو نہیں چاہتے مگر یہ دعا ہے کہ یہ محبت آپ کی
محبت میں معین ہو جاوے۔ غرض گرنا پڑنا اور قبلہ بنانا درست نہیں، اب میں ختم کرتا ہوں
دیکھئے خدا تعالیٰ نے کن کن شفقتوں سے ہمارا علاج فرمایا ہے کہ ظاہر و باطن سب کی درستی
ہو جاوے، اب ہمارا کام یہ ہے کہ ہم سب مل کر ہمت کریں اور علم و عمل کا اہتمام کریں، اور
یہ سب تدابیر ہیں لیکن تدابیر کا نافع ہونا خدا کی مدد سے ہوتا ہے تو دعا کیجئے کہ وہ اس کی توفیق
دے اور ہماری مدد فرماوے (آمین ثم آمین) وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ وسیدنا وحبیبنا ومولانا
محمد وآلہ واصحابہ اجمعین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

حاصل تصوف

"وہ ذرا سی بات جو حاصل ہے تصوف کا، یہ ہے کہ جب طاعت میں سستی محسوس
ہو، سستی کا مقابلہ کر کے اس طاعت کو کرے، اور جب گناہ کا تقاضا ہو
تقاضے کا مقابلہ کر کے اس گناہ سے بچے۔ جب کو یہ بات حاصل ہو گئی اس کو پھر کچھ
بھی ضرورت نہیں، کیونکہ یہی بات تعلق مع اللہ پیدا کرنے والی ہے اور یہی
اس کی محافظ ہے اور یہی اس کو بڑھانے والی ہے"

---

[1] ضرورت کی بنا پر دنیا کی حرص و بخل [2] طبیعت کا بخل

الرابطة

علم وعمل کے متعلق یہ وعظ ۲۹ رجمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ بروز شنبہ صبح ۹½ بجے بر مکان اہلیہ صغریٰ حضرت موصوف نے کرسی پر بیٹھ کر فرمایا، جو پونے چار گھنٹہ میں ختم ہوا، تعداد سامعین، مرد قریباً ۶۰، مستورات کثیر در پردہ تھیں۔ مولٰنا ظفر احمد صاحب تھانوی نے قلمبند فرمایا۔

خطبۂ ماثورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہٗ فلا ھادی لہٗ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہٗ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وبارک وسلم۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (اے ایمان والو خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کیلئے مستعد رہو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پورے کامیاب رہو۔

تمہید | اس بیان کا سبب بجز مہمانوں کی درخواست کے کچھ نہیں ہے۔ پہلے سے قصد نہ تھا اور درخواست کے بعد بھی اس واسطے قصد نہ تھا کہ کوئی مضمون ذہن میں حاضر نہ تھا مگر توکلاً علی اللہ اس شرط کے ساتھ وعدہ کر لیا تھا کہ اگر مضمون ذہن میں آگیا تو بیان کردوں گا اس کے بعد میں نے بہت سوچا مگر کوئی مضمون نہ آیا پھر رات کو خود ہی فضل ہوا کہ مضمون ذہن میں آگیا اور یہ کوئی نیا مضمون نہیں بلکہ وہ مضمون ہے جس کا تذکرہ قریب قریب ہر جلسہ میں مختلف عنوانوں سے آجکل ہوتا تھا عنوان اس کا عمل ہے، بزرگوں نے اس کا بہت اہتمام فرمایا ہے، چنانچہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات میں جابجا ارشاد ہے ؎

کار کن کار بگذر از گفتار   کاندریں راہ کار باید کار

(عمل میں لگ جاؤ باتیں بنانا چھوڑ دو، کیونکہ اس راہ میں عمل ہی کام دیتا ہے)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جس وقت خلیفہ ہوئے اور پہلے پہل خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے تو مضمون کی آمد نہ ہوئی تو آپؓ نے کچھ دیر سوچا جب سوچنے سے بھی آمد نہ ہوئی تو فرمایا اَنتُمْ اِلیٰ اِمَامٍ فَعَّالٍ اَحْوَجُ مِنْکُمْ اِلیٰ اِمَامٍ قَوَّالٍ وَسَتَأتِیکُمُ الْخُطَبُ بَعْدُ قُومُوْا اِلیٰ صَلٰوتِکُمْ رَحِمَکُمُ اللہ کہ (تم کو کام کرنے والے امام کی ضرورت ہے باتیں بنانے والے کی ضرورت نہیں) مطلب یہ تھا کہ میں انشاء اللہ کام کرکے دکھلاؤں گا خالی باتیں نہ بناؤں گا تو حضرت عثمانؓ نے بھی اس ارشاد میں عمل کی اہمیت پر تنبیہ فرمائی۔ حضرت عثمانؓ میں حیا وخجلت کا مادہ زیادہ تھا جیسا حدیث پڑھنے والوں پر مخفی نہیں اور حیا کثرتِ کلام سے مانع ہے اس لئے حضرت عثمانؓ بوجہ غلبۂ حیا کے خطبۂ طویلہ بیان نہ کرسکے۔

کثرتِ کلام | آج کل لوگ کثرتِ کلام کو ہنر سمجھتے ہیں لیکن حدیثوں سے اس کی مذمت معلوم ہوتی ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے اِنَّ اللہَ یُبْغِضُ الْبَلِیْغَ مِنَ الرِّجَالِ (اللہ تعالیٰ بلیغ لوگوں کو پسند نہیں فرماتے) بلیغ سے مراد وہ نہیں جو اہلِ معانی کی اصطلاح میں ہے بلکہ بلیغ سے مراد وہ شخص ہے جو بے تکلف بولتا چلا جائے کیونکہ مذموم یہی ہے اور بلاغت مصطلحہ مذموم نہیں (بلکہ محمود ہے لقولہ تعالیٰ وَقُلْ لَّھُمْ فِیْ اَنْفُسِھِمْ قَوْلًا بَلِیْغًا ۱۲) "اور کہئے ان سے ان کے حق میں کار آمد بات"

بہرحال کثرتِ کلام مذموم ہے، حضرت شیخ فرید الدین عطار فرماتے ہیں ؎

دل زپر گفتن بمیرد در بدن | گرچہ گفتارش بود دُرِّ عدن

(دل جسم کے اندر زیادہ بولنے سے مُردہ ہوجاتا ہے اگرچہ اس کی بات دُرِّ عدن یعنی قیمتی اور نصیحت آمیز ہی کیوں نہ ہو)

حضرات عارفین کو اس کا مشاہدہ شب وروز ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ایک کلمہ سے قلب سیاہ ہوجاتا ہے اس کے متعلق تجربہ یہ ہے اور میں اس لفظ سے بھی شرماتا ہوں کیونکہ در پردہ اس میں اپنے عارف ہونے کا دعویٰ ہے اور میں تو ان کی خاک پا بھی نہیں ہوں، بس یوں کہئے کہ تجربہ کاروں سے سنا ہے کہ ضروری گفتگو دن بھر ہوتی رہے تو اس سے قلب پر ظلمت کا اثر نہیں ہوتا، چنانچہ ایک کنجڑا دن بھر لے لو امرود پکارتا پھرے تو ذرہ برابر اس سے قلب میں ظلمت نہ آئے گی کیونکہ بضرورت ہے اور بے ضرورت ایک جملہ بھی زبان سے نکل جائے تو دل سیاہ ہوجاتا ہے پس شیخ فرید الدین عطار کے قول کا مطلب یہ ہوا کہ بے ضرورت باتیں کرنے سے دل سیاہ ہوجاتا ہے اور یہی مراد بلیغ سے حدیث میں ہے جو بیضرورت زیادہ باتیں کرے اور بے تکلف بے سوچے گفتگو کرے کیونکہ ایسا وہی شخص کرسکتا ہے جو بے فکر ہو

(باقی آئندہ)

(۲۶) فرمایا کہ صاحب مقام مشاہدۂ مسمّٰی کے ساتھ اسم کو بھی جمع کرتا ہے کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ محبوب کو یہی پسند ہے کہ دیکھتے بھی جاؤ اور ہمارا نام بھی لیتے رہو اس لئے وہ دونوں کو جمع کرتا ہے دوسرا راز اتفاقاً ابو نواس شاعر کے منہ سے نکل گیا ؎

الا فاسقنی خمراً وّ قل لی ھی الخمر ولا تسقنی سرّا متیٰ امکن الجھر

(مجھے شراب پلاتا جا اور یہ بھی کہتا جا کہ یہ شراب ہے شراب اور مجھے چھپ چھپ کر نہ پلا جبتک علانیہ ممکن ہو) یعنی مجھ کو شراب پلاتا جا اور یہ بھی کہتا جا کہ یہ شراب ہے شراب۔ اس کہنے کی یہ ضرورت تھی تاکہ نام سنکر کانوں کے ذریعہ سے لذت حاصل ہو اور دیکھ کر آنکھ کے ذریعہ لذت حاصل ہو اور پی کر زبان کے واسطے سے لذت حاصل ہو

(۲۷) فرمایا کہ کسی امر کی پیشینگوئی وارد ہونے سے اس کا خارج از اختیار ہونا لازم نہیں آتا اور جب وہ اختیار سے خارج نہیں تو اس کی تدابیر کرنا فضول نہیں۔ ورنہ اگر پیشینگوئی مانع تدبیر ہو تو چاہیئے کہ آج سے حفظ قرآن کو ترک کر دیا جاوے کیونکہ قرآن میں حفاظت قرآن کا وعدہ ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (ہمیں نے ذکر (قرآن) کو اُتارا اور ہمیں اسکی حفاظت کرینگے)

(۲۸) فرمایا کہ صوفی بیچارے ہر زمانہ میں بدنام رہے ہیں، کیونکہ وہ خاموش اور صابر ہوتے ہیں مگر معلوم بھی ہے کہ وہ صبر کیوں کرتے ہیں۔ وہ صبر کر کے حق تعالیٰ کو اپنے ساتھ کر لیتے ہیں کیونکہ حدیث میں ہے جو شخص اپنا انتقام خود لے لیتا ہے تو حق تعالیٰ معاملہ کو اسی کے سپرد کر دیتے اور جو صبر کرتا ہے اس کی طرف سے حق تعالیٰ خود انتقام لیتے ہیں، پھر وہ انتقام کیسا ہوگا۔ اس کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کے لئے ایسا غضبناک ہوتے ہیں جیسے شیر اپنے بچوں کے لئے غضبناک ہوا کرتا ہے، پھر کبھی دنیا میں بھی مزا چکھا دیتے ہیں اور کبھی آخرت پر پوری سزا کو ملتوی رکھتے ہیں اور دنیا میں کبھی تو ایسی سزا دیتے ہیں جس کو یہ شخص بھی سزا سمجھتا ہے اور کبھی اس طرح میٹھی مار مارتے ہیں کہ یہ اس کو انعام سمجھتا ہے جیسا کہ ایک مجذوب نے ایک سپاہی کو جس نے انھیں ہنٹر مادیا تھا بددعا دی تھی کہ اے اللہ اس کو تھانہ دار کر دے اور وہ چند روز میں تھانہ دار ہوگیا تھا۔

(۲۹) فرمایا کہ نااتفاقی اس واسطے مذموم ہے کہ یہ دین کو مضر ہے اور اگر دین کو مفید ہو

گو دنیا کو مضر ہو تو وہ مذموم نہیں، چنانچہ ایک نا اتفاقی وہ بھی ہے جس کو حضرت ابراہیمؑ نے اختیار فرمایا تھا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ (تمھارے لئے ابراہیم میں اور ان لوگوں میں جو ان کے شریک حال تھے ایک عمدہ نمونہ ہے جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے کہدیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان سے بیزار ہیں، ہم تمھارے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا جبتک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لے آؤ) کیا اس نا اتفاقی کو کوئی مذموم کہہ سکتا ہے۔ اور ایک اتفاق وہ تھا کہ جس کے بارے میں ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ۔ (اور ابراہیمؑ نے فرمایا کہ تم نے جو خدا کو چھوڑ کر بتوں کو تجویز کر رکھا ہے بس یہ تمھارے باہمی دنیا کے تعلقات کی وجہ سے ہے، پھر قیامت میں تم میں ایک دوسرے کا مخالف ہو جائے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا اور تمھارا ٹھکانا جہنم ہوگا)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کے مقابلہ میں جو کفار تھے ان میں باہم اتفاق و اتحاد کامل تھا مگر کیا اس اتفاق کو کوئی محمود کہہ سکتا ہے، ہرگز نہیں، بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو اس اتفاق کی بنیادیں اکھاڑ کر پھینک دی تھیں کیونکہ یہ اتفاق خلافِ حق پر تھا، پس خوب سمجھ لو کہ اتفاق صرف اسی وقت مطلوب و محمود ہے جبکہ دین کو مفید ہو، اور نا اتفاقی جبھی مذموم ہے کہ دین کو مضر ہو، اور اگر اتفاق دین کو مضر ہو اور نا اتفاقی دین کو مفید ہو تو اس وقت نا اتفاقی ہی مطلوب ہوگی۔

(۳۰) فرمایا کہ قرآن کا ایک لقب فرقانؒ بھی ہے جس سے معلوم ہوا کہ قرآن ہمیشہ جوڑتا ہی نہیں بلکہ کہیں جوڑتا ہے اور کہیں توڑتا ہے۔ جو لوگ حق پر ہوں ان کے ساتھ وصل کا حکم ہے اور جو باطل پر ہوں ان کے ساتھ فصل کا حکم ہے۔

لہ حق و باطل کے درمیان فرق و جدائی کرنے والا

(۳۱) فرمایا کہ مقتضائے حق یہی ہے کہ جب دو جماعتوں یا دو شخصوں میں اختلاف ہو تو اوّل یہ معلوم کیا جاوے کہ حق پر کون ہے اور ناحق پر کون، جب حق متعین ہو جاوے تو صاحب حق سے کچھ نہ کہا جاوے بلکہ اس کا ساتھ دیا جاوے اور صاحب باطل کو اس کی مخالفت سے روکا جاوے، چنانچہ نص ہے فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيءَ إِلٰى أَمْرِ اللّٰهِ (پھر اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جاوے)

(۳۲) فرمایا کہ فساد کے معنٰی ہیں حالت کا اعتدالِ شرعی سے نکل جانا، اور یہ افتراق ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کبھی اتفاق سے بھی فساد ہوتا ہے، پس ایسا اتفاق بھی مذموم ہے۔

(۳۳) فرمایا کہ شہرت سے دینی و دنیوی دونوں قسم کا ضرر ہوتا ہے مگر یہ وہ شہرت ہے جو اختیار وطلب سے حاصل ہو، اور جو شہرت غیر اختیاری ہو وہ نعمت ہے۔

(۳۴) فرمایا کہ غیبت عداوت کا باپ بھی ہے اور بیٹا بھی یعنی کبھی عداوت سے غیبت پیدا ہوتی ہے اور کبھی غیبت سے عداوت پیدا ہو جاتی ہے جس کا نسب ایسا بیہودہ ہو اس کی بیہودگی کے لئے یہی بات کافی ہے، پھر جب کوئی کسی کے درپے ہو جاتا ہے تو مشاہدہ ہے کہ دین کا خیال بالکل نہیں رہتا، نہ ایذا سے دریغ ہے نہ جھوٹ اور فریب سے۔ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ دشمن کو ضرر پہنچ جائے چاہے اس کے ساتھ ہمارا بھی خاتمہ کیوں نہ ہو جاوے۔

(۳۵) فرمایا کہ اگر انسان میں دین بھی نہ ہو مگر شرافت ہو جب بھی بہت سے بیہودہ کاموں سے بچا رہتا ہے اور جب نہ دین ہو نہ شرافت تو اب اس سے کسی بے حیائی کے کام سے رکنے کی امید نہیں، آجکل شرافت نسب گو باقی ہے مگر شرافت اخلاق نہیں رہی، اسی لئے آجکل دشمنی میں انسان کسی قسم کی حرکتوں سے باز نہیں آتا۔

(۳۶) فرمایا کہ پردہ کے متعلق ایک موٹی بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جن کو مجنون بنایا ہے ان کو آپ خود قید کر دیتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ نقصِ عقل موجب قید ہے، جب یہ بات مسلّم ہو گئی تو عورتوں کے لئے بھی اسی وجہ سے قیدِ پردہ کی ضرورت ہے کیونکہ ان کا بھی ناقص العقل ہونا مسلّم ہے ہاں یہ فرق ضرور ہونا چاہئے کہ جیسا نقص ہو ویسا ہی قید ہو، مجنون کامل کے لئے قید بھی کامل ہوتی ہے کہ ایک کوٹھری میں بند کر دیتے ہیں، ہاتھ پیر باندھ دیتے ہیں، اور مجنون ناقص کے لئے قید ناقص ہونا

چاہیئے کہ اس کو بلا اجازت گھر سے نکلنے کا اختیار نہ دیا جاوے۔

(۳۷) فرمایا کہ خانگی مفسدات[1] سے بچنے کی ایک عمدہ تدبیر یہ ہے کہ چند خاندان ایک گھر میں اکٹھے نہ رہا کریں کیونکہ چند عورتوں کا ایک مکان میں رہنا ہی زیادہ فساد کا سبب ہے۔

(۳۸) فرمایا کہ جو کام تنہا ہو سکے وہ مجمع کے ساتھ ہرگز نہ کرو اکثر دیکھا ہے کہ مجمع میں کام بگڑ جاتا ہے۔ دنیوی کامیابی بھی اکثر نہیں ہوتی اور کبھی کچھ دنیا مل بھی گئی تو دین کا تو ستیاناس ہی ہو جاتا ہے اور جو کام تنہا نہ ہو سکے مجمع ہی کے ساتھ ہو سکے اس کے لئے اگر دینداروں کا مجمع میسر ہو جاوے تو کرو بشرطیکہ سب دیندار ہوں یا دینداروں کو غلبہ ہو، اور اگر غلبہ دنیا داروں کو ہو اور دیندار مغلوب یا تابع ہوں تو ایسے مجمع کے ساتھ مل کر کام کرنا واجب نہیں۔ اس وقت آپ اس کام کے مکلف ہی نہ رہیں گے کیونکہ یہ مجمع بظاہر مجمع ہے اور حقیقت میں یہاں تشتت ہے، وہی حال ہو گا تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَّقُلُوبُهُمْ شَتّٰى (تم ان کو متفق سمجھتے ہو حالانکہ ان کے قلوب غیر متفق ہیں)

(۳۹) فرمایا کہ جن اعمال کا دوام ہم سے صدور ہوتا ہے یہ محض موہبت[2] ہے حق تعالیٰ نے ایک داعیہ آپ کے اندر پیدا کر دیا ہے جو کشاں کشاں آپ کو عمل کی طرف لے جاتا ہے اس لئے ہم کو اپنے اعمال پر ناز نہ کرنا چاہیئے بلکہ شکر و نیاز اختیار کرنا چاہیئے۔

(۴۰) فرمایا کہ بیشک شوق وہبی ہے مگر شوق پیدا کرنے کے اسباب تو اختیاری بھی ہیں، اگر کسی میں بطور وہب کے شوق نہیں ہے تو اس کے اسباب اختیار کر کے کسب سے شوق کو حاصل کرے گو اس وقت بھی وہ حاصل ہو گا وہب ہی سے مگر حق تعالیٰ نے وہب کے لئے بھی کچھ اسبابِ کسبیہ ایسے بنا دیئے ہیں جن کے اختیار کرنے پر وہب مرتب ہو جاتا ہے اور مقصود حصول وہب ہے خواہ خود بخود ہو جاوے یا تمہارے کسب پر مرتب ہو جاوے، پس خود بخود شوق پیدا ہو جاوے تو کیا اور اسباب اختیار کرنے پر ترتب ہو جاوے تو کیا ہر حالت میں مقصود حاصل ہے (اس کی ایک مثال آئندہ ملفوظ میں ہے)

(۴۱) فرمایا کہ دخولِ جنت وحصولِ مغفرت گو فی نفسہ وہبی ہیں اور بالذات اختیاری نہیں مگر عادۃً جن اسباب پر اس موہبت کا ترتب ہو جاتا ہے وہ اسباب اختیاری ہیں اس لئے ان کے ساتھ

---

[1] گھریلو جھگڑوں۔ [2] عطیۂ خداوندی۔

وہی معاملہ کیا گیا جو اختیارات کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ ان کی تحصیل کا امر ہے اور ان کی طرف مسارعت نہ کرنے پر شکایت ہے، چنانچہ حدیث میں ہے لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اَحَدٌ بِعَمَلِہٖ (جنت میں کوئی اپنے عمل کی وجہ سے داخل نہ ہوگا) لیکن باایں ہمہ ارشاد ہے سَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا کَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (اپنے رب کی مغفرت کی طرف سبقت کرو اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی ایسی ہے جیسے زمین و آسمان کی)

(۴۲) فرمایا کہ عادۃ اللہ یہی ہے کہ محنت کا نتیجہ راحت ہے اور مشقت کا ثمرہ سہولت ہے، چنانچہ ارشاد ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا (تنگی و دشواری کے ساتھ سہولت اور آسانی لگی ہوئی ہے)

(۴۳) فرمایا کہ حدیث میں ہے اذا حَزَبَہٗ اَمْرٌ فَزِعَ اِلَی الصَّلٰوۃِ (یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بڑی فکر پیش آتی تو آپ جلدی سے نماز میں مشغول ہوجاتے) تاکہ حق تعالیٰ سے باتیں کرکے دل بہلائیں اور تسلی وسکون حاصل کریں۔ واقعی تجربہ ومشاہدہ ہے کہ رنج و فکر کی حالت میں نماز میں مشغول ہوجانے سے رنج بہت کم ہوجاتا ہے۔

(۴۴) فرمایا کہ بعض فقہاء نے صوت عورت کو عورت کہا ہے گو بدن مستور ہی ہو کیونکہ گفتگو اور کلام سے بھی عشق اور میلان ہوجاتا ہے۔

(۴۵) فرمایا کہ اقامتِ صلوٰۃ یہ ہے کہ اس کے سب ارکان اعتدال وتسویہ کے ساتھ ادا کئے جائیں۔

(۴۶) فرمایا کہ جو رطوبت جسم جنین کے ساتھ لگی رہتی ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک طاہر ہے۔

(۴۷) فرمایا کہ عرفاً نابینائی سبب عار وہ ہے جو خلقی ہو اور کسی عارض سے نابینا ہوجانا سبب عار نہیں جیسے پیدائشی لنجا ہوجانا عیب ہے اور لڑائی وغیرہ میں ہاتھ کٹنے سے لنجا ہوجاوے تو عرفاً یہ عیب نہیں۔

(۴۸) فرمایا کہ ہمارے امام صاحب کے نزدیک اشتغال بالنکاح افضل ہے اشتغال بالطاعات سے بشرطیکہ مہر ونفقہ پر حلال طریقہ سے قادر ہو۔ امام شافعیؒ اشتغال بالطاعات کو افضل کہتے ہیں۔

(۴۹) فرمایا کہ کمال مقصود یہ ہے کہ اقتضاءاتِ بشریہ سب بدرجۂ کمال موجود ہوں پھر

مستقل رہے کہ شریعت سے تجاوز نہ ہو۔

(۵۰) فرمایا کہ شہواتِ دنیا موجب نقص نہیں بلکہ یہی موجب کمال ہیں تاٹ کا پردہ ز... تو کیا کمال ہے، اندھا نظر بد نہ کرے تو کیا کمال ہے بلکہ کمال تو یہ ہے کہ حُسن کا ادراک ہو اور طبیعت میں میلان بھی ہو پھر بھی نامحرم کو آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے۔

(۵۱) فرمایا کہ حکمت تابع فعل حق سبحانہ کے ہے، یعنی جو کچھ وہ اپنے اختیارِ مطلق سے ... وہی حکمت ہے اور اس کا فعل حکمت کا پابند نہیں کیونکہ یہ مفوت[۱] اختیارِ مطلق ہے۔

(۵۲) جہاد اشاعت اسلام کے لئے مقرر نہیں ہوا بلکہ حکومتِ اسلام قائم کرنے کے لئے ہوا۔ (اس کی مدلل تقریر باب دوم نمبر ۲۳۲ میں ہے)

(۵۳) فرمایا کہ صوفیہ ہر مسلمان سے دعا طلب کرتے ہیں جس کی سند یہ حدیث ہے اِ... مِنَ النَّاسِ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ لَكَ فَاِنَّ الْعَبْدَ لَا يَدْرِیْ عَلٰى لِسَانِ مَنْ يُسْتَجَابُ يُرْحَمُ یعنی لوگوں سے دعائے خیر کثرت سے طلب کیا کرو کیونکہ بندہ کو معلوم نہیں کس پر اس کے لئے دعا قبول ہو جاوے یا اس پر رحمت ہو جاوے۔

(۵۴) فرمایا کہ بعض مشائخ قبول بیعت میں توسیع کرتے ہیں جس کی سند یہ حدیث اِسْتَكْثِرُوْا مِنَ الْاِخْوَانِ فَاِنَّ لِكُلِّ مُؤْمِنٍ شَفَاعَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ (بہت سے ... کیونکہ ہر مومن کے لئے قیامت کے روز ایک شفاعت ہوگی) شاید وہ شفاعت تمہارے ... میں ہو جاوے۔ اور بعض مشائخ اس میں تنگی فرماتے ہیں غیرت فی الدین اور امتحان کے لئے۔

(۵۵) فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ سب میں بڑا اجر اس عیادت کا ہے جو ہلکی پھلکی ہو تعزیت ایک بار ہونا چاہئے۔ اس حدیث میں سہولت معاشرت کی کس قدر رعایت ہے۔

(۵۶) فرمایا کہ ایسا کوئی کام مت کرو جس سے دین کی سُبکی ہو، چنانچہ حدیث میں أَعِزُّوا أَمْرَ اللهِ يُعِزَّكَ اللهُ (یعنی اللہ کے دین کو غالب اور معزز کرو اللہ تعالیٰ تم کو غالب ا... بنائیں گے)

---

[۱] ختم کرنے والا

(۵۷) فرمایا کہ اپنے ہاتھوں کو دھو کر ان میں پانی پیا کرو اس لئے کہ کوئی برتن ہاتھ سے
زیادہ پاکیزہ نہیں ہے، یہ حدیث کا مضمون ہے اس میں توسط بین التکلف والتوسخ کا امر ہے۔[1]
(۵۸) فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ گناہ کم کر یعنی مت کر تجھ پر موت آسان ہو جاوے گی اور
دین کم کر یعنی مت کر تو آزادی کی زندگی بسر کرے گا یعنی کسی کے سامنے تذلل نہ اختیار کرنا
پڑے گا۔

(۵۹) فرمایا کہ حدیث میں ہے أَقِيلُوا ذَوِي الْهَيْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ إِلَّا الْحُدُودَ یعنی
وجاہت کی لغزشیں معاف کر دیا کرو بجز حدود کے۔
(۶۰) فرمایا کہ حدیث میں ہے أَكْبَرُ أُمَّتِيَ الَّذِينَ لَمْ يُعْطَوْا فَيَبْطَرُوا وَلَمْ يُقْتَرْ
عَلَيْهِمْ فَيَسْأَلُوا یعنی میری امت میں سب سے بڑے درجہ میں وہ لوگ ہیں جن کو نہ اتنا مال ملا ہو
جس سے وہ اترانے لگیں اور نہ ان پر اتنی تنگی کی گئی ہو جس سے وہ لوگوں سے مانگنے لگیں (یہ
مانگنا عام ہے خواہ صریح طور پر ہو خواہ ترکیبوں سے ہو)
(۶۱) فرمایا کہ حدیث میں ہے أَكْثَرُ مِنْ أَكْلَةٍ كُلَّ يَوْمٍ سَرَفٌ یعنی ایک دن میں
ایک بار سے زیادہ کھانا اسراف ہے چونکہ "اسراف" حاجت اور راحت کے ساتھ جمع نہیں ہوتا
اس لئے حدیث اس صورت پر محمول ہو گی کہ جب دوسری بار بدون بھوک کے کھائے جیسا اہل تنعم
اور امرا ن شکم کی عادت ہے کہ محض ادائے وقت کے لئے کھاتے ہیں۔
(۶۲) فرمایا کہ میت میں مطلق ادراک تو احادیث سوال نکیرین سے باجماع اہل حق ثابت ہے
اور ادراک مسموعات بھی باختلاف اہل حق بعض احادیث کا منطوق ہے، چنانچہ سماع موتی کی روایات
اور ان کی توجیہ میں اختلاف مشہور ہے، اور غیر مسموعات کا ادراک اور ان کی طرف توجہ اور
ان کے متعلق کوئی قصد اثباتاً یا نفیاً نصوص میں مسکوت عنہ ہے اور مسکوت عنہ فی النصوص پر اگر
کوئی دلیل صحیح قطعی یا ظنی دلالت کرے تو اس کے ثبوت کا اسی درجہ میں قائل ہونا جائز ہو گا، اور
کشف صلحاء کا دلیل صحیح ظنی ہے، ایسے ہی کشف سے بعض موتی کا علم بالمستفیض اور قصداً افاضہ
ثابت ہے، پس اس افاضہ کا بدرجہ ظن قائل ہونا جائز ہو گا، اور چونکہ دلیل ظنی دوسروں پر

[1] یعنی میلے کچیلے رہنے اور بہت زیادہ نفاست کے درمیان اعتدال اختیار کرنے۔

حجت نہیں، اس لئے اس کا مطلقاً انکار بھی جائز ہے لیکن امر قابل تنبیہ یہ ہے کہ ارواح سے ایسا استفادہ مستفید میں بعض شرائط پر موقوف ہے اس واسطے عام طور پر اس میں مشغول ہونا وقت کو ضائع کرنا ہے۔

(۶۳) فرمایا کہ اجر مطلق نیت پر موعود نہیں بلکہ عمل کا ماذون فیہ ہونا بھی شرط ہے مثلاً کوئی ناچ اس لئے کرائے کہ لوگ جمع ہوں تو وعظ کہلاؤں گا تو ناجائز ہوگا۔

(۶۴) فرمایا کہ عام طور پر قلوب میں اعتقاداً حزب البحر کی ایسی وقعت ہے کہ ادعیہ ماثورہ کی وہ وقعت نہیں اور اس کا غلو ہونا ظاہر ہے، پس اس کا ورد قابل ترک و منع ہے۔

(۶۵) فرمایا کہ اسرار کے تلاش میں کاوش نہ کرے اور جو بے ساختہ کوئی بات قلب میں آجائے اور قواعد شرعیہ کے خلاف نہ ہو تو اس کو بیان کر دے۔

(۶۶) فرمایا کہ اکابر کے علوم سے اپنے علوم کی موافقت بڑی دولت ہے جو نعمت "صحتِ مذاق وسلامتِ فہم" کی علامت ہے اس لئے قابل شکر و مسرت ہے۔

(۶۷) فرمایا کہ محقق ہونے کی علامت میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی بات سے اطمینان اور قلب کو قرار ہو جائے۔

(۶۸) فرمایا کہ شیخ کا ولی ہونا ضروری نہیں، مقبول ہونا ضروری نہیں، ہاں فن کا جاننا اور اس میں مہارت ہونا ضروری ہے، جیسے طبیب کہ اس کا پرہیزگار ہونا ضروری نہیں، فن کا جاننا البتہ ضروری ہے۔ اسی طرح اگر اعمال صالحہ ہوں، تقویٰ ہو، ولایت حاصل ہو جائے گی گو شیخ نہ ہو، ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر شیخ ولی بھی ہو تو اس کی تعلیم میں برکت زیادہ ہوگی۔

(۶۹) فرمایا کہ حزن سے جس قدر جلد مراتبِ سلوک طے ہوتے ہیں مجاہدہ سے اسقدر جلد طے نہیں ہوتے یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔

(۷۰) فرمایا کہ جب کبھی کسی کی شکایت زبان سے نکلے مجمع میں اس شخص کی خوبیاں بیان کرنا چاہیئے، کیونکہ کوئی نہ کوئی خوبی تو ہوہی گی۔

(۷۱) فرمایا کہ امراض روحانی کا ایک علاج جیسا کہ اختیاری ہے اور اس میں اہتمام کی ضرورت ہے، دوسرا علاج غیر اختیاری بھی ہے، یعنی سقم یا ہم و غم۔

(باقی آئندہ)

حامل مضامین تصوف وعرفان ماہنامہ افادات وصی اللہی کا واحد ترجمان

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ پانچ روپیہ　　مدیر: احمد مکین عفی عنہ

شمارہ ۱۱　　جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۱۲ھ مطابق نومبر سنہ ۱۹۹۱ء　　جلد ۱۴

فہرست مضامین

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام مولوی عبد المجید صاحب اسرار کریمی پریس الہ آباد سے
چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد سے شائع کیا

اعلان

رسالہ "وصیۃ العرفان" کا زرتبادلہ برائے ۹۲ء حسب ذیل ہوگا:-

فی پرچہ 5/-

ششماہی 30/-

سالانہ 55/- پاکستان 100/-

غیر ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک :-

۱۰/ پونڈ یا 15 ڈالر

---

(۱) رسالہ ہر انگریزی مہینہ کی دس تاریخ کو سپرد ڈاک کیا جاتا ہے، اگر آخر ماہ تک وصول نہ ہو تو بذریعہ خط مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ماہ کے رسالہ کے ہمراہ روانہ کیا جاسکے۔

(۲) خط اور منی آرڈر کوپن پر اپنا پتہ اور خریداری نمبر ضرور رکھیں۔

(۳) رقوم برائے رسالہ اگر بذریعہ بنک ڈرافٹ ارسال کرنا ہے تو صرف مندرجہ ذیل نام اور اسپیلنگ سے بنائیں مزید کسی لفظ کا اضافہ نہ کریں:-

"WASI YA TUL IRFAN" "وصیۃ العرفان"

(۴) پوسٹل آرڈر (ملکی وغیر ملکی) پر صرف احمد مکین لکھا جائے اور کراس نہ کیا جائے اور مقام کے خانہ میں ہیڈ پوسٹ آفس الہ آباد

نوٹ: رسالہ "وصیۃ العرفان" کے بابت ایک منی آڈر مبلغ 53/- بتاریخ ۱۶ر ستمبر ۱۹۹۱ء کو موصول ہوا، پر نہ ہی پتہ درج ہے اور نہ ہی خریداری نمبر اور نام بھی بانداز دستخط ہے جو پڑھا نہیں جاسکتا، لہٰذا گذارش ہے کہ رقم کے مرسل سے وہ دفتر کو اپنے پتہ اور نام سے جلد مطلع کریں۔

مُقَدَّمَہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ جس کی لاتعداد نعمتوں کی بارش ہر انسان پر ہر وقت ہر حال میں مبذول ہے، اس کی رضا جوئی کی فکر اور ناراضی سے پرہیز انسان کے لئے ایک فطری امر ہے اگر اطاعت پر کوئی ثواب اور نافرمانی پر کوئی عذاب بھی نہ ہوتا جب بھی شریف انسان کا فرض تھا کہ اپنے منعم حقیقی اور محسن مطلق کی نافرمانی اور ناراضی سے ڈرتا اور بچتا۔

اور جبکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم بلکہ ہر مذہب و ملت کے متفقہ اقرار وتسلیم سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ اللہ جل ذکرہٗ کی نافرمانی پر عذاب شدید اور فرماں برداری پر ثواب عظیم ملنے والا ہے تو ہر عاقبت اندیش کو مرضیات خداوندی کا اتباع اور نافرمانی سے اجتناب اور بھی ضروری ہوگیا۔

اور تمام آسمانی کتابوں خصوصاً قرآن کریم نے یہ بھی بتلا دیا کہ اس دنیا میں بھی عموماً جو مصائب اور پریشانیاں انسان کو پہونچتی ہیں وہ اکثر گناہوں کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ وَمَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ (القرآن الکریم) (اور جو مصیبت تمہیں پہونچتی ہے وہ تمہارے ہی اعمال بد کا نتیجہ ہے اور اللہ تعالیٰ بہت سے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں)

انسان ضعیف البنیان جو دنیا کی چند روزہ ہلکی مصیبت وتکلیف کو بھی برداشت نہیں کرسکتا آخرت کی دائمی اور سخت مصیبت کو کیسے برداشت کرسکے گا۔ کَذٰلِکَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَۃِ اَکْبَرُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ط (ایسا ہی ہوتا ہے عذاب اور بیشک عذاب آخرت اس سے بڑا ہے کاش وہ سمجھ لیتے۔)

اس لئے انسان پر لازم ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور گناہوں سے بچنے کی فکر کو اپنی

زندگی کا بڑا مقصد قرار دے۔

اولاً اس لئے کہ منعم حقیقی کا حق یہی ہے، ثانیاً اس لئے کہ اس کی خلاف ورزی پر آخرت میں ناقابل برداشت مصائب وتکالیف کا سامنا ہوگا اور اس وقت اس کا کوئی علاج اس کے بس میں نہ ہوگا۔ ثالثاً اس لئے کہ دنیا کی زندگی بھی چین وآرام کے ساتھ اسی پر موقوف ہے، اس کی خلاف ورزی سے دنیا میں بھی طرح طرح کے مصائب وآفات میں مبتلا ہونا پڑتا ہے۔[1]

ہر چند کہ اصل فکر عذاب آخرت کی چاہئے کہ وہ شدید (سخت) بھی ہے اور مدید (لمبی) بھی، لیکن انسان عجلت پسند ہے فوری سامنے آنے والے مصائب کو اگرچہ وہ ہلکے ہوں زیادہ سخت سمجھتا ہے اور پروردگار عالم نے دنیا کے مصائب وتکالیف میں یہ راز بھی مضمر رکھا ہے کہ غافل انسان جو عقل ودانش اور تعلیم انبیاء سے بیدار نہ ہو اس کو ان مصائب کے تھپیڑوں سے جگایا جائے کہ وہ اپنی ناشائستہ حرکتوں سے باز آجائے اور اپنے مالکِ حقیقی کو پہچانے اور اس سے ڈرے۔

وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

(ہم لوگوں کو کچھ عذاب قریب (دنیا میں) چکھا دیتے ہیں (آخرت کے) بڑے عذاب سے پہلے تاکہ وہ (اپنی حرکتوں سے) باز آجائیں)

آج کل مسلمانوں کی کشتی جن مصائب کے طوفان میں زیر وزبر ہوتی چل رہی ہے وہ کسی ذی ہوش سے مخفی نہیں۔ ع　　"برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر"

بالخصوص اس وقت ۱۳۶۶ھ اور ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کے اندر جو انقلاب سلطنت اول آئینی رنگ میں نمودار ہوا پھر اس نے غیر آئینی صورت اختیار کر کے مسلمانوں پر مصائب کے پہاڑ توڑے وہ ضبط تحریر میں نہیں آسکتے۔ اس وقت ہندوستان کی زمین لاکھوں مسلمانوں کے خون ناحق سے رنگین ہے اور لاکھوں عورتیں، بچے، بوڑھے خانماں برباد پھر رہے ہیں، انکی حفاظت وعافیت کی ظاہری تدبیریں سب منقطع ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل ورحمت سے کوئی لطیفہ غیبی ظاہر فرمادیں تو یہ اس کا نام لینے والا

---

[1] اس پر شبہ نہ کیا جائے کہ دنیا کے مصائب تو انبیاء اور اولیاء پر بھی آتے ہیں، کیونکہ ان کے مصائب اور عام لوگوں کے مصائب وآفات میں بڑا فرق ہے وہ صورۃً مصائب ہوتی ہیں حقیقتاً نہیں، اسکی پوری توضیح مقدمہ حیات المسلمین کی شرح میں لکھ دی گئی۔ (محمد شفیع)

محفوظ ہو سکتے ہیں۔ وَلِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَهُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ط (اللہ ہی کیلئے امر و اختیار ہے پہلے بھی اور بعد کو بھی وہ غالب حکمت والا ہے اور نہیں ہے زور اور قوت مگر اللہ کے ساتھ، وہ ہم کو کافی ہے اور اچھا کارساز ہے)

ان حالات و آفات کی وجہ سے دل میں آیا کہ مسلمانوں کو ان کے مصائب کے اصلی و بے خطر علاج کی طرف توجہ دلائی جائے جس کا مفید و کوثر ہونا یقینی اور ہزاروں مرتبہ کا تجربہ کیا ہوا ہے۔

مسلمانوں کے مصائب کا اصلی علاج جبکہ قرآن و حدیث کی سینکڑوں نصوص سے ثابت ہے کہ مسلمانوں پر دنیا میں بھی جو مصائب آتے ہیں وہ عموماً ان کے گناہوں کا نتیجہ ہوتے ہیں، تو ان کے درد کا علاج واضح ہو گیا کہ سابقہ گناہوں پر ندامت اور توبہ و استغفار اور آئندہ کے لئے ان کے ترک کا پختہ ارادہ اور اس کے موافق عمل شروع کر دینا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسکی توفیق عطا فرما دیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شریعت اسلام کی سہولت کا ایک نمونہ آج کل کفار و فجار کی کثرت اور دنیا کی حکومت اور عام کاروبار پر ان کے تسلط نے عالم کی فضا کو اہل دین و دیانت کے لئے ایسا تنگ بنا دیا کہ الامان والحفیظ۔ اسی کو احقر نے اپنے چند اشعار میں لکھا تھا ؎

آزاد ہے اس دور میں ہر مجرم و عاصی — مجنون ہے دیندار رہ اہل تقی بند
تھیٹر ہیں سینما ہیں بتوں کی ہے نمائش — بازار کھلے ان سے ہوئی راہ ہدیٰ بند

رشوت، سود، جھوٹ، فریب، ظلم و جور گویا ضرورت یا زندگی میں شامل ہو گئے یہاں تک کہ بہت سے مسلمان اپنے آپ کو ان چیزوں سے مجبور و معذور سمجھ کر تدارک سے بھی بے فکر ہو گئے وہ سمجھنے لگے کہ گناہوں سے توبہ دنیا کی زندگی کو اپنے اور اپنے اہل و عیال پر ختم کر دینے کے مرادف ہے، لیکن حقیقت یہ نہیں، اول تو حق تعالیٰ نے رزق کے اس قدر بے شمار دروازے کھولے ہیں کہ ڈھونڈھنے والے کو آج بھی حلال روزی مل سکتی ہے زائد سے زائد یہ ہے کہ کچھ مشکلات کا مقابلہ یا کچھ خواہشات نفسانی میں کمی کرنا پڑے، سو عذاب آخرت اور مصائب دنیا

---

[۱] اس کا یہ مطلب نہیں کہ اپنے تحفظ کا ظاہری سامان نہ کیا جائے یا اس میں غفلت برتی جائے کیونکہ سامان تحفظ مہیا کرنا خود ایک شرعی حکم اور روحانی علاج کا ایک جزو ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ محض ظاہری تدبیروں کو کافی نہ سمجھے بلکہ ان کو ساتھ اس اصلی اور بے خطر تدبیروں سے بھی غافل نہ ہوں۔ ۱۲ منہ

کے مقابلہ میں یہ کوئی چیز نہیں۔ ثانیاً حق تعالیٰ کی رحمت عامہ اور شریعت اسلامیہ کی سہولت قربان جانے کے قابل ہے، جو شخص کسی مجبوری کے سبب کسی گناہ میں مبتلا ہے مگر اپنے فعل پر نادم اور اپنے آپ کو مجرم سمجھتا ہے اور اس سے نکلنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے وہ بھی امید ہے کہ توبہ کرنے والوں میں داخل سمجھا جائے۔

اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ گذشتہ گناہوں کے تدارک اور آئندہ سے اجتناب کے لئے کسی وقت ہمت نہ ہارے جس قدر کوشش ممکن ہو[1] اس کو فوراً شروع کردے رحمۃ للعالمین سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے کچھ روحانی تدبیریں بھی بتلائی ہیں جن سے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور توبہ قبول ہوتی ہے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق اور اس کے راستے سہل ہو جاتے ہیں۔

اس مختصر رسالہ میں بندہ گناہگار نے ان تدبیروں اور اعمال کو جمع کر دیا جن کو معتبر احادیث میں سابقہ گناہوں کا کفارہ آئندہ گناہوں سے بچنے کا ذریعہ بتلایا ہے۔

شیخ ابن العباس احمد العثمانی اپنے ایک رسالہ میں لکھتے ہیں کہ

"اس زمانہ میں معاصی اور گناہوں کا دریا اُبل رہا ہے اور چاروں طرف سے اسکی موجوں نے لوگوں کو گھیر لیا ہے جن سے دامن بچا کر نکلنا بجز مخصوص اہل اللہ کے سخت دشوار ہو گیا ہے، اس لئے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ ادائے فرض و واجبات کے بعد مکفرات ذنوب کا خاص اہتمام کرے، کیونکہ جو شخص گناہوں کی کثرت کے باوجود ان مکفرات ذنوب میں مشغول رہا اس کی مصیبت ہلکی ہو جائے گی اور وہ اس شخص سے بہتر رہے گا جو گناہوں میں مبتلا ہے اور مکفراتِ ذنوب کا اہتمام نہیں کرتا، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ (یعنی نیک عمل گناہوں کو مٹا دیتے ہیں)

---

[1] کم از کم ان بے لذت گناہوں کو تو فوراً چھوڑ دے جن میں محض غفلت یا بے فکری سے مبتلا ہے نہ کوئی دنیوی مفاد ان سے متعلق ہے نہ ان میں کوئی لذت و فائدہ ہے، ایسے گناہوں کی فہرست احقر نے ایک مستقل رسالہ میں بنام گناہ بے لذت میں مع ارکان متعلقہ جمع کر دی ہے اسکو دیکھ لیا جائے۔ ۱۲ منہ۔

اور حدیث میں ہے کہ "اگر تم سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کے بعد کوئی نیکی کر لو گناہ کے اثر کو مٹا دیگی" ایسا شخص جو گناہوں میں مبتلا رہا اور کفارات ذنوب میں بھی مشغول رہا اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیمار بد پرہیزی بھی کرتا رہے اور دوا بھی جاری رکھے کہ وہ اس سے غنیمت ہے جو بد پرہیزی کرکے دوا کا کوئی اہتمام نہ کرے یا زخم پر زخم کھاتا جائے اور مرہم پٹی کی کوئی فکر نہ کرے۔

غرض علمائے شریعت اور مشائخ طریقت نے اس زمانہ میں خاص طور پر اس کی ہدایت کی ہے کہ کفارات ذنوب کا ہر شخص کو اہتمام کرنا چاہیئے، اس لئے کہ بہت سے علمائے سلف وخلف نے اُن اعمال کو خود جمع کرنے کا خاص اہتمام فرمایا،

حافظ الدنیا شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاریؒ نے ایک مستقل رسالہ بنام "اَلْخِصَالُ الْمُکَفِّرَاتُ عَنِ الذُّنُوْبِ الْمُتَقَدِّمَةِ وَالْمُتَأَخِّرَةِ" تالیف فرمایا، ان سے پہلے حافظ ذکی الدین عبدالعظیم منذری مصنف ترغیب وترہیبؒ نے ایک رسالہ اسی موضوع پر تصنیف فرمایا اور ان سے پہلے شیخ ابوبکر مزوری استاذ امام نسائی نے ایک مستقل رسالہ لکھا پھر شیخ ابو زید ابن خلیل اذرعی نے ایک رسالہ بنام "بَشَارَةُ الْمَحْبُوْبِ بِتَکْفِیْرِ الذُّنُوْبِ" تصنیف فرمایا، اسی طرح شیخ محمد بن خطاب شارح مختصر خلیل مالکی نے ایک رسالہ "تفریج القلوب فی الخصال المکفرة لما تقدم وما تأخر من الذنوب" تحریر فرمایا (کذا فی شفاء الاسقام) نیز شیخ الاسلام ابوالفضل جعفر الکتانی الحسنی مالکی نے اس موضوع پر ایک جامع محققانہ رسالہ تصنیف فرمایا جس کا نام "شفاء الاسقام والآلام بما یکفر ما تقدم و ما تاخر من الذنوب والآثام" ہے۔

احقر مؤلف کو اول الذکر اور آخر الذکر دو رسالے دیکھنے کا اتفاق ہوا، انھیں دونوں رسالوں کا خلاصہ احقر کے رسالہ کا متن ہے اللہ تعالیٰ ان علمائے مقبولین کی برکت سے اس رسالہ کو بھی مقبول ومفید بنائیں اور اس سراپا گناہ کے لئے ذریعۂ نجات ومغفرت بنا دیں کہ عمر گرانمایہ کی ترسٹھ منزلیں غفلت ونسیان اور اتباع وہویٰ وعصیان میں گذر چکی ہیں، قویٰ اکثر ساقط ہو چکے ہیں، باقی بھی آہستہ آہستہ جواب دے رہے ہیں، منزل بعید ہے اور زاد راہ کچھ نہیں۔ فَلَاھَلِیَ اَعْ

وَلَا مَنْجَأَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَیْہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (اور نہیں ہے جائے پناہ اور جائے نجات اللہ سے مگر اللہ ہی کی طرف اور نہیں ہے زور اور قوت مگر اللہ ہی کے ساتھ)

اگلے پچھلے گناہوں کی معافی پر ایک شبہ اور اس کا جواب

مکفرات ذُنُوب جن کا بیان آگے آتا ہے ان کے متعلق چند احادیث میں وارد ہوا ہے کہ فلاں فلاں عمل کرنے والے کے اگلے اور پچھلے[1] گناہ معاف ہو جائیں گے اور بعض اعمال میں ایک سال بعد کی معافی مذکور ہے، اس پر ایک سرسری شبہ تو یہ ہوتا ہے کہ اگلے اور پچھلے گناہوں کی معافی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے جس کو قرآن کریم نے آپ کے خاص فضائل میں شمار کیا ہے:-

لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ (تاکہ بخشے اللہ تیرے وہ گناہ جو پہلے ہیں اور بعد کے ہیں) لیکن اس کا جواب ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو گناہ سے معصوم ہیں۔ آپؐ تو کبھی گناہ کے قریب بھی نہیں گئے، اس لئے اس آیت کے معنی اس کے سوا نہیں ہو سکتے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اگلے اور پچھلے گناہوں سے معصوم کر دیا آپؐ سے گناہ صادر ہی نہ ہوگا۔ اسی مضمون عصمت کو مغفرت کے عنوان سے تعبیر فرمایا گیا ہے جس میں اشارہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ کی طرف سے عصمت نہ ہوتی تو سب گناہوں سے محفوظ رہنا کسی کے بس کا کام نہیں تھا اس لئے انبیاء علیہم السلام کو فضیلت عصمت عطا فرمانا ایسا ہی احسان عظیم ہے جیسے عامۂ مومنین کے گناہوں کی مغفرت (کذا فی شفاء الاسقام بزیادۃ)

دوسرا شبہ اس جگہ یہ ہوتا ہے کہ اگلے گناہ جو انسان سے سرزد ہو چکے ہیں ان کی معافی کا مطلب تو ظاہر ہے لیکن پچھلے گناہ جو ابھی تک سرزد ہی نہیں ہوئے بلکہ بعد میں سرزد ہونے والے ہیں ان کی معافی قبل از وقوع کیسی؟

اور شاید اسی بنا پر حافظ ابن تیمیہؒ نے ان سب روایات کو موضوع یا ضعیف ناقابل عمل قرار دیدیا جن میں اگلے سال کی معافی مذکور ہے، مگر اہل تحقیق کے نزدیک ابن تیمیہؒ کا یہ کلام صحیح نہیں بلکہ اصحاب تنقید حدیث کے نزدیک ان روایات میں بعض صحیح اور بعض حسن ہیں۔

---

[1] اگلے گناہ سے مراد سابق گناہ ہیں جو سرزد ہو چکے ہیں اور پچھلے سے مراد وہ گناہ ہیں جو بعد میں سرزد ہوں گے۔ ۱۲ منہ

(مکتوب نمبر ۷۰۵)

حال :۔ حالت سفر میں ایک دن قریب آسمان تک پرواز کی۔ تحقیق :۔ پرواز نہ کرو بھائی یہاں کون رہے گا۔

حال :۔ ہر ذکر اسم باری پر ٹھہر ٹھہر کر پرواز کرتا گیا، وہاں پر روشنی اور سرخی کے سوا کچھ نہ تھا غرضکہ واپس ہوا۔ ذکر کرنے سے اب قلب میں درد محسوس ہونے لگتا ہے کچھ دیر کے بعد درد رفع ہوجاتا ہے۔

تحقیق :۔ کچھ استعمال کرو کہیں تکلیف بڑھ نہ جائے۔

حال :۔ ذکر پاس انفس کا شغلہ رکھتا ہوں الحمدللہ کوئی فاسد خیال نہیں آتے نماز بھی یکسو ہوتی ہے۔

تحقیق :۔ الحمدللہ۔

حال :۔ اکثر و بیشتر نماز میں قبل از نیت بیت الحرام میں قیام کی نیت کرکے اسی تخیل سے نماز ختم کرتا ہوں گویا اسی حرم مسجد میں نماز ادا کر رہا ہوں۔ اکثر رات کو خواب میں قوم جن کے افراد سے لڑائی ہوتی ہے کوئی تعویذ یا سورہ جن پڑھنے کی اجازت فرمایئے یا ایسی صورت نہ ہونے پائے۔

تحقیق :۔ ہوگی نہیں، التفات نہ کرو۔

حال :۔ رات بھر تشویش رہتی ہے، رات کے مشغلہ میں دلسوزی نہیں ہونے پاتی، میرے حق میں خاص توجہ سے دعا فرمایئے۔ تحقیق :۔ دعا کرتا ہوں۔

(مکتوب نمبر ۷۰۶)

حال :۔ حضرت والا کا والانامہ شرف صدور بخشا، پڑھ کر اپنی زندگی کی حقیقت پر نظر پڑی نہایت ندامت کی بات ہے کہ اتنی گندگیوں اور نجاستوں کے ساتھ زندگی گزر رہی ہے جنکا زبان پر لانا تک انتہائی درجہ کی بیحیائی معلوم ہوتی ہے۔ جتنے اخلاق رذائل ہیں وہ تمام کے تمام میرے اندر خوب راسخ ہوچکے ہیں، طبیعت جاہلوں جیسی بن گئی ہے۔ جتنی تباہیاں اور نجاستیں ہیں سب کے سب مجھ میں جمع ہوگئے ہیں، لگتا ہے اس سلسلہ میں غور کرتا ہوں تو اپنی خباثتوں اور گندگیوں کے بنا پر دنیا میں رہنے سے ختم ہوجانا بہتر معلوم ہوتا ہے، چند مہینوں سے باطنی حالت

بالکل خراب ہو چکی ہے، گھر وغیرہ کے معاملات میں والدین اور بھائی بہن سے بعض بیجا حرکتوں کے سبب ایسی نفرت و عداوت پیدا ہو گئی تھی کہ عمر بھر ان سے کوئی رشتہ و تعلق نہ رکھنے کا ارادہ تھا، گھر کے تمام واقعات کو سیدی استاذی مدظلہٗ کی خدمت میں پیش کیا، حضرت والا دلسوزی و شفقت کے ساتھ تمام باتوں کو سمجھائے، اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا تمام باتیں سمجھ میں آگئیں۔ اوّلاً ہر ایک سے حضرت والا معاملہ صاف کرنے کے لئے فرمائے ہوئے تھے، حسب حکم والدین، بہن، بھائی وغیرہ سے معاملہ صاف کر لیا گو طبیعت بالکل آمادہ نہ تھی، اس سے بحمداللہ والدین سے تواضع کے سبب سے کبر بہت سا ٹوٹ گیا، اب ہر آن ہر لحظہ اپنی ہی کوتاہی پر نظر رہتی ہے، خود غرضی اور کبر کے ازالہ کے لئے حضرت والا کوئی علاج تحریر فرمائیں، اخلاص کے لئے دعا فرمائیں۔

تحقیق :- خود غرضی و کبر علاج یہ ہے کہ جس نے کوئی ایسی حرکت جس میں کبر ترشح ہو رہا ہو اور ہو، تو اپنے کو اس کے سامنے گراؤ، دو چار مرتبہ میں نفس راضی ہو جائے گا، میں بھی دعا کرتا ہوں اور تم بھی دعا کرتے رہو، اللہ تعالیٰ رذائل سے پاک کر دے، اور یہ سمجھ لو کہ سب رذائل میں اصل کبر ہے، اسی کو پکڑلو اگر اس کی اصلاح ہو گئی تو سب کی ہو جائیگی اور آسانی سے ہو جائے گی، ایک ایک رذیلہ کو اگر اصلاح میں لوگے تو ساری عمر ختم ہو جائے گی اور کسی کی بھی اصلاح نہ ہوگی، یہ بہت کام کی بات لکھ رہا ہوں، اس کا نفع عمل کرکے دیکھو۔

(مکتوب نمبر ۱۰۰)

حال :- حضرت والا کے فیوض و برکات یہ احقر اپنے میں برابر محسوس کرتا ہے۔

تحقیق :- الحمد للہ۔

حال :- اس دفعہ کے سفر میں احقر کو بہت ہی فائدہ ہوا۔ **تحقیق :-** الحمد للہ آپ کو باطنی فائدہ ہوگا ان شاء اللہ۔

حال :- بہت سے رذائل سے تنبہ ہوا۔ **تحقیق :-** الحمد للہ۔

اور خدا کے فضل و کرم سے ان پر بہت بڑی حد تک قابو پا لیا۔

تحقیق :۔ الحمد للہ علی احسانہ

حال :۔ اس میں غیبت سب سے بدترین عیب تھا۔ **تحقیق** :۔ بیشک۔

حال :۔ احقر اپنے معمولات پر سابق بدستور کاربند ہے۔ **تحقیق** :۔ الحمد للہ۔

حال :۔ اور حضرت والا کی توجہ کی وجہ سے احقر کے وساوس ختم ہو گئے۔

تحقیق :۔ الحمد للہ۔

حال :۔ احقر ایک قسم کی روحانی ترقی محسوس کرتا ہے۔ **تحقیق** :۔ مبارک ہو۔

حال :۔ حضرت والا سے دعا کے لئے التجا کرتا ہوں کہ ہر طرح عافیت حاصل ہو۔

تحقیق :۔ دعا کرتا ہوں۔

(مکتوب نمبر ۸۰)

حال :۔ الحمد للہ بندہ کام میں لگا ہوا ہے۔ **تحقیق** :۔ الحمد للہ

حال :۔ ابتک ذکر سے غفلت برت کر جس بدمزگی کی زندگی گزار رہا تھا، الحمد للہ کہ اب ایام بامزہ ہو گئے۔ **تحقیق** :۔ الحمد للہ علی احسانہ۔

حال :۔ یعنی طبیعت خوش رہتی ہے۔ **تحقیق** :۔ الحمد للہ۔

حال :۔ اور اوقاتِ ذکر سے ایک نسبت سی ہو گئی ہے۔ **تحقیق** :۔ الحمد للہ۔

حال :۔ کہ اس وقت دوسرا کام کرنا ظلم معلوم ہوتا ہے۔ **تحقیق** :۔ الحمد للہ

حال :۔ یہ حضرت والا کی فیض صحبت کی برکت ہے۔ **تحقیق** :۔ الحمد للہ

حال :۔ اللہ تعالیٰ اس میں دوام اور ثبات اور ترقی عطا فرمائے۔ **تحقیق** :۔ آمین

حال :۔ دوسری چیز جسے حضرت والا پہلے بھی فرمایا کرتے تھے اور اب تو بہت ہی شد و مد سے فرما رہے ہیں وہ قرآن پاک سے مناسبت اور اس کا ذوق ہے۔ **تحقیق** :۔ بیشک۔

حال :۔ واقعی ہم لوگ اس سے بالکل کورے ہیں۔ **تحقیق** :۔ الحمد للہ۔

حال :۔ خیر ابتک کا تو عذر ہو سکتا تھا کہ [illegible] اس طرح سے ذوق پیدا ہی نہیں کیا تو از خود

کیسے پیدا ہو جاتا۔ لیکن اب یہ عذر بھی ختم ہو گیا جبکہ حضرت والا نہایت ہی اتم اور احسن طریقہ پر ہماری اس خامی کی تلافی فرما رہے ہیں۔ **تحقیق** :۔ بیشک۔

حال :۔ الحمدللہ باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ **تحقیق** :۔ الحمدللہ۔

حال :۔ اور قلب کو متأثر کرنے کی بھی فکر رکھتا ہوں **تحقیق** :۔ الحمدللہ۔

حال :۔ اسی کی دعا چاہتا ہوں کہ حضرت والا دعا فرمائیں۔ **تحقیق** :۔ دعا کرتا ہوں۔

حال :۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب پاک کو سمجھنے اور اس میں فکر کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ **تحقیق** :۔ آمین

حال :۔ اپنا الحمدللہ نہ تو خیال تھا کہ قرآن شریف کا فہم صرف عربی دانی سے حاصل ہو جاتا ہے مگر حضرت والا نے اس کو روزِ روشن کی طرح ثابت فرما دیا۔ **تحقیق** :۔ بیشک

حال :۔ کہ بدون احادیث کی روایات اور حضرات صحابہ کے اقوال اور حضرات مفسرین کی تفاسیر کی جانب مراجعت کے قرآن شریف کی آیات سے حق تعالیٰ کی مراد کا سمجھنا ناممکن ہے۔ **تحقیق** :۔ بیشک

حال :۔ یوں کچھ خطور لغوی معنیٰ کے ہو جائیں۔ **تحقیق** :۔ آمین۔

حال :۔ تو ہو سکتا ہے مگر وہ فہم قرآن کیلئے ناکافی ہے۔ **تحقیق** :۔ بیشک۔

حال :۔ دعا فرمائیے کہ۔ **تحقیق** :۔ دعا کرتا ہوں۔

حال :۔ اللہ تعالیٰ اپنی محبت اور اپنے کلام سے نسبت عطا فرمائے۔ **تحقیق** : آمین۔

حال :۔ اور دین کا فہم عطا فرما کر۔ **تحقیق** :۔ آمین۔

حال :۔ حضرت والا کی باتوں کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **تحقیق** :۔ آمین

(مکتوب نمبر ۱۰۹)

حال :۔ سیدی اب کی بار کی حاضری خدمت اقدس میں اپنی ہر طرح کی نااہلی، بے مائگی علمی بھی عملی بھی ظاہری بھی باطنی بھی اچھی طرح مستحضر ہو گئی ہے۔ **تحقیق** :۔ الحمدللہ

حال :۔ کونسا نقص ہے جو ہم میں نہیں ہے۔ اور کونسا کمال ہے جس سے ہم عاری نہیں ہیں، ملا شبہ

اپنا ضمیر خود اپنے کو ملامت کر رہا ہے کہ جیسی زندگی تم گزار رہے ہو اور اسی پر قناعت کئے بیٹھے ہو ایک مؤمن بالخصوص کچھ پڑھے لکھے کے لئے باعث عار اور شرم کی بات ہے

تحقیق:۔ الحمدللہ

حال:۔ دعا فرمائیں کہ اپنے اندر کی یہ آواز کسی سمجھے بوجھے انقلاب کا سبب بنے۔

تحقیق:۔ آمین

حال:۔ اور اپنے ضمیر کی یہ ملامت کچھ اثر دکھلا دے۔ **تحقیق:۔** آمین۔

حال:۔ اپنی زندگی کے جو ایام گذر گئے ہیں وہ تو بالکل اس کے مصداق ہیں ؎

عمر گراں مایہ دریں صرف شد　　تا چہ خورم صیف و چہ پوشم شتا

میرے آقا اس گنہ گار کے لئے آپ نے بڑی محنت کی ہے بڑا تعب برداشت کیا ہمیشہ دعاؤں سے اور توجہات خالصہ سے امداد فرماتے رہے ہیں، دعا فرمادیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آں مخدوم کے طفیل میں اللہ تعالیٰ کے نہ معلوم کتنے بندے اپنے مقاصد میں کامیاب ہیں اور ان کی زندگی۔ ع زندہ آنست کہ با دوست وصالے دارد، والی زندگی ہو گئی ہے، اسی طرح اس ناکارہ کی زندگی بھی ایک حقیقی زندگی ہو جائے۔

تحقیق:۔ آمین دعا کرتا ہوں۔

حال:۔ سیدی برسوں سے بن گوش میں تکلیف ہے آج زیادہ ہو گئی ہے، صحت وعافیت کی دعا فرمائیں۔ **تحقیق:۔** دعا کرتا ہوں۔

(مکتوب نمبر ۱۰۱)

حال:۔ الحمدللہ حضرت والا کے کرم وشفقت سے حکمت وتدبیر سے انداز لطیف سے اور دعاؤں کی برکت سے اس آوارہ کے حالات رو بہ اصلاح ہوتے جارہے ہیں۔

تحقیق:۔ مبارک ہو۔

حال:۔ ورنہ گمراہی اور ضلالت کے جن عقبات میں پھنس چکا تھا ان میں کے ہر ایک وادی تیہ کی طرح ایسے تھے کہ بس نکلنا محال تھا۔ **تحقیق:۔** صحیح فرماتے ہیں۔

حال :۔ آپ نے محض اپنی رافت سے بے پناہ دستگیری فرمائی، اللہ کا شکر ہے حضرت والا کی کاوشوں کے اثرات ظاہر ہوئے۔ تحقیق :۔ الحمد للہ

حال :۔ اور ہوتے جا رہے ہیں۔ تحقیق :۔ الحمد للہ

حال :۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شدہ شدہ کام میں لگنے کی صلاحیت بڑھ رہی ہے۔

تحقیق :۔ الحمد للہ۔

حال :۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ۔ تحقیق :۔ الحمد للہ علی احسانہ

حال :۔ جو جمود اور وقوف کی حالت پیدا ہو گئی تھی رفتہ رفتہ زائل ہو رہی ہے۔

تحقیق :۔ الحمد للہ۔

حال :۔ بحمد اللہ حضرت والا کا مسلسل تصور قائم ہے۔ تحقیق :۔ الحمد للہ۔

حال :۔ جس کو اس حقیر نے اپنے علم اور تجربے سے بیحد مفید اور اکسیر پایا۔

تحقیق :۔ مبارک ہو۔

حال :۔ جس کے سبب طبیعت کی حرص اس جانب بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ تحقیق :۔ الحمد للہ

حال :۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس مبارک رابطہ نے باطنی آزادی کا میل بڑے حد تک دھو دیا۔

تحقیق :۔ الحمد للہ علی احسانہ۔

حال :۔ وجدانی طور سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ۔ تحقیق :۔ الحمد للہ۔

حال :۔ دنیا میں آپ کے سوا نہ کوئی میرا ہے اور نہ میں کسی کا، قلب اور دونوں سے حضرت والا ہی کا محتاج ہوں۔ تحقیق :۔ یہ وحدت مطلب ہے۔

حال :۔ اللہ تعالیٰ سے برابر التجا ہے کہ حضرت والا سے صحیح تعلق اور کامل محبت پیدا فرما دیں۔

تحقیق :۔ آمین

حال :۔ مکتوبات کے دیکھنے کا سلسلہ پابندی سے بطور معمول جاری ہے۔

تحقیق :۔ الحمد للہ۔

حال :۔ بحمد اللہ اس سے نفع ہوتا ہے۔ تحقیق :۔ مبارک ہو۔

حال :۔ یعنی [illegible] کی توفیق [illegible] نصیب ہوتی ہے۔ تحقیق :۔ الحمد للہ

اور خوب سمجھ میں آتا ہے کہ ۔ **تحقیق** :۔ الحمدللہ

حال :۔ حضرت والا کی تعلیمات صرف ارارۃ طریق ہی نہیں بلکہ ایصال الی المطلوب بھی ہیں اب تو آپ نے اپنی بے نظیر تعلیمات کے ذریعہ کام بہت آسان اور منزل بہت قریب فرمادی ہے

تحقیق :۔ بھائی میں کیا چیز ہوں، باقی شاید آپ صحیح کہتے ہیں۔

حال :۔ بس قدر ہے ہمت اور توجہ درکار اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھنے کی اور قدر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں ۔ **تحقیق** :۔ آمین۔

حال :۔ کیونکہ کسی صاحب باطن محقق کی ناقدری بڑی گمراہی اور وبال عظیم کا باعث ہے۔

تحقیق :۔ بالکل صحیح ہے۔

حال :۔ حضرت والا دعا فرمائیں کہ ۔ **تحقیق** :۔ دعا کرتا ہوں۔

حال :۔ آپ ہی کا ہو کر جیوں ۔ **تحقیق** :۔ آمین ۔

حال :۔ اور آپ ہی کا ہو کر مروں ۔ **تحقیق** :۔ آمین، یہی اخلاص ہے اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

حال :۔ اللہ تعالیٰ کامل اخلاص نصیب فرمائیں ۔ **تحقیق** :۔ آمین

(مکتوب نمبر ۱۱۴)

حال :۔ حضرت اقدس میں اس سے پہلے بھی شاید دو یا تین بار صرف بھائی جان کے حکم کی خانہ پُری کے بطور عریضے ارسال کرتا رہا ہوں " بھائی جان کے حکم کی خانہ پُری " ! یہ الفاظ لکھ کر اگر کوئی بے ادبی کی ہے تو معافی کا خواستگار ہوں، لیکن اس گمراہی کے زمانے میں سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے آپ سے کوئی خلوص اور کوئی عقیدت ہی نہیں تھی جس کے اقرار میں مجھے کوئی باک نہیں ہے ۔ پھر بھی یہ سوچ کر کہ میں بھائی جان کا کوئی حکم نہیں مانتا، صرف ایک خط ہی تو لکھنا ہے لاؤ لکھے دیتا ہوں، میں نے آپ کو وہ خطوط لکھے، نتیجتہً کچھ اس قدر گمراہ ہوا اس قدر تباہ ہوا کہ اب تک اس شہر کے ہر مرد کی زبان پر میری تباہی کے افسانے ہیں، اس گمراہی کا انجام یہ ہوا کہ لُٹ گیا اور غلط صحبت کے نتائج کردار کچھ ایسے ثبت ہوئے کہ تعلیم

ادھوری رہی، والدین کو ناخوش کیا، خود کچھ بھی نہ بن سکا اور میرے لئے والدین نے جو خواب دیکھے، مجھ سے جو امیدیں وابستہ کی تھیں اور جو ارادے اور منصوبے انھوں نے میرے لئے باندھے تھے وہ تشنۂ تکمیل رہے اور ہنوز تشنۂ تکمیل ہیں۔ ایک اسکول میں ماسٹر ہوگیا

سات ماہ کی تنخواہیں رکی ہیں جو ہنوز نہیں ملی ہیں، لیکن بعد میں جب تنخواہیں ملنا شروع ہوئیں تو پہلی بار محسوس ہوا کہ اتنا گمراہ ہو کر اگر اب مجھے کچھ ملا ہے تو وہ یہ ہے کہ کم از کم جائز اور حق، حلال کی کمائی تو کھا رہا ہوں اور اس طرح پہلی بار پہچانا کہ "حق" کیا ہوتا ہے، اس حقیقت کو میں اس گمراہی میں نہ پڑ کر بھی جان سکتا تھا لیکن جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ جب کوئی شخص شیطان کے تابع ہو جاتا ہے تو خدا اس کی عقل پر پردے ڈال دیتا ہے، میری عقل پر پردے پڑے ہوئے تھے اور میں خدا اور اس کے رسولؐ کے احکام نہ سُنکر صرف شیطان کی آوازیں سُن رہا تھا اور حد تو یہ ہے کہ ہر بیجا کام کرنے کے بعد ہر وقت جاگتے رہنے والے ضمیر نے بھی مجھ پر ملامت نہیں کی۔ آج یہ بات عملی طور پر جان گیا ہوں کہ واقعی جو شخص ضمیر کو ٹھکراتا رہتا ہے، تو پھر ضمیر بھی اس کے کسی کام میں دخل اندازی پسند نہیں کرتا۔

اُس زمانے میں میں نے کون کون سے ننگِ خاندان، ننگ انسانیت اور شرمناک حد تک ذلیل کام کئے، اس کے بارے میں بھائی جان آپ کو لکھتے رہے ہیں اور آپ سے میرے لئے راستی کی دعاؤں کے طالب رہے ہیں، لیکن سچ ہے کہ خدا اس شخص کی حالات از خود نہیں بدلتا جس کو اپنے حالات بدلنے کی خود کوئی فکر نہ ہو، اس لئے میرے لئے تو یہی ہوتا رہا کہ ؎

"مرض بڑھتا گیا جیوں جیوں دوا کی"۔ مجھ سے کیا کیا سرزد ہوا اس بارے میں اپنے قلم سے کچھ لکھتے ہوئے مجھے شرم محسوس ہو رہی ہے، لیکن میں آپ کو اس تباہی کے ردِ عمل کی اطلاع ضرور دینا چاہتا ہوں اور آپ سے دعائیں چاہتا ہوں کہ اب جو راستی اور سچائی کی ہلکی سی کرن میرے سیاہ دل میں جاگی ہے خدا کرے ہمیشہ یہ کرن میرے دل میں

(باقی آئندہ)

غرض ہر شئے میں اعتدال و توسط محبوب و مطلوب ہے۔ خیر الامور اوساطہا
نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

الاقتصاد فی النفقۃ نصف المعیشۃ — نفقہ میں اعتدال نصف معیشت ہے۔

خلفاء راشدین کے ارشادات عالیہ :- اب اقتصاد کے بارے میں اقوال صحابۂ کرامؓ سنئے :-

واثنی ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ علی الاقتصاد بقولہ ما عال مقتصد قط۔ وقال انی لا بغض اھل بیت ینفقون رزق ایام فی یوم واحد۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اقتصاد کی ان الفاظ سے تعریف فرمائی کہ (نفقہ میں اعتدال اختیار کرنیوالا نہ پہلے محتاج ہوا اور نہ ہوگا۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ میں ایسے اہل خانہ سے بغض رکھتا ہوں جو کئی دن کی روزی ایک دن میں صرف کر ڈالیں۔

وقال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان اللہ یحب القصد والتقدیر ویبغض السرف والتبذیر۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اعتدال اور اندازے سے خرچ کرنے کو پسند فرماتے ہیں اور فضول خرچی اور ضرورت سے زیادہ صرف کرنے کو ناپسند فرماتے ہیں۔

وقال علی کرم اللہ وجہہ دع الاسراف واقتصد واذکر فی الیوم غداً۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اقتصاد کو اختیار کر کے اسراف کو ترک کر دو اور آج ہی سے کل کا خیال رکھو۔

وقال معاویۃ رضی اللہ عنہ حسن التقدیر نصف الکسب وھو قوام المعیشۃ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خوب اندازے سے صرف کرنا (حسن انتظام) نصف کسب اور معیشت کی اساس ہے۔
(بنیاد)

(السمیر المہذب)

پس ان ارشادات عالیہ سے معلوم ہوا کہ انفاق میں اعتدال شرعاً مطلوب ہے اور اسراف ممنوع ہے اس لئے کہ مال اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اسی کا عطیہ ہے۔ جس طرح بندے اس کے حاصل کرنے میں جائز طریقوں کے اختیار کرنے کے مکلف ہیں اسی طرح اس کے صرف کرنے میں اس امر کے پابند ہیں کہ ہمارا یہ انفاق از روئے شرع جائز بھی ہے یا نہیں۔ اگر مال کو اپنی ملک سمجھ کر منشاء شارع کے خلاف تصرف کرے تو یہ بندے کی سرکشی اور طغیان ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہے۔

پس معاصی اور لغویات میں صرف کرنا اسی طرح مباحات میں بلا سوچے سمجھے اتنا خرچ کہ ضروری حقوق کی تفویت ہو جائے۔ منشاء شارع علیہ السلام کے خلاف ہے اور اسی کا نام

اسراف ہے۔ یوں تو اس کے مواقع کثیر ہیں مگر مثال کے طور پر کہتا ہوں کہ آج کل تقریبات میں ع
اسراف ہوتا ہے اس لئے کہ دیکھا جاتا ہے کہ بلا ضرورت شرعیہ مال کو بیدریغ پانی کی طرح بہایا جا
ہے جیسے اس کی کوئی قدر وقیمت ہی نہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس امر میں یہ لوگ خود مختار ہیں
اور شارع کی جانب سے اس کے متعلق کوئی تعلیم اور ہدایت نہیں ہے مالک ہونے کی حیثیت سے
جتنا چاہیں اور جہاں چاہیں مال کو اڑادیں ان پر کوئی مواخذہ نہیں۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے جیسا
کہ پہلے مذکور ہو چکا۔ اللہ تعالیٰ نے اسراف کی ممانعت اور مذمت اس آیت میں فرمائی ہے۔

وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ	اور قرابتدار کو اس کا حق دیتے رہنا اور محتاج اور مسا
وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا اِنَّ	کو بھی دیتے رہنا اور بے موقع مت اڑانا۔ بے شک بے مو
الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ	اڑانے والے شیطانوں کے بھائی بند ہیں۔ اور شیطا
وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۞	اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔

نیز اسراف ہی کی قباحت میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۔	بیشک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت (انہ لا
المسرفین) کی تفسیر میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔ وھو ھذا

عن ابن عمر مرفوعا کلوا واشربوا	حضرت ابن عمر سے مرفوعا روایت ہے کہ کھاؤ پیو، صدقہ
وتصدقوا والبسوا من غیر اسراف	کرو اور پہنو مگر (اس بات کا خیال رکھو) کہ ان میں اسر
ولا مخیلۃ۔	وتفاخر نہ ہونے پائے۔

مفاسد رسو

مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کے یہ دونوں ارشاد اور یہ حدیث اسراف وفضول خرچی
مذمت کے لئے کافی ہے اور اس سے نفرت اور گھن پیدا ہو جانے کے لئے وافی ہے۔ ان تقر
میں حد سے زیادہ وسعت کا یہ بھی برا انجام ہوتا ہے کہ امراء و غنیاء کی دیکھا دیکھی فقراء وغر
بھی اعلیٰ پیمانہ ہی پر شادی بیاہ کرنا چاہتے ہیں خواہ فاقہ مست ہی کیوں نہ ہوں اور قرض
بارگراں ہی کا تحمل کیوں نہ کرنا پڑے۔ بلکہ بہتیرے تو تحصیل مال کے لئے حرام طریقوں کے ا
کی جرات کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ کس قدر برا اور منشاء شارع علیہ السلام کے خلاف۔
اور طرفہ یہ کہ جس ریاء و تفاخر، نام و نمود کی خاطر یہ کیا جاتا ہے وہ بھی حاصل نہیں ہوتا بلکہ بسا
یہ رسمی دعوت مدارات بجائے الفت ومحبت کے رنج وشکایت اور عداوت کی موجب ہوجاتی

اس کی وجہ محض یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جو تعلیمات و ہدایات کی ہیں جس
آخرت و دنیا کی فلاح و عافیت نصیب ہو سکتی ہے اسی کو ہم نے ترک کردیا ہے اسی وجہ سے
یں کبھی خسران و ہلاکت ہے چنانچہ اہل رسوم بھی ان رسوم کی وجہ سے کچھ پریشان ہی نظر آرہے
اور تنگی اور ضیق محسوس کر رہے ہیں۔ مگر برادری کی ملامت کے ڈر سے اس کے چھوڑنے پر بھی
رنہیں ہیں۔ پس اس کا حل سوائے اس کے کچھ بھی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیما
دق دل سے ایمان لایا جائے اور اس پر عمل کے لئے آمادہ ہوا جائے۔ اگر پوری برادری متفق
یہ سب بکھیڑے اور رسوم موقوف کردیں تو بہت اچھا ہے اور آسانی بھی ہے۔ اور اگر پوری
ی ساتھ نہ دے تو کچھ لوگ توکلاً علی اللہ اس رسم بد کے خلاف کرنا شروع کردیں تو انشاء اللہ
اس سے نفع ہوگا دوسرے لوگ بھی اسی طرح عمل شروع کردینگے اور اس کو اس سنت
کے احیاء کا ثواب عند اللہ ضرور ملے گا۔

اصول اقتصاد (از میر المہذب)

ل الاوّل۔ آمدنی اگرچہ قلیل ہو مگر اس سے کچھ پس انداز کرنا چاہیئے۔ جو شخص آمدنی سے
زیادہ خرچ کرتا ہے وہ احمق ہے۔

ل الثانی۔ ضرورت کی اشیاء نقد لو۔ کسی کے مقروض نہ رہو۔

ل الثالث۔ آئندہ آمدنی کی توقع پر سب مال خرچ نہ کرڈالو اس لئے کہ جو چیز حاصل نہیں ہے
اس پر کیا بھروسہ۔ ملے نہ ملے جو شخص آئندہ کی امید پر خرچ کرے گا وہ قرض و
نفقر میں مبتلا ہوجائے گا۔

ل الرابع۔ اپنے کو مال کے تلف و ہلاک کرنے سے بچاؤ اس لئے کہ نہ تو تم کو ہی اس سے
کوئی نفع پہونچیگا اور نہ کسی اور ہی کو۔

ل الخامس۔ اپنے اعمال کی خود نگرانی کرو۔ اور اگر عمل خود کر سکتے ہو تو خود کرو اس لئے کہ مثل
ہے، لَا يَهْتَمُّ فِي الْعَمَلِ إِلَّا صَاحِبُهُ وَلَا يُرَاقِبُ شَيْئً إِلَّا عَيْنُ صَاحِبِهٖ۔
یعنی جس کا کام ہوتا ہے وہی اس کا اہتمام بخوبی کرسکتا ہے اور کسی شی کی حفاظت
و نگرانی اس کے مالک ہی کی آنکھ کر سکتی ہے۔

سادس۔ اگر کسی چیز کی ضرورت نہ ہو تو اس کو نہ خریدو اگرچہ وہ سستی ہی کیوں نہ ہو۔

کیونکہ جب تم کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو مفت بھی ملے تو گراں ہے۔
الاصل السابع :- اپنے مستقبل پر نظر رکھو۔ اور ایسا حساب رکھو کہ اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو مالی پریشانی نہ ہو۔

پس اگر ان اصول اقتصاد پر عمل پیرا ہوا جائے اور خرچ کرنے والے اور اہل حقوق سبھی لوگ ان کی رعایت کریں اور افراط و تفریط سے بچیں اور اہل حقوق بیجا مطالبات سے احتراز کریں تو آج ہماری گھریلو زندگی سنور جائے اور اطمینان و سکون میسر ہو جائے۔

اقتصاد کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال سے اندازہ ہوا ہو گا کہ یہ حضرات امور معاش و خانہ داری میں کس قدر مہارت اور بصیرت رکھتے تھے۔ بیشک ایسی تعلیمات اللہ کا نبی ہی کر سکتا ہے۔ یا وہ شخص جو مشکوۃ نبوت سے نور اخذ کئے ہو بغیر اس کے کوئی ایسی باتیں سکھلا ہی نہیں سکتا۔ مگر ان تمام ارشادات عالیہ و اقوال سلف کو ہم لوگ بالکل بھولے بیٹھے ہیں۔ اغیار نے ان تعلیمات کو لیا اور اس کے مطابق کام کیا تو دنیا میں کیسی کیسی ترقیات حاصل کیں اور ہم لوگ ایسے خواب خرگوش میں ہیں کہ یہ بھی نہیں معلوم کہ ہمارے اکابر کی ہدایات امور معاش کے متعلق بھی کچھ ہیں یا نہیں۔

اس مختصر ہی مضمون سے یہ بات واضح ہو گئی کہ شریعت میں معاد کی طرح معاش کا بھی کامل انتظام ہے اور یہ غلط فہمی بھی رفع ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط نماز روزہ ہی کی تعلیم فرمائی۔

نیز آپ نے غور فرمایا ہو گا کہ ہم نے اکابر صحابہ کے اقوال سے زیادہ تر اس مسئلہ پر استدلال کیا ہے اور یہ مسلم ہے کہ صحابہ کرام سب امت سے افضل ہیں تو ان کا امر معاش کے بارے میں اہتمام عین ارشاد ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

پس ہمارا دعویٰ الحمد اللہ ثابت ہو گیا۔ فللہ الحمد

مال کی حیثیت

اور

شرعی نقطۂ نظر

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

صلاحیت فقدان

شریعت میں جس طرح نماز، روزہ اور دیگر عبادات کی بحث ہے۔ اور اسکے احکام بیان کئے گئے ہیں، اسی طرح مال کے متعلق بھی مستقل بحث شریعت میں موجود ہے، اور اس کے اکتساب اور انفاق کے طرق کا بیان اور اسکے حدود وحقوق مذکور ہیں جس سے مال کی اہمیت اور اس کا درجہ معلوم ہوتا ہے۔ اور آجکل عام طور پر لوگوں کا یہ حال دیکھ رہا ہوں کہ دین کو سیکھنا اور اسکو اختیار کرنا تو بڑی چیز ہے۔ اس قابل بھی نہیں رہا کہ دنیا ہی کما لیں۔

اسی بناء پر جس طرح میں اور چیزوں کا بیان کرتا ہوں، اسی طرح مال سے متعلق بھی بحث کیا کرتا ہوں۔ چنانچہ آج بھی اسی کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں، شاید آپ لوگوں کے لئے بصیرت کا موجب ہو۔ پہلے یہ سمجھئے کہ مال کا شریعت میں کیا درجہ ہے کَسْبُ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ یعنی حلال مال کمانا اور فرائض کے بعد ایک فریضہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ شریعت میں کسبِ حلال اور تحصیل مال بھی مطلوب بلکہ فرض ہے اور خصوصیت کے ساتھ مال کے متعلق زیادہ تر گفتگو اس لئے بھی کیا کرتا ہوں کہ لوگ اس کے حقوق وحدود کی رعایت بالکل نہیں کرتے۔ حالانکہ زیادہ تر اسی میں ہلاک ہو رہے ہیں۔ جس کے پاس مال موجود نہیں ہے وہ تو پریشان حال ہے ہی، جس کے پاس موجود ہے وہ بھی پریشان ہے اور ہلاک وتباہ ہو رہا ہے، کوئی تو مال نہ ہونے کی وجہ سے ہلاک ہے، اور کوئی مال ہونے کی وجہ سے ہلاک ہے۔

غفلت کا انجام

اسی لئے کہا کرتا ہوں کہ اگر کسب نہیں کرو گے اور مال کے کسب وانفاق[1] میں حدود وحقوق کی رعایت نہیں کرو گے تو دنیا میں بھی نجات وعافیت نصیب نہ ہوگی، اور اپنے گھر میں بھی چین وسکون سے کے ساتھ نہیں رہ پاؤ گے۔ ہر طرف سے ناطقہ بند ہو جائیگا، اور زندگی تلخ ہو جائے گی۔

---

[1] آمد وخرچ

چنانچہ ایک صاحب ابھی حال ہی میں ہمارے پاس بھی گئے ہوئے تھے انھوں نے اپنی جائداد لڑکو
نام کر دی ہے۔ لڑکوں نے یہ کیا کہ اپنے گھر سے انکی بیوی وغیرہ کو نکال دیا اور پھر آپسمیں خوب لڑائی
ئی۔ ان کا حال تو یہ ہے اور پھر مجھکو اپنے وہاں لیجانا چاہتے ہیں، میں نے ان سے کہا کہ اگر آپکے وہاں
ں تو میں باہر بیٹھا رہونگا، اور آپ کے گھر میں آپسمیں خوب لڑائی ہوگی۔ اسلئے میں ایسی جگہ کیوں جاؤں؟
میں نے وہاں جانے کا وعدہ کر لیا تھا۔ لیکن اب نہیں جاؤں گا۔ کیونکہ وہاں جانیسے کیا فائدہ جبکہ اتنک
عائے گھر کو ٹھیک نہیں کر سکے۔ تو فضول جاکر ہم کیا کریں گے۔ تم جاکے اپنا کام کرو اور ہمکو اپنا کام کرنے
یعنی تم غافل لوگ اپنی غفلت میں جاکر خود رہو۔ ہم لوگوں کو اپنی غفلت میں لیجاکر غافل مت بناؤ
یسا تم کروگے ویسا پاؤگے، اور دیکھ رہا ہوں کہ دنیا ہی میں اسکا انجام بدپا رہے ہو۔ اور آخرت
جانے کے بعد وہاں وہ وہ عذاب دیکھوگے کہ تم بھی یاد کروگے۔ اور یہیں پر مال اس طرح سے عذا
کہ اسی مال کی وجہ سے تمھاری اولاد تمھاری مخالف ہے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ جسپر رحم کر دیتے ہیں
کے لئے مال کو صالح بنا دیتے ہیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ
رجل صالح کیلئے مال صالح بہت ہی عمدہ چیز ہے" اگر آدمی صالح ہوجائے تو اسکا مال بھی صالح
جائیگا، وہ جہاں بھی رہے گا صالح ہی رہے گا، ہاتھ میں آئے گا تب بھی صالح ہوگا، جیب میں رہیگا
بھی صالح ہوگا، اور جہاں کہیں رکھا ہوگا صالح رہے گا۔

اسی کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

مال را گر بہر دین باشی حمول نعم مالٌ صالحٌ گفتا رسول

یعنی اگر مال کو دین کے واسطے لئے ہو تو ایسے ہی مال کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (نعم مال صالح" (نیک آدمی کیلئے اس کا اچھا اور پاکیزہ مال بہترین متاع حیات ہے) فرمایا ہے۔ مال کی حفاظت کا حکم

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا
یعنی سفہاء کو اپنے اموال مت دو جس کو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لئے قوام زندگی بنایا ہے۔

اس آیت سے سفیہوں کو مال دینا حرام ہوا۔ اور اسکی وجہ مفسرین یہ لکھتے ہیں کہ سفیہ ہونگی
وجہ سے وہ مال کا انتظام نہیں کر سکتے۔ اسلئے اگر ان کو مال دیا جائیگا تو اسکو ضائع کر دیں گے
اس سے پہلے یتیموں کے احکام کا ذکر ہے، اور انھیں احکام میں سے یہ بھی ہے کہ ان کا مال جو تمھا

ؐ نادان

قبضہ میں ہے انکو مت دو اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے مال کو قوام زندگی بنایا ہے۔

یہ قرآن کی آیت پڑھ رہا ہوں اور اسی کے متعلق آج کچھ کہنا چاہتا ہوں اسلئے کہ یہ سب آیتیں قرآن میں موجود ہیں لیکن کسی مولوی کو میں نہیں دیکھتا ہوں کہ انکا بیان کرتا ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بہت شد و مد سے اس کا بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ اسی آیت میں فرما رہے ہیں کہ مال کو اللہ تعالیٰ نے قوام زندگی بنایا ہے۔ یعنی تمھارے معاش کا مدار اسی پر رکھا ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ یعنی ان سفہاء کو رزق دو یعنی ان کے کھانے پینے پہننے کا انتظام کرو مگر مال کا مالک انکو مت بناؤ۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ اى اجعلوها مكانا لرزقهم وكسوتهم بان تتجروا او تزكوا حتى تكون نفقاتهم من الربح لا من صلب المال لئلا ياكله الانفاق مطلب یہ کہ اسمیں تجارت کر یہانتک کہ ان کے نفقات نفع سے پورے ہونے لگیں اور اصل مال باقی رہے تاکہ وہ نفع سے کھاویں اور اصل مال کھا کر ختم نہ کر ڈالیں۔

دیکھئے مفسرین اسکی کیا تفسیر فرما رہے ہیں اب کوئی شخص محض ترجمہ جاننے سے اس تفسیر تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ اور اسکے فہم کی رسائی یہانتک کیسے ہو سکتی ہے۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ جبتک نابالغ رہیں گے یا سفیہ ہونگے تو ان کا مال انکو نہیں دیا جائے گا بلکہ تجارت کے ذریعہ اسکو بڑھایا جائیگا اور اس کے نفع سے ان کے کھانے اور کپڑے کا انتظام کیا جائیگا پھر جب وہ بالغ ہوجائیں گے اور رُشد کو پہنچ جائیں گے تب انکا مال انکو دیدیا جائیگا۔

اس سے مال کے بارے میں کیسا انتظام اور کس قدر اہتمام معلوم ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کو سکھایا ہے۔ اور لوگوں نے اسکو سیکھا ہے یعنی مال کے کسب کے متعلق بھی احکام ہیں اور اسکے خرچ کے متعلق بھی۔

اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان مال کے نہ ہونے کی وجہ سے بھی پریشان ہیں، اور مال کے ہونے کی وجہ سے اس سے زیادہ پریشان ہیں ــــ اور یہ دونوں قسم کے لوگ ہمارے پاس بھی آتے ہیں، اور ہم کو بھی پریشان کرتے ہیں۔ ان سے میرا سابقہ پڑتا رہتا ہے اسلئے کہہ رہا ہوں۔

مالدار ہونا بذات خود برا نہیں

حدیث شریف میں آتا ہے ایک صحابیؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر جلوہ افروز ہوئے اس حال میں کہ آپ کے سر کے بالوں میں پانی کی تراوٹ تھی (اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بہت منشرح تھے اور آپ کی طبیعت بہت خوش تھی، اسکو صحابہ نے محسوس کیا جیساکہ آگے فرماتے ہیں کہ) ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس وقت تو آپ بہت ہی خوش نظر آرہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ صحیح کہتے ہو۔ اس کے بعد لوگوں میں غنا اور مالداری کی بات ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ لَا بَاسَ بِالْغِنیٰ لِمَنِ اتَّقیٰ (اللہ عزوجل یعنی غنا میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اور یہ بھی سمجھ لو کہ متقی آدمی کو اگر صحت اور عافیت حاصل ہو تو یہ صحت اس کے لئے تقویٰ کے ساتھ مالداری سے بھی بہتر ہے (یعنی اگر کوئی شخص بیمار ر مبتلاء تقویٰ کے ساتھ۔ اسی طرح اگر کوئی شخص غنی تو ہو مگر تقویٰ نہ ہو تو اس سے بہتر وہ شخص ہے جو فقیر ہو اور اس کو صحت و عافیت حاصل ہو مطلب یہ کہ صحت وعافیت غنیٰ سے بڑھکر ہے) اور نفس میں خوشی اور انشراح کا ہونا یہ تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے (یعنی انسان کا ہر حال میں خوش رہنا اور منشرح رہنا یہ حالت منجملہ خدائی بخششوں کے ہے جسکو اللہ تعالیٰ عطا فرمادیں وہ بہت ہی خوش نصیب ہے)

دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ارشاد فرمایا کہ غنیٰ میں کچھ مضائقہ نہیں ہے مگر اسکی شرط تقویٰ کو بیان فرمایا یعنی آدمی متقی ہو تو اسکے لئے مالدار ہونا بُرا نہیں ہے اسلئے کہ مال فی نفسہ کوئی بُری چیز نہیں ہے، کوئی سانپ اور بچھو نہیں ہے کہ آدمی کو ڈس ہی لے بلکہ اسکے تو جان بھی نہیں ہے محض ایک بیجان سی شئی ہے۔ اور آدمی جب متقی ہے یعنی اسکو خدا کا آخرت کا خوف ہے تو وہ اسکو جائز اور حلال طریقہ سے کسب کریگا اور جائز محل میں اس کو صرف کرے گا یعنی جبکہ وہ حقوق مال ادا کریگا اور سب کے حقوق کی رعایت کرے گا تو پھر ایسے مال میں کیا مضائقہ ہے۔ ہاں اگر حقوق ادا نہ ہونگے تو یہی مال وشمن شامت ہوگا، چنانچہ اسی مال کی وجہ سے ایک دوسرے کو زہر تک دیدیتے ہیں۔ اکثر حالات لوگوں [illegible] کے دیکھتا ہوں۔

یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو ارشاد فرمایا کہ لَا بَاسَ بِالْغِنیٰ لِمَنِ اتَّقیٰ اللہَ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اسکے لئے غنیٰ میں کچھ مضائقہ نہیں۔ ہمارے مدعیٰ کیلئے یہ ارشاد کافی ہے لیکن ہم اور دوسری روایات سے بھی اسکی توضیح وتشریح کرتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف کے اسی باب میں ایک اور حدیث نقل کی ہے کہ حضرت ابوکبشہ انماریؓ سے روایت

لوگوں کو آپ سے اعتقاد ہے ہی آپ کی تصدیق کریں گے اور اس کے خلاف کا ان کو شبہ بھی نہ ہوگا چنانچہ راہب کی سمجھ میں یہ بات آگئی، اٹھا اور اس لڑکی کو جاکر ذبح کر دیا اور گرجے کے نیچے دفن کر دیا۔

چند روز گزرنے کے بعد لڑکی والے اس کو لینے کے لئے آئے، برصیصا نے کہدیا کہ وہ تو مر گئی لوگوں کے لئے وجہ تکذیب نہ تھی، اس کی بات کی تصدیق کی اور اپنے گھر چلے گئے۔

ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ برصیصا نے کہا کہ وہ کب کی اچھی ہوکر یہاں سے واپس ہوگئی یہ سنکر لوگ واپس ہوگئے، لیکن جب مکان پر بھی لڑکی کو نہ پایا تو سمجھے شاید راستہ بھٹک کر کسی اور طرف چلی گئی، اس لئے آس پاس اور عزیز و اقارب کے یہاں اس کو تلاش کرنے لگے۔

اس درمیان میں شیطان ان کے یہاں پہونچا اور کہا کہ لڑکی کو کیا تلاش کرتے ہو، لڑکی ہے کہاں؟ راہب نے اس کے ساتھ زنا کیا، جس کی وجہ سے اس کو حمل رہ گیا۔ اپنی جان کے اندیشے سے اصل معاملہ کو چھپایا، بات یہ ہے کہ اس نے اس کو قتل کر کے گرجے کے پاس فلاں جگہ دفن کر دیا ہے، بادشاہ کو یہ سنکر بہت ہی غصہ آیا، لوگوں کو ہمراہ لیکر پھر اس راہب کے یہاں پہونچا اور بتائی ہوئی جگہ کو کھودا تو ذبح کی ہوئی لڑکی کی لاش برآمد ہوئی، یہ دیکھکر اس راہب کو پکڑ بلوایا اور اسی جگہ سولی پر ٹانگ دیا (اس طرح سے پھانسی دینے سے جان ذرا دیر میں نکلتی ہے اور آدمی سسک سسک کر مرتا ہے) چنانچہ اسی حالت میں شیطان ملعون جس نے اس عابد کے زہد و عبادت کی ہری بھری کھیتی تو لوٹ ہی لی تھی اب اس کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے) اس کے پاس آیا اور برصیصا سے کہا کہ میری ہی بدولت آپ اس حالت تک پہونچے ہیں۔ یہ سب میرا ہی کیا دھرا ہے اور آپ سے کہتا ہوں کہ اب بھی اگر میں چاہوں تو آپکو اس حال سے نجات دلا سکتا ہوں، اس طرح پر کہ ان لوگوں سے کہدوں کہ تم نے اس غریب عابد کو ناحق سولی دے رکھی ہے، لڑکی کو تو فلاں (دوسرے) شخص نے قتل کیا ہے اور مجھے امید سے بڑھ کر یقین ہے کہ وہ لوگ میری بات مان لیں گے اور تمہاری گلو خلاصی کر دیں گے، لیکن اس کے لئے ایک شرط ہے وہ یہ کہ اب تک تو تم نے اللہ کو بہت سجدے کئے ایک سجدہ مجھے کر لو تو میں تم کو اس مصیبت سے چھڑا لوں برصیصا نے کہا ارے بھائی میرا حال زار دیکھتے نہیں ہو کہ سولی پر لٹکا ہوا ہوں، اس حالت میں تم کو سجدہ کیسے کروں؟ اس نے کہا کہ خیر پورا سجدہ نہ سہی میں اس پر بھی راضی ہوں کہ سر سے میری جانب سجدہ کی نیت سے اشارہ ہی کر لو۔ چنانچہ اس نے سر کے اشارے سے سجدہ بھی کر لیا۔

اس پر وہ شیطان کہتا کیا ہے کہ " اَنَا بَرِیٓءٌ مِّنْکَ " میں تم سے بیزار ہوں، میرا تم سے کوئی تعلق نہیں
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

ابلیس کے اس گمراہ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یوں ذکر فرمایا ہے کہ کَمَثَلِ الشَّیْطٰ
اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اکْفُرْ فَلَمَّا کَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیٓءٌ مِّنْکَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ
فَکَانَ عَاقِبَتَھُمَآ اَنَّھُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیْنِ فِیْھَا وَذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ۝ یعنی مانند شیطان
کے کہ پہلے تو وہ انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر پھر وہ اس کا ارتکاب کر لیتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تجھ
سے بری ہوں، میں تو اللہ رب العلمین سے ڈرتا ہوں، انجام یہ ہوتا ہے کہ دونوں جہنم میں جائیں گے
اور اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔

ف :- دیکھا آپ نے تلبیس ابلیس۔ پہلے تو اس کو خلوت بالا جنبیہ کے گناہ میں مبتلا کیا اور پھر
اس کو بد نگاہی کا ذریعہ بنایا اور نظر بد کو مقدمۂ زنا ٹھہرایا، بالآخر زنا میں اس کو مبتلا کر
پھر قتل کا گناہ الگ کرایا اور جھوٹ بھی بلوایا اور آخر کار غیر اللہ کا سجدہ بھی اس سے کرالیا
جو پیشانی کہ ساری رات خدا کے آگے جھکی رہتی تھی وہ شیطان کے آگے جھکائی۔ عبرت کا مقام ہے، او
پھر ان سب کا بھی انجام یہ ہوا کہ دم واپسی اس مکّار نے صاف انکار کر دیا، شیطان کی دوستی کا
یہی نتیجہ ہوتا ہے اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا۔ واقعی بڑے ہی عبرت کا واقعہ ہے اور سچ ہے ؎
بے عنایات حق و خاصان حق — گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

انسان کے چار دشمن ہیں

آگے مؤلف رو یعنی فقیہ ابواللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ اے مخاطب جان کہ تیرے پیچھے چا
دشمن لگے ہیں اور ان سے تجھکو مقابلہ کرنا بلکہ جہاد کرنا ہے۔

۱۔ پہلا دشمن تیرا۔ یہ دنیا ہے جو کہ نہایت ہی چالباز فریبی اور دھوکے کی ٹٹی ہے، اسکے متعل
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ کہ دنیا کی زندگی
بس دھوکے کا سامان ہے۔ اور ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا
وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ یعنی پس تم کو یہ دنیوی زندگی اور دھوکے باز شیطان دھو

میں نہ ڈال دے۔

۲۔ **دوسرا دشمن**، خود یہ تمہارا نفس ہے، یہ سب دشمنوں سے بڑھ کر دشمن ہے (اس لئے کہ گھر کا بھیدی اور مارِ آستین اور بڑا ہی ضدی اور ہٹی ہے)

۳۔ **تیسرا دشمن**۔ شیطان ہے جو کہ ابلیس کی ذرّیت اور جنوں میں سے ہے یعنی شیطان الجن ہے

۴۔ **چوتھا دشمن**۔ شیاطین الانس، یعنی وہ لوگ جو ہیں تو انسان مگر شیطان کے ایجنٹ ہیں اور اس کا کام کرتے ہیں، ان سے بہت بچ کر رہنا اس لئے کہ ان کی عداوت شیاطین الجن سے بھی زیادہ اشد ہے کیونکہ شیاطین الجن کی تمامتر کوشش کا حاصل اور ان کی انتہائی پرواز وساوس ڈالنا ہے اور بس اور یہ شیاطین الانس تو ہر وقت ہر جگہ تمہارے پاس ہوتے ہیں، ان سے تمہارا چولی دامن کا ساتھ ہے، بُرے ہمنشین ہیں، کھلم کھلا اور دوبدو تم کو ستا سکتے ہیں اور ایذا پہونچا سکتے ہیں اور ہر آن ایک نہ ایک ایسا فتنہ کھڑا کر سکتے ہیں جس سے تمہارا سکون غارت اور قلب حق تعالیٰ کی جانب سے مشغول ہو جائے۔

حدیث:۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو پائے اور مابعد الموت کے لئے عمل کرے، یعنی اس دنیا میں اسکو فکرِ آئندہ دائمی زندگی کی درستی کی ہو، نفس کا محاسبہ رکھتا ہو، اور اس طاعت میں اس نے اپنے کو لگا رکھا ہو جو کہ آخرت میں کام آنے والی ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ حفظ ما تقدّم کا خیال ہونا ہی اس کے عقل و فہم کی دلیل ہے۔

اور عاجز یعنی نکما وہ شخص ہے جو کہ نفس کے کہے اور اس کی خواہشات پر چلتا ہو اور اللہ تعالیٰ سے جنّت اور مغفرت کی توقع باندھے ہو (یعنی مکافاتِ عمل سے بالکل غافل ہو، اور جو بو کر گندم کاٹنے کی فکر میں ہو، حالانکہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو   از مکافاتِ عمل غافل مشو

گیہوں گیہوں کے بونے سے اور جَو جَو کے بونے سے اُگتا ہے، انسان کو پاداشِ عمل سے غافل نہیں رہنا چاہیئے) پھر نفس کی خواہشات پر چل کر جنّت کی توقع حماقت اور نکماپن نہیں اور کیا ہے؟

سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد

فرمایا کہ جو لوگ اس دنیا میں آکر ہلاک (یعنی گمراہ اور بد دین) ہوگئے، انکی ہلاکت پر کوئی تعجب نہیں ہے، تعجب تو اس پر ہے کہ جو شخص یہاں آکر نجات پا گیا وہ کیونکر نجات پاگیا

مطلب یہ کہ دنیا میں اسباب غفلت اور نفس کی خواہش کے مطابق اشیاء بہت ہیں، جن میں پڑنا انسان کے لئے ہلاکت ہے، اب اگر کوئی انسان یہاں کی کسی وادی میں گر کر ہلاک ہوگیا تو خلاف توقع کوئی بات نہیں پیش آئی، اس لئے قابل تعجب بھی نہیں، کیونکہ ہر جہ طرف سے وہ دشمن کے نرغہ میں گھرا ہوا ہے اور اس کا یہ حال ہے ؎

آج آفت سے بچی جان تو کل خیر نہیں ایسے نادان سے مشکل ہے سلامت رہنا

ہاں اگر وہ ان دشوار گذار راہوں کو مردانہ وار طے کرکے ان سے نکل گیا اور نجات پاگیا تو بیشک تعجب کی بات ہے اور بلا شبہہ یہ اس کا کمال ہے اور اس پر اسکو آفریں کہنا چاہئے

للہ الحمد نہ مردیم رسیدیم بدوست آفریں باد بریں ہمت مردانۂ ما

جنت، مکارہ (نفس پر شاق گزرنے والے اعمال) سے گھری ہوئی ہے۔ اور دو کے چاروں طرف نفس کے بھانے والے اور اس کو فریفتہ کرنے والے باغات (یعنی خواہشات) ہیں۔ پھر انسان کے اندر ایک شیطان بھی موجود ہے جو وسوسہ ڈالتا ہے، اور ایک فرشتہ ہے جو اس کو امورِ خیر الہام کرتا رہتا ہے، شیطان برابر تزئین معاصی اور طمع سازی کرتا رہتا اور فرشتہ برابر اس کو شیطانی تلبیس پر مطلع کرتا رہتا ہے، اب حضرت نفس جس کا ساتھ دے جاتے ہیں اسی کی جیت اور اسی کا غلبہ ہوجاتا ہے اور دوسرا مغلوب ہوجاتا ہے۔

(اللہ تعالیٰ اس جنگ میں شیطان کا ساتھ دینے سے ہم کو بچائے اور فرشتہ کی ہدایت عمل کرنے کو ہمارے لئے آسان فرمادے اور شیطان پر اس کو غالب کرکے ہمیں صالحین میں شامل فرمادے) آمین یا رب العالمین

بانوے۹۲ واں باب
اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنے کا

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ میمون ابن مہران سے نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر بن عبد العزیز نے یہ حکم دیا کہ میں انکے پاس مہینہ میں دو بار آیا کروں، چنانچہ میں ایک دفعہ ان کے پاس آیا، انھوں نے مجھے اپنے قلعہ کے اوپر دیکھ لیا، پس قبل اس کے کہ میں دروازے کے پاس پہنچوں انھوں نے مجھے اندر آنےکی اجازت دیدی، پس میں سیدھا ان کے پاس پہنچا، دیکھا تو وہ ایک چٹائی پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کا مسند بقدر چٹائی کے تھا اور وہ قمیص میں پیوند لگا رہے تھے، میں نے سلام کیا انھوں نے سلام کا جواب دیا، میں کھڑا رہا، یہاں تک کہ مجھے اپنے مسند پر بٹھایا پھر مجھ سے ہمارے امراء کے بارے میں پوچھا اور ہمارے سپاہیوں اور فوجیوں کے بارے میں سوال کیا اور ہمارے نگراں اور چوکیداروں کے متعلق پوچھا اور ہمارے قیدیوں کے بارے میں سوال کیا اور لوگوں کے عام طور طریق کے متعلق حال دریافت کیا، پھر مجھ سے میرے ذاتی حالات دریافت کیا، پھر جب میں جانے کے لئے اٹھا تو میں نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین کیا آپ کے گھر کے لوگوں میں کوئی ایسا نہیں کہ یہ سلائی کا کام کردے، انھوں نے فرمایا کہ اے میمون تم کو دنیا میں سے وہی چیزیں کافی ہیں جو تمھیں منزلِ مقصود تک پہنچا دیں، اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہم آج یہاں ہیں اور کل کہیں اور ہونگے یہ سنکر میں اسی حال میں چھوڑ کر واپس چلا آیا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے آیت وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ یعنی جب ان میں سے کسی کو لڑکی پیدا ہونے کی خوشخبری دیجاتی تھی تو (مارے) غصہ کے اس کا چہرہ سیاہ ہوجاتا تھا کہ تفسیر یہ منقول ہے فرماتے ہیں کہ یہ مشرکین عرب کا طریقہ تھا جن کے اس فعل شنیع کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے، رہا مؤمن اس کے لئے لائق یہ ہے کہ وہ اللہ کی تقسیم پر راضی رہے اور اللہ کی قضا خود اس انسان کی تجویز سے بہرحال بہتر ہی ہوگی، اور اسے

انسان اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے جو ناپسندیدہ چیزیں مقدر فرمادی ہیں وہ تیری اپنی پسندیدہ قضا سے بہتر ہوگی، بس اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہ اور اس کی مخالفت سے ڈر۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ یہ بات ایسی ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَعَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی شاید کہ تم برا سمجھو ایک شئ کو حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہو، اور شاید کہ تم کسی چیز کو محبوب سمجھو اور حقیقۃً وہ تمہارے لئے تکلیف دہ ہو اللہ ہی جانتا ہے تم اسکو نہیں جانتے ہو یعنی یہ کہ کس بات میں تمہاری اور تمہارے دین و دنیا کی صلاح ہے اور کس میں نہیں، مطلب یہ کہ جب تم اپنی فلاح کو نہیں جانتے کہ کس میں ہے تو پھر اللہ کی قضا اور تقدیر پر راضی رہو۔

بعض حکماء نے فرمایا ہے کہ انسان کی چار منزلیں ہیں ایک دنیا کی عمر، دوسرے قبر کا قیام تیسرے حشر کا زمانہ، چوتھے ہمیشہ ہمیش کی زندگی کا پانا، جس کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں، پس دنیوی زندگی کی مثال تو ایسی ہے جیسے سفرِ حج میں جانے والا کہ نہ وہ کہیں زیادہ ٹھہرتا ہے نہ سواری کو روکتا ہے نہ سامان اُتارتا ہے، جلدی سفر طے کرنے کی غرض سے۔ اور قبر کے قیام کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی سرائے میں اتر جائے سامان اتارے اور ایک دن یا رات آرام کرکے پھر سواری پر چلدے۔ اور حشر میں قیام کی مثال ایسی ہے جیسے حاجی کا مکہ میں ٹھہرنا کہ وہ ہر فریق کے جمع ہونے کی جگہ ہے جو دور دراز کے راستے سے حج کرنے کے لئے آتے ہیں اور پھر حج سے فارغ ہوکر ادھر اُدھر بین دیار اپنے وطن جانے کے لئے منتشر ہو جاتے ہیں، ایسا ہی قیامت کے دن ہوگا کہ لوگ حساب و کتاب سے فارغ ہوکر ایک فریق جنت کی طرف اور ایک فریق دوزخ کی طرف چلا جائے گا۔

شقیق بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سات سو علماء سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کیا اور سب نے ایک ہی جواب دیا۔ میں نے پوچھا کہ عاقل کون ہے، علماء نے فرمایا کہ جو دنیا سے محبت نہ رکھے۔ میں نے پوچھا کہ کیّس یعنی سمجھدار شخص کون ہے سب نے فرمایا کہ جو دنیا سے نفرت کرے۔ میں نے پوچھا کہ غنی کون شخص ہے، سب نے جواب دیا کہ جو اللہ کی تقسیم پر راضی رہے میں نے پوچھا کہ فقیہ یعنی متدین عالم کون ہے، لوگوں نے جواب دیا کہ جو شخص قناعت کرے اور زیادہ طلب کرنے سے بچے، میں نے پوچھا کہ بخیل کون شخص ہے، ان حضرات نے فرمایا کہ جو شخص

پنے مال میں سے اللہ تعالیٰ کا حق نہ نکالے، اور کہا گیا ہے کہ بندے پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی تین وجہ
سے ہوا کرتی ہے۔ ایکؔ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر کے ادا کرنے میں تقصیر کرے۔ دوسرےؔ یہ کہ اللہ
لیٰ کی تقسیم پر راضی نہ رہے۔ تیسرےؔ یہ کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز طلب کرے اور اسے نہ پاکر
اللہ تعالیٰ سے ناراض ہو جائے۔

بعض حکمار نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کہ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا
اَیْدِیَهُمَا "یعنی کوئی مرد یا عورت اگر چوری کرے تو ان کا ہاتھ کاٹ دو" کا مطلب یہ ہے کہ جب
دس درہم کے مقدار کے بقدر کوئی چیز چرائیں تب ان کا ہاتھ کاٹا جائے گا، علماء یہی فرماتے ہیں
ن اس دس درہم کی حرمت اور عظمت ایسی نہیں ہے کہ کسی مؤمن کا ہاتھ محض اس کی وجہ سے
ٹ دیا جائے، لیکن ہاتھ جو کاٹا جاتا ہے وہ دو وجہ سے ایک تو یہ کہ اس نے مسلمان کی بے حرمتی
ور دوسرے یہ کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی نہیں ہوا اور مال غیر کی جانب متوجہ ہوا،
ں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے اسکی نازیبا حرکت کی پاداش میں تاکہ دوسروں
لیے یہ عبرت ہو اور وہ اللہ کی تقسیم پر راضی رہیں اور لائق بھی ہے مؤمن کے لیے کہ وہ اللہ کی تقسیم پر راضی
ا اس لیے کہ اللہ کی تقسیم راضی رہنا انبیاء اور صالحین کے اخلاق میں سے ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں بارہ چیزیں انبیاء علیہم السلام کے
ق میں سے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ حضرات اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر ایمان رکھتے تھے۔ دوسرے یہ کہ مخلوق
امید رہتے تھے۔ تیسرے یہ کہ شیطان سے ان کی عداوت اور دشمنی تھی۔ چوتھے یہ کہ وہ اپنے کام میں
سے لگے رہتے تھے پانچویں یہ کہ مخلوق پر شفیق تھے۔ چھٹے یہ کہ مخلوق کی ایذا کا تحمل فرماتے تھے۔ ساتویں
میں جنت کا یقین تھا یعنی جب وہ کوئی عمل کرتے تھے تو یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اجر کو
ن کے عمل کو ضائع نہیں فرمائے گا۔ آٹھویں یہ کہ وہ حق کے موقع پر تواضع سے پیش آتے تھے۔ نویں یہ کہ
ب عداوت کے ہوتے ہوئے بھی نصیحت کو ترک نہیں فرماتے تھے۔ اور دسویں یہ کہ ان کے اصل مال
ن فقر تھی یعنی وہ لوگ زائد مال کو بچا کر نہیں رکھتے بلکہ فقراء کو تقسیم کر دیتے تھے۔ گیارہویں یہ کہ
ب ہمیشہ وضو سے رہتے تھے۔ بارہویں یہ کہ دنیا پاکر وہ بہت خوش نہ ہوتے تھے نہ اس کے فوت
پر غم کرتے تھے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ زاہدین کی حرمت وعظمت دس چیزوں پر ہے۔ ایک یہ کہ وہ شیطان کی عداوت کو اپنے نفس پر ضروری جانتے تھے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شیطان تمہارا دشمن ہے پس تم بھی اس کو اپنا دشمن سمجھو۔ دوسرے یہ کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کریں جو ان کیلئے دلیل وحجت نہ بن سکے یعنی وہ کوئی عمل نہیں کرتے بغیر اس کے کہ وہ قیامت کے دن دلیل سے ثابت ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تم اپنی حجت اور برہان لے آؤ اگر تم سچے ہو، تیسرے یہ کہ وہ لوگ موت کی تیاری میں لگے رہتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ یعنی ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ چوتھے یہ کہ وہ لوگ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کرتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم ایسی کوئی قوم نہ پاؤگے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان بھی رکھتی ہو اور محبت اور دوستی بھی رکھتی ہو ایسے لوگوں سے جو اللہ اور رسول سے عداوت رکھتے ہوں، اگر وہ ان کے والد یا بیٹے یا بھائی یا خاندان کا کوئی شخص کیوں نہ ہو، یہی وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے جن کے قلوب میں ایمان لکھ دیا ہے یعنی جو شخص مؤمن ہوگا اس کی دوستی اللہ کے حکم کے مخالف کے ساتھ نہ ہوگی، اگرچہ اس کا باپ بیٹا بھائی یا قبیلہ کا ہی کیوں نہ ہو۔ پانچویں یہ کہ وہ لوگ امر بالمعروف، نہی عن المنکر کرتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ یعنی نیکی کا حکم کرو اور برائی سے منع کرو اور جو کچھ اس راہ میں پیش آوے اس پر صبر کرو بیشک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔ چھٹے یہ کہ وہ لوگ سبق لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے معاملات میں تفکر کرتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَيَتَفَكَّرُونَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ یعنی وہ لوگ زمین اور آسمان کی تخلیق میں تفکر کرتے ہیں۔ اور ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ یعنی اے سمجھ دار لوگو تفکر کیا کرو۔ ساتویں یہ کہ وہ لوگ اپنے قلوب کی حفاظت کرتے ہیں اس بات سے کہ وہ ایسے امور میں تفکر نہ کریں جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا یعنی کان، آنکھ اور قلب ہر ایک سے ان کے کئے ہوئے کا سوال ہوگا۔

اور جس کے دل کو فکر لگا ہوا ہو وہ بے تکلف گفتگو نہیں کر سکتا، میں دیکھتا ہوں کہ جس قدر علوم میں ترقی ہوتی جاتی ہے اسی قدر کلام کی روانی کم ہوتی جاتی ہے اور اگر کبھی روانی زیادہ ہوتی ہے۔ تو وہ مخاطبین کا فیض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخاطب کو فائدہ پہونچانا چاہتے ہیں ان کے افادہ کیلئے قلب میں مضامین مفیدہ کثرت سے وارد ہوجاتے ہیں۔ پس شیوخ ناز نہ کریں کہ ہم نے بڑے بڑے علوم واسرار بیان کر دیئے کیونکہ کبھی سامعین کی برکت سے بھی مضامین کا ورود ہوتا ہے اور اس وقت اس کی مثال ــــ تو بس ــــ قیف[1] جیسی ہوتی ہے کہ وہ محض واسطہ ہے۔ بوتل میں تیل پہنچانے کا اب اگر قیف ناز کرنے لگے کہ میں نے تیل پہنچایا، یہ اس کی حماقت ہے بلکہ اس کو بوتل کا ممنون ہونا چاہئے کہ اس کی برکت سے اس کو بھی تیل سے کسی قدر تلبس ہو گیا۔

ایک عالم کی حکایت ہے کہ ان کے وعظ میں ایک عارف موجود تھے جو ان کی طرف متوجہ تھے ان کی توجہ کا یہ اثر ہوا کہ وعظ میں عجیب عجیب علوم بیان ہوئے، درمیان میں واعظ کو عجب ہوا کہ آج تو میں نے بڑے علوم بیان کئے ہیں، عارف کو اس خطرہ کا کشف ہو گیا تو انھوں نے اپنی توجہ ان کی طرف سے ہٹالی، توجہ کا ہٹانا تھا کہ واعظ کو آمد بند ہو گئی۔ اس لئے کسی وقت روانی بیان میں ہو اور علوم عجیبہ بیان ہو جائیں تو اس کو سامعین کا فیض سمجھنا چاہئے، غرض کثرتِ کلام خود مقصود نہیں بلکہ افادہ واستفادہ کے لئے ذریعہ ہے اور مقصود عمل ہے

عمل کی حقیقت | بزرگانِ دین کی یہی وصیت ہے، شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

قدم باید اندر طریقت نہ دم　　　　که اصلے ندارد دمے بے قدم

(طریقت کے اندر قدم یعنی عمل چاہئے نہ بات، اس لئے کہ محض بولنا عمل کے بغیر اسکی کوئی حقیقت نہیں)

قدم سے مراد عمل ہے، اہل طریقت تو یہاں تک مشاہدہ کرتے ہیں کہ جس کام کو وہ خود نہیں کرتے اسکی نصیحت بھی دوسروں پر مؤثر نہیں ہوتی، اور جس کام کو خود کرتے ہیں اس کی نصیحت بھی مؤثر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بزرگوں نے وصیت کی ہے کہ عارف کو بھی خلوت کی ضرورت ہے گو وہ اس درجہ پر پہنچ چکا ہو کہ ؎

خلوت و چلّہ بر و لازم نماند

(گوشہ نشینی اور چلّہ کشی اب اس پر لازم نہیں رہ گئی) مگر دوسروں کے افادہ کے لئے اس کو خلوت

---

[1] پتلی چیز بھرنے کی کیپ

لازم سمجھنا چاہیئے تاکہ جلوت میں جو علوم کا افادہ ہو چکا ہے ان کے علاوہ خلوت میں نئے علوم مجتمع ہو جائیں اور چشمہ بند نہ ہو بلکہ پانی کی آمد برابر ہوتی رہے، چونکہ آج کل لوگوں کو عمل کی طرف توجہ نہیں عوام تو عوام، خواص کو بھی زیادہ توجہ اسرار و ذوقیات ہی کی طرف ہے اس لئے بھی یہ مضمون زیادہ ضروری ہو گیا اور خواص کو عمل کی طرف توجہ اس لئے کم ہے کہ عمل میں ابتداءً لذت نہیں ہوتی اور ذوقیات میں سراسر لذت ہے، عمل کی مثال ابتداء میں مثل دوا کے ہے اور انتہا میں مثل غذا کے ہے منتہی کو عمل میں زیادہ لذت ہوتی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ (نماز میری آنکھ کی ٹھنڈک بنا دی گئی ہے) اب جو سالکین یہ شکایت کرتے ہیں کہ ذکر میں اور نماز و روزہ میں مزہ نہیں آتا ان پر ہنسی آتی ہے کہ انھوں نے طبیب سے کبھی یہ شکایت کی کہ دوا میں مزہ نہیں آتا پھر یہاں اس شکایت کے کیا معنیٰ، صاحب تم کو جو ذکر و اوراد بتلائے گئے ہیں بطور دوا کے بتلائے گئے ہیں، پھر دوا میں لذت کی طلب کیسی، ہاں اس کی عادت کر لو تو پھر مثل غذا کے اس میں بھی لذت آئے گی، کیونکہ عادت کے بعد دوا بھی غذا بن جاتی ہے، جیسے افیون اور تمباکو کہ حقیقت میں یہ چیزیں دوا ہیں، مگر عادت کے بعد غذا سے زیادہ لذیذ معلوم ہوتے ہیں، پس عمل میں لذت اور سہولت کا طالب ہونا غلطی ہے، اور اگر شیخ ایسا طریقہ بتلا دے جس سے عمل میں سہولت ہو جائے تو یہ اس کا فرض منصبی نہیں محض تبرع[1] ہے چنانچہ حکیم کا فرض منصبی صرف نسخہ لکھ دینا اور دوا بتلا دینا ہے، مریض کو یہ حق نہیں کہ طبیب سے الائچی اور پان کا مطالبہ کرنے لگے، اگر وہ نسخہ بتلا کر الائچی اور پان بھی کھلا دے تو یہ اس کا احسان ہے، جیسا بعض اطبا شفقت کے طور پر مریضوں کو بد پرہیزی کی اجازت دیدیتے ہیں۔

مولانا حکیم معین الدین صاحب مرحوم کی حکایت سُنی ہے کہ وہ اپنے سامنے مریض سے پرہیز نہ کراتے تھے اور کہتے تھے کہ میرے سامنے جس چیز کو دل چاہے کھالو کیونکہ وہ نسخہ میں اس کی رعایت کر لیتے تھے مگر پیچھے اس کی اجازت نہ تھی، تو یہ محض ان کی شفقت تھی مریض کو اس کی درخواست کا حق نہ تھا

شیوخ و مریدین | شیوخ چونکہ مربی ہیں اور بد پرہیزی کرانا تربیت کے خلاف ہے اس لئے ان سے بھی بد پرہیزی کی اجازت مانگنے کا کسی کو حق نہیں اور لذت و سہولت کی طلب بھی ایک درجہ میں بد پرہیزی کی طلب ہے کیونکہ معالجہ باطن کا مدار مجاہدہ پر ہے، اور مجاہدہ میں لذت کہاں، اگر مجاہدہ

---

[1] احسان

میں لذت ہو تو مجاہدہ نہ رہے گا، اس لئے بعض دفعہ شیوخ قصداً بھی سہولت ویسر[۱] کا طریقہ نہیں بتلاتے ہاں بعض دفعہ کسی کو شفقت کے طور سے ایسے طریقے بتلا دیتے ہیں جن سے عمل میں سہولت ہو جائے وہ بھی اسی وقت تک جب تک خود سالک درخواست نہ کرے اور اگر ان سے درخواست کی تو اس وقت اس کی رائے بدل جاتی ہے کہ تجھ کو تو سہولت کے راہ سے نہ پہونچایا جائے گا بلکہ ناک رگڑ کے ہی عمل کرایا جائے گا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ طالب کو سہولت ولذت کی درخواست کا حق نہیں بلکہ اس کو لازم ہے کہ خاموشی اختیار کرے شیخ جو طریق مناسب سمجھے گا خود اختیار کرے گا مگر ایسی خاموشی بھی جائز نہیں کہ حالات سے بھی شیخ کو مطلع نہ کرے کیونکہ شیوخ عالم الغیب[۲] نہیں، ہاں عالم العیب[۳] بالمعنیٰ تو ہیں بشرطیکہ وہ عیب غیب نہ رہے بلکہ احوال سے اس کو برابر اطلاع دی جائے تو وہ سالک کے امراض وعیوب پر مطلع ہو جاتا ہے اسی لئے میں نے آداب سلوک کا خلاصہ دو لفظوں میں بیان کیا ہے، اطلاع واتباع، قافیہ کا تو مجھے خبط ہے کیونکہ قافیہ سے کلام موزوں اور خوشنما ہو جاتا ہے نیز اس کا یاد رکھنا بھی آسان ہو جاتا ہے، اسی طرح دو لفظ اور ہیں، اعتقاد وانقیاد (ماننا اور حکم بجا لانا) کہ سالک کو شیخ سے اوّل اعتقاد ہونا چاہئے پھر اس کے احکام کی اطاعت کرنا چاہئے، کبھی اعتقاد کی بجائے اعتماد کہدیتا ہوں کیونکہ اعتقاد وہی معتبر ہے جو اعتماد کے ساتھ ہو، یہ حاصل ہے معاملہ شیوخ و مریدین کا۔ مگر آج کل یہ حقوق پامال کئے جا رہے ہیں کہ ہر سالک اپنی رائے کو شیخ کی رائے میں شامل کرنا چاہتا ہے، سو اس طرح کامیابی دشوار ہے، طب ظاہر میں بھی ایسا مریض شفایاب نہیں ہو سکتا جو معالج کی رائے میں اپنی رائے کو داخل کرے۔

میرے پھوپھی زاد حکیم مصباح الحق بڑے قابل حکیم تھے ایک بار وہ خود مریض ہوئے اور حکیم عبدالمجید خاں صاحب کے پاس علاج کے لئے گئے تو ان کی حالت یہ تھی کہ حکیم صاحب کے ہر نسخہ میں ترمیم کرتے تھے کیونکہ خود بھی حکیم تھے، مگر نتیجہ یہ ہوا کہ جب حکیم عبدالمجید خاں صاحب کو اس کی اطلاع ہوئی صاف فرما دیا کہ یہ اس مرض سے جانبر نہ ہوں گے کیونکہ ان کو کسی طبیب پر اعتماد نہیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ جانبر نہ ہوئے۔

---

[۱] آسانی [۲] غیب داں [۳] عیب جاننے والا

اسرار و ذوقیات | اسرار و ذوقیات کے نعمت ہونے میں شک نہیں اگر بدون طلب کے حاصل ہو جائیں تو شکر کرنا چاہیئے مگر چونکہ مقصود اور مطلوب نہیں ہیں اس لئے ان کے درپے نہ ہونا چاہیئے حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ ذوق و شوق و انس وغیرہ حجب[1] نورانیہ ہیں اور حجب نورانیہ حجب ظلمانیہ سے اشد ہیں کیونکہ حجب ظلمانیہ کی طرف سالک متوجہ نہیں ہوتا ان کو خود دفع کرنا چاہتا ہے اور حجب نورانیہ کی طرف متوجہ ہو جاتا اور التفات کرنے لگتا ہے جس کی وجہ سے توجہ مقصود سے ہٹ جاتی ہے، اس لئے حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی وقت انوار و اسرار و ذوقیات کی طرف توجہ ہونے لگے تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے لا سے ان کی بھی نفی کرنا چاہیئے کیونکہ مقصود وَرَاءُ الْوَرَاءِ ثُمَّ وَرَاءُ الْوَرَاءِ ہے ؎

اے برادر بے نہایت درگہیست — ہرچہ بروے میرسی بروے مایست

(اے بھائی اس درگاہ کی رسائی کے لئے کوئی حد و انتہا نہیں ہے جہاں تک بھی پہونچو اس پر وقوف و ٹھہراؤ مت کرو چلتے ہی رہو) اور اگر کسی وقت ذوقیات و احوال سے اپنے کو خالی پائے اس وقت یوں کہے ؎

روزہا گر رفت گو رو باک نیست — تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست

(دن اگر چلے گئے اور احوال و کیفیات نہیں تو کہدو جاؤ کوئی غم کی بات نہیں، تو رہ آیا دذات الٰہی کہ تیرے جیسی پاکیزہ اور کوئی چیز نہیں ہے) روزہا سے مراد احوال و کیفیات ہیں کہ اگر کسی وقت یہ نہ ہوں تو دل گیر نہ ہو بلکہ یہ سمجھے کہ خدا تو ہے پھر اس کے ہوتے ہوئے کسی کے نہ ہونے کا کیا غم، محب کو تو محبوب سے کام ہے، اغیار سے کیا کام؟ ؎

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب — کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

(وصل و فراق کوئی قابل توجہ چیز نہیں ہے، دوست کی رضا طلب کرنا چاہیئے، کیونکہ بڑے ظلم کی بات ہے کہ اسے چھوڑ کر کسی اور کی تمنا کرے) محب وہ ہے کہ محبوب فرینی کھلائے تو اس پر راضی رہے، پھیکا دودھ پلائے تو اس پر راضی رہے، ایلوا کھلائے تو اس پر بھی راضی رہے محب کی تو یہ شان ہونا چاہیئے ؎

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو — دل شدہ مبتلائے تو ہرچہ کنی رضائے تو

[1] پردے

(اگر آپ زندہ رکھیں تو یہ آپ کی عطا و بخشش ہے اور اگر آپ مار ڈالیں تو یہ جان آپ نچھاور ہے، دل تو آپ کی محبت میں مبتلا ہو چکا ہے آپ جو چاہیں کریں آپ کی مرضی)

سرمد مجذوب اس مضمون کو ذرا صاف بیان کرتے ہیں ؎

سرمد گلہ اختصار می باید کرد یک کار ازیں دو کار می باید کرد
یا تن برضائے دوست می باید داد یا قطع نظر زیار میباید کرد

(۱ سرمد گلہ و شکوہ کم کرنا چاہیئے یعنی چھوڑ دینا چاہیئے، ان دو کاموں میں سے ایک کو متعین کر لینا چاہیئے۔) (۲ یا جان و تن کے ساتھ رضائے دوست میں لگ جانا چاہیئے یا دوست سے قطع نظر کر لینا چاہیئے یعنی دوستی کو خیرباد کہہ دینا چاہیئے)

کیا دو ٹوک فیصلہ ہے کہ اگر یہ خدا پسند نہیں تو کوئی دوسرا خدا تجویز کر لو جو تم کو ہمیشہ لذت ہی میں رکھے اور اگر یہی خدا پسند ہے تو وہ تمھاری مرضی کے تابع نہ ہوگا، بلکہ اپنی مرضی کے مطابق حکم کرے گا، پھر شکایت کے کیا معنیٰ؟ اگر تم کو خدا سے محبت ہے تو محبوب کی مراد اپنی مراد ہونی چاہیے، اس کی ایک موٹی مثال ہے، اگر کوئی عاشق وصال محبوب کے لئے تڑپتا پھرتا ہو پھر اتفاق سے محبوب اس کو پیچھے سے آکر بغل میں دبالے اور ایسا دبائے کہ پسلیاں ٹوٹنے لگیں اور وہ عاشق یوں کہے کہ اگر تجھ کو اس سے تکلیف ہوتی ہو تو چھوڑ دوں اور رقیب کو بغل میں لے لوں کہ وہ بھی اس کا مشتاق ہے تو بتلائیے عاشق کیا کہے گا؟ یقیناً یوں کہے گا ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

(دشمن کو یہ دولت کبھی نصیب نہ ہو کہ تمھاری تلوار سے وہ ہلاک ہو۔ تم اگر خنجر آزمائی ہی کرنا چاہو تو دوستوں کا سر سلامت ہے اسی پر کرلو)

افسوس ایک مخلوق کی تو مراد محبوب ہو جو کہ اپنے ہی مثل ہے کہ بنی نوع میں سے ہے اور ممکن ہے کہ محب میں اس سے زیادہ کمالات ہوں عقل و فہم و ہنر وغیرہ مگر اس کا صرف چہرا حسین ہے خواہ صبیح ہے یا ملیح کیونکہ اس میں مذاق کا اختلاف ہے بعض کو صباحت پسند ہے بعض کو ملاحت غرض صرف اتنی سی بات کی وجہ سے اس کی مراد پر جان فدا کرنے کو تیار ہیں، اور اللہ تعالیٰ کیساتھ یہ معاملہ نہیں، حالانکہ حقیقی کمال اور حقیقی حسن و جمال انہی میں ہے، اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

عشق مولا کے کم از لیلیٰ بود گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود
(مولا کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کیسے کم ہوسکتا ہے اس کے لئے تو گیند بن جانا اور زیادہ بہتر ہے)

سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

ترا عشق ہمچو خودے زاب وگل ربایدہمہ صبر و آرام دل
چو درچشم شاہد نیاید زرت زر و خاک یکساں نماید برت

(جب اپنے جیسے سے عشق جو آب وگل سے بنا ہے تمھارے صبر کو چھین لیتا ہے اور دل کا آرام اچک لیتا ہے) (جب محبوب کی نگاہ میں تمھارے چاندی سونے کی کوئی وقعت نہیں ہوتی اور وہ اُسے خاطر میں نہیں لاتا تو تمھیں سونا اور مٹی یکساں معلوم ہوتے ہیں)

عجب داری از سالکانِ طریق کہ ہستند در بحرِ معنےٰ غریق
دمادم شراب الم درکشند وگر تلخ بینند دم درکشند

(سالکین راہ مولیٰ کے احوال سے تمھیں تعجب ہوتا ہے جو حقیقت کے دریا میں غرق ہیں) (کہ دمبدم رنج والم کی شراب پیتے رہتے ہیں، اگر تلخی دیکھتے ہیں دم سادھ لیتے ہیں کچھ بولتے نہیں) اور اس سے بڑھکر ان خشک لوگوں پر افسوس ہے جو محبت حق ہی کا انکار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں ہوسکتی بس محبت حق کے معنی یہی ہیں کہ احکام پر چلتے رہو، افسوس ان لوگوں کو اپنے حرمان پر تو افسوس نہ ہوا، الٹا اہل محبت کی دولت ہی کا انکار کرنے لگے۔ صاحبو! وہ تو یہ کہتے ہیں کہ خدا کی محبت نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کو دیکھا نہیں۔

محبت مخلوق | میں یہ کہتا ہوں کہ غیر حق کی محبت نہیں ہوسکتی جس کو میں دلیل سے ثابت کرسکتا ہوں، اور ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ میرے دعوے کی دلیل یہ ہے کہ محبت مخلوق کا سبب ذاتِ مخلوق نہیں (کیونکہ ذات من حیث ہی ذات تو بچپن میں بھی موجود ہے اور بڑھاپے میں بھی، پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ محبوب سے محبت جوانی میں یا دوسرے بعض حالات میں ہوئی) بلکہ محبت کے اسباب چار ہیں، کمال۔ جمال۔ نوال۔ قرابت۔ کمال کی وجہ سے جو محبت ہوتی ہے وہ دیدار پر موقوف نہیں کیونکہ بہت سے اہل کمال ایسے ہیں جن کو ہم نے نہیں دیکھا مگر ہم کو ان سے محبت ہے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب مسلمانوں کو محبت ہے اور جملہ انبیاءؑ سے محبت ہے اور ایسی محبت ہ

کہ اولاد و والدین سے زیادہ ۔ چنانچہ مسلمان اپنے والدین کی شان میں گستاخانہ کلمات سنکر صبر کر سکتے ہیں، مگر حضرات انبیاؑ کی شان میں گستاخی ہوتے ہوئے دیکھ کر صبر نہیں کر سکتے، یہ تو دینی محبت کی مثال ہے ۔ اور دنیوی محبت کی مثال یہ ہے کہ شاہنامہ پڑھنے والوں کو رستم سے محبت ہو جاتی ہے ۔

مجھے خود اپنا واقعہ بچپن کا یاد ہے کہ جب میں شاہنامہ پڑھتا تھا تو ہر لڑائی کا بیان شروع کرتے ہوئے تمنا ہوتی تھی کہ رستم ہی غالب ہو اس پر دوسرا کوئی نہ غالب ہو۔ دوسرا سبب جمال ہے یعنی حُسن، سو اس کے عارضی ہونے کی یہ حالت ہے کہ مخلوق میں کسی کا حُسن بھی ذاتی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا دیا ہوا ہے چند روز میں موت آکر سارے حُسن کا خاتمہ کر دیتی ہے اور زندگی میں بھی اگر عورت کا سر مونڈ دیا جائے تو سارا حُسن جاتا رہتا ہے، اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

عشق با مردہ نباشد پائیدار عشق را باحیّ و باقیوم دار
عشق ہائے کز پئے رنگے بود عشق نبود عاقبت ننگے بود

(مُردہ کے ساتھ عشق پائیدار نہیں ہوا کرتا ۔ عشق اگر رکھنا ہو تو خدائے حی اور قیوم کے ساتھ رکھو)
(جو عشق کسی کے رنگ و روپ کی وجہ سے ہوتا ہے وہ عشق نہیں ہوتا، بلکہ نتیجتاً عار و ننگ و بدنامی ہوتا ہے) پس مخلوق کی حالت دیکھ کر یہ حقیقت عیاں ہے کہ ان کا حسن کسی دوسرے کا پیدا کیا ہوا ہے اور وہ خدا کے سوا کوئی نہیں، تو اب جو شخص کسی مخلوق پر عاشق ہے وہ حقیقت میں خدا پر عاشق ہے کیونکہ جس کمال و جمال پر وہ فریفتہ ہے وہ خدا کا پیدا کیا ہوا اسی کا عطا کیا ہوا ہے مکان کی تعریف کرنے والا حقیقت میں معمار کی مدح کر رہا ہے، خوشخط تحریر پر فریفتہ ہونے والا دراصل کاتب پر فریفتہ ہو رہا ہے گو اس کو خبر نہیں، اسی طرح یہاں سمجھو۔ تیسرا سبب نوال ہے وہ بھی درحقیقت صفت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جیسا ابھی جمال کی تقریر میں مذکور ہوا ۔

اب رہ گئی قرابت سو قرابت متعارفہ تو اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے، البتہ اس کی حقیقت یعنی "دو شخصوں میں اوروں سے زیادہ ایک نسبت" یہ حق تعالیٰ کے ساتھ ایسی حاصل ہے جو کسی کے ساتھ بھی نہیں، اس کی تفصیل احیاء میں مبسوط ہے ۔ اب تو میرا دعویٰ ثابت ہو گیا کہ غیر حق کی محبت نہیں ہو سکتی بلکہ محبت جب ہوگی خدا ہی سے ہوگی، اسی کو ایک عارف فرماتے ہیں ؎

حُسن خویش از روئے خوباں آشکارا کردہٗ پس بچشم عاشقاں خود را تماشا کردہٗ

(آپ نے اپنے حُسن کو حسینوں کے چہرہ سے آشکارا کیا، پھر عاشقوں کی آنکھ سے خود اپنا ہی نظارہ کیا)

محبت خالق | اب اگر یہ سوال پیدا ہو۔ خدا تعالیٰ کی درگاہ تک ہم کیونکر پہنچیں اور ان کی محبت کس طرح حاصل کریں تو مولانا اس مقام پر اس کو بھی بتلاتے ہیں، مولانا کا کلام جامع ہوتا ہے وہ سب پہلوؤں کو نظر میں رکھتے ہیں، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں ؎

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست ‏ ‏ ‏ بر کریماں کارہا دشوار نیست

(تم یہ بات مت کہو کہ اس بادشاہ کے دربار میں ہماری رسائی نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ کریم کے لئے کوئی کام دشوار نہیں ہے) لفظ "بر کریماں" میں اس طرف اشارہ ہے کہ وصول الی اللہ تمہاری سعی سے نہ ہو گا بلکہ ان کے کرم سے ہو گا۔

میں اس کی ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ جیسے شیرخوار بچہ کو آپ اپنے پاس بلانا چاہیں جو کھڑا تو ہو جاتا ہے مگر چل نہیں سکتا، آپ اس کو بلاتے ہیں کہ یہاں آؤ، حالانکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ آ نہیں سکتا، مگر کسی مصلحت سے آپ اس کے منتظر ہوتے ہیں کہ یہ ذرا چلے اور گر پڑے تو گود میں لے لیں۔ بس یہاں بھی اسی کی ضرورت ہے کہ ذرا چلو اور گر پڑو پھر وہ خود ہی اٹھالیں گے ورنہ خود آپ اس راستہ کو طے نہیں کر سکتے، ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

نگردد قطع ہرگز جادۂ عشق از دویدنہا ‏ ‏ ‏ کہ میبالد بخود ایں راہ چوں تاک از بریدنہا

(عشق کا راستہ دوڑنے سے کبھی قطع نہیں ہو گا، کیونکہ یہ راستہ خود بخود بڑھتا اور دراز ہوتا رہتا ہے جس طرح انگور کی شاخ کہ جب کاٹی جاتی ہے تو اور زیادہ بڑھتی ہے)

اور عارف شیرازیؒ فرماتے ہیں ؎

ما بداں مقصد عالی نتوانیم رسید ‏ ‏ ‏ ہاں مگر لطف شما پیش نہد گامے چند

(ہم اپنی سعی سے اس بلند مقصد کو حاصل کر ہی نہیں سکتے، البتہ اگر آپ ہی کا لطف کچھ پیش قدمی کرے (تو حاصل ہو سکتا ہے) جب محبوب حقیقی حق تعالیٰ شانہ ہیں جیسا ابھی ثابت ہوا تو کیا محبت کا یہی حق ہے کہ بسط ہو تو قبض کی تمنا ہے۔ اور قبض ہو تو بسط کی تمنا ہے۔ ارے تم کو تو خاموش چلتے رہنا چاہیے کہ ؎ خواجہ خود روشِ بندہ پروری داند

(خواجہ خود ہی بندہ پروری کا طور وطریق خوب جانتا ہے)

(باقی آئندہ)

اگرچہ طاعات غیر واجبہ میں کماً یا طاعات واجبہ میں کیفاً کچھ نقص یا خلل ہی واقع ہو جائے تب بھی باطنی نفع اس پر مرتب ہوتا ہے

(۷۲) فرمایا کہ اَیک [illegible] درجہ محبوبیت کا یہ ہے کہ محبوب کے ایذا [illegible] لے سے ہر حال میں مواخذہ ہوتا ہے، محبوب معاف بھی کر دے جب بھی جرم معاف نہیں ہوتا۔

(۷۳) فرمایا کہ ایسے امور دنیویہ کے انتظام کا اہتمام جن کا تعلق صرف اپنی ذات سے ہے (مثلاً آرائش کمرہ کی) بعض اوقات مفضی ہوتا ہے قلت اہتمام کی طرف امور دینیہ میں اس لئے ان میں تلون اور عدم پابندی کا مضائقہ نہیں، البتہ جن امور دنیویہ کا تعلق دوسرے لوگوں سے ہے ان میں تلون سبب ہو جاتا ہے ان کی اذیت کا ان میں انتظام کا اہتمام ضروری اور عین دین ہے (مثلاً اپنے آمد کی خبر دینا پھر رائے بدل دینا بدون اطلاع)

(۷۴) فرمایا کہ ظاہری جسم کے (خلاف شریعت) مقتضیات پر عمل مت کرو اس کو ترک کرو تب تم کو عروج روحانی حاصل ہوگا۔

(۷۵) فرمایا کہ مجذوب کی نظر کبھی تو چھوٹی چھوٹی اور معمولی معمولی باتوں پر ہو جاتی ہے اور نہ ہو تو بڑی سے بڑی بات پر نہیں ہوتی اس لئے کہ جذب کی وجہ سے استغراقی کیفیت ان حضرات پر غالب رہتی ہے اسی لئے ان کا فعل حجت نہیں۔

(۷۶) فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ جمعہ کے روز جو مرجاتا ہے اس کا حساب قیامت تک فرشتے نہیں لیتے، اس کی وجہ یوم جمعہ کی فضیلت ہے۔ نماز جمعہ سے قبل یا بعد کو کوئی دخل نہیں اس لئے جنازہ کے لئے نماز جمعہ کا انتظار خلاف شریعت و عبث ہے۔

(۷۷) فرمایا کہ شمائل ترمذی میں مروی ہے کہ کَانَ لَہٗ عَتَادٌ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر امر میں ایک ضابطہ مقرر تھا، اس لئے ہر امر میں ایک ضابطہ ہونا چاہیے۔

(۷۸) فرمایا کہ عارفین زیادت شکر کے لئے لذائذ میں مشغول ہوتے ہیں۔

(۷۹) فرمایا کہ مشاہدۂ جمال صانع کے لئے حرام محل اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ حرام میں مشاہدۂ جمال صانع ہوتا ہی نہیں۔ وہاں محض نفسانیت اور بہیمیت ہی ہوتی ہے، پس جو لوگ امردوں اور نامحرم عورتوں کو گھورتے ہیں اور دعویٰ مشاہدۂ جمال حق کا کرتے ہیں، وہ جھوٹے ہیں۔

(۸۰) فرمایا کہ عام طور پر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حق العبد میں محض بندہ ہی کا حق ہوتا ہے حق تعالیٰ کا حق نہیں ہوتا یہ غلط ہے، کیونکہ بندہ کا وہ حق اللہ تعالیٰ ہی نے تو مقرر فرمایا ہے، مثلاً حکم دیا ہے کہ مظلوم کی امداد کرو، کسی مسلمان کی غیبت نہ کرو، کسی کو ایذا نہ دو، تو جب ان احکام کے خلاف کسی کو ایذا دی جائے گی تو جیسے بندہ کا حق فوت کیا ایسے ہی خدا تعالیٰ کا بھی حق فوت کیا کہ ان کے حکم کی مخالفت کی، اس لئے حقوق العباد تلف کرنے میں محض بندوں کی معافی کافی نہیں بلکہ حق تعالیٰ سے بھی توبہ واستغفار کرنا چاہئے، گو عام حقوق العباد میں بندہ کی معافی کے بعد حق تعالیٰ اکثر اپنا حق بھی معاف کر دیتے ہیں، مگر بعض اوقات محبوبانِ خاص کی حق تلفی میں ان کی معافی کے بعد بھی حق تعالیٰ اپنا حق معاف نہیں فرماتے، بلکہ مؤاخذہ ضرور ہوتا ہے۔

(۸۱) فرمایا کہ ایک ضد کبھی دوسرے ضد کے حصول کا سبب ہو جاتی ہے، جیسے قبض سبب ہو جاتا ہے بسط کا بوجہ مجاہدۂ حزن وغم کے جو مورث ہے عجز وانکسار کا اور قاطع ہے عجب وخود بینی کا۔ یا غنا سبب ہو جاتا ہے افلاس کا کیونکہ غنا سے بیفکری ہوتی ہے اور بے فکری سے فضول خرچی پیدا ہوتی ہے، جس سے افلاس تک نوبت پہنچتی ہے، یا افلاس سبب ہو جاتا ہے غنا کا اس طرح کہ بوجہ عُسرت وتنگی محنت وجانفشانی کے ساتھ تحصیل رزق میں سعی کرتا ہے اور بعد چندے افلاس دور ہو کر غنا نصیب ہو جاتا ہے یا وساوس کا ہجوم سبب ہو جاتا ہے حضور ودلجمعی کا اس طرح سوچنے سے کہ خدا تعالیٰ کی کیا عظیم قدرت ہے کہ میرے دل میں ایک دریا خیالات ووساوس کا بہا دیا جس کے بند کرنے سے بندہ عاجز ہے۔

(۸۲) فرمایا کہ توجہ مرشد کی اس وقت نافع ہوتی ہے جبکہ اس کی اطاعت کی جاوے اور اس کے بتلانے کے موافق عمل کیا جاوے اور اپنے کو اس کے ہاتھ میں "مردہ بدست زندہ" کر دیا جاوے کہ وہ جس طرح چاہے تم میں تصرف کرے۔ اس کے بعد جو توجہ مرشد کی ہوتی ہے وہ واقعی کیمیا ہوتی ہے۔

(۸۳) فرمایا کہ فہم سلیم اور تفقہ فی الدین اس کو حاصل ہوتا ہے جس نے توجہ سے پڑھا ہو اور اساتذہ کو راضی رکھا ہو۔ جس طالب علم نے محض محنت ہی کی ہو مگر اساتذہ کو راضی نہ رکھا ہو تجربہ کر لیا جائے کہ اس کو علم حقیقی ہرگز حاصل نہ ہوگا۔

(۸۴) فرمایا کہ عاشق کو اس سے بحث نہیں ہوتی کہ میرے عمل پر کچھ ثمرہ مرتب ہوا یا نہیں، رعمل سے فائدہ ہوتا ہے یا نہیں وہ تو محض محبت کی وجہ سے محبوب کی خدمت میں لگا رہتا ہے ہے کامیابی ہو یا ناکامی۔

(۸۵) فرمایا کہ معراج کی حقیقت ہے قرب حق، اور قرب حق کسی خاص صورت کیساتھ نید نہیں، بلکہ کبھی بصورت عروج ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا، رکبھی بصورت نزول جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام کو بطن حوت (شکم ماہی) میں ہوا۔

(۸۶) عُسر کو یُسر میں خاص دخل ہے کیونکہ عُسر سے نفس پامال ہوتا ہے اور عارف کو اسوقت ناعجز و فنا مشاہدہ ہوتا ہے، نیز صبر جمیل اور رضا بالقضا حاصل ہوتا ہے یہ سب یُسر و فرح کا سبب بن جاتے ہیں، اس کے ساتھ جب وہ حدیث ملائی جائے کہ انبیاء پر تکالیف و شدائد اسلئے یادہ آتے ہیں تاکہ ان کے درجات بلند ہوں پھر تو عُسر کے سبب یُسر ہونے میں اور کوئی بھی اشکال رہے گا، اس کے ساتھ اتنا اور سمجھ لیجئے کہ عُسر یُسر باطنی کا سبب تو ہوتا ہی ہے، کیونکہ درجات بڑھتے ں مگر اکثر یُسر ظاہری کا بھی سبب بن جاتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ، الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ اِنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ الخ (بیشک ہم اپنے رسولوں کی مدد کرتے ں اور ان کی بھی جو ایمان لائے دنیوی زندگی میں بھی الخ) (بیشک اس زمین کے مالک میرے نیک ۔ے ہوں گے) (اللہ کا وعدہ ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے کہ ان کو زمین ں حکومت عطا فرمائے گا)

(۸۷) فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف شعبان کے بعد ترک صوم کا اسلئے حکم دیا ہے کہ ضان سے پہلے ترک صوم سے صوم رمضان پر قوت زیادہ ہوگی اور انتظار و اشتیاق کی شان پیدا ر رمضان کے روزوں میں نشاط زیادہ ہوگا، گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ضد کو دوسرے ہ کے لئے معین بنایا ہے۔ اسی طرح نصف شعبان کا روزہ رمضان کے نمونہ کے لئے مسنون فرمایا تاکہ ضان سے وحشت وہیبت نہ ہو اور اس تاریخ میں رات کو عبادت بھی تراویح رمضان کا نمونہ ہے ں سے تراویح کے لئے حوصلہ بڑھتا ہے کہ جب زیادہ رات تک جاگتا کچھ بھی نہ معلوم ہوا تو تراویح کے

لئے ایک گھنٹہ جاگنا کیا معلوم ہوگا، پس اس میں اعانت بالمثل علی المثل سے کام لیا گیا ہے۔

(۸۸) فرمایا کہ طلب کے بعد ترک طلب اشد ہے، کیونکہ یہ اعراض ہے۔

(۸۹) فرمایا کہ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہئے یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے) کا مطلب یہ ہے کہ موت تک عمل سے استغنا نہیں ہوسکتا۔

(۹۰) فرمایا کہ امید و رجا وہی ہے جو عمل کے ساتھ ہو ورنہ غرور (دھوکہ) ہے

(۹۱) فرمایا کہ عقائد فی نفسہ بھی مقصود ہیں اور عمل کے واسطے بھی مقصود ہیں، مثلاً مسئلہ تقدیر کی تعلیم سے صرف اعتقاد کر لینا ہی مقصود نہیں بلکہ یہ عمل بھی مقصود ہے کہ مصائب میں مستقل رہے ہر مصیبت کو مقدر سمجھے اور پریشان نہ ہو، اسی طرح نعمتوں پر بطر و تجبر نہ ہو ان کو اپنا کمال نہ سمجھے مثلاً توحید کے عقیدہ سے مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ کا خوف اور اس سے طمع نہ رہے۔

(۹۲) فرمایا کہ جب عمل خلاف مقتضائے علم ہوتا ہے تو علم کو کالعدم سمجھتے ہیں، جیسے کوئی لڑکا باپ سے گستاخی کرتا ہو تو ایسے کہتے ہیں باپ ہے باپ یعنی گویا منکرِ ابُوّت سمجھ کر خطاب کرتے ہیں۔

(۹۳) فرمایا کہ اسلام نہ ترک تعلقات کی تعلیم کرتا ہے نہ انہماک فی الدنیا کی اجازت دیتا ہے بلکہ تعلقات میں اختصار کی تعلیم دیتا ہے۔

(۹۴) فرمایا کہ مال جمع کرنے کے ساتھ بھی زہد و توکل ہوسکتا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ مال کے ساتھ دل نہ لگائے اور ضرورت سے زیادہ درپے نہ ہو، پس یہ زہد ہے اور اگر بدون طلب و انہماک کے ضرورت سے زیادہ سامان حق تعالیٰ عطا فرما دیں تو یہ بھی زہد کے خلاف نہیں۔ اور توکل یہ ہے کہ اسباب کو مؤثر نہ سمجھے نہ ان پر اعتماد کرے بلکہ حق تعالیٰ پر نظر رکھے اور ہر چیز کو ان ہی کی عطا سمجھے، اس کے لئے ترک اسباب اور ترک ملازمت ضروری نہیں۔

(۹۵) فرمایا کہ معرفت اس کا نام ہے کہ دنیا کی قدر دل میں نہ ہو اور اس سے دل کو خالی رکھے بے ضرورت سامان جمع نہ کرے ؎

چیست تقویٰ ترک شبہات و حرام — از لباس و از شراب و از طعام

ہر چہ افزون است اگر باشد حلال — نزد اصحاب ورع باشد وبال

(ترجمہ۔ تقویٰ کیا ہے، تقویٰ اس کا نام ہے کہ کھانے، پینے، پہننے میں حرام و مشتبہ چیزوں سے بچا جائے۔

(۲۔ ان میں جو چیز بھی زائد از ضرورت ہو اگرچہ حلال ہی ہو اہل تقویٰ کے نزدیک باعثِ وبال ہے)

(۹۶) فرمایا کہ بے نمازیوں کو زجر و تنبیہ تو کرو محض شفقت کی وجہ سے، لیکن انکو ذلت کی نگاہ سے نہ دیکھو اور اپنے کو ان سے افضل نہ سمجھو، پس زجر و تنبیہ تو اس بنا پر کرو کہ یہ اپنی توفیق ارادیہ سے کام کیوں نہیں لیتے اور اپنے کو ان سے افضل اس لئے نہ سمجھو کہ یہ محرومیت ہمارے ساتھ نہ ہوئی ورنہ تو ہم بھی ایسے ہی ہوتے جیسے یہ ہیں۔ تو دیکھئے زجر و تنبیہ عدم تحقیر کے ساتھ کس طرح جمع ہو گئی۔

(۹۷) فرمایا کہ ریا حابطِ عمل ہے گو فرض سر سے اتر جاتا ہے لیکن مقبول نہیں ہوتا اور مقصود مقبولیت ہی ہے۔

(۹۸) فرمایا کہ طریق قلندر کے دو جز ہیں ایک عمل جو حقیقت ہے طریق پارسائی کی اور دوسرا محبت، طریق قلندر نام ہے ان دونوں کے مجموعہ کا، اصطلاح متقدمین میں طریق قلندر وہ ہے جس میں اعمال ظاہرہ مستحبہ کی تو تقلیل ہو، لیکن محبت کی خاص رعایت ہو یعنی تفکر و مراقبہ زیادہ ہو۔ اور متاخرین کی اصطلاح میں یہ ہے کہ خواہ اِن اعمال کی تکثیر بھی ہو مگر غلبہ آزادی کو ہو، لیکن آزادی خلق سے ہو نہ کہ خالق سے یعنی قلندر کو دنیا کی وضع اور رسوم اور دنیوی مصلحتوں کی پروا نہیں ہوتی۔

(۹۹) فرمایا کہ کامل مکمل وہی ہے جو قدم بقدم ہو جناب رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جس کا ظاہر ہو مثل ظاہر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اور جس کا باطن ہو مثل باطن پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے یعنی ہر امر اور ہر حال میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ہی اس کے قبلہ و کعبہ ہوں۔

(۱۰۰) فرمایا کہ خواجہ عبید اللہ انصاری فرماتے ہیں ؎

برہوا پری مگسے باشی ۔ برآب روی خسے باشی ۔ دل خود بدست آر کہ کسے باشی

(اگر ہوا میں اڑوگے تو مکھی ہو جاؤ گے کہ وہ بھی اڑتی ہے، اور اگر پانی پر چلوگے تو خس و خاشاک جیسے ہوگے کہ وہ بھی پانی پر تیرتا ہے) ہاں اپنا دل قابو میں رکھو کہ آدمی (باکمال) ہو جاؤ گے)

(۱۰۱) فرمایا کہ فنا کا درجہ اعلیٰ درجہ ہے محبت کا، یعنی تمام تعلقاتِ غیر اللہ اس قدر مغلوب ہو جائیں کہ کوئی نہ معبود ہونے میں شریک رہے جو حاصل ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا اور نہ مقصود

ہونے میں شریک رہے جو حاصل ہے فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ أَحَدًا کا (چاہیئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے) اور نہ سالک کی نظر میں موجود ہونے میں شریک رہے جو حاصل ہے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهٗ (سب چیزیں فنا ہونے والی ہے بجز اس کی ذات کے) کا۔

(۱۰۲) فرمایا کہ جو شخص اعلیٰ درجہ کا محب ہوتا ہے اس کے افعال عقل معاش اور دنیوی مصلحت کے خلاف ہونے لگتے ہیں، اسی لئے دنیا دار ان کو پاگل و مجنون کا لقب دینے لگتے ہیں چنانچہ کفار مکہ نے صحابہؓ کو اَلسُّفَهَاء (بیوقوف) کہا تھا کیونکہ وہ حضرات سب اعزہ واقربار کو چھوڑ کر اور مال ومتاع کو خیر باد کہکر ایمان لائے تھے۔

(۱۰۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک میں ایسا اثر تھا کہ جب کفار سنتے تھے تو انکے خیالات میں عظیم الشان تبدیلی واقع ہوجاتی تھی، پس طرز بیان کی تاثیر کو تو شاعری اور مضمون کی تاثیر کو ساحری کہتے تھے۔

(۱۰۴) فرمایا کہ اندھے مادر زاد کو کیا خبر کہ نظر کسے کہتے ہیں اور روشنی کیسی ہوتی ہے عنین کیا جانے کہ نکاح میں کیا مزہ ہے اور منکوحہ کیسی قابل قدر چیز ہے۔ اسی طرح جن کی باطنی آنکھیں پٹ (بند) ہیں وہ باطنی دولت کی حقیقت کیا سمجھیں۔

(۱۰۵) فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ کی اتباع میں خاص برکت کا راز یہ ہے کہ جو شخص آپ کی ہیئت بناتا ہے اس پر خدا تعالیٰ کو محبت اور پیار آتا ہے کہ یہ میرے محبوب کا ہم شکل ہے، پس یہ وصول کا سب سے اقرب طریق ہے۔

(۱۰۶) فرمایا کہ ایسی شان کے شخص کو قلندر کہتے ہیں جو خدا سے کامل محبت رکھتا ہو۔ خدمت اور اطاعت میں پوری مشقت اٹھاتا ہو، اور کسی کی ملامت سے نہ ڈرتا ہو۔

(۱۰۷) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور محب بننا چاہو تو اعمال میں ہمت کرکے شریعت کے پابند رہو ظاہراً بھی اور باطناً بھی۔ اور اللہ اللہ کرو، اور کبھی کبھی اہل اللہ کی صحبت میں جایا کرو۔ اور ان کی غیبت میں جو کتابیں وہ بتائیں ان کو پڑھا کرو۔

(۱۰۸) فرمایا کہ سہ

تین حق مرشد کے ہیں رکھ ان کو یاد — اعتقاد و اعتماد و انقیاد

(۱۰۹) فرمایا کہ شیخ کامل کی پہچان یہ ہے کہ شریعت کا پورا متبع ہو، بدعت اور شرک سے محفوظ ہو، کوئی جہل کی بات نہ کرتا ہو، اس کی صحبت میں بیٹھنے کا اثر یہ ہو کہ دنیا کی محبت گھٹتی جائے اور حق تعالیٰ کی محبت بڑھتی جائے اور جو مرض باطنی بیان کرو اس کو توجہ سے سنکر اس کا علاج تجویز کرے اور جو علاج تجویز کرے اس علاج سے دمبدم نفع ہوتا چلا جائے اور اس کے اتباع کی بدولت روز بروز حالت درست ہوتی جائے۔

(۱۱۰) فرمایا کہ تمام اخراجات اور سامانوں میں اختصار کرو یعنی قدر ضرورت پر اکتفا کرو پھر ضرورت کے بھی درجے ہیں۔ ایک یہ کہ جس کے بغیر کام نہ چل سکے یہ تو مباح کیا واجب ہے، دوسرے یہ کہ ایک چیز کے بغیر کام تو چل سکتا ہے مگر اس کے ہونے سے راحت ملتی ہے، اگر نہ ہو تو تکلیف ہوگی گو کام چل جائے گا مگر دقت سے چلے گا، ایسے سامان بھی رکھنے کی اجازت ہے، ایک سامان اس قسم کا ہے جس پر کوئی کام نہیں اٹکتا نہ اس کے بغیر تکلیف ہوگی، مگر اس کے ہونے سے اپنا دل خوش ہوگا، تو اپنا جی خوش کرنے کے واسطے بھی کسی سامان کے رکھنے کا بشرط وسعت مضائقہ نہیں یہ بھی جائز ہے۔ ایک یہ کہ دوسروں کو دکھانے اور ان کی نگاہ میں بڑا بننے کے لئے کچھ سامان رکھا جا دے یہ حرام ہے، پس جو عورتیں اپنی راحت کے لئے یا اپنا یا اپنے خاوند کا جی خوش کرنے کے لئے قیمتی کپڑا یا زیور پہنتی ہیں ان کو تو بشرط مذکور گناہ نہیں ہوتا، اور جو محض دکھاوے کے لئے پہنتی ہیں وہ گنہ گار ہیں۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ اپنے گھر میں تو ذلیل و خوار بھنگیوں کی طرح رہتی ہیں اور جب کہیں تقریب میں نکلیں گی تو نواب کی بچی بن کر جائیں گی، یہ تاویل کرنا عورتوں کا کہ ہم تو اپنے خاوند کی عزت کے لئے عمدہ کپڑا پہن کر جاتی ہیں، یہ بھی غلط ہے، کیونکہ پہلی دفعہ جو ایک جوڑا تقریب کے لئے نکالا گیا تھا خاوند کی عزت کے لئے کافی تھا، پھر ہر دن نیا جوڑا یا کم از کم دوپٹہ کا بدل کر جانا ان کی ریا کی بیّن دلیل ہے۔ یہ مذکورہ بالا درجے ہر چیز میں ہیں، مکان میں بھی اور برتنوں میں بھی، کہ جس کے بغیر تکلیف ہو وہ ضروری ہے، اور جس کے بغیر تکلیف نہ ہو وہ غیر ضروری ہے، اب اگر اس میں اپنا دل خوش کرنے کی نیت ہے تو مباح ہے، اور اگر دوسروں کی نظروں میں بڑا بننے کی نیت ہو تو حرام ہے۔

(۱۱۱) فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت مولانا قاسم صاحب قدس سرہٗ نے حضرت حاجی صاحب

نوراللہ مرقدہٗ سے عرض کیا کہ حضرت میں ملازمت چھوڑنا چاہتا ہوں، حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا، مولوی صاحب ابھی تو پوچھ ہی رہے ہو، پوچھنا دلیل تردد کی ہے اور تردد دلیل خامی کی ہے اور خامی میں نوکری چھوڑنا مناسب نہیں۔

(۱۱۲) فرمایا کہ حال پیدا ہوتا ہے دوامِ عمل سے اور کسی قدر ذکر اور معیّت کا یقین سے۔

(۱۱۳) فرمایا کہ مبتدی، متوسط اور منتہی کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص نے تو شراب کبھو پی ہی نہ ہو اس لئے ہوش میں ہے، یہ تو مبتدی ہے، ایک شخص نے ابھی شراب پینا شروع کیا ہے اس لئے مست ہے، یہ متوسط ہے، اور ایک شخص برسوں سے پینے کا عادی ہے اس کو کسی قد تو نشہ ہوتا ہے مگر زیادہ نہیں، یہ منتہی ہے۔

(۱۱۴) فرمایا کہ کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ (یعنی دنیا میں اس طرح رہ کہ گویا تو مسافر ہے) کا حال جس پر طاری ہوگا اس کے یہ علامات ہوں گے کہ غیر ضروری سامان میں اس کو انہماک نہ نیز وہ کسی سے لڑے بھڑے گا نہیں، کیونکہ مسافر کو اگر کوئی بُرا بھلا کہدے تو وہ اس کی وجہ سے منہ کھوٹی نہیں کیا کرتا، چنانچہ اسٹیشن اور سرائے میں کسی کو اگر کسی سے تکلیف پہونچے تو رپٹ نہیں لکھ یہاں غریب سے مراد وہی مسافر ہے جو بیکس و بے مددگار ہو پردیس میں۔

(۱۱۵) فرمایا کہ بزرگوں میں جو ملامتی ہوتے ہیں وہ ڈاکوؤں سے بچنے کے لئے اپنے اعما چھپاتے ہیں اور رندوں کی سی وضع بنائے رہتے ہیں، کیونکہ ہجومِ عوام سے ان کے معمولات میں خلل پڑتا ہے، اس لئے عوام کو وہ ڈاکو سمجھتے ہیں۔

(۱۱۶) فرمایا کہ جو لوگ بدون حال یا علم کے علوم غامضہ کا اظہار کرتے ہیں اور تصوّف مسائل اور اہل حال کے اقوال کتابوں میں دیکھ کر نقل کرتے ہیں وہ اپنا اور دوسروں کا ایم ضائع کرتے ہیں، اس دریا میں تو وہ شخص آئے جس کے پاس کشتی ہو (یعنی علم) یا اسے تیرنا آتا ہو (یعنی صاحب حال ہو)

(۱۱۷) فرمایا کہ ذکر بے لذت پر بھی مداومت کرنے سے معیت حق کا انکشاف اور قلب کی جمعیت حاصل ہوتی ہے جس کے سامنے ساری لذتیں گرد ہیں۔

مسائل مضامینِ تصوّف وعرفان ماہنامہ افادات وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

زیرِ سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ پانچ روپیہ | مدیر: احمد مکین عفی عنہ

شمارہ ۱۲ | جمادی الاخریٰ ۱۴۱۲ھ مطابق دسمبر ۱۹۹۱ء | جلد ۱۴

فہرست مضامین

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام مولوی عبدالمجید صاحب اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے
چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذَهَبَ الَّذِيْنَ يُعَاشُ فِيْ اَكْنَافِهِمْ ؛ بَقِيَ الَّذِيْنَ حَيَاتُهُمْ لَا تَنْفَعُ

چراغِ انجمن گُل ہو رہا ہے

"ایک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی" بزمِ عالم ایک شمع روشن کی ضیا باری سے محروم ہوگئی، دنیا ایک برگزیدہ اور پاکیزہ ہستی سے خالی ہوگئی، آہ! حضرت مولانا محمد احمد صاحب علیہ الرحمۃ اس عالم فانی سے عالم باقی کی جانب رحلت فرما گئے "اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون" ۱۲/ اکتوبر ۱۹۹۱ء کی وہ سوگوار شب جب سلسلۂ نقشبندیہ کے ماہتاب کے غروب کا پیغام لیکر آئی تو اس نے آہ و فغاں، گریہ و بکا کا ماحول پیدا کر دیا، ہر شخص بیتاب و مضطرب اور رنجیدہ غمزدہ تھا، ایک جم غفیر اور خلق کثیر نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور تدفین میں موجود رہی، مولانا علیہ الرحمۃ کے علوم و معارف کے حقیقی وارث صاحبزادۂ محترم مولانا اشتیاق احمد صاحب نے فریضۂ امامت انجام دیا، اللہ تعالیٰ مولانا علیہ الرحمۃ کی قبر کو انوار سے بھر دے اور ان پر خاص رحمتوں کی بارش فرمائے، اعلیٰ علیین میں مقام قرب عطا فرمائے اور جملہ پسماندگاں متعلقین و منتسبین کو صبر جمیل عطا فرمائے، ادارہ ان حضرات کے غم میں برابر کا شریک ہے

مولانا علیہ الرحمۃ بزم عالم سے اٹھے تو اک نقش بیٹھا کے اٹھے، مدتوں عرفان و محبت کی صہبا سے تشنہ لبوں کو آسودگی بخشتے رہے، بلاکشانِ محبت اس میخانہ کی طرف کشاں کشاں آتے اور شراب معرفت کے جام سے آسودہ و سیراب ہوتے رہے۔

حضرت مولانا محمد احمد صاحب قدس سرہٗ شاہ بدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے اجل میں سے تھے، پھر آپ ایک عرصہ تک حضرت شاہ عبدالغنی صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں تشریف لیجاتے رہے، آپ کی پاک نفسی، برگزیدگی کے بنا پر حضرت پھولپوری قدس سرہٗ آپ پر نہایت اعتماد

فرماتے تھے

مولانا طبیعتاً حد درجہ سادہ اور نرم مزاج واقع ہوئے تھے، "با دشمنان تلطف با دوستاں مدارا" صحیح آئینہ دار تھے، سادہ لوحی، تغافل، اعراض، چشم پوشی فطرت ثانیہ بن چکی تھی، علماء وصلحاء کا حد جہ لحاظ رکھتے، اور ان کے ساتھ نہایت اعزاز وتکریم کا معاملہ فرماتے، بالخصوص نسبتوں کا بے حد احترام تے، اکابر سے متعلق اور منسوب اشخاص کے ساتھ نمایاں لطف واحسان کا برتاؤ ہوتا، بسا اوقات یہ چیز انتہا کو پہونچتی کہ ہم جیسے نادان صاحب معاملہ خوش فہمی کے شکار۔ اصلاح حال سے بے فکر ہوکر انی وباطنی اخذ فیض سے محروم رہ جاتے، حالانکہ یہ تعظیم وتکریم مولانا کی اپنی عظمت و کا ایک حصہ تھی کہ وہ ذرّوں کے ساتھ بھی آفتاب کا معاملہ فرماتے۔

حضرت مولانا کی ایک عرصہ سے شہر الہ آباد میں تبلیغ وارشاد کیلئے آمد ورفت ، ابتداءً قیام صابری منزل میں ہوا کرتا، بعد میں جب مستقلاً سکونت پذیر ہوئے تو شرف ان کے ایک مخلص ارادتمند ڈاکٹر ابرار احمد صاحب کے حصہ میں آیا، کہ تادم آخر کے دولت کدے پر مقیم رہے، جس کی وجہ سے ان کا مکان حقیقی معنی میں بیت الابرار بن گیا۔

مصلح الامت عارف باللہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ جب الہ آباد تشریف فرما ہوئے لانا موصوف آپ کی مجالس میں برابر شریک ہوتے، اور بے پایاں محبت وعقیدت ت رکھتے، حضرت مصلح الامت قدس سرہٗ بھی آپ کے ساتھ نہایت خصوصیت اور محبت لہ فرماتے، حضرت مولانا خانقاہ اور اہل خانقاہ سے خلوص ومحبت کے ساتھ آخری سے پیش آتے رہے، بالخصوص حضرت قاری صاحب مدظلہ کو نہایت شفقت ومحبت کی اتے، انکی ثابت قدمی اور خدمات کی توصیف فرماتے، جب تک ضعف غالب نہیں سا خانقاہ میں گاہ بگاہ قدم رنجہ فرماتے، بسا اوقات مجلس میں بھی تشریف لاکر رونق در حاضرین مجلس کو اپنے ارشادات حسنہ سے مستفید فرماتے، خانقاہ اور اسکی مجلس کو محاسن

اس کے فیوض و برکات بیان کرتے اور حاضرین مجلس کو پابندی کے ساتھ شرکت کی تلقین اور اس کے بقا و دوام کیلئے دعائیں فرماتے، افسوس کہ بڑوں کیساتھ بڑائی کی باتیں بھی رخصت ہو جاتی ہیں" اب انھیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لیکر"

یہ واقعہ حضرت مصلح الامت قدس سرہٗ سے غایت درجہ تعلق اور ربط کا مظہر ہے، جو مولٰنا علیہ الرحمۃ نے خود خانقاہ کی مجلس میں بیان فرمایا، حضرت مصلح الامت علیہ الرحمۃ کے ارتحال کی خبر سُن کر پرتاب گڈھ سے جب الہ آباد کیلئے روانہ ہوئے اثنائے راہ اخبار کے مطالعہ میں نظر اس مضمون پر مرکوز ہوگئی جو حضرت مصلح الامت قدس سرہٗ العزیز کے بابت قلم بند کیا گیا تھا، اس مضمون میں یہ شعر بھی شامل تھا:- ؎

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند　　دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

مولانا محترمؒ کی فرط عقیدت اور جذبۂ غیرت نے یہ گوارہ نہیں کیا کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کے بارے میں ایسا شعر لکھا جائے جس میں یک گونہ محرومی اور ناکامی کا پہلو بھی شامل ہو، فوراً آپ نے اس شعر میں ترمیم کر کے حضرت مصلح الامتؒ کے شایان شان بنادیا۔

جوش جنوں میں توڑ دیا میں نے خود کمند　　دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

قسمت کی خوبی کہتے ہیں اس کو عزیز من　　رحمت کے پر سے اڑ کے سر بام آگیا

سچ ہے ؎　　کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

الحمد للہ خانقاہ مصلح الامت علیہ الرحمۃ سے جو لگاؤ اور تعلق مولانا علیہ الرحمۃ کو تھا وہی ربط و تعلق، مودت و محبت صاحبزادگان محترم جناب مولانا اشتیاق احمد صاحب مدظلہ و مولانا قاری مشتاق احمد صاحب دامت برکاتہم میں وراثۃً پورے طور پر موجود ہے۔ اللہ نے جہاں انھیں اس چشمۂ فیض کا نگراں بنایا وہیں مولانا علیہ الرحمۃ کے جملہ اوصاف و کمالات کا حامل بھی بنایا ہے" اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ" خدائے بزرگ و برتر کا ہزار ہا شکر

احسان ہے کہ محترم ڈاکٹر ابرار احمد صاحب کے مکان کا وہ حصہ جو مولاناؒ کی رہائش کے لئے مخصوص تھا، آج بھی حضرت مولاناؒ کے خلیفہ و جانشین مولانا اشتیاق احمد صاحب کے قیام کی وجہ سے ذکر و فکر اور وعظ و تذکیر کی مجالس سے آباد ہے، مولانا علیہ الرحمۃ کے متعلقین اور مخلصین وہاں حاضر ہو کر اپنے تسلی کا سامان فراہم کرتے ہیں، ؎

اِنَّ اٰثَارَنَا تَدُلُّ عَلَیْنَا　٭　فَانْظُرُوْا بَعْدَنَا اِلَی الْاٰثَارِ

صاحبزادۂ محترم مولانا قاری مشتاق احمد صاحب مہتمم مدرسہ عالیہ عرفانیہ لکھنؤ) بھی اپنی مصروفیت اور مشاغل کثیرہ کے باوجود گاہ بگاہ تشریف لاتے رہتے ہیں اور ان کی تشریف آوری سے رونق بزم دوبالا ہو جاتی ہے ؎　خدا آباد تر سازد خرابات محبت را

خداوند کریم مولاناؒ کے فیوض و برکات تا ابد باقی رکھے اور ان کی اولاد اور پسماندگان اور مخلصین کو تمام شرور و فتن سے محفوظ رکھے۔

(نوٹ) حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کے سانحۂ ارتحال کے وقت ماہ نومبر ۱۹۹۱ء کا رسالہ طباعت کی مراحل سے گذر رہا تھا اس لئے مجبوراً مولانا علیہ الرحمۃ کے وصال کی خبر کو نہ دی جا سکی۔

کٹک سے امام **صدیق** صاحبؒ کے سانحۂ ارتحال کی خبر بذریعہ خط موصول ہوئی یہ خبر جملہ اہل خانقاہ کیلئے رنج و غم کا باعث بنی، امام صدیق صاحب نہایت صالح اور پرہیزگار انسان تھے، آپ حضرت مصلح الامت قدس سرہٗ کے قدیم ارادتمند اور متعلقین میں تھے اور آپ کو سفر حج میں بھی حضرت والا علیہ الرحمۃ کی معیت کا شرف حاصل رہا، اس گہرے تعلق اور عقیدت کی بنا پر خود کو تاحیات اسی خانقاہ سے متعلق رکھا، اور جانشین مصلح الامت علیہ الرحمۃ سے بیعت کا رشتہ استوار کر لیا۔

خداوند کریم مرحوم کے ساتھ اپنے خاص لطف و کرم کا معاملہ فرمائیں، اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

قِفَا نَبْكِ مِنْ ذِكْرَى حَبِيبٍ وَّمَنْزِلِ ۔۔۔ بِسِقْطِ اللِّوَى بَيْنَ الدَّخُولِ فَحَوْمَلِ

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں

جد امجد مصلح الامت ، عارف باللہ مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے معتمد خاص، مخلص ، جاں نثار عقیدت مند، بے لوث اور بے غرض خاندانی بزرگ محترم جناب انیس احمد صاحب مرحوم اس دنیا سے رحلت فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، موت وحیات مالک الملک کے قبضۂ قدرت میں ہے، وقت موعود آیا اور وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے، طبعی رنج وغم کس کو نہیں ہوگا ؟ اصل رنج یہ ہے کہ خم خانۂ مصلح الامت علیہ الرحمۃ کے قدیم بادہ کش ایک ایک کرکے رخصت ہو رہے ہیں، جن پر عقیدت ومحبت کا ایسا نشہ غالب تھا کہ ان کی محفلیں ہر وقت حضرت مصلح الامت علیہ الرحمۃ کے ذکر سے آباد رہتی تھیں ، آج حضرت مصلح الامت علیہ الرحمۃ کے فیوض وبرکات بیان کرنے والی ایک زبان رطب اللسان ہمیشہ کیلئے خاموش ہوگئی ؂

كأن لم يكن بين الحجون الى الصفا
انيسٌ ولم يسمر بمكة سامرٌ[1]

موصوف نے ایک خوشحال گھرانہ اور باوقار خاندان میں آنکھیں کھولیں اور پروان چڑھے ، والد تحصیلدار تھے، طبیعت میں وضعداری ، بلند حوصلگی اور خودداری بدرجہ اتم موجود تھی، جود وسخا کے پیکر تھے، تعلیم انگریزی کرسچین کالج الہ آباد کی تھی ، خاندانی وجاہت ، فارغ البالی اور انگریزی تعلیم دینی حلقوں سے اجتناب کا باعث بنی رہتی، مگر مصلح الامت کی نگاہِ کیمیا اثر نے وہ انقلاب برپا کیا کہ انگریزی وضع قطع اور کوٹ وپتلون سب کچھ چھوٹ گیا، سر پر انگریزی وضع کے خوبصورت بال تھے، حلق کرا کے جب گھر میں داخل ہوئے اور آئینہ دیکھا تو خوب خوب روئے ، شاید نفس کی کشاکش اور جذبۂ ایمان کی مقاومت نے دل پر ایک خاص اثر ڈالا دل ہی تو ہے درد سے بھر آیا، قلب ونگاہ دونوں بے اختیار ہوگئے اور گویا کہ زبان حال سے کہہ رہے تھے.

آنا ہے جو بزم جاناں میں پندارِ خودی کو توڑ کے آ
اے ہوش وخرد کے دیوانے یاں ہوش وخرد کا کام نہیں

---

[1] گویا حجون سے لیکر صفا تک کوئی انیس وہمدرد نہیں رہ گیا نہ مکہ میں اس داستانِ پارینہ کا بیان کرنیوالا باقی رہا

پھر کیا تھا کل تک جو ناز و انداز کا یورپی پیکر تھا... آج ایک مدرسہ کا باوقار مولانا معلوم ہوتا، اللہ، اللہ!! مصلح الامتؒ کی مسیحانفسی، کہ کتنے قلوب جاگ اٹھے اور کیسا کیسا ویرانہ چمن بن گیا، یہ تبدیلی صرف لباس تک نہ رہی بلکہ ان کا دل و دماغ، فکر و انداز سب کچھ بدل گیا فقیرانہ لباس آتے ہی دل بھی شاہانہ بنا، کل تک جن ہاتھوں میں انگریزی کتابیں، قصہ و افسانہ رہا کرتا، آج وہی ہاتھ مشغول بہ تسبیح و مناجات نظر آتے

حضرت مصلح الامت علیہ الرحمۃ سے روحانی ربط و تعلق کے علاوہ ہمارے خانوادے سے دوسری قرابت داری بھی ہو گئی تھی، ایک تو آپ کے فرزند اکبر مولانا عرفان احمد صاحب والد ماجد جناب مولانا قاری محمد مبین صاحب مدظلہ کے خویش بنے، پھر راقم الحروف کا رشتہ ان کی صاحبزادی سے ہوا۔

مگر یہ بات ہمیشہ محسوس کی گئی کہ انھوں نے اپنے شیخ و مرشد کی نسبت کو ہر رشتہ پر مقدم رکھا سمدھی ہونے کی حیثیت سے برتاؤ کبھی مساویانہ نہیں ہوا، بلکہ ہمیشہ نیازمندانہ رہا، خانقاہ اور جانشین مصلح الامتؒ کے ہمیشہ مؤید اور معاون رہے اور فتنوں اور بلاؤں کے سامنے سینہ سپر ہو گئے، صیاد کے ناوک اندازی سے سینہ داغ داغ بھی ہوا، لیکن اس نشان کو انھوں نے داغ نہیں بلکہ تمغہ سمجھ کر سجائے رکھا ــــــ اتنا ہی نہیں بلکہ جب ہم چھوٹوں سے بھی ملتے تو یہ محسوس ہوتا سیدنا عمر فاروقؓ کا وہ جملہ دہرا رہے ہوں، جو حضرت حسین ؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا "ہمارے دل و دماغ میں جو ایمان کی تخم ریزی ہوئی ہے وہ تمھارے ہی گھرانہ کا فیض ہے" ہمیشہ ان کا معاملہ یہی رہا اور اسی طرز عمل پر دنیا سے رخصت بھی ہوئے، (ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ)۔

تنفس کا عارضہ تھا جس کی بنا پر بیمار عرصہ سے تھے، ادھر چند مہینوں سے صاحب فراش تھے ۲۸ اکتوبر دوشنبہ کے دن بعد مغرب نبض کا نظام بگڑا، سانس تیز تیز چلنے لگی اور اخروی زندگی سے قریب تر ہوتے گئے ــــ اسی عالم میں ٹھنڈے پانی سے منہ دھویا، سورۂ یٰس شریف بلند آواز سے پڑھنے کی ہدایت کی، اس وقت بھی پورے طور پر ہوش میں تھے، آیات مبارکہ کو سنتے ہوئے روح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔

یَآ اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً ہ غور فرمائیے! عالم نزع[1] میں تکوینی طور پر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کی توفیق نصیب ہو رہی ہے، اللہ کے ایک محبوب بندہ سے تعلق اور عقیدت آخر وقتوں میں (جب کوئی اور کچھ کام نہیں آتا) خوب ہی خوب کام آئی۔

دورانِ صحت نیز مرض وفات میں یہ جملہ بارہا سنا گیا" الحمد للہ حضرت والاؒ اس دنیا سے مجھ سے خوش خوش گئے ہیں، انشاء اللہ یہ تعلق وہاں کام آئے گا۔

محبوبانِ الٰہ اور مقربان بارگاہ کی قربت معیت اور رضا، اُخروی زندگی کیلئے سود مند ہوتی ہے، اس کا ثبوت حضرت عمر بن خطابؓ کے اس اثر سے ہوتا ہے جو اُن سے منقول ہے:" كُنْتُ[2] مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم فَکُنْتُ عَبْدَہٗ وَخَادِمَہٗ حَتّٰی قَبَضَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ وَھُوَ عَنِّیْ رَاضٍ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاَنَا اَسْعَدُ النَّاسِ بِذٰلِكَ "

مرشد و مسترشد کے تعلق کے گہرائی و گیرائی کا اندازہ اس امر سے بھی ہوتا ہے کہ جانشینِ حضرت مصلح الامۃؒ اس وقت بنفس نفیس وہاں تشریف فرما تھے، نیز مصلح الامۃ قدس سرہٗ کی روحانیت بھی متوجہ تھی، چنانچہ مصلح الامۃ علیہ الرحمۃ کے قدیم مخلص مولانا ابو الحسنات فاتی صاحب قبلہ والد ماجد کی خدمت میں رقمطراز ہیں:-

" آج فجر کی اذان سے کچھ پہلے بستر پر ہی آنکھ لگ گئی اور میں ندوہ سرائے میں سویا ہوں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں اور فجر کا وضو فرما کر کھڑے ہوئے ہیں ادھر میں بھی بستر سے اٹھ چکا ہوں، حضرتؒ سے مصافحہ ہوا، دیر تک میرا ہاتھ پکڑے رہے، اور میں دھیمی آواز میں روتا رہا، حضرت خاموش رہے اور غمگین سا لگے، پھر ہاتھ چھوڑ دیا۔ میری آنکھ کھل گئی، تو اذان فجر ہو چکی تھی، بات ختم، بعد نماز مشتاق پان والے سے انیس بھائی کے وفات کی خبر معلوم ہوئی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کی روح جنازہ کی شرکت کے لئے آئی ہے "

رحمہُ اللّٰہ رحمۃً واسعۃً، قارئین سے التماس ہے کہ مرحوم کیلئے ایصال ثواب نیز مغفرت اور درجات عالیہ کی دعا فرمائیں، پسماندگان کیلئے صبر جمیل کی،

(احمد متین)

---

[1] عالم نزع میں ٹھنڈے پانی سے چہرہ دھونا۔ [2] میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا خادم و غلام بنکر رہا یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی اور وہ مجھ سے خوش تھے، الحمد للہ میں اس معاملہ میں بہت خوش نصیب ہوں۔

بہرحال "ندامت نامے" میں تحریر کرنا چاہتا ہوں کہ والدہ اور چھوٹی بہن کی بیماری کے بعد سے ہی میں نے محسوس کیا کہ میں نہ تو اپنا ہی سہارا ہوں اور نہ والدین اور بھائی بہن کا، ایسا کیوں ہے؟ بس یہی سوال تھا جس کے جواب پر ایک عرصہ تک غور کرنے کے بعد اس گمراہی لہو ولعب اور گم گشتگی سے نفرت ہو گئی۔ دل کچھ ایسا اوب سا گیا کہ اور تباہ ہونے پر مائل ہی نہیں ہوا، محسوس ہو گیا کہ ہر چمکتی ہوئی چیز سونا نہیں ہوتی، اور میں اب تک جن چیزوں کے پیچھے سونا سمجھ کر دوڑ رہا تھا وہ چمکتی ہوئی ریت کے ماسوا کچھ نہیں۔ جی چاہتا ہے اب صرف دنیا کا ہو کر نہ رہوں، دنیا میں رہوں تو دین کے بعد اپنے والدین اور بھائی بہن وغیرہ کا ہو کر رہوں اور ساری رنگ رلیوں کی طرف سے آنکھیں موند لوں۔ **تحقیق** :- جن سطروں پر میں نے لکیر کھینچ دی وہ مضمون مجھے پسند ہوا اور مجھے بہت خوشی ہوئی کہ اللہ نے آپ کی ہدایت کی، دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس ارادے میں استحکام بخشے

حال :- کیونکہ انھیں رنگ رلیوں نے میرے باپ کا دل توڑا ہے، ماں کو خون کے آنسو رُلائے ہیں اور مجھے تباہ کیا ہے۔ خدا کے لئے مجھ بد باطن، سیاہ کار، گمراہ، آلودۂ عصیاں بے ادب، بد اعمال، بے راہرو آدمی کے لئے خدا سے دعا کیجئے کہ وہ میرے ارادوں کو استحکام بخشے۔ **تحقیق** :- آمین۔

حال :- مجھے دین و دنیا کی سرخروئی عطا کرے۔ **تحقیق** :- آمین۔

حال :- جتنا تباہ ہو گیا ہوں اتنا ہی بہت ہے، اب مجھے خدا اپنے قہر میں نہ ڈالے۔

تحقیق :- آمین

حال :- راہِ نجات پر چلائے۔ **تحقیق** :- آمین۔

حال :- اور پھر دین اور دنیا کی نیک نامی کے ساتھ اس جہان سے اٹھائے۔ **تحقیق**: آمین

حال :- اس سہولت کے پیشِ نظر کہ سیہور میں اپنا تعلیمی کیریر پھر سے شروع کر سکتا ہوں اور اس ضرورت کو مدِ نظر رکھ کر کہ بھائی جان کی غیر موجودگی میں گھر والوں کی طرف سے مجھ پر جو فرائض ہیں ان کی انجام دہی میں کوتاہی نہ ہو، سیہور کے تبادلے کی کوشش کی اور

خدا کے فضل و کرم سے اس کوشش میں کامیاب بھی ہوگیا ہوں۔ **تحقیق**: الحمدللہ

حال:- اپنی طرف سے جان توڑ کوشش کروں گا کہ آپ کی ہدایات پر بعد خلوص عقیدت عمل پیرا ہو سکوں اور اگر میں اپنی طرف سے کوشش کرونگا تو خدا مجھے آپکی ہدایت کردہ راہ پر چلنے کی توفیق بھی عطا کریگا اس کا مجھے یقین ہے۔ **تحقیق**:- خدا کرے ایسا ہی ہو۔

(مکتوب نمبر ۱۲ ۷)

حال:- گذشتہ عریضہ میں احقر نے حضرت اقدس سے تحصیل زہد کی تدبیر دریافت کیا تھا جس پر حضرت والا ارشاد فرمائے تھے کہ تحصیل قناعت کی جو تدبیر ہے وہی تحصیل زہد کی بھی ہے، یعنی حرص مال کم کرنا اور جتنا ملے اس پر راضی رہنا۔ الحمدللہ احقر اس تدبیر پر عمل شروع کر رہا ہے، اس میں رسوخ کیلئے حضرت والا دعا فرمائیں۔

تحقیق:- دعا کرتا ہوں۔

حال:- اب تحصیل رضا کی تدبیر ارشاد فرمائیں۔ **تحقیق**:- احکام شرعیہ ظاہریہ اور باطنیہ پر عمل اس کا طریق ہے۔

حال:- اور اس کی حقیقت شرعیہ سے بھی مطلع فرمائیں انشاء اللہ حضرت اقدس کے ارشاد پر عمل کروں گا۔ **تحقیق**:- لکھ دیا۔

(مکتوب نمبر ۱۳ ۷)

حال:- عرصہ کے بعد خط لکھنے کی توفیق ہوئی، اپنی کوتاہی پر نادم ہوں، اگر عذر کروں تو ایک دوسری غلطی، سوائے اس کے کچھ نہ کہہ سکوں گا کہ لاپروائی ہوئی۔

تحقیق:- کیا لاپروائی کوئی ایسی معمولی چیز ہے کہ اسے راہ دیدی جائے اس سے دین و دنیا کے بڑے بڑے نقصانات واقع ہو جاتے ہیں اس میں کبتک پڑے رہئے گا۔

حال:- امید کہ معاف فرمائیں گے۔ **تحقیق**:- کیا میرا معاف کر دینا ہی اسکا علاج ہے۔ اسی طرح کہتے بہت زمانہ ہوگیا، اب کب توجہ کیجئے گا کبھی کبھی تو آپ بہت ٹھیک چلتے ہیں اور کبھی ایسا لکھتے ہیں گویا ہنوز روز اوّل ہی ہے۔

حال :۔ کام زیادہ ہونے کی وجہ سے تھک جاتا تھا اور زیادہ اہتمام نہ کر پاتا تھا، معاملات شرعی اصول کے ماتحت کرتا ہوں۔ دنیا کی حرص میں آکر ناجائز کام نہیں کرتا۔ تحقیق :۔ شریعت کا اتباع ازبس ضروری ہے یہی راستہ ہے اور یہی اصل تصوف ہے، شیخ کی طرف توجہ بہت ہی مفید ہے دل سے خوب متوجہ رہئے۔

حال :۔ آپ کی یاد ہمیشہ آتی رہتی ہے۔ روزانہ کئی کئی دفعہ آپ کی طرف خیال جاتا ہے اور اچھے کام کیطرف شوق ہوتا ہے، برائی سے بچنے کی ہمت ہوتی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپکی توجہ کی برکت ہے ہوتا ہے، آپکی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کو دل چاہتا ہے اگر اجازت فرمائیں تو اپنے ارادہ کو پورا کروں۔

تحقیق :۔ یہاں آنے اور رہنے سے فائدہ اسی وقت ہوگا جب آپ خود اصلاح کا قصد کریں، رسمی آمد و رفت سے کچھ حاصل نہیں ہوتا خوب سمجھ لیجئے، میری طرف سے اجازت ہے۔

مکتوب نمبر ۱۴۷

حال :۔ عین انتظار میں والانامہ دستیاب ہو کر باعث سرفراز ہوا، نسبت باطنی سے متعلق تفصیل دیکھکر بے انتہا خوشی ہوئی اور مجھ نکمے کی درخواست پر حضرت کا اسقدر کرم دیکھ کر تو یہ شعر یاد پڑ گیا ہے ؎ اگر در دہد یک صلائے کرم ؛ عزازیل گوید نصیبے برم

تحقیق :۔ الحمد للہ کہ آپکو نسبت باطنی کی تفصیل سے فائدہ پہنچا، اللہ تعالیٰ آپ کو مزید قدر اور استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ میں خود تازہ ترین باتیں لکھ رہا ہوں، آجکل کچھ روز سے سوء ظن، تجسس اور غیبت کے مذموم ہونے پر اور اس کے ذریعہ مخلوق سے تعلق صحیح ہونے کو ثابت کیا کرتا ہوں

حال :۔ یہ تحریر بھی گئی :۔ مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جونہی آپ کا جواب لکھکر حضرت والا فارغ ہوئے ایک صاحب کا خط ڈاک سے آیا۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ ان کی بعینہ عبارت لکھ دو۔ وہو ہذا :۔ اس مرتبہ کی حاضری میں یہ بات سمجھ میں آئی کہ بزرگوں کے پاس بہت زیادہ توجہ اور اخلاص سے حاضر ہونا چاہیئے اور جو کچھ بھی فرمائیں خوب ٹھیک سے سنیں اور سمجھیں اور اس پر عمل کریں کہ اسی پر مدار نجات ہے اور نفاق اور تمام رذائل سے جو کہ اس راستہ کی گھاٹیاں ہیں ان سے آہستہ آہستہ نکلنے کی کوشش کرے اور اس کو گھبرائے نہیں بلکہ کام میں لگا رہے، انشاء اللہ کام کرنے سے حق تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوگی

اور سب مشکلات حل ہوجائیں گی، چغلخوری سے بہت خیال سے بچے اور چغلخوروں کی بات بھی نہ سُنے بلکہ ان کو اپنے اوپر راہ اور قابو بھی نہ پانے دے، اس سے بہت بڑے فتنے کا سدِ باب ہو جائے گا اور قلب و دماغ کو اِدھر اُدھر کے ہفوات اور آفات سے نجات حاصل ہوگی اور بہت سکون و اطمینان حاصل ہوگا جس سے دین و دنیا دونوں کے کام ٹھیک سے ہونے کی بہت توقع ہے۔ والسلام

(مکتوب نمبر ۷۱۵)

حال:۔ میں نے ایک امام ہیں اُن کی زبانی سُنا ہے کہ غالبًا مگہر کے کوئی صاحب ہیں جو حضرت کے وہاں گئے تھے اور حضرت نے دورانِ وعظ میں فرمایا تھا کہ ہاتھ میں تھوک لگا کر قرآن الٹنا حرام ہے اور میں اس کو ثابت کردوں گا۔ یہ بات ادھر بہت تعجب خیز مانی جا رہی ہے اور اکثر چہ میگوئیاں ہوتی ہیں۔ میں نے اس بات کو نقل کرنے کے لئے امام صاحب کو روک دیا ہے، مگر خود بھی فکرمند ہوں کہ اگر کسی نے مجھ سے پوچھا تو میں کیا جواب دوں گا لہٰذا اگر صحیح ہے تو ٹھیک ہے اور اگر غلط ہے تو لوگوں کو سمجھا دیا جائے کہ ایسی باتیں نہیں کہنا چاہیے جس کی کوئی اصل نہ ہو۔ **تحقیق:**۔ آپ کا خط ملا جو نہایت درجہ باعثِ اذیت ہوا اگر کسی نے یہاں کی بات غلط یا صحیح وہاں پہونچائی تو وہ وہیں تک تھی، میرے پاس آپ جو لکھا ہے اسمیں کیا مصلحت تھی، اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو میرے ہی متعلق تردد ہے لہٰذا اب آپ مجھ سے تعلق نہ رکھیں، کہیں اور سے تعلق کرلیں۔

(مکتوب نمبر ۷۱۶)

حال:۔ اس مرتبہ کی حاضری میں یہ بات سمجھ میں آئی کہ بزرگوں کے پاس بہت زیادہ توجہ اور اخلاص سے حاضر ہونا چاہیے۔ **تحقیق:**۔ بیشک۔

حال:۔ وہ جو کچھ بھی فرمائیں خوب ٹھیک سے سُنیں۔ **تحقیق:**۔ بیشک۔

حال:۔ اور سمجھیں۔ **تحقیق:**۔ بیشک۔

حال :۔ اور اس پر عمل کریں کہ۔ تحقیق :۔ بیشک۔
حال :۔ اسی پر مدار نجات ہے۔ تحقیق :۔ بیشک۔
حال :۔ نفاق اور تمام رذائل سے جو کہ اس راستہ کی گھاٹیاں ہیں ان سے آہستہ آہستہ نکلنے کی کوشش کرے۔ تحقیق :۔ بیشک۔
حال :۔ اور اس سے گھبرائے نہیں۔ تحقیق :۔ بیشک۔
حال :۔ بلکہ کام میں لگا رہے، انشاء اللہ کام کرنے سے حق تعالیٰ کی مدد شامل ہوگی اور سب مشکلات حل ہو جائیں گی۔ تحقیق :۔ بیشک۔
حال :۔ چغلخوری سے بہت خیال سے بچے اور چغلخوروں کی بات بھی نہ سنے۔
تحقیق :۔ بیشک۔
حال :۔ بلکہ ان کو اپنے اوپر راہ اور قابو بھی نہ ہونے دے۔ تحقیق :۔ بیشک۔
حال :۔ اس سے بہت بڑے فتنے کا سدِ باب ہو جائے گا اور قلب و دماغ کو اِدھر اُدھر کے ہفوات اور آفات سے نجات حاصل ہوگی اور بہت سکون اور اطمینان نصیب ہوگا۔
تحقیق :۔ دعا کرتا ہوں۔
حال :۔ جس سے دین و دنیا دونوں کے کام ٹھیک سے ہونے کی بہت توقع ہے۔
تحقیق :۔ اللہ تعالیٰ توقع پوری کرے۔
حال :۔ خدا کرے کہ حضرت نے جو کچھ فرمایا ہے وہ دل و دماغ میں اتر کر محفوظ ہو جائے اور اس پر عمل کرنے کی برابر توفیق ملتی رہے۔ تحقیق :۔ آمین۔
حال :۔ اس کے لئے دعا بھی فرمادیں۔ تحقیق :۔ دعا کرتا ہوں۔

(مکتوب نمبر ۱۷۷)

حال :۔ الہ آباد سے واپسی پر پہلا سفر غازی پور کا ہوا، وہاں پر حضرت کے فیض و برکت سے ایک ڈپٹی صاحب اور ان کے ملازم نے نماز پڑھنے کا عہد کر لیا ہے اور اپنے عہد کو پابندی سے اسی وقت سے بجا لا رہے ہیں۔ تحقیق :۔ الحمد للہ۔

حال :۔ حضور والا کے فیض و برکت کو اللہ تعالیٰ اسی طرح ابدالآباد تک قائم رکھیں، آمین

تحقیق :۔ آمین۔

حال :۔ ایک انسپکٹر اسکول جو کہ مولانا رائے پوری سے بیعت ہیں وہ بھی حضرت کے فیوض سے بہت متاثر ہوئے، بالخصوص نماز کے متعلق جو ملفوظ ہوا تھا اس کو سنکر کہتے تھے کہ بہت فائدہ ہوا، بہت اخلاص کا اظہار فرمایا، حضرت والا کی باتیں سُنکر کہنے لگے کہ جیسے اپنے شیخ کی مجلس میں شریک ہوتا تو اسی قدر فائدہ اٹھاتا۔ **تحقیق** :۔ الحمدللہ

حال :۔ غازی پور کے مولانا . . . . صاحب سے ملاقات ہوئی وہ بھی حقیر خادم سے ملنے آئے اور حقیر بھی ان کے یہاں گیا، اُن سے قرابت داری بھی دور کی ہے۔ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کی برکت سے مجھے اپنا بندہ بنالیں، کئی بار اس جملہ کو دھرایا۔

تحقیق :۔ الحمدللہ۔

حال :۔ حضرت کا ملفوظ مولانا . . . . . دریا آبادی کو لکھکر بھیج دیا ہے ان کا جواب فوراً آیا۔ لکھا ہے کہ میں خود بھی مستفید ہوا۔ **تحقیق** :۔ الحمدللہ۔ **حال** :۔ اور ممکن ہوا تو صدق

حال :۔ اور اس حقیر کو نرا اخلاص اور خالص خلوص عطا کریں **تحقیق** :۔ آمین۔

حال :۔ اور اس میں افزونی ہوتی رہے۔ حضرت والا کی دی ہوئی دولت اللہ میاں نے محض اپنے فضل سے قائم فرما رکھی ہے یعنی ذکر قلبی بحمداللہ باقی ہے۔ **تحقیق** :۔ الحمدللہ۔

حال :۔ محض حضور کی دعا ہے۔ **تحقیق** :۔ الحمدللہ۔

حال :۔ حضور کی عین نوازش ہے ورنہ خادم اپنی نااہلی کو دیکھتا ہے اور اسکی عطائے عظیم کو دیکھتا ہے تو بجز اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ہائے پیہم ادا کرنے کے اور کوئی جا صورت ادائے شکر کی نہیں پاتا، حضور دعا فرمائیں کہ۔ **تحقیق** :۔ دعا کرتا ہوں۔

حال :۔ یہ دولت قائم رہے۔ **تحقیق** :۔ آمین۔

حال :۔ جڑ پکڑے اور ترقی پذیر رہے۔ **تحقیق** :۔ اب اور سنئے آج کل شد و مد سے یہ عرض کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ نے ایک آیت میں سوء ظن اور تجسس اور غیبت کی ممانعت ارشاد فرمائی ہے اور اس سے اجتناب کا حکم صادر فرمایا ہے۔ بس یہ نہایت درجہ مذموم

اور اخلاق سیئہ میں سے ہیں، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق سے صحیح تعلق کا ذریعہ بھی انھیں اخلاق سیئہ کا ترک کرنا ہے، اور نمیمہ کا بیان اس سے پہلے ہو چکا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا بتلایا ہوا ہے، پس اس میں کسی پس و پیش کی گنجائش باقی نہیں رہی، خوب سمجھ لیجئے۔ یہ بھی سمجھ لیجئے کہ سوءظن اور تجسس اور غیبت کی آیت کا شان نزول یہ واقعہ ہے کہ حضورؐ نے بعض لوگوں کو دو دو آدمیوں کے درمیان رکھ دیا تھا اس طرح کہ وہ ان کے طعام کا انتظام فرماتے تھے اور سب مل کر کھاتے تھے ایک دفعہ یہ صاحب سو گئے ان کے کھانے کا انتظام نہ کر سکے انھوں نے کھانے کا مطالبہ کیا تو عذر سونے کا کر دیا، انھوں نے کہا حضورؐ کے پاس سے لے آؤ یہاں آئے تو یہاں بھی نہ تھا، حضورؐ نے فرمایا اسامہ کے پاس جاؤ وہاں سے لو، یہ حضور کے خازن تھے آئے تو یہاں بھی نہ تھا، انھوں نے تحقیق شروع کی، حضرت اسامہ کے بارہ میں کہا ان کے پاس تھا مگر انھوں نے بخل کیا۔ پھر چند اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، وہاں بھی نہ ملا تو ان لوگوں نے کہا کہ اگر یہ سمیحہ کے بھی جاتے تو اس کا پانی نیچے چلا جاتا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اسی واقعہ میں سوءظن اور تجسس اور غیبت تینوں صادر ہوئے تھے اسی لئے ان تینوں کا بیان اسی ترتیب سے ہوا ہے خوب سمجھ لیجئے

(مکتوب نمبر ۱۸۷)

حال :۔ کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ نہ تو اپنے کو علم ہی حاصل ہے، نہ عمل میں ہمت قوی ہے۔ تو ایسی حالت میں ایسی نعمتِ عظمیٰ کی آرزو کرنا اپنی حیثیت سے زیادہ ہوگا۔ آرزو تو خواہ دے لے اندازہ خواہ۔ **تحقیق** :۔ آرزو کرو اچھی چیز کی آرزو بھی اچھی ہے، اگر آرزو ہی میں سچے ہو جاؤ تو وہ چیز ضرور مل جائے گی، اور آرزو کا ثواب تو ملے گا ہی آرزو ضرور کرو۔

حال :۔ پھر یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ وہ ماں باپ سے زیادہ شفیق و مہربان ہیں، مجھ جیسے جاہل بھی وہاں سے نوازے جاتے ہوں گے۔ **تحقیق** : ضرور۔

حال :۔ اس نالائق پر بھی فضل ہو جائے تو کیا تعجب ہے۔ **تحقیق** :۔ اور کیا۔ خدا کے

یہاں جو لوگ کامیاب ہوتے ہیں تو ان کے ذہن میں یہی سب باتیں جب آتی ہیں تو وہ کامیاب ہوئے ہیں جن کو آپ کامیابی سمجھتے ہیں۔

حال :۔ بہر حال اُن کے فضل پر نظر لگی ہوئی ہے۔ تحقیق :۔ الحمدللہ ضرور انتظار کرو۔

حال :۔ دیکھیں کس دن کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ تحقیق :۔ یہ انتظار نہایت محمود ہے۔

(مکتوب نمبر ۱۹۷)

حال :۔ اس مرتبہ عرصہ کے بعد حاضری ہوئی جس کا بیحد افسوس و ملال تھا لیکن حضور والا کی چند وقتوں کی صحبت نے دل و دماغ پر وہ اثر پیدا کیا کہ۔ تحقیق :۔ الحمدللہ۔

حال :۔ اس پر جس قدر بھی شکر کرے کم ہی ہے۔ تحقیق :۔ بیشک۔

حال :۔ بندہ نے ارادہ کرلیا کہ۔ تحقیق :۔ الحمدللہ۔

حال :۔ اب جس قدر زیادہ ممکن ہوگا کسی کی بات نہ کہے گا اور نہ کسی سے سنے گا۔

تحقیق :۔ الحمدللہ علیٰ احسانہ۔

حال :۔ نیز اختلاط مع الانام جو نہایت درجہ تشویش میں ڈالنے والی چیز ہے اس میں مزید کمی کرونگا

تحقیق : ضروری ہے۔

حال :۔ مگر کام ذرا مشکل ہے بدون آپ کی دعاؤں کے یہ عزم پورا نہیں ہوسکتا ہے۔

تحقیق :۔ دعا کرتا ہوں۔

حال :۔ بندہ کا حال جو بگڑتا یا بنتا ہے ان کے اسباب زیادہ تر دوسروں کی فکر اور دردِ سر کے ساتھ اختلاط معلوم ہوتا ہے۔ تحقیق :۔ بیشک۔

حال : جب بندہ حضور والا کے روبرو ہوتا ہے ساری پچھلی باتیں ختم کرکے نئے دور میں جاتا ہے۔

تحقیق :۔ الحمدللہ۔

حال :۔ اور جب آنکھ کے سامنے سے اوجھل ہوتا ہے قدیم باتیں عود کرآتی ہیں معلوم ہوتا ہے آپ کے یہاں کا کوئی اثر ہی نہیں پیدا ہوا جو کھلا ہوا نفاق معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق :۔ نفاق نہیں ہے، یہ فرق لازم ہے، مگر رسوخ حال کے بعد اتنا فرق نہ ہوا کریگا۔

حضرت ابوکبشہ انماریؓ سے روایت

ہے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ تین باتیں تو ایسی ہیں کہ میں ان پر قسم کھا سکتا ہوں اور ایک اور بات بیان کرتا ہوں تم لوگ اسکو سنکر یاد کرلو۔ جن باتوں پر قسم کھا سکتا ہوں وہ تین باتیں یہ ہیں کہ :-

(۱) "کسی انسان کا مال آج تک صدقہ کی وجہ سے کم نہیں ہوا" یعنی صدقہ دیتے وقت یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اس سے مال کم ہو جائے گا، اور شیطان اس وسوسہ کے ذریعہ انسان کو اس سے باز رکھ سکتا ہے تو سُن لو کہ آجتک کوئی مثال ایسی نہیں پائی گئی کہ آدمی نے خدا کی راہ میں مال خیرات کیا ہو اور اسکی وجہ سے اس کا مال ختم ہو گیا ہو، اور وہ فقیر ہو گیا ہو۔ یہ تو ظاہر ہے کہ صدقہ کریگا تو مال صرف ہوگا پس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ یا تو اسکو دوسرا مال مل جائیگا۔ یا اسی مال میں برکت زیادہ ہو جائیگی۔

(۲) - اسی طرح کسی انسان نے ظلم کئے جانے کے بعد صبر سے کام نہیں لیا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی عزت اور بڑھا دی اور اسکو پہلے سے زیادہ معزز بنا دیا۔

(۳) کسی شخص نے سوال کا دروازہ نہیں کھولا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر فقر کا دروازہ کھول دیا ہے۔

مال کا تریاق

اب وہ بات سنو جسکو بیان کرنا چاہتا ہوں اور تم سے یاد کرنے کو کہہ رہا ہوں۔ وہ یہ کہ اہل دنیا چار طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال بھی دیا ہے اور علم بھی عطا فرمایا ہے۔ پس علم کی وجہ سے مال کے بارے میں خدا سے ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسکو اسکے مال میں حق مال یا حق علم ادا کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ یہ شخص مرتبہ میں سب سے بڑھا ہوا ہے اور افضل منازل پر فائز ہے۔

دوسرا شخص وہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو علم تو دیا ہے مگر مال نہیں دیا تو یہ شخص بوجہ علم دین ہونیکے اپنی نیت درست کر لیتا ہے۔ اور سوچتا ہے اگر میرے پاس بھی مال ہوتا تو فلاں دیندار مالدار کی طرح اچھے اچھے دینی کاموں میں اسکو صرف کرتا۔ تو اس کا اور اس شخص کا جو پہلے درجہ والا ہے اجر یکساں ہے، ایک کو عمل صالح کرنیکا، اور دوسرے کو اسکے حُسن نیت کا۔

تیسرا وہ شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو مال تو دیا ہے مگر علم نہیں عطا فرمایا۔ تو وہ علم کی روشنی نہ ہونے کی وجہ سے اپنے مال میں اندھا دُھن تصرف کرتا ہے۔ یعنی اسکو خوب اچھی طرح اپنے نفس کی شہوات ولذات میں اور مناہی اور ملاہی میں صرف کرتا ہو، نہ اسمیں اسکو خدائے تعالیٰ کا ڈر ہو، اور نہ صلہ رحمی کرتا ہو اور نہ کسی طرح کا حق مال ادا کرتا ہو تو اس شخص کا مرتبہ سب سے اخبث ہے یعنی اخبث المنازل میں پڑا

ہوا ہے یعنی جس طرح پہلے درجہ والا افضل المنازل میں ہے، اسی طرح یہ اخبث المنازل میں پڑا ہوا ہے
چنانچہ آج ہم یہی دیکھ رہے ہیں کہ جن کے پاس مال ہے وہ اپنی اولاد سے جوتے کھا رہے ہیں اور خبط خبط العشوی کے مصداق ہیں یعنی بالکل خبطی بنا ہوا ہے اسلئے کہ علم اور بصیرت تو ہے نہیں جو کہ مال کے زہر کا تریاق ہے۔ علم ہی مال کا مصلح ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کو علم کا معین بتایا ہے۔ مال ایک زہر ہے مگر جس طرح سنکھیا مدبّر کرنیکے بعد مفید ہو جاتا ہے، اور اس کا ضرر ختم ہو جاتا ہے اسی طرح مال کے ساتھ جب علم کی روشنی اور بصیرت شامل ہو جاتی ہے تو اسکو مدبّر کر کے مفید بنا دیتی ہے
چنانچہ صحابہؓ نے دونوں کو جمع کر کے دکھلا دیا یعنی مال بھی حاصل کیا اور اسکو مفید بھی بنایا
اور چوتھا شخص وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو اسکو مال دیا ہے اور نہ علم ہی عطا فرمایا ہے اس لئے وہ شخص یہ کہتا ہے کہ کاش اگر میرے پاس مال ہوتا تو فلاں فاسق و فاجر کیطرح میں بھی خوب گل چھرّے اڑاتا۔ تو چونکہ اس شخص کا عزم یہ ہے لہٰذا یہ شخص اور جو ان برائیوں کو کرنے والا ہے دونوں گناہ میں برابر ہیں۔

مال کی وجہِ مذمت:-

دیکھئے یہاں جس شخص کا مرتبہ سب سے افضل بیان کیا گیا ہے وہ ایسا شخص ہے جس کے پاس علم کے ساتھ مال بھی تھا۔ پس مال کو زیادتی مرتبہ میں دخل ہوا۔ یعنی وہ معین بنا اعلیٰ مرتبہ حاصل ہونے میں۔
لہٰذا مال کو مطلقاً مذموم کیسے کہا جا سکتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ مال اور دنیا مطلقاً مذموم نہیں بلکہ مذموم انکا سوءِ استعمال ہے یعنی یہی دنیا اگر کفر و فسق اور برائی کا سبب بن جائے تو اس سے بڑھکر کوئی شئی منحوس و مذموم نہیں۔ اور اگر اسی دنیا کو ایمان و اطاعت کا، تقویٰ و طہارت کا، اللہ تعالیٰ کی محبت و معرفت کا موطن و محل بنا لیا جائے تو اسکے عمدہ ہونے میں کیا کلام ہے۔
اس حدیث میں علم و مال دونوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پس جہاں جہاں مذمت آئی ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ اسکو علم نہیں تھا ورنہ مال کے ساتھ ساتھ اگر علم بھی ہوا ہے تو اس نے اسمیں چار چاند لگا دیا ہے اور انسان کو افضل منازل پر پہونچا دیا ہے۔
پس اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد لَا بَاْسَ بِالْغِنیٰ لِمَنِ اتَّقَی اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ (جو شخص اللہ عز وجل سے ڈرتا ہو اسکی مالداری میں دین کا کوئی حرج نہیں) کی پوری شرح موجود ہے اسکو تو آپ نے سُنا اب اسکی مزید شرح کرتا ہوں اسکو بھی سنئے! | دادِ دنیا محمود بھی ہے |
نصوص میں دنیا کی مذمت بھی آئی ہے، اور اسکی مدح اور مطلوبیت بھی نصوص ہی سے معلوم

تی ہے۔ پس دنیا کی مذمت جہاں کہیں آئی ہے اس کا محل اور ہے، اور جہاں کہیں مدح آئی ہے اس
ل اور ہے۔ اگر اس دنیا میں رہ کر کوئی شخص ایمان اور عمل صالح اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کا مطیع
رمانبردار بنا رہے تو اسکے لئے یہ دنیا بہترین دار ہے۔

جیسا کہ صاحب روح المعانی اسکے بارے میں نقل فرماتے ہیں کہ نَعَمْ هِيَ نِعْمَتِ الدَّارُ لِمَنْ
تَزَوَّدَ مِنْهَا لِآخِرَتِهِ یعنی دار دنیا اس شخص کیلئے بہترین دار ہے جو یہاں رہکر اس سے آخرت کیلئے
نہ تیار کرے اور آخرت کا توشہ یہی ایمان اور عمل صالح ہے ـــــ اور صاحب روح المعانی یہ بھی
رہے ہیں کہ وَلَا اَدْرِیْ الاِسْتِدْلَالَ عَلٰی رَدَاءَةِ الدُّنْیَا اِلَّا اِسْتِدْلَالًا فِیْ مَقَامِ الضَّرُوْرَةِ
ں کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کی مذمت جہاں کہیں بھی آئی ہے وہ مقام ضرورت میں آئی ہے۔
میں اسکی بھی شرح کرتا ہوں اسکو سنئے! شاید کہ آپ کی سمجھ میں بھی آجائے :۔

مذمت بائد
دنیا کی مذمت اس لئے ہے کہ دنیا سے بڑھکر آخرت ہے۔ دنیا دار العمل ہے۔ اور آخرت دارالجزا
ہے۔ دنیا میں آدمی اسلئے آیا ہے کہ یہاں رہ کر آخرت کی تیاری کرے اور وہاں کیلئے توشہ تیار کرے۔
پس اگر کوئی شخص اسمیں پڑکر آخرت کو اور اللہ تعالیٰ ہی کو بھول جائے، اور دنیا میں انہماک
ں قدر بڑھ جائے کہ اسی کو مقصود بنالے، اور اسکی مقصودیت کے سبب آخرت کو بالکل نسیاً منسیاً کردے
آخرت اسکو بھول کر بھی یاد نہ آوے بلکہ آخرت کا انکار ہی کرنے لگے تو ظاہر ہے کہ یہ کسقدر مذموم ہے
پس انہماک فی الدنیا اس درجہ کو پہنچ جائے کہ آخرت کا انکار کرنے لگے جیسا کہ کفار نے اسی وجہ سے
رت کا انکار کیا۔ نیز جنت کا، وہاں کی نعمتوں کا، حشر و نشر کا، حساب و کتاب کا، جزا و سزا کا ان
ب چیزوں کا انکار کیا، اور دنیا کو باقی سمجھنے لگے تو یہ درجہ کفر ہے۔ بلکہ یہاں کفر در کفر ہے۔ ایک کفر
ہوا کہ آخرت کا انکار کیا۔ اور دوسرا کفر یہ کہ دنیا کے بقا کا اعتقاد کیا۔

ایک عبرت انگیز واقعہ

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ کہف میں ایک کافر کا حال بیان فرمایا ہے جو کہ اپنے باغ میں اپنے
لمان بھائی سے یہ کہتا ہوا داخل ہوا کہ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا یعنی میں تم سے مال میں
زیادہ ہوں اور میرا مجمع بھی بڑا ہے وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ یعنی اپنے باغ میں
خل ہوا اور انکا ایک اپنے نفس پر ظلم کرنے والا تھا۔

کفر و انکار آخرت :۔

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ ای هُوَ ضار لنفسه بكفره حيث عرضها للهلاك
رض نعمتها للزوال یعنی اپنے کفر کے سبب وہ خود اپنے ہی کو ضرر پہونچانے والا تھا اسلئے کہ اپنے کو

ہلاکت کے لئے پیش کیا اور اپنی نعمت کو معرض زوال میں ڈالا۔ مطلب یہ کہ اسی کفر و انکار کی وجہ سے خود بھی ہلاک اور مستحق نار ہوگا اور اسکا باغ جس پر اتراتا ہے وہ بھی تباہ و برباد ہو جائیگا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور ان کا زبردست وعظ ہے۔ اس سے بڑھکر دنیا بھر میں کسی کا کلام نہیں ہو سکتا، اور نہ کوئی واعظ ایسا بیان کر سکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ وہ اپنے نفس پر ظلم کرنے کی حالت ہی میں باغ میں داخل ہوا ۔۔۔۔۔۔ اور یہ کہتا ہے کہ وَمَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا یعنی میں نہیں گمان کرتا ہوں کہ یہ باغ کبھی ہلاک ہوگا۔ اور اس سے بڑھکر یہ کہتا ہے کہ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً یعنی میں قیامت کو قائم ہونے والی نہیں گمان کرتا۔

نخوت وخام خیالی:۔

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ اپنے باغ کو دیکھکر کبر و نخوت کیوجہ سے یہ کلمات اسنے کہے کہ نہ تو یہ باغ ہی ہلاک ہوگا، اور نہ قیامت ہی قائم ہوگی ۔۔۔ اور یہ کہا کہ وَلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا یعنی اگر بالفرض قیامت قائم ہوئی اور میں اپنے رب کے پاس لوٹایا گیا تو وہاں بھی اس سے بہتر پاؤں گا۔

یہی انہماک فی الدنیا ایسا ہے جو مذموم ہے۔ اور ایسے ہی دنیا داروں کے بارے میں مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ؎

اہل دنیا چہ کہین وچہ مہین لعنۃ اللہ علیہم اجمعین

یعنی اہل دنیا خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے سب پر خدا کی لعنت ہو۔ اور آگے اسکی وجہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ ؎

اہل دنیا کافران مطلق اند روز و شب در زق زق و در بق بق اند

یعنی اہل دنیا کافر مطلق ہیں اس لئے کہ دن رات زق زق بق بق میں رہتے ہیں ؎؎

لمحۂ فکریہ: اللہ تعالیٰ نے قیامت کا بیان، جنت و دوزخ کا بیان، آخرت کا بیان، اور دنیا کی ناپائیداری و بے ثباتی کا بیان جس قدر فرمایا ہے کسی چیز کا اتنا ذکر نہیں فرمایا ہے۔ اس لئے واعظین کیلئے ضروری ہے کہ وہ ان چیزوں کا بیان کریں۔ بغیر اسکے مسلمانوں کو آخرت کیطرف اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کیا جا سکتا۔ اور جبتک آخرت قلب میں آویگی نہیں اسوقت تک کوئی وعظ اور کوئی نصیحت اثر نہیں کر سکتی۔

آج اسی چیز کو تہ کر کے رکھدیا گیا ہے جس کی وجہ سے قوم جن حالات سے گزر رہی ہے ان کے

حال پر ہم لوگوں کو رونا آتا ہے، اور آپ کو تو اس کا احساس بھی باقی نہیں رہا **قرآن حکیم اور اسکی اثرانگیزی**

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے اس کا بھی خوب خوب بیان فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کو اسی لئے اتارا ہے اور ایسا بیان فرمایا ہے کہ بغیر مجاہدہ کے آپ خدا تک پہنچ جائیں۔

قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اسمیں سب چیزیں موجود ہیں۔ مگر اتفاق سے ہم ایسے نہیں رہ گئے ہیں کہ قرآن شریف کی چیزوں کو اور اسکی آیتوں کو آپ کے سامنے پیش کریں۔

قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اگر اسکو پڑھو اور سمجھو تو کامل ایماندار ہو جاؤ۔ قرآن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کے لئے، قیامت کی معرفت کیلئے، جنت و دوزخ کی معرفت کیلئے نازل فرمایا ہے نیز آخرت کی معرفت کیلئے، اور دنیا کی معرفت کیلئے قرآن اتارا گیا ہے۔ اور جتنے معارف ہیں ان سب کا قرآن ضامن ہے، جبتک کوئی شخص قرآن شریف سے تمسک کرکے آپ کو معرفت نہیں سکھا دے گا تو وہ کبھی نہیں سکھا سکتا۔ اور جن لوگوں نے سکھایا ہے انھوں نے قرآن شریف کو اپنا امام بنایا ہے اس لئے آپ بھی اپنا امام اسکو بنائیے۔

یہ کہہ رہا ہوں کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ناپائیداری اور بے ثباتی کا ایسا بیان فرمایا ہے۔ اور جو کفار دنیا میں منہمک ہیں انکی ایسی ایسی مذمت فرمائی ہے اور ان کے اقوال کو ایسا ایسا رد فرمایا ہے کہ اسکے بعد ان سب چیزوں سے نفرت ہو ہی جاتی ہے۔ مگر ہم آپ کے سامنے ان چیزوں کو پیش نہیں کر سکتے، اور اگر پیش کریں تو آپ اسکے لئے تیار نہیں اور پھر مجھکو اپنے وہاں لیجانا بھی چاہتے ہیں تاکہ غافلوں میں جاکر میں بھی غافل ہو جاؤں۔

دیکھئے یہ بھی کیسی عجیب بات ہے کہ میں تو آپ کو ذاکر بنانا چاہتا ہوں۔ اور آپ لوگ مجھکو غافل بنانا چاہتے ہیں۔

حکیم الامۃ رح کا محققانہ کلام :-

باغ والے کے قصہ میں جو آیات میں نے بیان کی ہیں ان آیات کی تفسیر میں حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت محققانہ کلام فرمایا ہے۔ اسکو اور باقی آیات کو آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

فرماتے ہیں کہ اس شخص نے چار دعوے کئے :-

(۱) کفر کا مذموم نہ ہونا أَنَا أَكْثَرُ مِنكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا میں (۲) توحید کا انکار مَا أَظُنُّ أَن تَبِيدَ هَٰذِهِ أَبَدًا میں (۳) قیامت کا انکار مَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً میں (۴) اپنا مکرم عند اللہ ہونا وَلَئِن رُّدِدتُّ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنقَلَبًا ۝ میں جو فرع ہے پہلے دعوے کی۔

مرد رشید کا انداز فکر

اسکی یہ باتیں سُنکر اس سے اسکے ملاقاتی نے جو کہ دیندار اور غریب تھا جواب کے طور پر کہا کہ اَكَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۝ یعنی تو توحید اور قیامت سے انکار کرکے اس ذات پاک کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھکو اوّل مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے پھر تجھکو صحیح وسالم آدمی بنایا ــــ مطلب یہ کہ توحید اور قیامت کا انکار کفر باللہ ہے۔ توحید میں تو عقلاً بھی اور قیامت میں صرف نقلاً۔ خیر اگر تو کفر کرتا ہے تو کیا کر لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّیْۤ اَحَدًا ۝ یعنی لیکن میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہ یعنی اللہ تعالیٰ میرا رب ہے۔ میں اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔ اور اس نے یہ بھی کہا کہ وَلَوْلَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ یعنی توجس وقت اپنے باغ میں پہونچا تھا تو تونے یوں کیوں نہ کہا کہ جو اللہ کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے اور بدون خدا کی مدد کے کسی میں کوئی قدرت نہیں۔

چنانچہ یہ باغ اللہ جبتک چاہے گا قائم رکھیگا۔ اگر وہ چاہے گا ویران ہو جائے گا اسکی مشیت کے روبرو سب اسباب معطل ہیں اور بدون انکی مدد کے کبھی اسباب کام نہیں آسکتے۔ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ فَعَسٰى رَبِّیْۤ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَیُرْسِلَ عَلَیْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا زَلَقًا ۝ اَوْ یُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِیْعَ لَهٗ طَلَبًا ۝ یعنی اگر تو مجھکو مال اور اولاد میں کمتر دیکھتا ہے (اور اس سے اپنے اور اپنے طریقہ کے غیر مذموم عند اللہ ہونیکا شبہہ پڑ گیا ہے) تو مجھکو وہ وقت نزدیک معلوم ہوتا ہے کہ میرا رب مجھکو تیرے باغ سے اچھا باغ دیدے۔ اور اس تیرے باغ پر کوئی تقدیری آفت آسمان سے بھیجدے جس سے وہ باغ دفعتہً ایک صاف چٹیل میدان ہوکر رہ جائے یا اسکا پانی جو نہر میں جاری ہے بالکل اندر زمین میں اتر کر خشک ہو جائے۔ پھر اسکے لانے اور نکالنے کی کوشش بھی نہ کرسکے۔

چنانچہ اس گفتگو کے بعد یہ واقعہ ہوا جسکو اللہ تعالیٰ آگے بیان فرما رہے ہیں:-

وَاُحِیْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ یُقَلِّبُ كَفَّیْهِ عَلٰى مَاۤ اَنْفَقَ فِیْهَا وَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّیْۤ اَحَدًا ۝ یعنی اس شخص کے سامان تموّل کو آفت نے آگھیرا ــ "مفسرین لکھتے ہیں کہ ایک آگ تھی جو آسمان سے آئی اور باغ و کھیت کو جلا دیا" پس اس نے جو کچھ اس باغ پر خرچ کیا تھا اسپر ہاتھ ملتا رہ گیا، اور وہ باغ اپنی ٹٹیوں پر گرا ہوا پڑا تھا۔ اور کہنے لگا کیا خوب ہوتا میں اپنے رب کے ساتھ شریک نہ ٹھہراتا۔ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۝ هُنَالِكَ

اَلْوَلَایَۃُ لِلّٰہِ الْحَقِّ ھُوَ خَیْرٌ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ عُقْبًا ؕ یعنی اور اسکے پاس کوئی ایسا مجمع نہ ہوا جو خدا کے سوا اسکی مدد کرتا کہ اسپر آفت نہ آنے دیتا یا آنیکے بعد ہٹا دیتا سارا ناز مجمع پر جاتا رہا) اور نہ وہ خود ہم سے بدلہ لے سکا۔ ایسے موقع پر مدد کرنا اللہ برحق ہی کا کام ہے (اور آخرت میں بھی) اسی کا ثواب سب سے اچھا ہے اور دنیا میں بھی، اسی کا نتیجہ سب سے اچھا ہے۔ یعنی اگر اس کے مقبولین کا کوئی نقصان ہو جاتا ہے تو دونوں جہان میں ثمرہ نیک ملتا ہے بخلاف کافر کے کہ بالکل خسارہ میں رہ گیا۔ مال و اسباب کو نظر بد سماوی آفات سے بچانے کی دعا

میں نے بمبئی میں اس مضمون کو بیان کیا تھا کہ جب تم اپنے باغ میں داخل ہوا کرو یا مکان میں یا دکان میں تو ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ پڑھ لیا کرو۔ اس لئے کہ اس کے نہ کہنے کی وجہ سے لوگ عذاب پا چکے ہیں جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اور اس کو آپ نے بھی سُنا۔

جب میں نے یہ بیان کیا تو سب کی زبان پر ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ جاری ہو گیا یعنی لوگ اپنے مکانوں میں داخل ہوتے وقت، اور کاروباری لوگ اپنی دکانوں میں داخل ہوتے وقت اس دعا کو پڑھتے ہوئے داخل ہوتے ہیں۔

اسی آیت کے تحت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب وہ اپنے گھر میں داخل ہوتے تھے تو ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ کہتے تھے۔ اور اسی آیت سے اسکے استحباب کا استنباط فرماتے تھے، حضرت مصلح الامت کا استدلال میں یہ بیان کر رہا تھا کہ دنیا کے مذموم ہونے کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ آدمی دنیا کی وجہ سے اور اسمیں انہماک کے سبب سے آخرت کا انکار کر دے اور دنیا کے زوال کا اور فنا کا قائل ہی نہ ہو۔ تو اس جگہ پر دو امر الگ ہے ایک تو دنیا کے بقاء اور عدم فنا کا اعتقاد کرنا۔ اور دوسرے آخرت کا انکار کر دینا۔

چنانچہ تمام کفار نے آخرت کا انکار اسی انہماک فی الدنیا کی بناء پر کیا۔ پس یہ درجہ تو کفر ہے اور ایک درجہ دنیا کے مذموم ہونیکا یہ ہے کہ آخرت کا قائل تو ہو مگر اسکے ساتھ ساتھ احکام الٰہیہ کی تعطیل ہو جائے۔ جیسا کہ فاسق مسلمان کرتے ہیں جنکو اکبر حسین جج کہتے ہیں کہ ؎

نہ نماز ہے نہ روزہ نہ زکوٰۃ ہے نہ حج ہے
تو خوشی پھر اسکی کیا ہے کوئی جنٹ ہے کوئی جج ہے

اس سے معلوم ہوا کہ فاسق مسلمان مذموم دنیا میں ہیں اسلئے کہ دنیا میں پڑ کر انکی غفلت اس درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ نماز و روزہ، زکوٰۃ و حج و تمام احکام شرعیہ کا خیال نہیں کرتے تو یہ درجہ پہلے درجہ سے مذمت میں کم ہے۔ کیونکہ وہ تو کفر ہے اور یہ فسق ہے لیکن مذموم ہونے میں یہ بھی کچھ کم نہیں کہ آدمی دنیا کی وجہ سے

آخرت سے اور اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جائے، اور ان کے احکام کی بجا آوری اور پیروی نہ کرے، اور حرام وحلال کا خیال باقی نہ رہے۔

آجکل مسلمانوں کا حال اسی طرح کا دیکھ رہا ہوں۔ یہ دنیا تو یقیناً مذموم ہے۔ اور اگر کوئی اسی دنیا میں احکام الٰہیہ کا امتثال کرے اور خدا سے غافل نہ ہو اور آخرت کیلئے توشہ تیار کرے تو یہ دنیا مذموم نہیں اور ایسے شخص کے لئے دنیا کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی سانپ کو ہاتھ میں پکڑلے اور اسکے زہر کو ختم کردے جیسا کہ بعض اسپر قادر ہوتے ہیں اور سانپ کو پکڑ کر اسکے زہر کو ختم کر دیتے ہیں۔ پھر وہ کچھ ضرر نہیں پہونچا سکتا۔

ہمارے بچپن کا واقعہ ہے کہ ایک آدمی کے گھر میں سانپ تھا، ایک مداری جو کہ سانپ پکڑا کرتا تھا، اس سے لوگوں نے کہا کہ ہمارے گھر میں بھی ایک سانپ ہے اسکو نکال دو، چنانچہ وہ آیا وہاں بہت سے لوگ جمع تھے میں بھی دوڑا ہوا گیا کہ دیکھوں کیسے نکالتا ہے۔ اس شخص نے کچھ کلمات اپنی زبان سے پڑھے، اسکو سنتے ہی وہ سانپ چھپر میں ایک طرف سے نکلا اور سنسناتا ہوا اور غصہ میں کچھ آواز کرتا ہوا، اس مداری کے سر کے پاس دروازہ پر آگیا اس نے ہاتھ بڑھا کر اسکے کو پکڑا اور کھینچ کر اپنی پٹاری میں رکھ لیا۔

اسی طرح سے اسی دار دنیا میں رہکر بہت سے لوگ مال و دولت جو کہ زہر ہے اور سانپ کے مشابہ ہے اسکو مفید اور وسیلۂ آخرت بنا لیتے ہیں۔ اور کتنے لوگ اسی مال و دولت کیوجہ سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔

دنیا کے مدح و ذم کی وجوہ:۔

حاصل یہ کہ دنیا کی مدح اس اعتبار سے کیگئی ہے کہ اسکو آخرت کا ذریعہ بنایا جائے۔ اور اسکی مذمت اس اعتبار سے ہے کہ اسکی وجہ سے کفر و فسق تک پہنچ جائے۔ پس کافر کی دنیا بھی مذموم ہے اسلئے کہ وہ اس کی وجہ سے آخرت کا انکار کرتا ہے، اور دنیا کے عدم زوال کا یقین کرنے لگتا ہے۔ تو یہ اعلیٰ درجہ کا کفر ہے اور کُفْرٌ فَوْقَ کُفْرٍ کا مصداق ہے۔ یعنی ایک کفر دوسرے کفر سے بڑھا ہوا ہے۔ اور جو فاسق ہو وہ آخرت کا انکار تو نہیں کرتا مگر عمل میں بالکل اسی کیطرح ہوتا ہے۔ یعنی مال کو مقصود بنالیتا ہے۔ اور اس کے متعلق جو حقوق شریعت میں بیان کئے گئے ہیں۔ انکو بھول جاتا ہے۔ اور مال کے کسب اور اسکے صرف میں حدود شرعیہ کی بالکل پروا نہیں کرتا، اور مال میں سے اہل حقوق کے حقوق کو بھی ادا نہیں کرتا۔ یہ بھی مذموم پس دنیا فی نفسہ مذموم نہیں ہے بلکہ کافر و فاسق کے سوء استعمال سے مذموم ہو جاتی ہے۔ اور یہی دنیا مومن

[illegible]

آٹھویں یہ کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے خفیہ کید سے غافل نہیں ہوتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فَلَا یَأْمَنُ مَکْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے خاسر لوگ ہی غافل رہتے ہیں)

نویں یہ کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ یعنی (تم لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب گناہوں کا بخشنے والا ہے، بلاشبہ وہ غفور اور رحیم ہے)

دسویں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو انھیں دنیا عطا فرمائی ہے، اس پر نہ فخر کرتے ہیں نہ بہت زیادہ خوش ہوتے ہیں، اور دنیا کی جو چیز نہیں ملی ہے اس پر غم بھی نہیں کرتے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لِکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰکُمْ (تاکہ تم فوت شدہ پر غم نہ کرو اور پائی ہوئی چیز پر خوش نہ ہو) مطلب یہ کہ انسان نہیں جانتا کہ اس کی صلاح کسی چیز کو فوت ہونے میں ہے یا پانے میں، پس مناسب ہے کہ دونوں حالتیں اس پر برابر ہوں کیونکہ مومن کی مثال اُس کے درخت کی سی ہے۔ اور منافق کی مثال گلاب کے پودے کی سی ہے یعنی آس تو ایک ہی حالت میں رہتا ہے یعنی گرمی میں بھی سردی میں بھی۔ اور گلاب پر جب کوئی آفت آتی ہے تو وہ متغیر ہوجاتا ہے یہی حال مومن کا ہوتا ہے کہ شدت اور خوش حالی دونوں اس کے لئے یکساں ہوتی ہیں اور وہ اس پر راضی رہتا ہے۔ رہا منافق تو وہ اللہ کی تقسیم پر راضی نہیں رہتا، خوش حالی میں سرکشی کرتا ہے اور سختی اور تنگی میں جزع و فزع کرنے لگتا ہے، پس مومن کو چاہئے کہ وہ انبیاء اور زاہدین اور صالحین کی اقتدا کرے نہ کہ کفار اور منافقین کی۔ واللہ الموفق۔

(۹۳) ترانواں باب

مواعظ اور نصائح کے بیان میں

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد سے لیکر زردیٔ آفتاب تک ہمارے

سامنے وعظ فرمایا، ہم میں سے جس نے اسے یاد رکھا یاد رکھا، اور جس نے بھلا دیا بھلا دیا، آپ نے یہ فرمایا کہ دنیا ایک سرسبز اور شیریں چیز ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس میں پیدا کیا ہے تاکہ دیکھیں کہ تم کیا کرتے ہو، تو سن لو! دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو، اور سن لو کہ تمام انسان مختلف طبقوں پر پیدا کئے گئے ہیں، بعض ان میں سے ایسے ہیں جو مومن پیدا ہوتے ہیں مومن زندہ رہتے ہیں اور مومن انتقال کرتے ہیں. اور بعضے ایسے ہیں کہ جو مومن پیدا ہوتے ہیں مومن زندہ رہتے ہیں اور کافر ہو کر مرتے ہیں. اور بعضے ایسے ہیں کہ کافر پیدا ہوتے ہیں اور زندگی بھر کافر رہتے ہیں اور مومن مرتے ہیں. سن لو کہ غصہ کی آگ سرخ ہوتی ہے اور انسان کے قلب کو جلا دیتی ہے. کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور اس کی رگیں پھول جاتی ہیں. جو شخص اس کو اپنے اندر پائے تو فوراً زمین سے لپٹے (یعنی کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو زمین پر لیٹ جائے)

اور سن لو کہ لوگوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جس کو دیر میں غصہ آئے اور جلدی ختم ہو جائے، اور اگر وہ ایسا ہے کہ جلد غصہ میں آجاتا ہے اور جلد ہی خوش ہو جاتا ہے تو خیر اس خرابی کی اس نیکی سے تلافی ہو جائے گی.

اور سن لو کہ بدترین انسان وہ انسان ہے کہ جسے جلد غصہ آجائے اور بہت دیر میں اس کا اثر ختم ہو، لیکن اگر اس کو دیر میں غصہ آتا ہے اور دیر میں جاتا ہے تو اس برائی کے بدلہ وہ نیکی سہی. اور بہترین تاجر وہ ہے جس کا مطالبہ اور تقاضہ نرم ہو، اور دوسروں کا حق ادا کرنے میں بھی وہ جلدی کرتا ہو. لیکن اگر وہ تقاضہ میں تو نرم ہے اور ادائیگی میں نادہند ہے تو خیر اس میں ایک برائی کے ساتھ ایک اچھائی موجود ہے.

اور سن لو کہ بدترین تاجر وہ ہے جو تقاضہ میں سخت ہو اور ادائیگی میں بھی برا ہو، لیکن اگر وہ تقاضہ میں برا ہے مگر ادائیگی میں چست ہے تو ایک برائی کے مقابلہ میں ایک اچھائی اس میں موجود ہے. اور سن لو کہ ہر غداری کرنے والے کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا، جس سے وہ پہچانا جائے گا. اور جو شخص امام عامہ کے ساتھ ہو وہ غدار نہیں ہے. اور سن لو کہ افضل جہاد ظالم حاکم کے سامنے حق بات کہنا ہے. سن لو کہ تم میں سے کسی کو مخلوق کا ڈر حق بات کہنے

نہ روکے جبکہ وہ اس معاملہ کا شاہد ہو اور اس کو جانتا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح وعظ فرماتے رہے، یہاںتک کہ جب سورج بالکل غروب ہونے کے قریب ہوا تو آپ نے فرمایا کہ سن لو کہ اب دنیا اسی قدر باقی رہ گئی ہو جتنا کہ یہ سورج ڈوبنے کو رہ گیا ہے۔

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ میرے والدؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ جنگ حنین کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔ آپ نے ایک شخص کے متعلق ارشاد فرمایا جو اسلام کا مدعی تھا کہ یہ دوزخی ہے جب لڑائی شروع ہوئی تو اس شخص نے خوب جم کر مقابلہ کیا اور کافروں کو تہ تیغ کیا۔ حضور کے اصحاب میں سے ایک شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ جس شخص کو آپ نے دوزخی فرمایا تھا اس کا حال آپ نے ملاحظہ فرمایا، خدا کی قسم وہ اللہ کے لئے لڑا اور کفار کا سخت مقابلہ کیا، آپ نے فرمایا کہ ہاں لیکن ہے وہ دوزخی۔ آپؐ کے اس فرمانے سے بعض اور لوگ شک میں پڑ گئے۔ چنانچہ وہ شخص اسی طرح لڑتا رہا، اچانک زخمی ہوا، جب زخم کی تکلیف زیادہ ہوئی تو اپنے ہاتھ سے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور ایک نازیبا بات زبان سے نکالی اور اپنے کو ذبح کر لیا۔ یہ منظر دیکھ کر مسلمانوں کے بہت سے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوڑ کر پہونچے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات کو سچ کر دکھایا، وہ شخص فضول میں مبتلا ہوا اور خودکشی کر لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فلاں تم اٹھو اور اعلان کردو کہ جنت میں مومن ہی داخل ہوگا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال کا اعتبار خاتمہ پر ہے، بہت زیادہ نماز اور روزے سے اس کا تعلق نہیں ہے، انسان کے خاتمہ کو دیکھا جائےگا کہ وہ کس حال پر ہوا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپ صادق بھی تھے اور مصدوق بھی تھے کہ تم میں سے ایک شخص کی تخلیق یوں ہوتی ہے کہ وہ چالیس دن نطفہ کی شکل میں ماں کے پیٹ میں رہتا ہے، اس کے بعد چالیس دن بستہ خون کی شکل میں رہتا ہے پھر چالیس دن گوشت کا لوتھڑا بن کر رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس

چار چیزوں کو لیکر فرشتوں کو بھیجتے ہیں اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اسکی عمر لکھ دو۔ اس کی آرزوؤں کو لکھو۔ اس کے عمل کو لکھو۔ اور اسکی روزی لکھدو اور یہ بھی لکھدو کہ یہ شقی ہوگا یا سعید ہوگا۔

چنانچہ ایک شخص اہل جنت کا عمل کرتا ہے، یہاں تک کہ جنت کے داخلہ میں صرف ایک گز کا فاصلہ رہتا ہے کہ تقدیر کا لکھا غالب ہوتا ہے اور اہل نار کے عمل پر اس کا خاتمہ ہوجاتا ہے اور وہ جہنم رسید ہوجاتا ہے۔ اُس کے برخلاف ایک شخص ساری عمر دوزخیوں کے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ مکتوب ازلی غالب ہوتا ہے۔ اور اہل جنت کے عمل پر اس کا خاتمہ ہوجاتا ہے اور وہ جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔

پس یہ حدیث پہلی حدیث کے مطابق ہی ہے جس میں آیا ہے کہ اَلْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ یعنی اعمال کا اعتبار خاتمہ پر ہے۔ پس ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ بالخیر فرمائے، کیونکہ اکثر نزع ہی کے وقت ایمان کے رخصت ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے (لہذا اس کا اہتمام شروع ہی سے کرنا چاہئے کیونکہ علماء فرماتے ہیں کہ جس حال پر انسان زندگی بسر کرتا ہے اُسی حال پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اور جیسا خاتمہ ہوگا ویسا ہی اس کے ساتھ معاملہ کیا جائیگا)

یحیٰی بن معاذ رازیؒ سے منقول ہے وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ آپ نے مجھے ایمان سے نوازا اور میں اس بات سے خوف کرتا ہوں کہ آپ پھر مجھ سے اسے چھین لیں، جب تک میرے اندر یہ خوف موجود ہے مجھے امید ہے کہ اُسے آپ مجھ سے نہ چھینینگے۔

حضرت ابوالقاسمؒ سے سوال کیا گیا جو سمرقند کے ایک حکیم تھے کہ کیا کوئی ایسا بھی گناہ ہے جسکی وجہ سے انسان سے ایمان چھن جائے، انھوں نے کہا کہ ہاں تین گناہ ایسے ہیں جو بندے سے ایمان کے چھن جانے کا سبب بنتے ہیں۔

ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عطاؤں اور بخششوں پر اس کا شکر نہ ادا کرے، بالخصوص ایمان کا شکر نہ ادا کرے۔ دوسرے یہ کہ اُسے ایمان کے فوت ہونے کا ڈر نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ وہ مسلمانوں پر ظلم کرے۔

حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ ایک انسان کو ایک ہزار سال تک دوزخ میں عذاب دیا جائے گا، پھر اس کو نکال کر اُسے جنت میں بھیج دیں گے۔ یہ کہہ کر حضرت حسنؒ نے فرمایا کہ کاش

میں ہی وہ شخص ہوتا۔ یہ بات انھوں نے اس لئے کہی کہ اپنے انجام کا خوف اُن پر غالب تھا اور یہی حال صالحین کا ہوتا ہے کہ وہ اپنے خاتمہ کا برابر خوف کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ ہم سب کو حُسن خاتمہ سے نوازے)

(۹۴) چورانواں باب

متفرق حکایات کے بیان میں

حکایت۔ حضرت سعد سلمیؓ کا دردناک واقعہ | فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ ایک شخص (سعد سلمی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا میرے چہرے کی سیاہی اور بدشکلی میرے لئے دخول جنت کو مانع ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب تک تم اپنے رب کا یقین کرتے رہوگے اور اللہ کا رسول جو شریعت لے آیا ہے اس پر ایمان لاتے رہوگے تمھاری بدصورتی دخول جنت سے قطعی مانع نہ ہوگی۔ اس نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپکو نبوت سے نوازا ہے، میں آپ کی آج کی مجلس کی حاضری سے آٹھ سال قبل ہی مسلمان ہو چکا ہوں یعنی گواہی دے چکا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور اے اللہ کے رسول! یہ جو لوگ آپ کی خدمت میں موجود ہیں اور بہت سے ایسے لوگ جو موجود نہیں ہیں، میں نے ان سب کے پاس اپنے نکاح کا پیغام بھیجا لیکن سب نے میرے رنگ کی سیاہی اور چہرے کی خرابی کی بنا پر مجھے ٹھکرا دیا حالانکہ میں بنی سلیم کا باعزت شخص ہوں لیکن میرے رنگ کی سیاہی جو ہے وہ میرے ننہال کا اثر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع میں فرمایا کہ عمرو بن وہب آج آئے ہیں؟ یہ بنی ثقیف کے ایک نومسلم صحابی تھے، لوگوں نے جواب دیا، نہیں وہ تو آج نہیں آئے، آپؐ نے اُس شخص سے کہا اجی تم ان کا مکان جانتے ہو، اُس نے کہا جی ہاں، آپ نے فرمایا، تم وہاں چلے جاؤ اور آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹانا پھر سلام کرنا اور جب اندر داخل ہو جانا تو عمرو بن وہب سے کہنا کہ رسول اللہ

لی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری لڑکی کے ساتھ میرا نکاح کر دیا ہے، اس شخص کے ایک لڑکی تھی جس کا
م عاتقہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اُسے حُسنِ جمال اور حسن عقل سے نوازا تھا، جب یہ شخص ان کے مکان
پہنچا اور دروازہ کھٹ کھٹایا اور سلام کیا تو اندر کے سب لوگوں نے خوش آمدید کہا اسلئے کہ
لام کا لہجہ عربی تھا، دروازہ کھول دیا، لیکن جب ان کی سیاہی اور چہرے کی خرابی دیکھی
سب کے سب لوگ منقبض ہو گئے اور انھوں نے جاکر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
پ کی صاحبزادی سے میرا نکاح کر دیا ہے، یہ سُن کر سب لوگوں نے انھیں بُری طرح جھڑکا اور
ی طرح دھکا دیا، چنانچہ وہ شخص گھر سے نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ا، اِدھر اس لڑکی نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان! اپنی نجات کی فکر کیجیئے نجات کی۔ قبل اسکے
وحی آپ کو رسوا کر دے، اس لئے کہ اگر واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نکاح اس سے
. دیا ہے تو جس سے اللہ اور اس کے رسول راضی ہوں تو میں بھی اس سے راضی ہوں (اپنی ناراضگی
ا انجام آپ خود سمجھئے)

اس کے بعد لڑکی کے والد یعنی عمرو بن وصب بھی باہر نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
، خدمت میں حاضر ہو کر مجلس کے کنارے ہی بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا کہ تم ہی وہ ہو جس
نے رسول اللہ کی بات کو رد کر دیا ہے، انھوں نے عرض کیا کہ بیشک مجھ سے یہ قصور ہوا لیکن
ب میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہوں، میں نے یہ سمجھا تھا کہ وہ شخص جھوٹ کہہ رہا ہے، اب معلوم
ہوا کہ نہیں وہ سچا تھا اور آپ کا فرستادہ تھا۔ پس ہم بھی اپنی لڑکی خوشی خوشی اس کے عقد
ں دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اللہ کے رسول کی ناراضگی سے پناہ چاہتے ہیں۔

چنانچہ اس لڑکی کا نکاح سلمیٰؓ کے ساتھ چار سو درہم کے ساتھ کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے زوج سے فرمایا جس کا نام سعد سلمی تھا کہ اپنی اہلیہ کے پاس جاؤ اور اس کے مصاحب
ہو، اس نے عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کے بھیجا ہے، میرے پاس
کوئی چیز نہیں ہے میں اپنے ننہیال سے کچھ لیکر آؤں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
رمایا کہ تمہاری بیوی کے مہر کی فراہمی تین مسلمانوں کے ذمے کرتا ہوں۔

عثمان بن عفان کے پاس چلے جاؤ اور ان سے دو سو درہم طلب کرو، چنانچہ انھوں نے

کچھ زیادہ ہی دیدیئے اور عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس جاؤ اور ان سے بھی دو سو درہم مانگو انھوں نے بھی دو سو دیدیئے اور کچھ زیادہ بھی اور علی کے پاس جاؤ اور دو سو درہم ان سے حاصل کرو انھوں نے بھی دو سو سے کچھ زیادہ ہی دیدیئے۔

ان سب سے وہ رقوم لیکر بازار گیا اور خوش تھا کہ اپنی بیوی کیلئے ایک سامان خریدیگا اسی خوشی کی حالت میں اُس نے ایک ندا کرنے والے کی آواز سُنی کہ اے خدا کے لشکریو! چلو جہاد کو نکلو یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک منادی یہ اعلان کر رہا تھا کہ لوگو! چلو چلو جہاد کیلئے چلو۔ سعد سلمی نے یہ اعلان سُنکر آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور کہا کہ اے اللہ جو کہ آسمان اور زمین کا خدا ہے اور حضرت محمدؐ کا خدا ہے، تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں ان درہموں کو ایسی چیز میں خرچ کروں گا جو اللہ کو اور اس کے رسول کو اور سب مومنین کو پسند ہے۔

چنانچہ اسی رقم سے ایک گھوڑا، ایک تلوار، ایک نیزہ اور ایک ڈھال خریدا اور اپنے عمامہ کو اپنے پیٹ پر لپیٹ کر منہ پر ڈھاٹا باندھ لیا اس طرح کہ صرف آنکھ کی پتلیاں نظر آتی تھیں اور جاکر مہاجرین کے صف میں کھڑا ہوگیا، لوگوں نے اسے دیکھ کر کہا کہ یہ گھوڑا سوار کون ہے ہم اس کو نہیں پہچانتے ان سے حضرت علی نے فرمایا کہ چھوڑو اس کو تمھیں اس سے کیا مطلب، شاید کہ کوئی شخص بحرین سے یا شام سے یہاں آیا ہو گا کسی دینی مسئلہ دریافت کیلئے اور جب تمھیں اس کام میں دیکھا تو تمھارا شریک کار ہوگیا۔ اور اس کے بعد وہ شخص جہاد کی جانب متوجہ ہوا اور اپنے نیزے سے اور تلوار سے کفار کو قتل کرنا شروع کیا یہاں تک کہ اس کا گھوڑا زخمی ہوگیا اور وہ لیٹ گیا یہ شخص نیچے اترا آستین چڑھائی اور اپنے کپڑے لپیٹ کر دست بدست لڑنے کو تیار ہوگیا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کے ہاتھ کی سیاہی دیکھی تو فرمایا کہ اجی تم سعد ہو کیا؟ اس نے عرض کیا ہاں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں سعد ہی ہوں، آپ نے فرمایا تمھارا مقدر سعید ہو۔ پس اسی طرح وہ نیزے اور تلوار سے لڑتا رہا اور اللہ کے دشمنوں کو قتل کرتا رہا یہاں تک کہ لوگوں نے چیخ کر کہا کہ ارے سعد تو زخمی ہو کر گر گئے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے سر کو اپنے گود میں رکھا اور اپنے کپڑے سے انکے چہرے پر لگی ہوئی مٹی کو صاف کرنے لگے اور فرمایا کہ کیا ہی عمدہ تمھاری خوشبو ہے اور کسقدر

م اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک محبوب ہو۔

راوی کہتے ہیں کہ اتنا فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے، پھر آپ ہنسے، پھر ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ ربِّ کعبہ کی قسم! یہ شخص حوض کوثر پر پہنچ گیا۔

حضرت ابو لبابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، یہ حوض کیسا ہے، آپؐ نے فرمایا کہ وہ ایک حوض ہے جو مجھے میرے رب نے عطا کیا، جس کا عرض صنعاء یمن سے لیکر میرے شہر تک ہے، اس کے کنارے پر موتی اور یاقوت جڑے ہوئے ہیں، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا، جس نے اس کا ایک گھونٹ پی لیا پھر وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ پھر حضرت ابو لبابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے آپ کو روتے ہوئے دیکھا، اور ہنستے ہوئے دیکھا، پھر اعراض کرتے ہوئے دیکھا، اس کا سبب کیا ہوا، آپؐ نے فرمایا کہ رویا میں اس لئے کہ سعد کے شوقِ جہاد کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا مرتبہ اور اجر و ثواب دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی اور بہرحال میرا اعراض کرنا سو اس لئے ہوا کہ میں نے ان کی بیویوں کو جو حور عین تھیں دیکھا کہ ان کی طرف دوڑی چلی آرہی ہیں اور اس کی وجہ سے پنڈلیاں اور پیر میں زیور پہننے کی جگہ کھلی جارہی ہیں۔ مجھے اس کی وجہ سے شرم آئی۔ اس وجہ سے چہرہ پھیر لیا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھوڑے، ہتھیار اور جو کچھ ان کے پاس ساز و سامان تھا اس کے متعلق فرمایا کہ اس کو ان کی اہلیہ کے گھر لے جاؤ اور گھر والوں سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے سعد کا نکاح تمہاری لڑکی سے اچھی لڑکی سے کر دیا ہے۔

حدیث غار

حکایت[۲]۔ یعنی بنی اسرائیل کے تین مخلصین کا قصہ فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت سعد ابن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ تم سے پہلے کی امتوں میں کے تین آدمی سفر کو نکلے، راستے میں بارش ہونے لگی، وہ لوگ ایک غار میں چھپ گئے اور ابھی غار کے اندر ہی تھے کہ پہاڑ کی ایک چٹان ٹوٹ کر گری اور غار کے منہ کو ڈھانک لیا۔

۱ اقرۃ ۔۔۔

المرابطہ
قسط ۔ ۳

قبض کے اندر بعض دفعہ سخت حالت ہو جاتی ہے کہ بعض نے اس وقت خودکشی تک کا ارادہ کر لیا مگر محبت کا مقتضا وہ ہے جس کو عارف شیرازیؒ فرماتے ہیں ؎

باغباں گر چند روزے صحبت گل بایدش   بر جفائے خار ہجراں صبر بلبل بایدش

(باغباں کو اگر چند روز کی صحبت گل درکار ہو تو جدائی کی تکلیف پر جو کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے بلبل کا سا صبر کرنا چاہیئے، کیونکہ صحبتِ گل اسے ہمیشہ میسر نہیں آتی، فصل گل آنے کا انتظار کرتا ہے)

اے دل اندر بند زلفش از پریشانی منال   مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش

(اے دل نادان جب محبوب کی زلف گرہ گیر میں مقید ہو گیا ہے تو پریشان ہو کر نالہ و فریاد نہ کر، کیونکہ سمجھدار مرغ جب جال میں پھنس جائے تو اس کو چاہیئے کہ صبر و تحمل سے کام لے) اور اگر کوئی قبض کی تدبیر کر کے بسط حاصل کرے اور اس پر نازاں ہو تو اس کے متعلق فرماتے ہیں ؎

تکیہ بر تقویٰ و دانش در طریقت کافریست   راہرو گر صد ہنر دارد توکل بایدش

(طریقت کے اندر اپنی عقل اور اپنے تقویٰ پر اعتماد کرنا کفر ہے، سالک راہِ مولیٰ اگر سو ہنر و کمال بھی رکھتا ہو تب بھی اسے توکل ہی کرنا چاہیئے)

غرض محبت کا مقتضا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے سب تصرفات پر راضی رہے اور ساری تجویزوں کو فنا کر دے، دل لگنے یا نہ لگنے کا طالب نہ ہو، لذت و ذوق کی ہوس نہ کرے، بلکہ کام میں لگا رہے ؎

بس زبون وسوسہ باشی دلا   گر طرب را باز دانی از بلا

(وسوسہ میں مغلوب ہو کر اس کے شکار ہو جاؤ گے اگر خوشی اور بلا میں فرق کرو گے کہ خوشی پسند ہو اور بلا ناپسند) ـــــ عارفؒ فرماتے ہیں ؎

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب   کہ حیف باشد از و غیر او تمنائے

(فراق اور وصل کیا چیز ہے؟ دوست کی رضا طلب کرنا چاہیئے اس لئے کہ دوست کو چھوڑ کر غیر کی تمنا کرنا بڑی ناانصافی کی بات ہے) بعض سالکین کی عمر گزر گئی کہ ان کو ذوق حاصل نہیں ہوا پھر بعض تو خالی رہے اور بعض نشتروں کے زخموں سے بھرے ہوئے ہیں مگر وہ اس پر بھی راضی ہیں ؎

لے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست   حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

(جناب آپ کے پاؤں میں کانٹا تو چبھ کر کبھی ٹوٹا نہیں آپ کیا جانیں کہ شیر مردوں کا کیا حال ہوتا ہے جو بلاؤں کی تلوار سر پر برداشت کرتے رہتے ہیں) یہ بھی تجویز ہے کہ قبض کی دعا کرنے لگے کیونکہ وعظ میں سُن لیا تھا کہ قبض نافع ہے، یہ بھی غلطی ہے، بلکہ تفویض کلی لازم ہے اپنی طرف سے نہ لذت کی طلب کرے نہ عدم لذت کی نہ قبض کی نہ بسط کی

دعائے عافیت | حضرت سمنون محب کا واقعہ پیش نظر رکھے ان پر ایک حالت غالب ہوگئی تھی اس وقت ان کے منہ سے یہ شعر نکلا ؎

وَلَيْسَ لِيْ فِيْ سِوَاكَ حَظٌّ فَكَيْفَ مَا شِئْتَ فَاخْتَبِرْنِيْ

(میرے لئے آپ کے غیر میں قطعاً کوئی دلچسپی نہیں ہے، جس طرح چاہیں مجھے آزما کر دیکھ لیں۔)

یعنی مجھے جس طرح چاہو آزمالو، مجھے آپ کے سوا کسی چیز میں حظ نہیں یہ سخت بات تھی جس پر غیب سے امتحان شروع ہوگیا کہ ان کا پیشاب بند ہوگیا، اسی واسطے حدیث میں ایسی دعا سے ممانعت ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو مرض شدید میں مبتلا دیکھا، پوچھا کیا تم نے کوئی دعا کی ہے کہا ہاں میں نے یہ دعا کی ہے کہ اے اللہ جس قدر عذاب آخرت میں مجھے ہونے والا ہو سب دنیا میں ہو جائے، حضورؐ نے فرمایا سَلُوا اللّٰہَ الْعَافِیَۃَ کہ اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرو چاہیے کہ دنیا و آخرت دونوں میں عافیت عطا ہو

غرض حضرت سمنون کا پیشاب بند ہوگیا اور اب دعا بھی نہیں کرتے کیونکہ ڈرتے ہوئے شرماتے تھے، یہ بھی ایک حال تھا مگر اس سے کامل تر حال یہ تھا کہ دعا کرتے اور کہتے کہ مجھ سے خطا ہوئی میں توبہ کرتا ہوں مجھے آپ کے امتحان کا تحمل نہیں مگر مغلوب کو کوئی رائے نہیں دیجا سکتی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر پر رحم فرما کر دعا کی اجازت دینا چاہی، مگر صاف طور سے نہیں کہ ان پر الہام ہو جاتا، کیونکہ جب خود اللہ تعالیٰ سے نہیں بولتے تو وہ ان سے کیوں کلام کریں، بلکہ اجازت کی یہ صورت ہوئی کہ ایک فرشتہ کو بھیجا گیا کہ سمنون کی آواز میں زور زور سے دعا کرے یہ بھی ایک عجیب انداز تھا ؎

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

(محبوبوں میں صرف یہی خوبی نہیں ہوتی کہ وہ کرشمہ و ناز کرتے ہیں، خاص انداز سے چلتے ہیں، بلکہ انکی بہت سی ادائیں ایسی ہیں جن کا کوئی نام نہیں رکھا جاسکتا۔)

فرشتہ نے اس زور سے دعا کی کہ خانقاہ میں سب مریدوں نے سنا، صبح کو ایک خادم نے عرض کیا کہ رات کو کیا آپ نے دعا کی تھی ہم نے تو رات بھر آپ کی دعا کی آواز سنی ہے سمجھ گئے اور خوش ہوئے کہ الحمدللہ کہ مجھے دعا کی اجازت ہوگئی، پھر اس کی یہ صورت اختیار کی کہ مکتب کے بچوں کے پاس جاتے اور ان سے فرماتے اُدْعُوْا لِعَمِّکُمُ الْکَذَّاب کہ "اے بچو! تم اپنے جھوٹے چچا کے لئے دعا کرو" کذاب اس لئے کہا کہ دعویٰ پر جمے نہ رہے امتحان کا تحمل نہ کر سکے۔ سبحان اللہ کیسا اچھا علاج کیا، اپنے کو بچوں کا محتاج بنایا۔

امت محمدیہ | امت محمدیہ کے بچے بھی مشائخ کی امداد کے قابل ہیں، امت محمدیہ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بدویہ نے اپنی اولاد کی تعریف میں کہا تھا ھُمْ کَالْحَلْقَۃِ الْمُفْرَغَۃِ لَایُدْرٰی اَیْنَ طَرَفَاھَا کہ "میری اولاد ڈھلے ہوئے حلقے کے مشابہ ہے کہ کسی کو یہ پتہ نہیں چل سکتا کہ اس کا کنارہ کدھر ہے" یعنی سب برابر ہیں کسی کو کسی پر فوقیت نہیں، غضب کی تشبیہ ہے جو اس بدویہ کو سوجھی، یہی حال امت محمدیہ کا ہے کہ اس کے بچے بھی مقبول بڑے بھی مقبول۔ بعض اوقات بچے بڑوں کے محتاج ہیں، اور ایک وقت میں بڑے بچوں کے محتاج ہیں طالبین مشائخ کے محتاج اور بعض اوقات مشائخ طالبین کے محتاج ؎

تشنگاں گر آب جویند از جہاں   آب ہم جوید بعالم تشنگاں

بانگ می آید کہ اے طالب بیا   جود محتاج گدایان چوں گدا ؎

(پیاسوں کو اگر دنیا میں پانی کی تلاش ہے تو سمجھ لو کہ پانی کو بھی پیاسوں کی تلاش اور جستجو رہتی ہے) (یہ آواز آتی رہتی ہے کہ اے طالب آجا، اس لئے کہ جود و بخشش گدا کی محتاج ہے، اگر گدا نہ ہو تو بخشش کا ظہور کیسے ہو۔ اور گدا تو جود کا محتاج ہوتا ہی ہے)

ایک پیغمبر کی حکایت حدیث میں ہے کہ وہ استسقا کو جا رہے تھے، راستہ میں چیونٹی کو دیکھا کہ ہاتھ اٹھائے دعا کر رہی ہے۔ آپ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ لوٹ چلو اللہ تعالیٰ نے چیونٹی کی دعا قبول فرمالی ہے، جب چیونٹی کی دعا بھی قبول ہوتی ہے تو مسلمانوں کے بچے تو اس سے بدرجہا افضل ہیں ان کی دعا کیوں نہ قبول ہوگی، نیز حدیث میں ہے کہ عالم کے لئے مچھلیاں اور چیونٹیاں دعا کرتی ہیں۔

لیڈر اور علماء | گو آج کل لیڈروں کے نزدیک علماء عضو معطل اور بیکار ہیں، مگر حیوانات ان کے

واسطے دعا کرتے ہیں کیوں ؟ دو وجہ سے ایک تو یہ کہ خدا تعالیٰ نے ان کو اسی کام میں لگا دیا ہے کہ علماً کے واسطے دعا کریں ، دوسرے اس واسطے کہ حیوانات کی خیر بھی بقار علمار ہی کی وجہ سے ہے کیونکہ بقار عالَم علمار کی وجہ سے ہے ، جس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یُقَالَ فِی الْاَرْضِ اَللّٰہُ اَللّٰہُ (اوکما قال) کہ زمین میں جب تک خدا کا نام لیا جاتا رہے گا اس وقت تک قیامت نہ آئیگی اور مشاہدہ ہے کہ دنیا میں اللہ کے نام کی بقار علمار کی وجہ سے ہے . پس علمار کا وجود بقار عالم کا ذریعہ ہے ، مگر افسوس لیڈر ان کو نکما سمجھتے ہیں ، اور سنا ہے کہ آج کل ایک جماعت علمار کے استیصال کی فکر میں ہے ، طرح طرح کی تدبیروں سے ان کے اثرات مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے بُرا بھلا بھی ان کو کہا جا رہا ہے ، مگر علمار اس بارہ میں خاموش ہیں اور بہت احتیاط کرتے ہیں وہ کسی کو بلا ضرورت بُرا نہیں کہتے ، مگر اب ضرورت ہے کہ ان لوگوں کی رعایت نہ کی جائے ، جبکہ وہ ہماری رعایت نہیں کرتے ، اور وہ ضرورت یہ ہے کہ عوام ان کی باتوں سے گمراہ ہو رہے ہیں ، یہ لیڈر دین کے احکام میں دخل دیتے اور اپنی رائے سے جس طرح چاہتے ہیں احکام میں تحریف کر دیتے ہیں اور عوام ان کو مولوی مولانا سمجھے ہوئے ہیں اس لئے میں صاف کہتا ہوں کہ یہ لوگ گمراہ ہیں ، مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں ، کیونکہ دین کا مدار اعتقاد پر ہے کہ مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتقاد ہو ، اور رسول پر اعتقاد جبھی ہوگا جبکہ حاملانِ شریعت سے اعتقاد ہو ، کیونکہ عوام کو رسولؐ کی معرفت علمار کے ذریعہ سے ہوتی ہے جس نے علمار کو نہیں پہچانا وہ رسول کو نہیں پہچان سکتا ، پس جو لوگ علمار کی استیصال کی فکر میں ہیں وہ خود مسلمانوں کی بلکہ عالم کی استیصال کی فکر میں ہیں ۔

میں ایک بات اور کہتا ہوں گو کہنے کی تو نہیں ، وہ یہ کہ عالم اگر بدعمل بھی ہو جب بھی تم کو اس پر اعتراض کا حق نہیں کیونکہ وہ مدعی علم کا ہے نہ کہ عمل کا اس کی بدعملی سے علم تو غلط نہیں ہو گیا ، طبیب اگر بد پرہیز ہو تو مریض کا کیا نقصان ہے وہ مریض کو تو صحت ہی کا طریقہ بتلائے گا ، اسی طرح عالم بے عمل تم کو فتویٰ تو صحیح دے گا ، مسائل تو غلط نہ بتلائے گا ، اور یہ لیڈر جاہل تو احکام غلط بتلاتے ہیں ، دیکھئے کیمیا گر خود ننگا ہو تو تمھارا کیا نقصان ہے اور بڑے بڑے رؤسا اس کے پیچھے کیوں پھرتے ہیں محض اس وجہ سے کہ وہ دوسروں کو ننگا نہیں کرتا اور اس کے پاس ایسی چیز ہے جو تمھارے

سلہ ختم کرنے سلہ رد و بدل

پاس نہیں ہے، یہ مضمون طویل ہوگیا، گفتگو اس پر چلی تھی کہ جب چیونٹیوں اور مچھلیوں کی دعا قبول ہوتی ہے تو مسلمانوں کے بچّوں کی دعا کیوں قبول نہ ہوگی، اسی لئے حضرت سمنون بچوں سے دعا کراتے تھے یہاں سے معلوم ہوا کہ بچّوں کی دُعا قبول ہوتی ہے، مگر بعض لوگ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ بچّوں کی دعا قبول نہیں ہوتی، چنانچہ مشہور ہے کہ ایک میانجی استسقا کے لئے بچّوں کو لیجا رہے تو کسی ظریف نے کہا اگر بچوں کی دعا قبول ہوا کرتی تو میانجی سب سے پہلے تم مرتے کیونکہ بچّے روزانہ تم کو کوستے ہیں، مگر یہ حکایت صحیح بھی ہو تو بہت سے بہت یہ کہا جائے گا کہ بچوں کی بد دعا قبول نہیں ہوتی، اس سے یہ کیونکر معلوم ہوا کہ دعا بھی قبول نہیں ہوتی اور حضرت سمنون تو دعا کے واسطے بچوں کے پاس گئے تھے بددعا کے واسطے نہیں گئے تھے۔ اس لئے اس حکایت پر کوئی اشکال نہیں۔

اہتمام عمل یہ حکایت میں نے اس پر بیان کی تھی کہ اپنی طرف سے نہ قبض کی طلب کرے نہ بسط کی نہ بلا کی نہ امتحان کی، بلکہ تفویض کلی اختیار کرے، اس پر شاید یہ شبہ ہو کہ بلا میں گرفتار ہو جائے تو کیا اس کے ازالہ کی بھی دعا نہ کرے، اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں سَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ وارد ہے جس میں دعا کی اجازت ہے بلکہ امر ہے اس لئے یہ دعا جائز و مامور بہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ مواجید و اذواق کے درپے نہ ہونا چاہئے بلکہ عمل کا اہتمام کرنا چاہئے، مگر آج کل خواص بھی اس میں کوتاہی کر رہے ہیں، اس لئے میں نے اس آیت کا بیان اختیار کیا ہے جس میں عمل کی تاکید ہے، ارشاد ہے يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا (اے ایمان والو صبر کرو اور مقابلہ میں بھی صبر کرو) دو لفظ اس واسطے اختیار کئے گئے کہ صبر کبھی لازم ہوتا ہے کبھی متعدی یعنی جس حالت پر صبر کیا جائے کبھی اُس کا تعلق صرف اپنی ذات تک محدود ہوتا ہے جیسے مرض وغیرہ۔ کبھی دوسروں سے تعلق ہوتا ہے جیسے محاربہ[1] وغیرہ تو دونوں حالتوں میں صبر کا امر ہے، اس کے بعد ارشاد ہے وَرَابِطُوْا اور اس وقت مجھے زیادہ تر اسی جملہ کو بیان کرنا مقصود ہے اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا اسکی تمہید ہے اور وَاتَّقُوا اللّٰهَ تکمیل ہے اور لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تتمہ ہے جیسا آئندہ واضح ہو جائے گا۔ اب وَرَابِطُوْا کے معنی سنئے۔

بیضاوی نے اس کی تفسیر دَاوِمُوْا اور وَاظِبُوْا سے کی ہے یعنی عمل پر مداومت[2] اختیار کرو کیونکہ ربط

---

[1] جنگ۔　[2] ماندی

معنی لغت میں باندھنا ہے اور مواظبت و دوام میں بھی نفس کو باندھنا ہے اور اسی واسطے بعض نے
کی تفسیر مُرَابِطَۃُ الْخَیْلِ سے بھی کی ہے کیونکہ اس سورت کے زیادہ حصہ میں محاجہ باللسان کا ذکر ہے
کے مناسب رباط الخیل ہی ہے ، تو اس لفظ کی تفسیر میں دو احتمال ہوگئے ، مگر کسی مقصود کیلئے ایک
یر کا اختیار کر لینا جائز ہے ، اس لئے میں نے اس وقت بیضاوی کی تفسیر پر تقریر اختیار کی ہے
ید اس پر طلبہ کو اشکال ہو ، کیونکہ ان کو شبہات بہت پیدا ہوتے ہیں حتیٰ کہ ایک طالب علم نے
کے بیل کو بھی شبہات کی تعلیم دی تھی وہ تیلی سے تیل لینے گئے تو دیکھا کہ بیل کی آنکھوں پر پٹی ہے ،
گلے میں گھنٹی پڑی ہے اور وہ چکر لگا رہا ہے ، پوچھا یہ گھنٹی اس کے گلے میں کیوں ڈالی ہے کہا
واسطے کہ ہم ہر وقت اس کے ساتھ نہیں رہ سکتے بلکہ اپنے دوسرے کام میں بھی لگ جاتے ہیں
سی گھنٹی کے بجنے سے معلوم ہوتا رہتا ہے کہ بیل چل رہا ہے ، طالب علم نے کہا یہ تو کوئی دلیل
ں ، کیونکہ ممکن ہے کسی وقت ایک ہی جگہ کھڑے کھڑے سر ہلاتا رہے ، تیلی نے کہا مولانا میرے
نے منطق نہیں پڑھی تم یہاں سے چل دو ، اگر میرے بیل نے یہ منطقی باتیں سُن لیں تو ہم تو پریشان
جائیں گے ، تم تیل بھی کسی اور سے لے لینا ۔ اُس تیلی نے الزامی جواب دیا کہ میرے بیل نے منطق
ں پڑھی ورنہ تحقیقی جواب یہ تھا کہ مولانا چلنے کی آواز میں اور ایک جگہ کھڑے ہو کر سر ہلانے کی آواز
ں بڑا فرق ہے ، اس لئے یہ شبہ لغو ہے ۔

غرض طلبہ کو احتمالات بہت پیدا ہوتے ہیں اس لئے ممکن ہے کہ یہاں بھی کسی کو یہ شبہ ہو کہ استدلال
احتمال مضر ہے ، پھر دو تفسیروں کے ہوتے ہوئے ایک سے استدلال کیونکر صحیح ہوگا ۔ اس کا جواب
ہے کہ احتمال استدلال کو مضر اس وقت ہے جبکہ اسی آیت پر مقصود کا مدار ہوتا اور یہاں ایسا نہیں
دوسری نصوص اس مقصود میں صریح موجود ہیں ، مگر اس وقت اس آیت کی تلاوت بطور عمود کلام
کر دی گئی ہے ، اس پر مدار مقصود نہیں ۔

غرض عمل میں مواظبت کی ضرورت ہے ورنہ بدون مواظبت کے تو اس عمل کی مثال ہوگی جیسے
طالب علم نے ایک گاؤں کے سب بے نمازیوں کو نمازی بنا دیا تھا ۔ قصہ یہ ہوا کہ اس طالب علم
گاؤں میں جا کر وعظ کہا اور بے نمازیوں کی مذمت کی اور ان کو سُور سے بدتر کہا ، واعظ کا ایک

ھ گھوڑوں کا باندھنا سرا یا وحمادکیلئے تیار رکھنا ۲ھ زبانی حجت و مباحثہ ۳ھ بنیاد کلام

فرض یہ بھی ہے کہ بلا ضرورت خشن[1] گفتگو نہ کرے اور ضرورت سے ہو تو جائز ہے، جیسے میں نے ابھی لیڈروں کو ضالّ ومُضل کہا تھا، کیونکہ انھوں نے علماء کو بُرا بھلا کہا ہے اور اس میں اہلِ اسلام کا ضرر ہے، مگر حضرات علماء نے اس بارہ میں بہت احتیاط کی ہے کہ وہ ان کو بھی بُرا نہیں کہتے اور ان زیادہ صوفیاء نے احتیاط کی ہے کہ صوفیاء تو اجماعی برے کو بھی برا نہیں کہتے، چنانچہ ایک بزرگ سے کسی نے یزید کے بارہ میں سوال کیا کہ یزید کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں، فرمایا شاعر بہت اچھا تھا مگر کسی نے ان سے یہ سوال نہیں کیا کہ شیطان کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں، سو میں ان کی وکالت میں کرتا ہوں کہ مَظہرِ مُضل اعلیٰ درجہ کا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہادی ہے اسکے مظاہر تو حضرات انبیاء ہیں اور سب سے اکمل ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور ایک صفت مُضل ہے اسکا مظہر کامل شیطان ہے اور خدا کی صفتِ اضلال کا مظہر ہونا بھی ایک صفتِ کمال ہے گو نقص ہی کا کمال ہے

محبّت کا اثر اسی طرح حضرت رابعہ بصریہ کے سامنے بعض زاہدین دنیا کی مذمت کر رہے تھے. فرمایا قُوْمُوْا عَنِّیْ فَاِنَّکُمْ تُحِبُّوْنَ الدُّنْیَا ان کو دنیا کی مذمّت بھی ناگوار تھی اس لئے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ کہ تم کو دنیا سے محبت معلوم ہوتی ہے، اہلِ مجلس نے کہا کہ ہم تو اس کی مذمّت کر رہے ہیں پھر محب کدھر سے ہوئے، فرمایا مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ کہ تذکرہ بھی محبت کی دلیل ہے، یہ ایک مجمل کلام ہے ایک مجذوبہ کا جس کی شرح کی ضرورت ہے میں نے ثواب کے لئے ان دیوانوں کی وکالت اختیار کی ہے اس لئے میں اس کی شرح کرتا ہوں کہ ذکرِ مذمّت بھی بعض دفعہ عظمت کی دلیل ہوتا ہے، دیکھو اگر ایک چمار سے تمھارا مقابلہ ہوا اور غلبہ تم ہی کو حاصل ہوا ہو جب بھی تم اس کے تذکرہ سے شرماتے ہو، اور اگر کسی جرنیل سے مقابلہ ہوا ہو اور تم غالب آگئے ہو تو اس کو ہر جلسہ میں ذکر کرتے ہو، اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ چمار کی تمھارے قلب میں عظمت نہیں اس لئے مذمّت کے ساتھ بھی اس کا ذکر نہیں کرتے جرنیل کی عظمت ہے اس لئے اس کا ذکر کرتے ہو تو دنیا کا ذکر مذمت بھی ہمیشہ خیر نہیں، بلکہ کبھی عظمت سے ناشی ہوتا ہے یعنی ایسی عظیم الشان چیز ہے ہم رغبت نہیں رکھتے سو حضرت رابعہ کو قرائن سے معلوم ہو گیا کہ ان کا ذکرِ دنیا گو مذمت کے ساتھ ہے مگر عظمت سے ناشی ہے کیونکہ ان کا مقصود اس مذمّت سے مخاطبین کے دلوں سے عظمتِ دنیا نکالنا نہ تھا کیونکہ مخاطب سب زاہد تھے بلکہ صرف اپنا کمال ظاہر کرنا تھا کہ ہم نے دنیا پر لات ماردی ہے اور حضرات انبیاء کے

---

[1] سخت

کلام میں جو دنیا کی مذمت وارد ہے وہ عظمت سے ناشی نہیں کیونکہ ان کا مقصود مخاطبین کے قلوب سے اس کی عظمت و محبت نکالنا ہے، لیجئے باؤلی کا کلام بھی باؤلا ہوگیا۔ مگر میں ہر جگہ ان باؤلوں کی وکالت نہیں کرتا صرف ضرورت کے موقع پر کرتا ہوں اور جہاں ضرورت نہ ہو وہاں وکالت نہیں کرتا، مثلاً حضرت رابعہ ایک دفعہ حج کو تشریف لے گئیں اور حج سے فارغ ہو کر دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اجر دیجئے اور آپ کو اجر دینا ہوگا کیونکہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو میرا حج قبول ہوگیا ہے تو اسی صورت میں تو حج مبرور پر اجر کا وعدہ آپ نے فرمایا ہی ہے یا قبول نہیں ہوا تو یہ بہت بڑی مصیبت ہے کہ محبوب کے در سے محروم جاؤں ؎

از در دوست چہ گویم بچہ عنواں رفتم ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم

(دوست کے دروازے سے میں کیا بتاؤں کہ کس حال اور عنوان سے چلا؟ اس در پر مجسم شوق بن کر آیا اور واپس ہوا سراپا محروم ہو کر) اور مصیبت پر بھی آپ کا وعدہ ہے کہ مصیبت زدوں کو ثواب دیا جائے گا، پس میرا ثواب ہر حال میں ثابت ہوگیا۔

تو اس کلام پر اشکال ہوتا ہے کہ پھر جہنمی بھی اس مقدمہ سے ثواب کا استحقاق ثابت کرنے لگیں گے کہ ہم سے زیادہ مصیبت میں کون ہے اور اہل مصیبت[۱] کے لئے اجر کا وعدہ ہے تو ہم کو بھی ثواب دیا جائے مگر یہاں میں وکالت نہیں کرتا کیونکہ مقصود مانگنا ہے سو ہر شخص کو اختیار ہے کہ جس طرح دل چاہے مانگے خواہ ناز کے طریقہ سے مانگے یا نیاز کے طریقہ سے، میں یہ کہہ رہا تھا کہ صوفیہ نے تو بروں کو بھی برا نہیں کہا، کیونکہ ان کو محبوب کی یاد سے ہی فرصت نہیں کہ اغیار میں مشغول ہوں، ایک عارف نے کسی صوفی کو ایک جاہل سے جھگڑا کرتے دیکھا تو کہا ؎

گر ازیں مدعی دوست بشناختے بپیکار دشمن نہ پرداختے

---

[۱] اگر حضرت رابعہ کے کلام میں اہل مصیبت کو مسلم مبتلی کے ساتھ خاص کیا جائے تو یہ اشکال نہ ہوگا اور مصیبت پر اجر کا وعدہ مسلمانوں سے ہی ہے نہ کفار سے مگر خود وہ وعدہ ہر مصیبت پر نہیں، مصیبت غیر اختیاریہ پر ہے اور جو عمل مصیبت اختیاریہ ہے جیسے خودکشی مصیبت ہے مگر اس پر بجائے اجر کے عقوبت ہوگی، کیونکہ وہ مصیبت مکتسبہ ہے اس طرح کسی عمل کا قبول نہ ہونا کسی اختیاری کوتاہی کے سبب ہے ۱۲
اشرف علی

(۱۱۸) فرمایا کہ بہت سے لوگ حرارتِ عزیزیہ[1] کی مستی کو روحانی لذت سمجھ لیتے ہیں ، ان کو بڑھاپے میں اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے کیونکہ اس وقت حرارت عزیزیہ کم ہو جاتی ہے ، اور جسکو جوانی میں روحانی لذت حاصل ہو چکی ہے بڑھاپے میں اس کی لذت کم نہیں ہوتی ، جیسے پرانی جورو سے انس میں زیادتی ہوتی ہے ۔

(۱۱۹) فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب کسی کو قرض دیا کرو تو لکھ لیا کرو اور اس پر دو آدمیوں کو گواہ کر لیا کرو ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کو ہمارے ساتھ غایت شفقت و رأفت ہے کہ ہمارے پیسہ کا نقصان بھی گوارا نہیں کرتے تو جان کا نقصان کب گوارا ہوگا ۔ پھر وہ جنت سے محروم کر کے دوزخ میں کب ڈالنا چاہیں گے ۔ جب تک کہ تم خود نہ گھسو (معاصی کر کے) چنانچہ ارشاد ہے مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ (اللہ تعالیٰ تمھیں سزا دے کر کیا کریں گے اگر تم شکر گزاری کرو اور ایمان لے آؤ)

(۱۲۰) فرمایا کہ غذا کے بعد جو شکر کا حکم کیا گیا ہے تو درحقیقت اسی غذا کے ہضم کے واسطے چورن بتلایا گیا ہے تاکہ پھر بھی غذا کھا سکے کیونکہ شکر سے نعمتیں بڑھتی ہیں جس طرح چورن سے دوسرے وقت زیادہ کھا سکے گا اور ناشکری سے سلب ہو جاتی ہیں ۔

(۱۲۱) فرمایا کہ بواسطہ دیدار کی صورت یہ ہے کہ مخلوقات و مصنوعات میں حق تعالیٰ کی صفات قدرت کا مشاہدہ کرے کیونکہ مصنوع سے بھی صانع کا دیدار ہو جاتا ہے ۔ چنانچہ زیب النساء کا شعر ہے

؎ در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگ گل　　ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

(میں بات کے اندر ایسی ہی پوشیدہ ہوں جیسے پھول کی خوشبو پنکھڑی میں جو مجھے دیکھنا چاہے وہ مجھے میرے کلام میں دیکھے)

(۱۲۲) فرمایا کہ جن حضرات میں اتباعِ سنت غالب ہے وہ جنت سے استغنا ظاہر نہیں کرتے کیونکہ وہ بھی ایک آئینہ جمالِ الٰہی ہے ؎ عاشقان جنت برائے دوست می دارند دوست

(عشاقِ حقیقی اگر جنت کو پسند کرتے ہیں تو اسی لئے کہ دوست (اللہ) کے دیدار کی جگہ ہے)

(۱۲۳) فرمایا کہ غلامی کا راز یہ ہے کہ اس نے عبد اللہ بننے سے انکار کیا تھا اس لئے سزا کے طور پر عبد اللہ کا عبد بنایا گیا جو کہ بالکل عقل کے موافق ہے ، چنانچہ سلاطین بھی جب کوئی بادشاہ بغاوت

---

[1] [illegible]

کرتا ہے تو اس کو قید کر کے ایک معمولی جیلر کی سپردگی میں دیدیتے ہیں۔

(۱۲۴) فرمایا کہ احوال صادقہ عمل ہی کی برکت سے حاصل ہوتے ہیں اس کے بغیر محض تکلف تصنع ہے، چنانچہ رافضیوں کا رونا محض تکلف ہی سے ہوتا ہے ورنہ جس کو واقعی رنج کی وجہ سے رونا ہو کیا وہ کہیں رونے کے بعد مٹھائی تقسیم کرتا ہے۔

(۱۲۵) فرمایا کہ اہل عرس تو ہم کو خشک کہتے ہیں حالانکہ وہ قوالی سنکر دل کا بھاپ نکالتے ہیں اور یہاں یہ حالت ہے کہ اندر ہی اندر گھٹتے ہیں، دل کا بھڑاس کبھی نہیں نکلتا، جتنی بھاپ ہے سب اندر ہی اندر بند رہتی، پھر ہم خشک کیونکر ہوگئے۔

(۱۲۶) فرمایا کہ سنوار کر پڑھنے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اس نیت سے سنوار کر پڑھیں ہماری تعریف کریں گے، ہم قاری مشہور ہوں گے، یہ تو واقعی ریا ہے، اور ایک یہ کہ ایک مسلم خوش ہوگا اور تطییبِ قلب مسلم بھی مطلوب ہے، یہ یقینی عبادت ہے، چنانچہ ابو موسیٰ اشعری رضی کا قرآن سنکر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَقَدْ اُوْتِیْتَ مِزْمَاراً مِنْ مَزَامِیْرِ دَاؤُدَ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی سے تم کو حصہ عطا کیا ہے اور حضرت ابو موسیٰ نے عرض لَوْ عَلِمْتُ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ لَحَبَّرْتُ لَكَ تَحْبِيْراً (یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہو جاتی کہ آپ میرا قرآن سن رہے ہیں تو میں آپ کی خاطر اور زیادہ بنا سنوار کر پڑھتا) تو حضور علیہ وسلم نے اس قول پر مطلق نکیر نہیں فرمایا

(۱۲۷) فرمایا کہ بندہ رسوخ کا مکلف نہیں صرف عمل کا مکلف ہے حتیٰ کہ اگر عمر بھر نہ ہو تو مقصود میں کوئی خلل نہیں، کمال عبادت اور اجر اور قرب میں ذرا کمی نہ ہوگی بشرطیکہ میں کمی نہ کرے۔

(۱۲۸) فرمایا کہ طریق طلب میں تحمل اور بردباری کرنا ہی اس طریق کا ادب ہے

(۱۲۹) فرمایا اگر کوئی شخص کسی کی بدخوئی کی شکایت کرے تو سمجھ لو کہ یہ شخص بھی بدخو ہیں، اس لئے کہ اگر خوشخو ہوتے تو یہ اس کے بدخوئی کا تحمل کرتے شکایت نہ کرتے

(۱۳۰) فرمایا کہ حدیث کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اخلاق کا خلاصہ یہ ہے کسی کو دوسرے سے تکلیف نہ پہونچے، چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ کوئی اپنے بھائی کی

عصا) نہ اٹھائے کیونکہ وہ پریشان ہوگا (لَا لَاعِبًا وَّ لَاجِدًّا) یعنی نہ ہنسی میں اور نہ بقصد یہی ہنسی سے ممانعت کی علت وہی اذیت ہے۔

(۱۳۱) فرمایا کہ اگرچہ ہمارے گھر پر بہت سے آدمی اور بہت سے کام نہیں ہیں تاہم ایک نخواہ دار خادم رکھ لیا ہے تاکہ ہمارے کام کا کسی پر بار نہ ہو اور اس کا لحاظ ہر امر میں رکھنا ضروری ہے، فرائض کے بعد ان ہی امور کا مرتبہ ہے، میں ان کا زیادہ لحاظ رکھتا ہوں اور اذکار کا مرتبہ ان کے بعد سمجھتا ہوں۔

(۱۳۲) فرمایا کہ بات کا جواب نہ دینا سخت بے ادبی ہے، اسی طرح دیر میں جواب دیکر انتظار کی تکلیف پہونچانا بھی بے ادبی ہے۔

(۱۳۳) فرمایا کہ اتفاق کا راز یہ ہے کہ کسی کا بار دوسرے پر نہ ہو حتیٰ کہ بھائی کے نوکروں سے کبھی کام نہ لے کہ ممکن ہے کبھی تنگ دلی پیدا ہو۔ اور کوئی چیز حقیر سے حقیر مثلاً سوختہ کی لکڑی بھی لے تو قیمتاً لے، چنانچہ حکمائے عرب کا قول ہے تَعَاشَرُوْا كَالْاِخْوَانِ وَ تَعَامَلُوْا كَالْاَجَانِبِ (باہم رہو سہو تو بھائیوں کی طرح اور معاملہ کرو اجنبیوں کی طرح۔

(۱۳۴) فرمایا کہ جن لوگوں کو مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا میں ان سے کچھ نہیں کہتا، کیونکہ ایسے موقع پر کہنے سے سوائے ناگواری کے اور کوئی معتد بہ فائدہ نہیں ہوتا، بلکہ آئندہ کے لئے اور وحشت ہوجاتی ہے جس سے نفع اور بعید ہوجاتا ہے، میری نظر ملاقاتیوں کے تو ہنر پر ہوتی ہے اور متعلقین کے عیوب پر۔

(۱۳۵) فرمایا کہ صوفیہ کا مقولہ ہے زَلَّاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ رَفْعَةٌ لِمَقَامِهِمْ (مقربین کی لغزشیں رفع درجات کے لیے ہوتی ہیں)

(۱۳۶) فرمایا کہ علاج کی حقیقت ہے ازالۂ سبب مرض۔ جب مرض کا سبب جوش ہے خوشی کا تو اس کا علاج ہے جوش کا فرو کرنا۔ اور اس خوشی کو اس کی ضد یعنی فکر و غم سے مغلوب کرنا، اور سب سے زیادہ فکر و غم کی چیز موت و احوال بعد الموت ہیں یعنی واقعات برزخ و محشر و صراط و عقوباتِ معاصی، پس ایسے وقت میں ان واقعات کو مستحضر کرلیا جائے اگر ویسے استحضار ضعیف ہو تو کوئی کتاب اس مضمون کی لیکر مطالعہ شروع کر دیا جائے، اور بہتر

ہے کہ فوراً خلوت میں جا کر مراقبہ یا مطالعہ کیا جائے، اس کا علاج تو فوراً ہو جائے گا، پھر اگر ضعف طبیعت سے ہیبت کے غلبہ سے تکلیف ہونے لگے تو رحمت و رجا کی حدیثوں کو مستحضر کر لیا جائے بس اعتدال ہو جائے گا اور اصل خوشی رہ جائے گی جو مامور بہ ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا (آپ کہدیجئے کہ اللہ کا فضل و رحمت خوشی کی چیز ہے اس پر خوش ہونا چاہئے) اور فضول حصہ خوشی کا زائل ہو جائے گا جو منہی عنہ ہے لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ (اترا مت اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا)

(۱۳۷) فرمایا کہ ہدیہ دینے والا قاری کو مجلس قرأت میں ہدیہ نہ دے، اور اگر وہ مجلس قرأت ہی میں دے تو قاری کو اس مجلس میں ہدیہ قبول نہ کرنا چاہئے۔

(۱۳۸) فرمایا کہ ہمارے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دنیا کی مثال آخرت کے ساتھ ایسی ہے جیسی پرندہ اور سایہ، آخرت پرندہ ہے اور دنیا سایہ ہے، تم پرندہ کو پکڑ لو سایہ خود بخود اس کے ساتھ چلا آئے گا۔ اور اگر سایہ کو پکڑو گے تو نہ وہ قبضہ میں آئے گا نہ یہ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ طالب آخرت کے پاس مال بہت آجاتا ہے، نہیں بلکہ حق تعالیٰ اپنے چاہنے والوں کو راحت اور چین دیتے ہیں اور ایسی راحت دیتے ہیں کہ بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں ہوتی، چاہے اس کے پاس مال و دولت کچھ نہ ہو مگر اطمینان اور انشراح قلب سب سے زیادہ ہوتا ہے۔

(۱۳۹) فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ جب اپنے بندے کو چاہتے ہیں تو اس کو دنیا سے ایسا بچاتے ہیں جیسا کہ تم استسقا کے بیمار کو پانی سے بچاتے ہو، کیونکہ زیادہ مال و دولت جمع ہونے سے وہ جمعیت باطن فوت ہو جاتی ہے جس پر راحت کا مدار ہے جس کے سامنے ہفت اقلیم بھی ہیچ ہے۔

(۱۴۰) فرمایا کہ فیض قبر دو ہیں، ایک تعلیم کا، ایک تقویت نسبت کا۔ پھر ایک فیض ہے ایک فیض کا ادراک، پھر ادراک ایک فوری ہے، ایک تدریجی۔ پس فیض تعلیم تو اہل کشف کے ساتھ خاص ہے، مگر وہ تعلیم تربیت کے لئے کافی نہیں۔ اور فیض تقویت نسبت اہل کشف کے ساتھ خاص نہیں، غیر اہل کشف کو بھی ہوتا ہے، اتنا فرق ہے کہ اہل کشف کو اس کا ادراک فوری ہوتا ہے اور غیر اہل کشف کو بتدریج، لیکن بقا اس فیض کو بھی نہیں ہوتا تاوقتیکہ اس کی بقا کا اہتمام اعمال سے نہ کیا جائے۔ پھر اس تدریج میں تفاوت ہے، بعض کو فطرۃً یا مزاولت اشغال سے اجتماع خواطر و قطع افکار

مل ہو جاتا ہے جو معین تحصیل ادراک ہوتا ہے، اور بعض پر تشتت و تفرق غالب ہوتا ہے جو مانع تحصیل
راک ہوتا ہے، اور طریقہ استفاضہ کا سب کے لئے یہ ہے کہ قبر کے قریب بیٹھ کر اپنی اور میت کی روح کا
ور کرے اور دونوں میں اتصال کا تصور کرے اور یہ تصور کرے کہ اس اتصال فلاں کیفیت مثلاً محبت یا خشیت
یرہ میت کی روح سے میری روح پر فائض ہو رہی ہے، اگر اول جی نہ لگے تنگ نہ ہو۔
(۱۴۱) فرمایا کہ جس طرح نماز کے اندر قرأت عربی زبان میں پڑھنا امر تعبدی ہے، اسی طرح
طبہ کا عربی زبان میں پڑھنا بھی امر تعبدی ہے، کیونکہ حق تعالیٰ نے خطبہ کو ذکر اللہ فرمایا ہے نہ کہ تذکیر
اسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو) عیدین کے خطبہ عربی زبان کے بعد اگر ترجمہ
تذکیر مناسب سمجھے تو ہیئت اوفق بالسنۃ یہ ہے کہ خطبہ سے فارغ ہو کر منبر سے نیچے اتر کر بیان کرے۔
(۱۴۲) فرمایا ہمارے بھائیوں کی تباہی اور بربادی کی وجہ یہ ہے کہ ان میں اتباع کا مادہ
ہیں۔ اگر دین کامل نہ ہو تو یہ مادہ تو ہو کہ کسی کا اتباع کریں۔
(۱۴۳) فرمایا کہ خدا کے لئے جان کیا چیز ہے، مگر یہ تو اطمینان ہو کہ یہ یقیناً خدا کیواسطے
رف ہوئی، تذبذب کی حالت میں جان دینا تو کیونکر جائز ہو گا ہم کو تو حکم ہے کہ تذبذب کی حالت
یں جبکہ ان کی اباحتِ دم میں تردد ہو کفار کی جان بھی نہ لیں۔
(۱۴۴) فرمایا کہ بے موقع ذکر اللہ تک کو فقہاء نے منع لکھا ہے، بلکہ بعض مقامات پر کفر
ہا ہے جیسے حرام طعام پر بسم اللہ کہنا۔
(۱۴۵) فرمایا کہ کفر سے سلطنت کو زوال نہیں ہوتا ظلم سے زوال ہوتا ہے۔
(۱۴۶) فرمایا کہ مجذوبین میں عقل گو نہیں ہوتی لیکن جو کام ان کے سپرد کیا جاتا ہے
اس میں عقل کی ضرورت نہیں ہوتی، اس لئے اس کو بخوبی انجام دیتے ہیں، کیونکہ ان کاموں کے
انجام دہی کے لئے سلامتِ حواس کافی ہے۔ ان مجذوبین کی حالت مشابہ بچوں کے ہے جن میں حواس
تو سلیم ہوتے ہیں لیکن عقل نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ سالکین مراتب میں مجذوبین سے افضل ہیں۔
(۱۴۷) فرمایا کہ غم سے نفس کو تکلیف ضرور ہوتی ہے لیکن روح میں نور پیدا ہوتا ہے کیونکہ
یہ مجاہدہ ہے گو اضطراری سہی۔ اور مجاہدہ اضطراری بھی موجب اجر ہے، حدیثیں اس میں صریح ہیں چنانچہ
مرض، فکر اور بلا پر بشارتیں وارد ہیں اور اس کے ساتھ ہی اس کے لئے دعا و تدبیر کا بھی امر ہے، پس

دعا و تدبیر بھی کرنا چاہئے اور غم کے فضائل و بشارت پر نظر کر کے صبر و رضا بھی اختیار کرنا چاہئے۔

(۱۴۸) اصلاح نفس کے لئے صرف دعا کافی نہیں بلکہ تدابیر کی بھی ضرورت ہے، جیسے بچہ پیدا ہونے کے لئے بڑی دعا کافی نہیں بلکہ زوجین کی بھی ضرورت ہے۔

(۱۴۹) فرمایا کہ امراض جسمانی میں امراض نفسانی اضطراراً مضمحل ہو جاتے ہیں، اور مورث آثار نہیں ہوتے اور آثار ہی قابل ازالہ ہوتے ہیں

(۱۵۰) فرمایا کہ خواب پر عزم بیعت کو مبنی کرنا سنگین عمارت کو ریگ پر تعمیر کرنا ہے پس جبتک اس خواب کا اثر قلب سے نہ دھل جائے مقتضائے خواب پر عمل کرنا مناسب نہیں۔

(۱۵۱) فرمایا کہ بجز استحضار قبل الوقت وہمت درعین وقت وتدارک بعد وقت ہیچ علاجِ غفلت نیست (سوا اسکے کہ وقت سے پہلے اس کا استحضار کیا جائے اور وقت پر ہمت سے کام لیا جائے اور وقت کے بعد اسکا تدارک کیا جائے غفلت

(۱۵۲) فرمایا رضا کا درجہ ہر شخص کے لئے جدا جدا ہے۔ عوام کی رضا کا جو درجہ ہے "دنیا کے حصول کے لئے وظائف پڑھنا" اس کے خلاف نہیں۔

(۱۵۳) فرمایا کہ بخل کے دو درجے ہیں۔ ایک خلاف مقتضائے شریعت، اور یہ معصیت ہے، دوسرا خلاف مقتضائے مروّت، اور یہ معصیت نہیں۔ فضیلت تو یہ ہے کہ یہ بھی نہ ہو۔ اور تدبیر اس کی یہ ہے کہ اس کے مقتضا کی مخالفت کی جائے، لیکن اگر ہمت نہ ہو تو کوئی فکر کی بات نہیں۔

(۱۵۴) فرمایا کہ اگر اپنے علم کو کسی دوسرے سے زیادہ سمجھنے کے وقت اس کا بھی استحضار ہو کہ یہ عطائے حق ہے جب چاہیں سلب کر لیں۔ نیز اگر میرے اندر ایک کمال ہے تو دوسرے میں ممکن ہے کہ اس سے زیادہ دوسرا کمال ہو، جس کے سبب یہ عند اللہ مجھ سے افضل ہو تو یہ تکبر نہیں۔

(۱۵۵) فرمایا کہ ہمت سے اگر انسان کام لے تو کوئی کام بھی مشکل نہیں، اور یہ ہمت پیدا ہوتی ہے کسی کامل کی صحبت میں رہنے سے یا اس سے تعلق پیدا کرنے سے۔

(۱۵۶) فرمایا کہ طریقت میں اصل مقصود نفس کی اصلاح اور اعمال کی خبر گیری ہے۔

(۱۵۷) فرمایا کہ اس طریق میں دشواری اسی وقت تک ہے جب تک اس کی حقیقت سے بےخبری ہے، حقیقت معلوم ہو جانے کے بعد پھر اس سے زیادہ سہل اور آسان کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ لوگوں نے فن نہ معلوم ہونے کی وجہ سے اس کو ہوّا بنا رکھا ہے، حالانکہ تصوّف صرف ایک مسئلہ پر ختم ہے، عمل

ایک اختیاری ہے اور ایک غیر اختیاری۔ اختیاری کو لے لو اور غیر اختیاری کے درپے نہ ہو۔

(۱۵۸) فرمایا کہ اگر مسلمان اپنی اصلاح کرلیں اور دین ان میں راسخ ہو جائے تو دنیوی مصائب کا بھی انشاء اللہ چند ہی روز میں کایا پلٹ ہو جائے۔

(۱۵۹) فرمایا کہ تقریبات میں عورتوں کے جانے کے انسداد کا طریقہ سہل یہ ہے کہ جانے کو منع نہ کریں مگر اس پر مجبور کریں کہ کپڑے زیور وغیرہ کچھ نہ پہنیں، جس حیثیت سے اپنے گھر رہتی ہیں اسی طرح چلی جائیں، خود بخود جانا بند ہو جائے گا۔

(۱۶۰) فرمایا کہ حدیث میں جو اجابۃ الداعی (داعی کی بات ماننا) آیا ہے، خطوں کا جواب دینا بھی اس کے عموم میں داخل ہے۔ اس لئے خطوط کا جواب دینا حتی المقدور جلد ضروری ہے۔

(۱۶۱) فرمایا کہ اصلاحیں مسہل ہیں اور ذکر و شغل معین ہیں، اگر اصلاح نہ ہو تو ذکر و شغل بیکار ہیں۔

(۱۶۲) فرمایا کہ محقق ہمیشہ ضرورت و حالت مخاطب کے لحاظ سے مضمون اختیار کرتا ہے بیان کے لئے چاہے مکرر ہو یا پرانا ہو۔

(۱۶۳) فرمایا کہ کثرت گناہ سے دل کا حس خراب ہو جاتا ہے تو گناہ کی پریشانی اور ظلمت کا احساس بھی نہیں ہوتا

(۱۶۴) فرمایا کہ کامل یکسوئی کا انتظار فضول ہے یہ تو دنیا میں پھنس کر ہو نہیں سکتا اس کے حصول کا طریقہ صرف یہ ہے کہ اسی پریشانی کی حالت میں تعلق مع اللہ کا سلسلہ شروع کر دے پھر رفتہ رفتہ اطمینان کلی نصیب ہو جائے گا، ورنہ عمر یوں ہی ختم ہو جائے گی اور یکسوئی نصیب نہ ہو گی۔

(۱۶۵) فرمایا کہ روحِ اعتکاف انتظار صلوٰۃ ہی ہے، معتکف کو ہر وقت نماز کا ثواب ملتا ہے کیونکہ وہ نماز جماعت ہی کی پابندی کے لئے معتکف ہوا ہے، اسی لئے اعتکاف کے لئے مسجدِ جماعت شرط ہے۔ جس مسجد میں جماعت نہ ہوتی ہو وہاں اعتکاف جائز نہیں۔

(۱۶۶) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ دو شخص کو ہجرت سے منع فرماتے تھے، ایک تو کٹے دنیا داروں کو کیونکہ یہ لوگ مکہ کے حقوق کیا ادا کریں گے۔ دوسرے علماء مقتداؤں کو کیونکہ ان کی

ہجرت سے ہندوستان بھی پولیس ہو جائے گا۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ دل بمکہ و جسم بہ ہندوستان
بہ از آنکہ جسم بمکہ و دل بہ ہندوستان (دل مکہ میں لگا ہوا اور جسم ہندوستان میں یہ اس سے بہتر ہے کہ جسم مکہ میں ہو اور دل

(۱۶۷) فرمایا کہ شیطان کے گمراہ کرنے کو دوسرا شیطان نہیں آیا تھا بلکہ یہی نفس تھا جس نے اس کو ابلیس بنا دیا ورنہ وہ تو عزازیل تھا، پس نفس کا مغلوب کرنا کفار کے مغلوب کرنے سے اہم ہے اسی واسطے مجاہدۂ نفس کو جہادِ اکبر کہا گیا ہے۔

(۱۶۸) فرمایا کہ جہاں حق متعین ہو تو اہلِ باطل کو اتفاق پر مجبور کرنا چاہیے کہ تم اہلِ حق سے نزاع نہ کرو۔

(۱۶۹) فرمایا کہ لطفِ زندگانی کا مدار مال پر نہیں ہے بلکہ نشاطِ طبیعت و روح پر ہے اور روحانی نشاط کا مدار دین و تعلق مع اللہ پر ہے، پس دین کے ساتھ دنیا گو کم ہو، مگر پُر لطف ہوتی ہے، اور بدون دین کے خود دنیا بے لطف ہے، اگر کسی دنیادار کو لطف میں دیکھو تو وہ یا تو اس کے حصۂ دین کا اثر ہے، یا دیکھنے والے کو اس کی ظاہری حالت سے دھوکا ہو گیا ہے، اگر اندرونی حالت کی تفتیش کی جائے تو پریشانی ہی ثابت ہو گی یا اس نے حقیقی لطف کو دیکھا ہی نہیں وہ صورتِ لطف کو لطف سمجھ گیا ہے، اور راز اس کا وہی ہے کہ لطف و راحت اور چیز ہے اور سامانِ لطف و راحت اور چیز ہے، جن اسبابِ دنیا کو لوگ سامانِ راحت سمجھتے ہیں اگر حقیقی راحت نہ ہو تو حقیقت میں واللہ وہ عذاب ہے، چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا الخ (تم کو کفار کے مال اور ان کی اولاد اچھی معلوم نہ ہوں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ان کو دنیا میں انھیں کے ذریعہ عذاب دیں)

پس یہ ضروری نہیں کہ جس کے پاس سامانِ راحت ہو اس کو راحت بھی حاصل ہو، اور نہ یہ ضروری ہے کہ جس کے پاس سامانِ راحت نہ ہو اس کو راحت حاصل نہ ہو۔ خود اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ وہ مسلمان تارکِ دین کو راحت سے محروم کر دیتے ہیں، پس دین کا ضرر ایسا ضرر ہے جس سے دنیا کی راحت بھی برباد ہو جاتی ہے۔

(۱۷۰) فرمایا کہ میاں بی بی کا فساد سب فسادوں کی جڑ ہے یعنی سیکڑوں فساد کو پیدا کرتی ہے۔

Regd. No. L2/9/A.D. 111
December 1991

Monthly
WASIYATUL IRFAN
23, Buxi Bazar, Allahabad

مجموعہ تالیفات مصلح الامۃ